امام اعظم ابو حنیفہؒ

کا محدثانہ مقام

خانقاہِ امدادیہ
مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام
057-2311400

besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام

مؤلف

حافظ ظہور احمد الحسینی

خانقاہ امدادیہ، مدرسہ عربیہ حنفیہ تعلیم الاسلام

...زاہد آباد، حضرو، اٹک، پاکستان

057-2311400, 0312-2311400

www.besturdubooks.wordpress.com

نوٹ: کچھ صفحے جو کہ اصل کتاب سے غائب تھے اسلئے یہاں بھی شامل نہیں ہو پائے۔

انتساب

عصر حاضر میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ (م ۱۵۰ھ) کی علمی شخصیت پر دو حضرات نے بڑا تحقیقی کام کیا ہے۔ ان میں سے ایک مصر کے مایۂ ناز محقق علامہ محمد زاہد بن حسن کوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ہیں، اور دوسرے پاکستان کے محدث کبیر علامہ عبدالرشید نعمانیؒ (م ۱۴۲۰ھ) ہیں۔ جزاھما اللہ عنا خیر الجزاء۔

راقم الحروف نے چونکہ اس کتاب کی تالیف میں ان دونوں حضرات کی تحقیقات سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے، اس لیے یہ تالیف سعادت دارین سمجھتے ہوئے ان اکابر کے حضور ہدیہ ہے۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

ظہور احمد الحسینی غفرلہ

www.besturdubooks.wordpress.com

فہرست

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

فہرست

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

عرضِ مؤلف

باسمہ تعالیٰ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ.

وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ:

امیر المؤمنین فی الحدیث امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کا ارشاد ہے:

عِنْدَ ذِکْرِ الصَّالِحِیْنَ تَنْزِلُ الرَّحْمَۃُ.[1]

صالحین کے تذکرہ سے (اللہ تعالیٰ کی) رحمت نازل ہوتی ہے۔

یہ کتاب بھی ایسی ہی ایک شخصیت کا تذکرہ ہے جن کو دنیا امام اعظم کے عظیم لقب سے یاد کرتی ہے۔ آپ کی شخصیت بڑی جامع الکمالات ہے۔ آپ جیسے ایک بلند پایہ مجتہد، عظیم فقیہ، بلند مرتبت مفسر، بے مثل اصولی و متکلم، صوفی باصفا، ولی اللہ، عابد، متقی، پرہیزگار، مجاہد فی سبیل اللہ، عظیم مدبر اور زیرک سیاستدان تھے، ایسے ہی آپ ایک جلیل القدر محدث اور پختہ کار حافظ الحدیث بھی تھے۔ لیکن ان سب فضائل و کمالات کے ساتھ ساتھ آپ بہت بڑے مظلوم بھی ہیں اور آپ اپنی زندگی میں ہی حاسدین کے حسد اور معاندین کی طعن و تشنیع کا نشانہ بنتے رہے، اور اسی وقت سے لے کر اب تک یہ سلسلہ جاری و ساری ہے۔ لیکن جس کو اللہ تعالیٰ بلند کرنا چاہیں، اس کو کون نیچا دکھا سکتا ہے؟ چنانچہ لوگوں نے آپ کو جتنا بدنام کرنے کی کوشش کی، اللہ نے اتنا ہی زیادہ آپ کو دنیا میں شہرت و عظمت عطا کی اور دن بدن آپ کے چاہنے اور ماننے والوں کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (۱۹۲/۲) لابن عبد البر۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کانٹوں میں ہے گھرا ہوا چاروں طرف سے پھول
پھر بھی کھلا ہوا ہے عجب خوش مزاج ہے!

ہمارے برصغیر (پاک و ہند) میں انگریزی دور کی یادگار جماعت غیر مقلدین، جس کا مشن ہی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی مخالفت کرنا اور آپ کے متعلق لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا کر کے ان کو آپ سے متنفر اور بیزار کرنا ہے، ان لوگوں کا آجکل سب سے بڑا پروپیگنڈہ یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ علم حدیث میں کم مایہ تھے اور آپ کی فقہ حدیث کے مخالف اور محض آپ کے قیاسات پر مبنی ہے۔ یہ لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محدثانہ مقام کو گرانے کے لیے آئے روز کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ چھاپ رہے ہیں، اور ان کے واعظین و مقررین بھی اپنے بیانات میں آپ کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کیے ہوئے ہیں۔ ایسی صورت میں اہل سنت والجماعت پر یہ بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے اس عظیم محسن کے دفاع کا فریضہ سرانجام دیں اور آپ کے خلاف ان اہل بدعت (غیر مقلدین) کے اعتراضات، الزامات اور مطاعن کا تحقیقی اور مسکت جواب دیں۔

الحمدللہ! اسی ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے یہ کتاب "امام اعظم ابوحنیفہؒ کا محدثانہ مقام" لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا فی الحال حصہ اول پیش خدمت ہے، جس میں امام صاحب کے محدثانہ مقام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے، اور ٹھوس اور مضبوط حوالہ جات سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ علم حدیث میں بلند پایہ اور عظیم المرتبت ہیں۔ اس کے بعد ان شاء اللہ عنقریب اس کتاب کا حصہ دوئم بھی پیش کیا جائے گا، جس میں امام اعظمؒ کی ذات گرامی پر علم حدیث سے متعلق کیے گئے اعتراضات، والزامات کا تحقیقی جائزہ لیا جائے گا اور آپ کے خلاف اس بابت پھیلائے گئے تمام شکوک وشبہات کی حقیقت بھی واضح کردی جائے گی۔

اس کتاب میں ہم نے کوشش کی ہے کہ جو بات بھی کی جائے وہ مدلل اور باحوالہ ہو۔ اور جتنے حوالے اس میں لکھے گئے ہیں، وہ ہم نے ان کے اصل ماخذ سے نقل کیے ہیں۔ اور اگر کہیں کوئی حوالہ اصل ماخذ کی بجائے کسی کتاب سے نقل کرنا پڑا تو اس کا باقاعدہ حوالہ دے دیا گیا ہے۔ حوالہ جات نقل کرنے میں بھی ہم نے بڑی احتیاط کی ہے، لیکن مقتضائے بشریت خطا ممکن ہے۔ اس لیے اہل علم سے گزارش ہے کہ اگر کوئی غلطی نظر آئے یا کتاب میں کوئی اور سقم ہو تو براہ مہربانی

www.besturdubooks.wordpress.com

اس بارے میں مطلع فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور اسے راقم کی مغفرت، والدین اور اساتذہ و مشائخ کی بلندیٔ درجات اور عوام الناس کی ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلّی اللّٰہ علیہ و علٰی آلہ و اصحابہ و اتباعہ الٰی یوم الدین. برحمتک یا ارحم الراحمین.

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت امام اعظمؒ کا مختصر سوانحی تذکرہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی. اما بعد:

امام اعظم ابوحنیفہ کا صحیح مقام جاننے سے پہلے آپ کے ذاتی حالات سے آگاہی ضروری ہے، اس لیے یہاں مختصراً آپ کے ذاتی حالات لکھے جاتے ہیں۔

ولادت باسعادت

امام اعظم ابوحنیفہ کی ولادت راجح قول کے مطابق ۸۰ ہجری میں ہوئی، جیسا کہ آپ کے جلیل القدر پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ[1] (م ۲۱۲ھ) کا بیان ہے:

۱۔ امام اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہ ایک جلیل القدر محدث اور بلند پایہ فقیہ تھے۔ حافظ عبدالقادر قرشی (م ۷۷۵ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں: الامام بالامة العلمة، ذو الفضائل الشريفة، والخصال المنيفة. (الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۱۴۸ طبع میر محمد کتب خانہ کراچی)۔ یعنی امام اسماعیل بالاتفاق امام، عمدہ فضائل اور اونچی عادات کے مالک تھے۔

حافظ قاسم بن قطلوبغا (م ۸۷۹ھ) تلمیذ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) ان کو امام، عالم، عارف، قضاء میں بصیرت رکھنے والے، بحر واسع، فقیہ، احکام اور جدید مسائل کو جاننے والے، دین دار، صالح اور عابد قرار دیتے ہیں۔ (تاج التراجم ص ۱۸ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی)۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ (م ۲۱۵ھ)، جو امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کے شیوخ حدیث میں سے ہیں اور خود خطیب ان کو کبار فقہاء میں شمار کرتے ہیں (تاریخ بغداد ۶/۲۴۴)، سے امام اسماعیل بن حماد کے بارے میں نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے سے لے کر اب تک کوئی قاضی امام اسماعیل بن حماد سے بڑا عالم نہیں گزرا۔ کسی نے پوچھا کیا حضرت حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) بھی نہیں؟ فرمایا حسن بصری بھی نہیں۔ (تاریخ بغداد ج ۶ ص ۲۴۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

وُلد جدی فی سنة ثمانین۔[۱]

میرے دادا جان (امام ابو حنیفہؒ) ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔

حافظ برہان الدین ابناسیؒ (م ۸۰۲ھ) اور حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) امام اسماعیلؒ کے اس بیان کی تائید کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

ومولده فیما قاله حفیده اسماعیل بن حماد سنة ثمانین۔[۲]

امام ابو حنیفہؒ کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی جیسا کہ آپ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ نے فرمایا ہے۔

امام اعظمؒ کے شاگرد رشید اور امام بخاریؒ کے استاذ کبیر امام ابو نعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۸ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ:

ولد ابو حنیفة سنة ثمانین۔[۳]

امام ابو حنیفہؒ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔

آپ کے سن ولادت سے متعلق ۶۱ ہجری وغیرہ کے اقوال بھی ہیں، لیکن استاذ ابو زہرہ مصریؒ نے ۸۰ھ والے قول کو ترجیح دی ہے، اور تصریح کی ہے کہ اکثر محدثین اسی کے قائل ہیں۔[۴]

نام و نسب

آپ کا نام نامی اسم گرامی نعمان ہے۔ اور آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے: نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان... الخ

خاندانی تعارف

مورخین کا اس بابت اختلاف ہے کہ آپ کے خاندان کا تعلق کس علاقے سے تھا؟ چنانچہ

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۶) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ الجوهر المضیئة فی طبقات الحنفیة ... (۱/۲۷) طبع مکتبہ الرشد الریاض، و تبییض الصحیفة ... (ص ۱۵) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ التاریخ الصغیر (۲/۹۳) للبخاری طبع دار المعرفہ بیروت، تاریخ ابی زرعة الدمشقی (ص ۱۱۸) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۔ ابو حنیفہ حیاتہ و عصرہ آراؤہ و فقہہ (ص ۱۵) طبع دار الفکر العربی [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سلسلہ میں بابل، نسا، ترمذ، کابل اور انبار وغیرہ مختلف شہروں کے نام لیے جاتے ہیں۔ بہر حال آپ کا خاندانی تعلق ان شہروں میں سے جس سے بھی ہو لیکن یہ بات یقینی ہے کہ آپ فارسی النسل ہیں اور آپ کا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہا۔ آپ کے پوتے امام اسماعیل بن حماد (م ۲۱۲ھ) کا یہی بیان ہے:

> أنا اسماعيل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن المرزبان من أبناء فارس الاحرار، واللّٰه ماوقع علينا رق قط۔[1]
>
> میں اسماعیل بن حماد بن نعمان (امام ابوحنیفہؒ) بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہوں۔ ہم فارسی النسل کے آزاد لوگوں میں سے ہیں۔ خدا! ہمارا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں آیا۔

مولانا شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

> اسماعیل نہایت ثقہ اور معزز شخص تھے، اس وجہ سے بہ تحقیق مورخوں نے اس بحث میں انہی کی روایت پر اعتماد کیا ہے کہ صاحب البیت أدری بما فيها۔[2] (گھر والا اپنے گھر کو سب سے بہتر جانتا ہے)۔

آپ کے خاندان کا حضرت علی المرتضیٰؓ سے تعلق

آپ کے خاندان کو جب اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دولت اسلام سے مشرف فرمایا تو یہ لوگ غالباً مزید اسلامی تعلیمات حاصل کرنے کے شوق میں اپنے اصل وطن (ترمذ، نسا، کابل وغیرہ جو بھی تھا) کو خیر باد کہہ کر کوفہ میں آ کر سکونت پذیر ہو گئے۔

اس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا اور کوفہ کو اہل اسلام کا دار الخلافہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ خاندان چونکہ ایک معزز اور نیا نیا اسلام میں داخل ہوا تھا اس لیے حضرت علی المرتضیٰؓ کی خصوصی توجہات ان کو حاصل رہیں اور حضرت کے دربار میں اس خاندان کا

---

[1] تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۲۶)؛ تہذیب الکمال (ج ۱۹، ص ۱۰۵)، طبع دار الفکر، بیروت؛ تہذیب التہذیب (ج ۵، ص ۶۳۰)، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ سیر اعلام النبلاء (ج ۶، ص ۳۹۰)، طبع دار الفکر، بیروت وغیرہا۔

[2] سیرۃ النعمان (ص ۲۱)، طبع رحمانیہ، لاہور، پاکستان۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آنا جانا رہتا تھا۔ چنانچہ امام صاحبؒ کے والد ثابتؒ بچپن میں حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیے گئے تھے اور حضرت نے ان کو دعائے خیر سے نوازا تھا۔ جبکہ آپ کے دادا نعمان بن مرزبان نے نوروز یا مہرجان (جو کہ فارسیوں کی عید کے دن ہیں) کو حضرت علیؓ کی خدمت میں فالودہ پیش کیا تھا، جیسا کہ امام اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) کا ہی بیان ہے:

وُلِدَ جدّی فی سنة ثمانین، و ذهب ثابت إلی علی بن ابی طالب وهو صغیر فدعا له بالبرکة فیه و فی ذریته، و نحن نرجوا من اللّٰه ان یکون قد استجاب اللّٰه ذلک لعلی بن ابی طالب فینا.

قال: والنعمان بن مرزبان ابو ثابت هو الذی اهدی لعلی بن ابی طالب الفالوذج فی یوم النیروز، فقال: نوروزنا کل یوم۔ و قیل: کان ذلک فی المهرجان۔ فقال: مهرجونا کل یوم۔[1]

میرے دادا جان (امام ابوحنیفہؒ) ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور آپ کے والد ثابتؒ بچپن میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کے اور ان کی اولاد کے حق میں خیر و برکت کی دعا کی تھی۔ ہم کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی یہ دعا ہمارے حق میں قبول فرمائی ہے۔

اور ثابتؒ کے والد (اور امام صاحبؒ کے دادا) نعمان بن مرزبان نے ہی نوروز کے دن حضرت علیؓ کو فالودہ پیش کیا تھا، جس کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا کہ ہمارا ہر دن نوروز ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ فالودہ مہرجان کے دن حضرت علیؓ کو پیش کیا تھا اور اس پر آپ نے فرمایا: ہمارا ہر دن مہرجان ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام صاحبؒ کے خاندان کا حضرت علیؓ سے خصوصی تعلق تھا۔

[1] تاریخ بغداد (۱۳/۳۲۶)؛ تہذیب الکمال (۱۹/۱۰۵)؛ تہذیب التہذیب (۵/۳۲۹) وغیرہا

www.besturdubooks.wordpress.com

قبیلہ بنی تَیْمُ اللّٰہ سے عَقْدِ مُوَالَاۃ

عرب میں یہ دستور رہا ہے کہ جب کوئی شخص یا خاندان اسلام قبول کرتا تو وہ کسی مسلمان خاندان سے عہد و پیمان اور دوستانہ تعلق قائم کر لیتے۔ اس عہد و پیمان اور دوستانہ تعلق کو عقدِ موالات کہا جاتا تھا۔ پھر یہ نو مسلم شخص یا خاندان اسی مسلم خاندان کی طرف منسوب ہوتا اور اس خاندان کا مولیٰ کہلاتا۔ جیسے امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) کو جعفی کہا جاتا ہے۔ اس کی وجہ علمائے انساب نے یہ بیان کی ہے کہ آپ کے پردادا مغیرہؒ جب والیِ بخارا یمان جعفیؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تو پھر ان ہی کے ساتھ عقدِ موالات کر کے جعفی کہلائے۔[۱]

حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے جدِ امجد نعمانؒ بن مرزبان جب مشرف باسلام ہوئے تو انہوں نے بھی کوفہ کے ایک مشہور اور معزز خاندان تَیْمِ اللّٰہ بن ثَعْلَبَۃ سے عَقْدِ مُوَالَاۃ قائم کیا، جس کی وجہ سے اس خاندان کے افراد تیمی اور مولیٰ تَیْمُ اللّٰہ بن ثَعْلَبَۃ کہلانے لگے۔

بعض حضرات کو اس لفظ مولیٰ سے غلط فہمی ہوئی اور انہوں نے اس کے معنی غلام سمجھ کر آپ کے خاندان کو بَنِیْ تَیْمُ اللّٰہ کا آزاد کردہ غلام قرار دے دیا۔ حالانکہ یہ لفظ مولیٰ جیسے غلام کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، ایسے ہی یہ دیگر کئی معنوں: آقا، آزاد کرنے والا، دوست اور حلیف (عہد و پیمان کرنے والا) وغیرہ معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ بلکہ امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے اپنی کتاب ''تہذیب الاسماء واللغات'' کے مقدمہ میں تصریح کی ہے کہ مولیٰ کا لفظ زیادہ تر حلیف (عہد و پیمان کرنے والا) کے معنی میں ہی استعمال ہوتا ہے۔[۲]

یہاں بھی امام صاحبؒ اور آپ کے خاندان کو جو مَوْلٰی بَنِیْ تَیْمُ اللّٰہ کہا جاتا ہے، اس میں بھی لفظ مولیٰ حلیف اور مَوْلٰی الْمُوَالَاۃ ہی کے معنی میں ہے، کیونکہ اس کا یہی معنی خود امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تصریح کے مطابق ہے۔ چنانچہ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے آپ کے شاگرد رشید اور جلیل القدر محدث امام ابو عبد الرحمٰن عبد اللہ بن یزید المقریؒ (م ۲۱۳ھ) سے بالسند یہ بیان نقل کیا ہے:

اتیت ابا حنیفۃ، قال لی: ممن الرجل؟ فقلت: رجل من اللّٰہ علیہ

۱۔ کتاب الانساب (ج ۱ ص ۲۱۸) للامام السمعانی طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۔ سیرۃ النعمان (ص ۱۷) از علامہ شبلی نعمانی

www.besturdubooks.wordpress.com

بالاسلام، فقال لی لاتقل ھٰکذا، ولکن وال بعض ھٰذہ الاحیاء ثم انتم الیھم فانی کنت انا کذٰلک۔[1]

میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے دریافت کیا، تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا، میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جس پر اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت دے کر احسان فرمایا (یعنی میں ایک نومسلم ہوں)۔ امام صاحبؒ نے فرمایا، تم ایسا نہ کہو، بلکہ ان (مسلم) قبائل میں سے کسی سے ولاء (عہد و پیمان) کرلو اور پھر ان ہی کی طرف اپنے کو منسوب کرو، میں خود بھی ایسا ہی تھا۔

امام محمد بن خلف بن حیان المعروف وکیعؒ (م ۳۰۶ھ) نے بھی امام مقریؒ سے یہ قول بسند متصل نقل کیا ہے۔[2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس تصریح سے واضح ہوگیا کہ آپ کے خاندان کو جو مَوْلٰی بَنِی تَیْمُ اللّٰہ بِنْ ثَعْلَبَۃ کہا جاتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ بَنِیْ تَیْمُ اللّٰہ کے غلام رہے ہیں، بلکہ آپ اس وجہ سے ان کے مولیٰ کہلاتے ہیں کہ آپ نے ان سے عَقْدِ مُوَالَات کیا تھا۔

نیز اس وجہ سے بھی آپ کے خاندان کو بَنِیْ تَیْمُ اللّٰہ کا غلام نہیں قرار دیا جاسکتا کہ ابھی آپ کے پوتے امام اسماعیلؒ بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) کا بیان گزرا ہے، جس میں انہوں نے قسم اٹھا کر بڑی ذمہ داری سے فرمایا کہ:

"ہمارا خاندان کبھی کسی کی غلامی میں نہیں رہا ہے"

اب امام صاحبؒ کے خاندان کو آپ سے اور آپ کے پوتے سے زیادہ کون جان سکتا ہے؟ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ۔

امام اعظمؒ اور آپ کے پوتے امام اسماعیلؒ کے علاوہ دیگر کئی محققین بھی آپ کے خاندان کے غلام نہ ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ مثلاً علامۃ النسّابۃ امام احمد بن محمد اشعری قرطبیؒ (م ۵۵۵ھ) کی تحقیق بھی یہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ بنی تیم اللہ کے آزاد کردہ غلام نہیں ہیں بلکہ اس قبیلے کے ساتھ عقد موالات کرنے کی وجہ سے ان کے مولیٰ کہلاتے ہیں، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

---

[1] مشکل الآثار (ج ۴، ص ۵۴) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[2] اخبار القضاۃ (ص ۳۴۲) طبع عالم الکتب، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

وابو حنیفة من ابناء فارس الاحرار نزل ابوہ علی تیم الکوفة فحالفهم فهؤلاء مولاہ ولیس بمولی عتاقة لهم کما زعم بعض الناس.[1]

امام ابوحنیفہؒ فارسی النسل کے آزاد لوگوں میں سے ہیں، آپ کے والد کوفہ کے خاندان تیم اللہ کے پاس آکر ٹھہرے تھے اور ان سے عقد موالات کر لیا تھا جس کی وجہ سے اس خاندان والے ان کے موالی کہلاتے ہیں۔ اس موالی سے مراد موالی عتاقت (امام صاحبؒ کے خاندان والوں کا بنی تیم اللہ کے آزاد کردہ غلام ہونا) ہرگز نہیں، جیسا کہ بعض لوگوں نے گمان کیا ہے۔

آپ کی کنیت

آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ یہ کنیت آپ کی اتنی مشہور ہوئی کہ آپ کے نام پر غالب آگئی۔ چنانچہ آج آپ اپنے نام سے زیادہ اپنی اس کنیت سے مشہور ہیں۔ یہ کنیت آپ نے کیوں اختیار کی؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، لیکن صحیح قول یہی ہے کہ آپ کی یہ کنیت حقیقی نہیں، جیسا کہ عوام میں مشہور ہے کہ آپ کی ایک بیٹی کا نام حنیفہ تھا جس کی وجہ سے آپ کو ابوحنیفہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) اس نظریہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقیل کانت له بنت تسمی بذلک، ورد بانه لا یعلم له ولد ذکر ولا انثی غیر حماد.[2]

کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی ایک بیٹی حنیفہ نام کی تھی (کہ جس کی وجہ سے آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہے) لیکن یہ قول مردود ہے، کیونکہ حمادؒ کے علاوہ آپ کی کسی اور اولاد کا ہونا معلوم نہیں ہے، نہ کسی بیٹے کا اور نہ کسی بیٹی کا۔

بلکہ آپ کی یہ کنیت وصفی ہے، جیسا کہ ابوالحسنات، ابوالکلام وغیرہ کنیتیں رکھی جاتی ہیں۔ آپ کی کنیت ابوحنیفہ بھی اسی وصفی اعتبار سے ہے، جس کا مطلب ہے "اَبُوْ الْمِلَّةِ الْحَنِیْفَةِ" (ملت حنیفہ کے بزرگ)۔ کیونکہ آپ تمام ملت اسلامیہ کے امام اور پیشوا ہیں اور ملت اسلامیہ کا

---

[1] مختصر تلخیص فی الانساب (ص ۳۳۵) طبع دارالتاب القاہرة

[2] الخیرات الحسان ص ۳۰ طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے لقب

ایک نام حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حنیفًا بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے:

فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا۔[1]

اور پیروی کرو ابراہیم کی ملت (طریقہ) کی جو حنیف (ایک ہی دین کے ہو رہے) تھے۔

مورخ کبیر علامہ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

واتفقوا على ان كنيته "ابو حنيفة" مؤنث حنيف، وهو المسلم لانه المائل الى الدين المستقيم۔[2]

تمام مورخین کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ اور حنیفہ حنیف کی مؤنث ہے۔ حنیف کا مطلب ہے مسلمان، کیونکہ مسلمان بھی دین مستقیم کی طرف مائل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چونکہ امام صاحبؒ کو ملت حنیفہ کی پاسداری اور رہنمائی کے لیے منتخب فرمایا اس لیے آپ ابوحنیفہ یعنی اَبُوْ المِلَّةِ الحَنِیْفَةِ کہلائے۔ مفسر عظیم علامہ محمود زمخشریؒ (م ۵۳۸ھ) نے اسی مناسبت سے فرمایا ہے:

وتد اللّٰهُ الارض بالاعلام المنيفة	كما وطّد المتيقة بعلوم ابى حنيفة
الائمة المجلة المحتبقة	ازمة الملة الحنيفة
الجود والحلم حاتمى واحنفىٌّ	والدين والعلم حنيفىٌّ و حنفىٌّ[3]

٭ اللہ تعالیٰ نے زمین کو بلند و مضبوط پہاڑوں سے جکڑ دیا، جیسے ملت حنیفہ کو امام ابوحنیفہؒ کے علوم سے مضبوط کر دیا۔

٭ جلیل القدر ائمہ احناف ہی ملت حنیفہ کی باگیں ہیں۔

٭ سخاوت اور حلم اگر حاتمی اور احنفی ہے تو پھر دین اور علم حنیفی اور حنفی ہے۔

امام اعظم کا لقب

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ چونکہ تمام ائمہ متبوعین میں عمر، علم، جلالت شان اور مرتبہ کے

---

[1] سورۃ آل عمران: ۹۵

[2] عقود الجمان (ص ۳۱) طبع حیدرآباد دکن

[3] الروض الباسم فی الذب عن سنۃ ابی القاسم (ج ۱ ص ۳۱۲) بحوالہ ابن الوزیرؒ طبع عالم الفوائد مکہ مکرمہ

www.besturdubooks.wordpress.com

لحاظ سے سب سے بڑے ہیں، اس لیے آپ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس لقب عظیم کو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اتنا پسند فرمایا کہ یہ لقب آپ کے نام کا جزء بن گیا۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

صرف احناف ہی نہیں بلکہ امت مسلمہ کے تقریباً تمام مکاتب فکر آپ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کرتے ہیں، چنانچہ اس بارے میں کسی حنفی عالم کا حوالہ دینے کی ضرورت نہیں۔ دیگر مکاتب فکر کے جید علماء کے چند حوالے بطور نمونہ پیش خدمت ہیں:

۱۔ مؤرخ کبیر اور محدث شہیر امام شمس الدین ذہبی شافعی (م ۷۴۸ھ) کہ علوم حدیث میں جن کے تبحر اور فضل و کمال سے کون شخص ناواقف ہوگا؟ انہوں نے اپنی مایہ ناز کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں امام صاحب کا شاندار تذکرہ لکھا ہے اور اس تذکرے کا آغاز ہی امام اعظم کے لقب سے کیا ہے۔[۱]

۲۔ حافظ الحدیث والرجال امام ابوسعد عبدالکریم سمعانی شافعی (م ۵۶۲ھ)، حضرت امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کا سن ولادت بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وُلِد ... سنة خمسين و مائة، لعله مات في يومها الامام الاعظم ابو حنيفة رضي الله عنه.[۲]

آپ ۱۵۰ھ میں شاید اسی دن پیدا ہوئے جس دن امام اعظم ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے وفات پائی۔

۳۔ علامۃ الدھر امام محمد علی بن محمد بن علان علوی شافعی (م ۱۰۵۷ھ)، امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

الامام ابو حنيفة هو الامام الاعظم... الخ.[۳]

امام ابوحنیفہؒ جو کہ امام اعظم ہیں۔

۱۔ دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۲۶) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ کتاب الانساب (ج ۳، ص ۹۷)

۳۔ الفتوحات الربانیۃ علی الاذکار النوویۃ (ج ۲، ص ۵۵) بحوالہ مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث (ص ۱۱۱)، للعلامۃ عبدالرشید النعمانیؒ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

۴۔ مورخ کبیر علامہ عبدالحی ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے مشہور اشعری محدث علامہ ابن الاحدلؒ (م ۸۵۵ھ) سے عبداللہ بن عبدانؒ کے ایک خواب، جس میں ان کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی، کے متعلق نقل کیا ہے:

فانظر الی هذا واضعافه مما وقع لكبراء الامة كالامام الاعظم والامام احمد والامام القشيري و صاحب هذه الترجمة واضعافهم من اخبارهم برؤيته تعالى في المنام.[1]

اس واقعہ اور اس طرح کے کئی دیگر واقعات کی طرف نظر کیجئے، جو اکابرین امت، جیسے امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام احمدؒ، امام قشیریؒ، صاحب ترجمہ عبداللہ بن عبدانؒ اور ان جیسے دیگر ائمہ کو پیش آئے کہ خواب میں ان کو اللہ تعالیٰ کی زیارت نصیب ہوئی۔

اس بیان میں علامہ ابن الاحدل اشعریؒ نے صراحتاً امام صاحبؒ کو امام اعظم سے ملقب کیا ہے۔

۵۔ اور خود علامہ ابن العماد حنبلیؒ نے جمال الدین محمد بن عبداللطیف زرندی حنفیؒ (م ۸۰۰ھ) کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

وبرع في مذهب الامام الاعظم.[2]

انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مذہب میں کمال حاصل کیا۔

۶۔ امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ)، جو امام الزیدیہ ہیں اور اہل سنت والجماعت کے ہاں بھی قابل احترام ہیں، انہوں نے اپنی کتاب "الروض الباسم" میں متعدد مقامات پر حضرت امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتے ہیں:

فروى عن الامام الاعظم ابي حنيفة رضي الله عنه ان فاسق التصريح متى كان معروفا... الخ[3]

۱۔ شذرات الذہب فی اخبار من ذہب (ج ۳ ص ۲۸۵) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۲۔ ایضاً (۱/۳۶۷)

۳۔ الروض الباسم (۲/۵۰۲) نیز دیکھئے (ج ۲ ص ۳۳۲) وغیرہ

www.besturdubooks.wordpress.com

۷۔ امام الصوفیاء علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) بھی کئی مقامات پر آپ کو امام اعظم کے لقب سے ملقب کرتے ہیں۔ مثلاً ایک مقام پر لکھتے ہیں:

وها انا قد ابنت لك عن صحة ادلة مذهب الامام الاعظم ابی حنیفة رضی الله عنه... [1]

۸۔ مؤرخ اسلام امام عزالدین ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) نے اپنی تاریخ میں ۱۵۰ہجری کے واقعات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

و فی هذه السنة مات الامام الاعظم ابو حنیفة النعمان بن ثابت۔ [2]

اسی سال (۱۵۰ھ) امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے وفات پائی۔

۹۔ مؤرخ اسلام امام حافظ محمد بن یوسف صالحی دمشقی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) مؤلف ''سیرۃ الشامیہ'' نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مناقب میں ایک بلند پایہ اور محققانہ کتاب تصنیف کی ہے اور آپ کے اس امام اعظم کے لقب کو اپنی مذکورہ کتاب کا جز بنا دیا ہے۔ اس کتاب کا پورا نام ہے: عُقُوْدُ الْجُمَانِ فِیْ مَنَاقِبِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَانِ. اور پھر اس کتاب میں انہوں نے آپ کو جا بجا امام اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے۔

۱۰۔ اسی طرح محدث جلیل اور فقیہ عظیم امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) شارح المشکوٰۃ نے بھی امام صاحبؒ کے مناقب میں ایک بہترین کتاب لکھی ہے اور آپ کے اس لقب کو اس کتاب کے عنوان کا جز بنایا ہے۔ کتاب کا عنوان ہے: اَلْخَیْرَاتُ الْحِسَانُ فِیْ مَنَاقِبِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَانِ.

یہ دونوں کتابیں مطبوعہ ہیں اور ہم نے ان دونوں کتابوں سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے۔ جَزَاهُمَا اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

حضرات غیر مقلدین میں آپ کا لقب امام اعظم

عصر حاضر کے کئی نامور علمائے غیر مقلدین بھی دیگر علمائے اسلام کی طرح حضرت امام

---

[1] المیزان الکبری الشعرانیہ (ج ۱ ص ۸۵) طبع دارالکتب العلمیۃ بیروت
[2] الکامل فی التاریخ (ج ۵ ص ۵۹۰) طبع دار صادر بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

صاحبؒ کو کھلے دل سے امام اعظم تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۳۰۷ھ)، جو غیر مقلدین حضرات کے ہاں مجدد اور محقق اعظم کے درجہ پر فائز ہیں، امام ابوحنیفہؒ کا تعارف کراتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ابو حنیفة النعمان بن ثابت الامام الاعظم.[1]

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) بھی اپنے فتاویٰ وغیرہ میں جابجا آپ کو امام اعظم کہتے ہیں۔[2]

مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے شاگرد رشید اور بزرگ عالم دین مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۹۵۶ء) نے آپ کو متعدد مقامات پر امام اعظم کے لقب سے یاد کیا ہے۔ مثلاً ایک مقام پر ارقام فرماتے ہیں:

اسی طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ "فقہ اکبر" میں اندراج لوح محفوظ کی نسبت فرماتے ہیں... الخ[3]

نیز مولانا موصوف نے اپنی کتاب "علمائے اسلام" میں امام صاحب کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی الملقب بامام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان...[4]

مشہور غیر مقلد عالم اور مترجم صحاح ستہ مولانا وحید الزمانؒ (م ۱۳۳۸ھ) حدیث "اِذَا اجْتَهَدَ فَاَخْطَأَ فَلَهُ اَجْرٌ" کی شرح میں لکھتے ہیں:

خصوص امام اعظمؒ کی نسبت وہ تو سب مجتہدوں سے زیادہ حدیث کے پیرو تھے۔[5]

اسی طرح غیر مقلدین کے محدث اعظم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحبؒ (م ۱۳۵۳ھ) نے اپنی کتاب "تحقیق الکلام" (یہ وہ کتاب ہے کہ جس پر مسئلہ قراءت خلف الامام میں

1۔ الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ
2۔ مثلاً دیکھئے: فتاویٰ نذیریہ (۱/ ۵۰۳) طبع اہلحدیث اکیڈمی، ملتان
3۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۷۲) طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور پاکستان
4۔ دو ماہی مجلہ زمزم (ص ۱۲)، بابت ماہ جمادی الاولیٰ و جمادی الاخریٰ ۱۳۳۳ھ امرتسر
5۔ لغات الحدیث (جلد ۱، باب جیم ص ۱۳۶) طبع میر محمد کتب خانہ، کراچی

غیر مقلدین کے مناظروں کا مدار ہے) میں اور مشہور صاحب التصانیف غیر مقلد مولانا صادق سیالکوٹی نے اپنی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' (جو غیر مقلدین میں کافی مقبول کتاب ہے) میں متعدد مقامات پر امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم کے لقب سے ذکر کیا ہے۔[1]

مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد (م ۱۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

الحمدللہ! ہم امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کی عداوت سے، انہیں برا کہنے سے اور برا جاننے سے پاک ہیں۔[2]

الغرض امت کے تمام طبقوں میں امام ابوحنیفہؒ کو امام اعظم تسلیم کیا جاتا ہے۔

۱۔ مثلاً دیکھئے تحقیق الکلام (ج ۱ ص ۵، ۷، ۹، ۵، ۱۰۱، ج ۲ ص ۸۲) طبع عبدالتواب اکیڈمی ملتان، صلوٰۃ الرسول (ص ۱۲۰، ۱۴۷، ۱۹۸، ۲۲۳) طبع نعمانی کتب خانہ لاہور

۲۔ مسلک محمدی (ص ۲۴) طبع مکتبہ محمدیہ چیچہ وطنی پاکستان۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کے چند دیگر القاب

امام عالی شان کو امام اعظم کے لقب کے علاوہ کئی دیگر القاب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ جن میں سے چند یہ ہیں:

اِمَامُ الْمُسْلِمِیْن کا لقب

امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے امام صاحب کی مدح میں ایک نظم کہی تھی، جس کا ایک شعر ہے:

لَقَدْ زَانَ الْبِلَادَ وَ مَنْ عَلَیْهَا
اِمَامُ الْمُسْلِمِیْنَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ [۱]

تمام شہروں اور ان پر بسنے والے لوگوں کو امام المسلمین (مسلمانوں کے امام) ابوحنیفہؒ نے زینت بخشی ہے۔

مؤرخ اسلام امام ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

واحسن من هذا ما قاله عبدالله بن المبارك في مدح ابي حنيفة القصيدة المشهورة التي اولها.

امام ابوحنیفہؒ کی مدح میں سب سے بہترین منظوم کلام امام عبداللہ بن مبارکؒ کا ہے، جو انہوں نے اپنے مشہور قصیدہ میں کہا ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

پھر امام ابن تغریؒ نے امام ابن المبارکؒ کا یہ مذکورہ شعر ذکر کیا ہے [۲]

محدث کبیر امام ابوعبداللہ الحاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) ایک حدیث کے ذیل میں فرماتے ہیں:

وقد وصل هذا الحديث عن ابي اسحاق جماعة من ائمة المسلمين غير من ذكرناهم منهم ابو حنيفة النعمان الثابت. [۳]

۱۔ تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۲۷) للامام السیوطیؒ طبع ادارۃ القرآن، کراچی

۲۔ النجوم الزاہرۃ فی ملوک مصر والقاہرۃ (۲/۲۰) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۱ ص ۱۰۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

اس حدیث کو ابو اسحاقؒ سے مذکورہ علماء کے علاوہ ائمہ مسلمین کی ایک جماعت نے بھی موصولاً بیان کیا ہے، جن میں سے امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ بھی ہیں۔

امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ)، ابو سعد الصغانیؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ولم یکن فی عصرہ من اصحاب امام المسلمین ابی حنیفة رحمه الله اشد عنایة بطلب الحدیث منه.[1]

ابو سعد عبدانیؒ کے زمانہ میں امام المسلمین ابو حنیفہؒ کے اصحاب میں امام عبدانیؒ سے زیادہ طلب حدیث کا اہتمام کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

مؤرخ اسلام حافظ ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) آپ کو "امام مِنْ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِیْنَ" کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔[2]

امام الدنیا کا لقب

آپ چونکہ عالمگیر امام ہیں اور آپ کی زندگی میں ہی آپ کی فقہ اور آپ کے علمی و عملی کمالات کو دنیا نے تسلیم کر لیا تھا، اس لیے اس وقت سے آپ کو امام الدنیا (پوری دنیا کے امام) کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ چنانچہ حافظ المغرب علامہ ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے جلیل القدر محدث ابو مقاتل حفص بن سلم (م ۲۰۸ھ) سے بالسند یہ قول نقل کیا ہے:

وکان ابو حنیفة امام الدنیا فی زمانه فقها و علما و ورعا.[3]

امام ابو حنیفہؒ اپنے زمانہ میں فقہ، علم اور ورع، ہر اعتبار سے امام الدنیا تھے۔

امام اہل سنت کا لقب

آپ اہل اسلام کے سواد اعظم "اہل سنت والجماعت" کے محبوب قائد ہیں اور اہل سنت میں آپ کی امامت کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے، اس لیے آپ کو امام اہل سنت بھی کہا جاتا ہے۔ امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) آپ کو ائمہ اہل سنت میں شمار کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

کان ائمة اهل السنة متفقین علی تقدیم ابی بکر و عمر کما هو

---

[1] کتاب الانساب (ج ۳ ص ۳۰۴)

[2] بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۱۰/۲۷۴) طبع دار الفکر، بیروت

[3] الانتقاء فی فضائل الثلاثة الائمة الفقہاء (ص ۱۲۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

مذهب ابی حنیفة.[۱]

تمام ائمہ اہلِ سنت اس پر متفق ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما تمام صحابہؓ سے مقدم ہیں، جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد (م ۱۹۵۶ء) امام صاحبؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

> آپ اہلِ سنت کے بزرگ امام ہیں اور آپ کی زندگی اعلیٰ درجہ کے تقویٰ اور تورع پر گزری ہے، جس سے کسی کو بھی انکار نہیں۔[۲]

امام اہلِ حدیث کا لقب

آپ جیسے اہلِ فقہ (فقہاء) کے امام ہیں، ایسے ہی آپ اہلِ حدیث (محدثین) کے بھی امام اور پیشوا سمجھے جاتے ہیں۔ اس پر تفصیل سے حوالے تو آگے کتاب میں آئیں گے، یہاں صرف بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی (م ۱۹۵۶ء) کا ایک حوالہ ملاحظہ کریں۔

چنانچہ مولانا لکھتے ہیں:

> اس عاجز نزدیک بہ علمائے متقدمین کی تحقیق، جو دیانت وادب ہر دو امروں کو ملحوظ رکھ کر یہ ہے کہ حضرت امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ) اہلِ سنت اور اہلِ حدیث کے پیشوا (امام) تھے۔[۳]

آپ کی شکل وصورت

امام صاحبؒ نہایت حسین وجمیل اور تمام جسمانی خوبیوں سے خوب آراستہ تھے۔ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسیؒ (م ۷۴۴ھ) نے آپ کے شاگرد رشید امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے نقل کیا ہے:

> كان ابو حنيفة رَبعا من الرجال ليس بالقصير ولا بالطويل، وكان احسن الناس منطقا، واحلاهم نغمة، حسن الوجه، حسن الثوب، طيب الرائحة، سريعا الى مواساة الاخوان.[۴]

۱۔ منہاج السنۃ النبویۃ (ج ۱ ص ۱۲۵) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ تاریخ اہلِ حدیث (ص ۷۷)

۳۔ تاریخ اہلِ حدیث (ص ۳۱-)

۴۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۱)؛ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۷۲) للامام ابن عبدالہادی المقدسی، طبع دار المؤید، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوحنیفہؒ متوسط قد تھے، آپ نہ لمبے تھے اور نہ چھوٹے قد کے، لوگوں میں سب سے اچھی گفتگو کرنے والے اور نہایت خوش آواز تھے۔ آپ حسین چہرے، خوبصورت کپڑے اور عمدہ خوشبو والے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ بہت خیر خواہی کرنے والے تھے۔

آپ کے دوسرے جلیل القدر شاگرد امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) آپ کا حسن و جمال یوں بیان کرتے ہیں:

كان الامام ابو حنيفة حسن الوجه، حسن اللحية، حسن الثياب، حسن النعل، طيب الريح، حسن المجلس، هيوبا۔[1]

امام ابوحنیفہؒ حسین چہرے، خوبصورت داڑھی، عمدہ کپڑے، اچھے جوتے، بہترین خوشبو، بھلی مجلس والے اور رعب دار آدمی تھے۔

مورخ اسلام علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وكان ابو حنيفة حسن الوجه حسن المجلس، شديد الكرم حسن المواساة لاخوانه، وكان ربعة من الرجال، وقيل كان طوالا تعلوه سمرة، احسن الناس منطقا واحلاهم نغمة۔[2]

امام ابوحنیفہؒ خوبصورت چہرے اور بھلی مجلس والے تھے، آپ انتہائی سخی اور اپنے لوگوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرنے والے تھے، آپ کا قد درمیانہ تھا، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ لانبے تھے، اور آپ کا رنگ قدرے مائل بہ گندمی تھا، اور آپ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ خوش آواز اور خوش الحان تھے۔

آپ کے محاسنِ اخلاق

اللہ تبارک وتعالیٰ نے امام صاحبؒ کو ظاہری حسن صورت کے ساتھ ساتھ باطنی حسن سیرت سے بھی بہت نوازا تھا۔ چنانچہ خلیفہ ہارون الرشیدؒ (م ۱۹۳ھ) نے ایک دفعہ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے درخواست کی کہ آپ میرے سامنے امام ابوحنیفہؒ کے کچھ اوصاف بیان کیجیے۔

[1] تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۰) بحوالہ ... (ص ۲۳)

[2] وفیات الاعیان (ج ۵ ص ۴۰۸) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

انہوں نے آپ کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

كان والله شديد الذب عن حرام الله، مجانبا لاهل الدنيا، طويل الصمت، دائم الفكر لم مهذرا ولا ثرثارا، ان سئل عن مسئلة كان عنده منها علم اجاب فيها، وما علمته يا امير المؤمنين الا صائنا لنفسه ودينه مشغلا بنفسه عن الناس لا يذكر احدًا إلّا بخير.

اللہ کی قسم! آپ حرام چیزوں سے بہت بچنے والے اور دنیا سے احتراز کرنے والے تھے۔ نہایت کم گو تھے اور ہمیشہ فکر مند رہتے تھے۔ زیادہ گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ ہاں! اگر کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور آپ کو معلوم ہوتا تو جواب دیتے (ورنہ خاموش رہتے) اے امیر المومنین! یہاں تک میں جانتا ہوں، آپ اپنی ذات اور اپنے دین کی بہت حفاظت کرنے والے اور اپنے کو لوگوں کی برائی سے دور رکھنے والے تھے، اور جب کسی شخص کا تذکرہ کرتے تو صرف بھلائی کے ساتھ ہی کرتے تھے۔

ہارون الرشید نے یہ سن کر کہا: هذه اخلاق الصالحين[1] صالحین کے اسی طرح اخلاق ہوتے ہیں۔

امیر المومنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) سے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ غیبت سے اتنا دور رہتے ہیں کہ میں نے ان کو کبھی کسی دشمن کی بھی غیبت کرتے ہوئے نہیں سنا۔

امام ثوریؒ نے فرمایا: هو والله اعقل من ان يسلط على حسناته مايذهب بها.[2] اللہ کی قسم! امام ابو حنیفہؒ بڑے عقل مند ہیں، وہ غیبت کر کے اپنی نیکیوں پر وہ چیز مسلط نہیں ہونے دیتے جو نیکیوں کو برباد کر دے۔

امام حکم بن ہشام ثقفی عقیلیؒ، جو ثقہ محدث اور امام اعظمؒ کے دوست ہیں، وہ امام صاحبؒ کا

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۹۶) لابن ابی العوامؒ، طبع المکتبۃ الامدادیہ، مکۃ المکرمۃ؛ مناقب ابی حنیفہ للصیمری (ص ۴۹) طبع مکتبہ امدادیہ ملتان

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۶۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

تعارف یوں بیان کرتے ہیں:

کان ابو حنیفة لا یکفر احدا حتی یخرج من الباب الذی دخل فیه، وکان ناصحا لمن کان له محبا او مبغضا، وکان عظیم الامانة مات وعنده من الودائع مالا یحصی، وخیّره السلطان علی ان یوجع ظهره وبطنه او یجعل مفاتیح خزائن الاصول بیده، فاختار عذابه علی عذاب الآخرة۔[1]

امام ابو حنیفہؒ کسی شخص کو کافر نہیں کہتے تھے جب تک کہ وہ شخص خود اس دروازے سے نکل نہ جائے جس میں سے وہ (اسلام میں) داخل ہوا تھا۔ یعنی جب تک کہ وہ خود اسلام سے مرتد نہ ہو جائے۔ آپ ہر ایک کے لیے خیر خواہ تھے، خواہ کوئی آپ سے محبت کرنے والا ہو، یا آپ سے بغض رکھنے والا ہو، آپ بہت بڑے امانت دار تھے، چنانچہ جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کے پاس لوگوں کی بے شمار امانتیں پڑی ہوئی تھیں۔ آپ کو سلطان (خلیفہ منصور) نے اختیار دیا تھا کہ آپ (کوڑوں سے) اپنی پیٹھ اور اپنا پیٹ زخمی کرالیں یا مال کے خزانے اپنے ہاتھ پر رکھ لیں، یعنی عہدہ قضاء قبول کرلیں، لیکن آپ نے سلطان کے عذاب کو آخرت کے عذاب پر ترجیح دی (اور عہدہ قضاء قبول نہیں کیا)۔

عقل مندی اور ذہانت

امام صاحبؒ نہایت عقل مند اور ذہین و فطین شخص تھے۔ حافظ الحدیث امام علی بن عاصم الواسطیؒ (م ۲۰۱ھ) کا بیان ہے:

لو وزن عقل ابی حنیفة بعقل نصف اهل الارض لرجح بهم۔[2]

اگر امام ابو حنیفہؒ کی عقل کا موازنہ نصف اہل زمین کی عقلوں سے کیا جائے تو پھر بھی آپ کی عقل ان سب پر بھاری ہو جائے۔

حافظ المغرب شیخ الاسلام امام ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی کتاب "الکنی" میں

---

[1] تاریخ الخطیب فی تاریخ خطیب (۱۳/۳۸۶)

[2] اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ (ص ۲۳)، سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۴۰۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام صاحبؒ کی بابت لکھا ہے:

كان في الفقه اماما، حسن الرأي والقياس، لطيف الاستخراج، جيد الذهن، حاضر الفهم، ذكيا، ورعا، عاقلا.[1]

امام ابوحنیفہ فقہ میں امام، رائے اور قیاس میں بہترین، استخراج مسائل میں باریک بین، نہایت ذہین، بہت سمجھدار، دانا، پرہیزگار اور عقلمند انسان تھے۔

امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وكان من اذكياء بني آدم.[2]

امام ابوحنیفہؒ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے۔

آپ کی ذہانت اور فہم و فراست کے بیشار واقعات تاریخ اور مناقب کی کتب میں منقول ہیں۔ یہاں صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جو علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ علماء نے امام صاحبؒ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ امام اسماعیلؒ فرماتے ہیں:

كان لنا جار طحان رافضي، وكان له بغلان، سمي احدهما ابابكر والآخر عمر، فرمحه ذات ليلة احدهما فقتله، فاخبر ابو حنيفة فقال: انظروا البغل الذي رمحه الذي سماه عمر، فنظروا فكان كذلك.[3]

ہمارے پڑوس میں ایک آٹا پیسنے والا رافضی رہتا تھا۔ اس بدبخت نے دو خچر پالے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام اس نے ابوبکر اور دوسرے کا نام عمر رکھا ہوا تھا (نعوذ باللہ من ذالک)۔ ایک رات ان میں سے ایک خچر نے اس کو لات مار کر ہلاک کر دیا۔ جب امام ابوحنیفہؒ کو اس واقعہ کی خبر ہوئی تو آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: جا کر دیکھو اسی کو اسی خچر نے مارا ہوگا جس کا اس نے نام عمر

---

[1] كتاب الاستغناء في معرفة المشهورين من حملة العلم بالكنى (ج ۱ ص ۳۷۵).

[2] العبر في خبر من غبر (ج ۱ ص ۱۶۴) طبع دار الكتب العلمية بيروت.

[3] تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۶-۳۳۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

رکھا ہوا تھا۔ چنانچہ جب لوگوں نے آ کر دیکھا تو واقعی اس کو اسی خچر نے مارا تھا جس کا اُس نے نام عمر رکھا تھا۔

حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے اپنی کتاب ''اخبار الاذکیاء'' میں آپ کی ذہانت و ذکاوت کے متعدد ایسے واقعات نقل کیے ہیں۔[1]

کثرت عبادت اور شب بیداری

آپ کی کثرت عبادت، زہد و تقویٰ، شب بیداری، کثرت تلاوتِ قرآن اور حج وعمرہ کے واقعات تاریخ اور رجال کی کتب میں اس کثرت سے منقول ہیں کہ محدثین نے ان کو تواتر کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ حدیث اور اسماء الرجال کے مایہ ناز سپوت حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے مناقب میں ارقام فرماتے ہیں:

> قد تواتر قیامہ اللیل و تہجدہ و تعبدہ رحمہ اللہ تعالیٰ.[2]
>
> امام ابوحنیفہؒ کی شب بیداری، تہجد گزاری اور بندگی تواتر سے ثابت ہے۔

مورخ اسلام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) بھی اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اشتھر و تواتر من کثرۃ عبادہ و زھدہ و کثرۃ حججہ و اعتمارہ رضی اللہ عنہ.[3]
>
> امام ابوحنیفہؒ کی کثرت عبادت، پرہیزگاری اور آپ کا کثرت سے حج وعمرے کرنا شہرت اور تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے معاصرین میں سے امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام شریک نخعیؒ، امام ابو یوسفؒ، امام ابو جویریہؒ، امام مسعر بن کدامؒ، امام علی بن صدائیؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام فضل بن دکینؒ، امام ابوالولیدؒ، امام ابو یحییٰ الحمانیؒ، امام ابوالحسن بن محمدؒ، امام عبدالمجید بن ابی روادؒ، امام احمد بن بشیرؒ اور امام حفص بن غیاثؒ وغیرہ ائمہ سب اس پر متفق ہیں کہ:

> امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عبادت گزار اور شب بیدار اور آپ سے زیادہ تلاوت

---

[1] دیکھئے: اخبار الاذکیاء (ص ۴۲-۷۶) طبع المکتبۃ العصریۃ، بیروت

[2] مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۱۶)

[3] عقود الجمان (ص ۱۸۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

قرآن کرنے والا اہم نے کوئی شخص نہیں دیکھا۔[1]

واضح رہے کہ امام صاحبؒ نہایت پختہ حافظ قرآن تھے اور صرف ایک رکعت میں پورا قرآن مجید زبانی پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کے ہم سبق اور جلیل القدر محدث امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۵ھ) کا بیان نقل کیا ہے کہ:

رأيت ابا حنيفة قرأ القرآن في ركعة.[2]

میں نے امام ابو حنیفہؒ کو دیکھا کہ آپ نے ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیا۔

امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے بھی آپ کے بارے میں ایسا ہی منقول ہے۔[3]

امام ابو عبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) اور علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام خارجہ بن مصعبؒ (م ۱۶۸ھ) سے نقل کیا ہے کہ ایک رکعت میں پورا قرآن مجید پڑھنے والے چار ائمہ گزرے ہیں:

۱۔ حضرت عثمان بن عفان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

۲۔ حضرت تمیم داری رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ

۳۔ حضرت سعید بن جبیر رَحِمَهُ اللّٰهُ

۴۔ حضرت امام ابو حنیفہ رَحِمَهُ اللّٰهُ[4]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

ويروى ان ابا حنيفة ختم القرآن سبعة آلاف مرة.[5]

مروی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے سات ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا۔

ذریعہ معاش

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا خاندانی پیشہ ریشمی کپڑے کی تجارت تھا۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا

۱۔ ان ائمہ کے اقوال کے لیے دیکھئے عقود الجمان (ص ۲۱۱-۲۲۲)؛ الإبانة المنيفة على ان الإمام ابي حنيفة ... ملحقة (ص ۲۶-۲۹) العلامة الكوثري

۲۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۵)

۳۔ ایضاً

۴۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۵۶) طبع عالم الکتب بیروت؛ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۵۶)۔

۵۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۵)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ بھی اپنے ان آبائی پیشے سے منسلک رہے، کپڑے اور ریشم بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ لگایا جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔ اس طرح آپ اپنی علمی اور عملی مصروفیات کے ساتھ ساتھ تجارت اور ذاتی کاروبار بھی کرتے رہے کہ جس سے آپ اپنی ذاتی ضروریات زندگی بھی پوری کرتے اور ساتھ اپنے نادار و غریب طلبا اور ساتھیوں کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی اپنے آپ اور اپنے خاندان کو امرا و سلاطین کا دست نگر نہیں بننے دیا۔ چنانچہ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء، وكان لا يقبل جوائز السلطان، بل يتجر وينفق من كسبه له دار كبيرة لعمل الخز وعنده صناع واجراء.[1]

امام ابوحنیفہؒ میں فقہ، عبادت، پرہیزگاری اور سخاوت چاروں صفات جمع تھیں۔ آپ بادشاہوں کے عطیے قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود اپنی کمائی سے دوسروں پر بھی خرچ کرتے تھے، اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے۔ آپ کا ریشم بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ تھا، جس میں بہت سے کاریگر اور مزدور کام کرتے تھے۔

امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وكان خزازا ينفق من كسبه ولا يقبل جوائز السلطان تورعا، وله دار وضياع ومعاش متسع، وكان معدودا في الاجواد الاسخياء الالباء الاذكياء مع الدين والعبادة والتهجد وكثرة التلاوة وقيام الليل رضي الله عنه.[2]

امام ابوحنیفہؒ ریشم کا کاروبار کرتے تھے اور اپنی جیب سے خرچ کرتے تھے، آپ اپنے تقویٰ کی وجہ سے بادشاہوں کے عطیات قبول نہیں کرتے تھے، آپ کا اپنا گھر، جائیداد اور وسیع کاروبار تھا، اور آپ کا شمار انتہائی فراخ دل، سخی، عقل مند اور ذہین لوگوں میں ہوتا ہے، ان اوصاف کے ساتھ ساتھ آپ دین دار، عبادت

۱۔ العبر (ج۱ ص۲۱۴) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت
۲۔ الامام صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی: الوافی بالوفیات (۲۷/۹۰) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گزار، تہجد گزار، کثیر التلاوت اور قائم اللیل بھی تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو۔ آمین۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ)، مادہ خزاز (ریشم کا کاروبار کرنے والا) کے ذیل میں ارقام فرماتے ہیں:

اشتهر بهذه الصنعة والحرفة جماعة من اهل العراقين من ائمة الدين وعلماء المسلمين، فاما من اهل الكوفة ابو حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي مع تبحره في العلم وغوصه على دقائق المعاني و حقيقها كان يبيع الخز و ياكل منه طلبا للحلال.[1]

اس تجارت اور پیشہ کے ساتھ عراق کے ائمہ دین اور علمائے مسلمین کی ایک جماعت شہرت رکھتی ہے۔ چنانچہ اہل کوفہ میں سے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفیؒ جو علم میں تبحر رکھتے اور معانی کے دقائق اور باریکیوں میں غوطہ زن ہونے کے، ساتھ ساتھ رزق حلال کی تلاش میں ریشم کا کاروبار کر کے روزی کماتے تھے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اور حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ۸۴۲ھ) بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

ونسبة الى الخز وبيعه: فقيه العصر ابو حنيفة نعمان بن ثابت الكوفي الخزاز.[2]

ریشم کے پیشے اور اس کی تجارت کرنے کی طرف جو اہل علم منسوب ہیں، ان میں فقیہ العصر (اپنے زمانے کے سب سے بڑے فقیہ) ابوحنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی الخزازؒ بھی ہیں۔

۱۔ کتاب الانساب (۲/۳۵۲)

۲۔ تبصير المنتبه بتحرير المشتبه (۱/۲۲۴) طبع المكتبة العلمية، بيروت، توضیح المشتبہ (۳/۲۶۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کی بابت بشارت نبوی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر اپنا دست مبارک رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھؤلاء۔[۱]

اگر ایمان ثریا ستارے کے پاس بھی ہوتو ان (فارسی النسل) لوگوں میں سے کچھ لوگ اس کو وہاں سے بھی حاصل کرلیں گے۔ یا آپ نے فرمایا کہ فارسی النسل میں سے ایک آدمی اس کو وہاں سے بھی حاصل کرلے گا۔

ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

لو کان الدین عند الثریا لذھب بہ رجل من فارس، او قال: من ابناءِ فارس حتی یتناولہ۔[۲]

اگر دین ثریا کے پاس بھی ہوتو فارس یا ابنائے فارس میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے بھی پالے گا۔

محدثین کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کے مصداق امام ابوحنیفہؒ ہیں، کیونکہ آپ ما قبل امام صاحبؒ کے پوتے امام اسماعیلؒ اور علامۃ النسب امام احمد بن محمد قرطبیؒ (م ۵۵۵ھ) کے بیانات ملاحظہ کرچکے ہیں کہ امام صاحبؒ فارسی النسل تھے۔

نیز امام صفی الدین الخزرجی (م ۹۲۳ھ) اور علامہ محمد بن جعفر کتانی (م ۱۳۴۵ھ) وغیرہ محدثین نے بھی آپ کو فارسی النسل قرار دیا ہے۔[۳]

شیخ ابو زہرہ مصریؒ بھی تصریح کرتے ہیں کہ:

۱۔ صحیح البخاری تفسیر سورۃ الجمعۃ، رقم الحدیث (۴۸۹۷)، صحیح مسلم، باب فضل فارس، رقم الحدیث (۶۵۹۰)

۲۔ صحیح مسلم، باب فضل فارس، رقم الحدیث (۶۵۸۹)

۳۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال (۳/۱۸۱)، طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت؛ الرسالۃ المستطرفۃ (ص ۷۱) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اخبار الثقات من العلماء انه فارسی۔[1]

ثقہ علماء کے بیانات اسی پر دلالت کرتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ فارسی تھے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد (م ۱۹۶۸ء) سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

حضرت امام ابوحنیفہ فارسی تھے۔[2]

اور فارسی النسل لوگوں میں آپ کے علم اور آپ جیسے کمالات کا دوسرا شخص کوئی نہیں ہوا، اسی لیے امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ محدثین نے اس نبوی پیشین گوئی کا مصداق آپ کو ٹھہرایا ہے۔

حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) اپنے شیخ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

جزم به شیخنا من ان الامام اباحنیفة هو المراد من هذا الحدیث الساابق ظاهر لاشک فیه، لانه لم یبلغ من ابناء فارس احد فی العلم مبلغه ولا مبلغ اصحابه، وفیه معجزة ظاهرة للنبی صلی الله علیه وسلم حیث اخبر بما سیقع، ولیس المراد بفارس البلد المعروف بل جنس من العجم، وهم الفرس، کان جد الامام ابی حنیفة منهم۔[3]

ہمارے شیخ (امام سیوطیؒ) نے بڑے یقین کے ساتھ یہ فرمایا کہ اس حدیث کے مصداق امام ابوحنیفہؒ ہیں، اور یہ بات بالکل ظاہر اور شک و شبہ سے بالا ہے۔ کیونکہ فارسی النسل لوگوں میں سے کوئی شخص بھی امام صاحبؒ اور آپ کے تلامذہ کے علمی مقام کو نہیں پہنچ سکا۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کھلا معجزہ ہے کہ آپ نے ایک آئندہ ہونے والی بات کی خبر پہلے ہی دے دی ہے۔ اور اس حدیث میں فارس سے مراد کوئی خاص شہر (ایران) مراد نہیں ہے، بلکہ عجمی لوگوں

۱۔ ابوحنیفہ (ص ۲۲)

۲۔ مقالات حدیث (ص ۳۰۳) ناشر اسلامی اکیڈمی کشمیر، گوجرانوالہ پاکستان

۳۔ تبییض الصحیفہ (ص ۳) للسیوطی و الخیرات الحسان (ص ۱۳) للمکی

۴۔ عقود الجمان (ص ۳۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

کی ایک خاص قسم مراد ہے، اور یہ وہ لوگ ہیں جو فارسی نسل سے تعلق رکھتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ کے دادا بھی اُن ہی میں سے تھے۔

مسندِ ہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہ دریں حکم داخل است کہ خدا تعالیٰ علم فقہ را بر دست وے شائع ساخت و جمعے از اہل اسلام را بآں فقہ مہذب گرداند خصوصاً در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است بس در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہ حنفی اند و قضاۃ و اکثر مدرساں و اکثر عوام حنفی ۔[1]

امام ابوحنیفہؒ اس حدیث کی پیشین گوئی میں داخل ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے علم فقہ کو آپ کے ہاتھ سے پھیلایا ہے اور اہل اسلام کی ایک بڑی جماعت کو آپ کی فقہ سے فائدہ پہنچایا ہے۔ خصوصاً اس آخری دور میں کہ حکومت اسی مذہب کی ہے، تمام شہروں اور تمام ریاستوں میں بادشاہ حنفی ہیں اور قاضی صاحبان اور اکثر اساتذہ اور اکثر عوام حنفی ہیں۔

غیر مقلدین حضرات کے محقق اعظم نواب صدیق حسن خان صاحبؒ (م ۱۳۰۷ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

صواب آنست کہ ہم امام (ابوحنیفہ) درآں داخل است ۔[2]

درست بات یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اس بشارت نبوی میں داخل ہیں۔

ائمہ سلف میں آپ کا شمار

بعض لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو سلف کی صف سے خارج کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ آپ نہ صرف یہ کہ سلف میں سے ہیں، بلکہ آپ امام السلف ہیں۔

امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) جن کی پیروی کر کے سعودی علماء اپنے کو سلفی کہلواتے ہیں اور آجکل ہمارے ہندو پاک کے غیر مقلدین حضرات نے بھی ان سعودی علماء کی تقلید میں اپنے کو اثری سے سلفی کہنا شروع کر دیا ہے۔ موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کو متعدد مقامات پر ائمہ سلف میں ذکر

۱۔ کلمات طیبات (ص ۱۶۸)؛ بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ (ص ۸۹) از مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ اتحاف النبلاء (ص ۴۲۳) بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ (ص ۸۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ہے۔ مثلاً وہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

وھو خلاف نص مالک واحمد وابی حنیفة وغیرھم من ائمة السلف.[1]

یہ بات امام مالکؒ، امام احمدؒ، امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ سلف کی تصریح کے خلاف ہے۔

اس بیان میں حافظ ابن تیمیہؒ نے صراحتاً امام ابوحنیفہؒ کو ائمہ سلف میں شمار کیا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد حافظ موصوف کے اس حوالہ کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

کہاں تک گنتے جائیں۔ منہاج السنۃ (حافظ ابن تیمیہ کی تصنیف۔ ناقل) ایسے حوالجات سے بھری پڑی ہے۔ اور امام ابن تیمیہؒ امام ابوحنیفہؒ کے حق میں دیگر ائمہ سنت کی طرح نہایت ہی حسن ظن رکھتے ہیں۔[2]

ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبداللہ الحمیدی سلفی لکھتے ہیں:

فان بعض السلفیین اذا ارادوا ان یتعرفوا علی اتجاہ انسان یقولون له: انت سلفی ام حنفی؟ ولا ادری ما اصل ذلک، فان اباحنیفة من اتباع التابعین و قیل انه من التابعین بینما الذین اشتھروا من العلماء بانھم اصحاب الحدیث قد جاؤوا بعد ذلک، فکیف اخرجوا اباحنیفة من السلف وھو سابق لاکثر ائمة الحدیث.[3]

بعض (نام نہاد) سلفی جب کسی شخص کا موقف معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس سے پوچھتے ہیں، تو سلفی ہے یا حنفی ہے؟ میں نہیں جانتا کہ اس کی اصل کیا ہے؟ جبکہ امام ابوحنیفہؒ تبع تابعین میں سے ہیں، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ تابعین میں سے ہیں (اور یہی راجح ہے۔ جیسا کہ تفصیل سے آرہا ہے۔ ناقل) اور وہ علماء جو اصحاب حدیث سے مشہور ہیں، وہ سب آپ کے بعد آئے ہیں۔ پھر یہ (نام نہاد سلفی) کیوں امام ابوحنیفہؒ کو سلف سے خارج کر دیتے ہیں، حالانکہ آپ اکثر

۱۔ منہاج السنۃ (ج ۲، ص ۲۲۳)

۲۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۷۸)

۳۔ الرسائل الجبریة (ص ۱۶۸) مع دار معین البصرۃ بتحقیق الجریۃ

www.besturdubooks.wordpress.com

ائمہ حدیث سے متقدم ہیں۔

آپ سے محبت کرنا سنّی ہونے کی اور آپ سے بغض رکھنا بدعتی ہونے کی علامت ہے

بات ہو رہی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ائمہ سلف اور ائمہ اہلِ سنت میں سے تھے، تو اس مناسبت سے عرض کرتے جائیں کہ ائمہ سلف میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا وہ عظیم الشان مقام ہے کہ آپ سے صرف محبت کر لینا ہی سنّی ہونے کی علامت سمجھی جاتی ہے اور آپ سے بغض رکھنے والا اہلِ بدعت میں شمار ہوتا ہے۔ اگر آپ کو ہماری اس بات پر اعتبار نہ آئے تو آیئے اس پر ائمہ حدیث کے کچھ اقوال آپ کے گوش گزار کریں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام ابومعاویہ الضریرؒ (م ۱۹۵ھ جو بقول ذہبی، الحافظ، الثبت اور محدث الکوفہ تھے)[1] سے نقل کیا ہے کہ:

حب ابی حنیفة من السنة۔[2]

امام ابوحنیفہؒ سے محبت کرنا سنت سے ہے۔

امام عبدالعزیز بن ابی رواد (م ۱۵۹ھ، جو امام حاکم (م ۴۰۵ھ) کی تصریح کے مطابق ثقہ، عابد، مجتہد اور شریف النسب تھے،[3]) فرماتے ہیں:

من احب ابا حنیفة فھو سنی ومن ابغضه فھو مبتدع۔[4]

جو شخص امام ابوحنیفہؒ سے محبت کرتا ہے وہ سنّی ہے اور جو آپ سے بغض رکھتا ہے وہ بدعتی ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

بیننا و بین الناس ابو حنیفة، فمن احبه و تولاه علمنا انه من اهل السنة، ومن ابغضه علمنا انه من اهل البدعة۔[5]

ہمارے اور لوگوں کے درمیان حدِ فاصل امام ابوحنیفہؒ ہیں، چنانچہ جو آپ سے محبت اور دوستی رکھتا ہے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ شخص اہلِ سنت میں سے ہے، اور جو

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۹۵) ۲۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۹ ص ۵۳۶)

۳۔ تہذیب التہذیب (ج ۳ ص ۳۳۸)

۴۔ الخیرات الحسان (ص ۷۸) والخیرات الحسان (ص ۷۸)۔

۵۔ ایضاً

شخص آپ سے بغض رکھتا ہے تو ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ یہ شخص اہل بدعت میں سے ہے۔

آپ کے بےادب چھوٹے رافضی ہیں۔

جو لوگ حضرات صحابہ کرامؓ کی گستاخی و بے ادبی کرتے ہیں، ان کو بڑے رافضی کہا جاتا ہے، اور جو لوگ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ مجتہدین کے گستاخ و بے ادب ہیں، ان کو چھوٹے رافضی کہتے ہیں۔ خود غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسن دہلویؒ (م ۱۳۲۰ھ) نے بھی ایسے لوگوں کو چھوٹے رافضی قرار دیا ہے۔ چنانچہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد (م ۱۹۵۶ء) لکھتے ہیں:

> مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے مجھ سے بیان کیا کہ جن ایام میں میں کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری صاحب سے علم منطق کی تحصیل کرتا تھا۔ اختلاف مذاق و مشرب کے سبب احناف سے میری گفتگو رہتی تھی، ان لوگوں نے مجھ پر الزام تھوپا کہ تم اہل حدیث لوگ ائمہ دین کے حق میں بے ادبی کرتے ہو۔ میں نے اس کے متعلق حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی یعنی شیخ الکل حضرت سید نذیر حسین صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو آپ نے جواب میں کہا کہ ہم ایسے شخص کو، جو ائمہ دین (امام ابوحنیفہؒ وغیرہ۔ ناقل) کے حق میں بے ادبی کرے، چھوٹا رافضی جانتے ہیں۔
>
> علاوہ بریں میاں صاحب مرحوم "معیار الحق" میں حضرت امام صاحب کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں:
>
> إمامنا وسيدنا أبو حنيفة النعمان أفاض الله عليه شآبيب العفو والغفران. (ص ۴)
>
> نیز فرماتے ہیں کہ ان کا مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں، اور آیت کریمہ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ زینت بخش مراتب ان کے لیے ہے۔ (ص ۵)[1]

---

[1] تاریخ اہل حدیث (ص ۹۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظم کا شرفِ تابعیت

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کا شرف تابعیت

امام صاحب کی ولادت مشہور اور راجح قول کے مطابق ۸۰ھ میں ہوئی، جیسا کہ امام صاحبؒ کے پوتے امام اسماعیل بن حماد (م ۲۱۲ھ) اور دیگر محدثین کے بیانات آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام اعظمؒ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔

امام صاحبؒ کی خوش نصیبی تھی کہ آپ نے اس مبارک زمانہ میں آنکھ کھولی جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کرنے والوں میں سے کئی حضرات بقید حیات تھے۔ جیسا کہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) رقمطراز ہیں:

وُلد سنة ثمانين في حياة صغار الصحابة.[1]

امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں صغار صحابہؓ (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں کم عمر تھے) کی حیات میں پیدا ہوئے۔

حافظ الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) آپ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وُلد رضي الله عنه بالكوفة على الصحيح، و ذلك في حياة جماعة من الصحابة رضي الله عنهم.[2]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ صحیح قول کے مطابق کوفہ میں پیدا ہوئے اور یہ وہ زمانہ تھا جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت باحیات تھی۔

مؤرخ اسلام حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) آپ کے تذکرہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وهو أقدمهم وفاة لأنه أدرك عصر الصحابة، ورأى أنس بن مالك، قيل وغيره.[3]

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۲۱)

۲۔ عقود الجمان (ص ۶۰)

۳۔ البدایہ والنہایہ (۱۰/۸۹) طبع دار الفکر بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوحنیفہؒ تمام ائمہ متبوعین میں سب سے قدیم الوفات ہیں، کیونکہ آپ نے صحابہؓ کا زمانہ پایا ہے، اور آپ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت انسؓ کے علاوہ آپ نے دیگر کئی صحابہ کو بھی دیکھا ہے۔

محدث علامہ عبدالغنی الغنیمی الشافعیؒ (م ۱۲۹۸ھ) لکھتے ہیں:

وابوحنیفة امام مجتهد، ادرک بعض الصحابة۔[1]

ابوحنیفہؒ امام اور مجتہد ہیں، آپ نے بعض صحابہؓ کو پایا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اپنی کتاب "علمائے اسلام" میں امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

آپ کے ایام ولادت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب زندہ تھے۔ مثلاً حضرت انس بن مالکؓ بصرہ میں، اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ کوفہ میں، اور سہل بن سعد ساعدیؓ مدینہ طیبہ میں اور ابوالطفیل عامرؓ بن واثلہ مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔[2]

امام اعظمؒ کی تابعیت سے متعلق محدثین کی تصریحات

امام اعظمؒ نے ان صحابہ کرام میں سے کئی حضرات کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور کیا اور تابعیت کے مقام عظیم پر فائز ہوئے۔ ذیل میں آپ کی تابعیت سے متعلق محدثین کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

مورخ کبیر علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ تقریباً) آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

وكان من التابعين ولقي عدة من الصحابة۔[3]

امام ابوحنیفہؒ تابعین میں سے ہیں اور آپ نے کئی صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام ابوالمحاسن محمد بن احمد الاکملؒ الکیمیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

۱۔ کشف الالتباس عما أورده الامام البخاري على بعض الناس (ص ۴۰) طبع مکتب المطبوعات الاسلامیہ حلب

۲۔ ماخوذ از روداد تبلیغی جلسہ بہ ترجمہ (ص ۱۴۱، ۱۵۰) بجادی الاولیٰ جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ ، (گاذی پور) ...

۳۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۵) طبع نور محمد کتب خانہ کراچی

www.besturdubooks.wordpress.com

نشأ بالكوفة وفات ببغداد ويعد في التابعين۔[1]

آپ نے کوفہ میں پرورش پائی اور بغداد میں فوت ہوئے، آپ کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے۔

امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے مناقب میں ارقام فرماتے ہیں:

وُلِد رضي الله عنه وارضاه... في سنة ثمانين في خلافة عبدالملك ابن مروان بالكوفة، وذلك في حياة جماعة من الصحابة رضي الله عنهم، وكان من التابعين لهم ان شاء الله باحسان۔[2]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ۸۰ھ میں عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ اس وقت صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت بقید حیات تھی۔ امام صاحب ان شاء اللہ ان صحابہؓ (کا دیدار کرنے کی وجہ سے ان) کے تابعین میں سے ہیں۔

نیز حافظ ذہبیؒ نے آپ کے تعارف میں تصریح کی ہے کہ:

الامام يعد في التابعين۔[3]

آپ امام ہیں، اور آپ کا شمار تابعین میں ہوتا ہے۔

امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) رقمطراز ہیں:

فابو حنيفة ادرك الصحابة — رضي الله عنهم — فهو من التابعين۔[4]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو پایا ہے، اس لیے وہ تابعین میں سے ہیں۔

امام محمد بن عبدالرحمان غزی شافعیؒ (م ۱۱۶۷ھ) نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

التابعيّ الجليل، لقي جماعة من الصحابة۔[5]

۱۔ کتاب الاسامی والکنی (۱۰۵/۴) طبع مکتبۃ الغرباء الاثریۃ، المدینۃ المنورۃ

۲۔ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۰)

۳۔ المغنی فی سرد الکنی (۲۲۲/۱) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۱۲۳) طبع دار ابن حزم، بیروت

۵۔ دیوان الاسلام (۱۵۲/۴) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ جلیل القدر تابعی ہیں اور آپ نے صحابہؓ کی ایک جماعت کو پایا ہے۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اپنے "فتاویٰ" میں رقمطراز ہیں:

انہ ادرک جماعۃ من الصحابۃ کانوا بالکوفۃ بعد مولدہ بہا سنۃ ثمانین فہو من طبقۃ التابعین، ولم یثبت ذلک لاحد من ائمۃ الامصار المعاصرین لہ کالاوزاعی بالشام والحمادین بالبصرۃ، والثوری بالکوفۃ ومالک بالمدینۃ الشریفۃ واللیث بن سعد بمصر۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے جو کہ آپ کے سن ولادت ۸۰ھ کے بعد کوفہ میں سکونت پذیر تھے۔ اس طرح آپ تابعین کے طبقہ سے ہیں۔ یہ شرف تابعیت آپ کے ہم عصر ائمہ، جیسے شام کے امام اوزاعیؒ، بصرہ کے امام حماد بن زیدؒ اور حماد بن سلمہؒ، کوفہ کے امام ثوریؒ، مدینہ منورہ کے امام مالکؒ اور مصر کے امام لیث بن سعدؒ میں سے کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

حافظ شہیر امام شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے امام صاحبؒ کے تعارف میں لکھا ہے کہ:

احد من عُدّ فی التابعین۔[2]

آپ کا شمار تابعین میں کیا جاتا ہے۔

علامۃ الدہر امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) فرماتے ہیں:

اعلم رحمک اللّٰہ ان الامام ابی حنیفۃ رضی اللّٰہ عنہ من اعیان التابعین۔[3]

جان لے! اللہ تجھ پر رحم کرے، بے شک امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر تابعین میں سے ہیں۔

امام اسماعیل بن محمد عجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

احد من عد فی التابعین۔[4]

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۲۸)
۲۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (ج ۳/ ۳۵۷)
۳۔ عقود الجمان (ص ۴۹)
۴۔ مقدمہ اربعون العجلونیہ (ص ۳۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوحنیفہؒ تابعین میں شمار ہوتے ہیں۔

حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ)، جو حافظ ابن حجرؒ وغیرہ مشائخ حدیث کے استاذ ہیں، عمرو بن شعیبؒ (م ۱۱۸ھ) کے بارے میں لکھتے ہیں:

انه قد روی عنه جماعة کثیرون من التابعین (ان سے بڑی تعداد میں تابعین نے حدیث روایت کی ہے)۔

پھر حافظ موصوف نے ان تابعین کے اسماء کی جو فہرست ذکر کی ہے، اس فہرست میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کا اسم شریف بھی ذکر کیا ہے۔[۱]

امام برہان الدین ابناسیؒ (م ۸۰۲ھ) نے بھی امام صاحبؒ کو عمرو بن شعیبؒ سے روایت کرنے والے تابعین کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔[۲]

شارح بخاری امام شہاب الدین قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ) بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو زمرہ تابعین میں شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی "شرح بخاری" میں ایک مسئلہ کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

هذا مذهب الجمهور من الصحابة کابن عباس و علی و معاویة و انس بن مالک و خالد و ابی هریرة و عائشة و ام هانی و من التابعین الحسن البصری و ابن سیرین و الشعبی و ابن المسیب و عطاء و ابو حنیفة و من الفقهاء ابو یوسف و محمد و الشافعی و مالک و احمد۔[۳]

یہ جمہور کا مذہب ہے۔ چنانچہ صحابہ میں سے حضرت ابن عباسؓ، حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت خالدؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ام ہانیؓ اور تابعین میں سے حضرت حسن بصریؒ، حضرت ابن سیرینؒ، امام شعبیؒ، امام ابن المسیبؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ اور امام ابوحنیفہؒ اور

---

[۱] التقیید والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح (ص ۳۱۲) طبع مکتبہ السلفیہ، المدینۃ المنورۃ۔
[۲] الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح (۲/۵۰۳) طبع مکتبۃ الرشید الریاض۔
[۳] ارشاد الساری شرح البخاری (ج۱ ص ۲۰۹) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

فقہاء میں سے امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ اس کے قائل ہیں۔

امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام شہاب الدین احمد بن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) یہ دونوں جلیل القدر بزرگ، امام صاحبؒ کی تابعیت کا اقرار کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

فابو حنیفة رضی اللّٰه عنه من اعیان التابعین و داخل فی قوله تعالیٰ: وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ. (سورۃ التوبہ: ۱۰۰)[1]

امام ابو حنیفہؒ فضلاء تابعین میں سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں داخل ہیں: اور جن لوگوں نے ان (صحابہ کرامؓ) کی تابعداری کی نیکی میں، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔ اللہ نے ان کے لیے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

تابعی کی تعریف

امام صاحبؒ کی تابعیت سے متعلق ائمہ کبار کے مذکورہ بالا بیانات آپ نے پڑھ لیے ہیں کہ یہ حضرات کن واشگاف الفاظ میں آپ کے تابعی ہونے کا اقرار کر رہے ہیں؟ اور پھر جن حضرات نے آپ کی تابعیت کا اقرار کیا ہے، یہ کوئی معمولی لوگ نہیں ہیں بلکہ یہ علم حدیث اور فن اسماء الرجال کے ارکان شمار ہوتے ہیں اور ان کی تحقیقات پر آج تمام علوم حدیث کا مدار ہے۔ لیکن اس قدر واضح تصریحات کے باوجود کچھ لوگ بڑے شد و مد سے آپ کی تابعیت کا انکار کر دیتے ہیں، لہٰذا ہم اس بحث کو مزید واضح کرنے کے لیے پہلے تابعی کی تعریف بحوالہ محدثین ذکر کرتے ہیں اور پھر اس تعریف کی روشنی میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تابعیت کے دلائل پیش کرتے ہیں۔

واضح ہو کہ جمہور محدثین کے نزدیک تابعی وہ خوش نصیب شخص ہے جس نے حالت اسلام

۱۔ عقود الجمان (ص ۴۹ طبع ۵۵..) الخیرات الحسان (ص ۲۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں کسی صحابیؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو۔ صحیح اور راجح مذہب میں تابعی ہونے کے لیے اس کا کسی صحابی سے روایت کرنا، یا اس کی صحبت اختیار کرنا وغیرہ شرط نہیں ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) تابعی کی تعریف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو من لقى الصحابى.[1]

تابعی وہ شخص ہے جس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو۔

نیز حافظؒ لکھتے ہیں:

وهذا هو المختار، خلافا لمن اشترط فى التابعى طول الملازمة، او صحة السماع، او التمييز.[2]

تابعی کی یہی تعریف مختار (پسندیدہ) ہے۔ یہ قول مخالف ہے ان لوگوں کے جو تابعی کے لیے کسی صحابی سے طویل صحبت، یا صحابی سے اس کے سماع حدیث کا ثبوت، یا تمیز (کہ تابعی نے صحابی سے ایسی عمر میں ملاقات کی ہو کہ جب آدمی اچھے بھلے کی تمیز کر سکتا ہے) کی شرط لگاتے ہیں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) تابعی کی تعریف میں رقمطراز ہیں:

وهو مَنْ لقيه، وان لم يصحبه كما قيل فى الصحابى و عليه الحاكم، قال ابن الصلاح: وهو اقرب، قال المصنف: وهو الاظهر، قال العراقى: وعليه عمل الاكثرين من اهل الحديث.[3]

تابعی وہ ہے جس نے کسی صحابی سے ملاقات کی ہو، اگرچہ اس کی صحبت اختیار نہ کی ہو۔ جیسا کہ صحابی کی تعریف کی گئی ہے (کہ صحابی وہ شخص ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہو، اگرچہ اس کو آپ کی صحبت نہ ملی ہو)، امام حاکمؒ بھی اسی تعریف کے قائل ہیں۔ امام ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں کہ یہی تعریف

۱۔ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (ص ۱۰۲) طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

۲۔ ایضاً

۳۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی (۲/۲۳۴) طبع دار الکتاب العربی، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اَقْرَبْ (حق کے زیادہ قریب) ہے۔ اور مُصَنِّفْ (امام نوویؒ) فرماتے ہیں کہ تابعی کی یہی تعریف اَظْهَرْ (زیادہ ظاہر اور واضح) ہے۔ امام عراقیؒ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل حدیث (محدثین) کا اسی پر عمل ہے۔

ائمہ محدثین کے مذکورہ بیانات سے واضح ہوگیا کہ تابعی ہونے کے لیے صرف ایک شرط ہے کہ اس کی کسی صحابی سے ملاقات ہوئی ہو۔ اس کے علاوہ اس کے لیے صحبت، سماعت حدیث اور تمیز ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

یہی تعریف صحیح، راجح، ظاہر، مختار اور اَقْــرَبْ اِلَــی الْحَقِّ ہے، اور اکثر محدثین کے ہاں تابعی کی یہی تعریف مَعْمُوْلٌ عَلَیْهِ ہے۔

عصر حاضر کے اکابر غیر مقلدین کے نزدیک بھی تابعی کی یہی تعریف راجح ہے، مثلاً بزرگ غیر مقلد عالم مولانا سلطان محمود صاحبؒ سابق شیخ الحدیث دارالحدیث محمدیہ جلال پور لکھتے ہیں:

تابعی وہ شخص ہے جس نے بحالت اسلام کسی صحابی سے ملاقات کی ہو اور صحابہ رِضْوَانُ اللّٰہِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ کا مُتَّبِعْ بِالْاِحْسَانْ ہو اور اسلام پر ہی وفات پائے۔[1]

---

[1] اصطلاحات المحدثین (ترجمہ و تشریح) ... مکتبہ ... ملتان

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ نے جن صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی

تابعی کی مذکورہ تعریف کو سامنے رکھا جائے تو امام اعظمؒ کا تابعی ہونا بالکل واضح ہو کر سامنے آجاتا ہے، کیونکہ آپ نے ایک نہیں، کئی صحابہؓ سے شرف ملاقات حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ متعدد نامور محدثین کے حوالے آپ پڑھ چکے ہیں۔ لہٰذا آپ کی صحابہؓ سے ملاقات ہونا شک وشبہ سے بالا ہے۔

البتہ محدثین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ امام صاحبؒ نے کتنے صحابہ کو دیکھا ہے؟ علامہ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) کی تحقیق میں آپ نے چار صحابہؓ سے ملاقات کی ہے، چنانچہ وہ آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

يقال انه ادرک اربعة من الصحابة.[1]

کہا جاتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے چار صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) "شرح مشکوٰۃ" میں لکھتے ہیں:

ادرک الامام الاعظم ثمانية من الصحابة.[2]

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے آٹھ صحابہ کرامؓ سے ملاقات کی ہے۔

حضرت انسؓ (م ۹۳ھ) سے ملاقات

امام صاحبؒ نے جن صحابہؓ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو منور کیا، ان میں سے ایک نبی انور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے اپنی کتاب "الطبقات" میں بہ سند متصل خود امام اعظمؒ کا بیان نقل کیا ہے کہ:

قدم انس بن مالک الكوفة و نزل النخع و كان يخضب بالحمرة قد رأيته مرارا.[3]

۱۔ الاکمال (ج ۷ ص ۳۹۷) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ تنسیق النظام شرح مسند الامام (ص ۱۰) بلفظ سید محمد حسن سنبھلی طبع نور محمد کتب خانہ کراچی۔

۳۔ عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم النعمان (ص ۴۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کوفہ میں بمقام "نخع" تشریف لائے، آپ نے سرخ رنگ کا خضاب لگایا ہوا تھا، میں نے کئی بار آپ کی زیارت کی ہے۔

امام ابواحمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) نے بھی بسند متصل امام اعظمؒ سے یہ مذکورہ قول نقل کیا ہے۔[1]

نیز مؤرخ قزوین امام عبدالکریم قزوینیؒ (م ۶۲۳ھ) نے بھی امام اعظمؒ کا یہ قول امام عبدالرحمان بن محمد نیشاپوری کی کتاب "فضل ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ" سے بسند متصل نقل کیا ہے۔[2]

امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے تصریح کی ہے:

وصححوا رؤياه لانس بن مالك رضي الله عنه.[3]

ائمہ حدیث نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے امام ابوحنیفہؒ کی زیارت کرنے کو صحیح قرار دیا ہے۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) رقمطراز ہیں:

فانه صح انه رأى انس بن مالك اذ قدمها انس رضي الله عنه، قال محمد بن سعد: حدثنا سيف بن جابر انه سمع ابا حنيفة يقول: رأيت انسا رضي الله عنه.[4]

صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا کہ جب حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے تھے، جیسا کہ امام محمد بن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے سیف بن جابر نے بیان کیا کہ میں نے خود امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا۔

نیز ذہبیؒ لکھتے ہیں:

والمحفوظ انه رأى انس بن مالك لما قدم عليهم الكوفة.[5]

۱۔ کتاب الاسامی والکنیٰ (۳/۱۷۲)

۲۔ التدوین فی اخبار قزوین (۳/۱۵۳) طبع المطبعۃ العزیزیہ حیدرآباد دکن انڈیا

۳۔ عقود الجمان (ص ۴۶)

۴۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۷ مع ۸)

۵۔ سیر اعلام النبلاء (۶/۳۸۷) نیز دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۶۸) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

محفوظ (راجح) یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا جب وہ ان کے پاس کوفہ تشریف لائے تھے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اپنے "فتاویٰ" میں فرماتے ہیں:

وقد روی ابن سعد بسند لا باس به ان الامام ابا حنیفة رضی اللّٰه عنه رای انس بن مالک رضی اللّٰه تعالٰی عنه.[1]

امام ابن سعدؒ نے قابلِ اعتبار سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تھا۔

نیز حافظ موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

رای انس.[2] کہ آپ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔

امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) جیسے محدث امام اعظمؒ سے عناد و تعصب رکھنے کے باوجود آپ کی حضرت انسؓ سے رویت (زیارت) کا اقرار کرتے ہیں، چنانچہ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ محدثین نے امام دارقطنی کے شاگرد امام حمزہ سہمیؒ (م ۴۲۷ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت الدارقطنی یقول: لم یلق ابو حنیفة احدا من الصحابة الا انه رای انس بعینه.[3]

میں نے امام دارقطنیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ میں سے کسی شخص سے ملاقات نہیں کی، البتہ آپ نے حضرت انسؓ کو اپنی آنکھوں سے ضرور دیکھا ہے۔

امام ابو احمد الحاکم الکبیرؒ (م ۳۷۸ھ) نے بھی آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

یقال رای ابا حمزة انس بن مالک النجاری بالکوفة حین نزوله ایاها.[4]

کہا جاتا ہے کہ آپ نے حضرت ابوحمزہ انس بن مالک نجاری رضی اللہ عنہ کو کوفہ

1- تبییض الصحیفہ (ص ۱۵)، عقود الجمان (ص ۵۰)

2- تہذیب التہذیب (۲۲۹/۵)

3- تبییض الصحیفہ (ص ۱۳)۔ 4- [illegible] (۱۳۰/۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں دیکھا تھا جب حضرت انسؓ کوفہ تشریف لائے تھے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

رای انس بن مالک.[1]

آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) بھی آپ کے ترجمہ میں یہ تصریح کرتے ہیں کہ:

رای انس بن مالک.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔

امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) آپ کے تذکرے میں ارقام فرماتے ہیں:

رای انس بن مالک.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

حافظ ولی الدین عراقیؒ (م ۸۲۶ھ) نے بھی اپنے ایک فتویٰ میں امام صاحبؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وقد رای انس بن مالک.[4]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) آپ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

رای انسا.[5]

آپ نے حضرت انسؓ کو دیکھا تھا۔

شارح مشکوٰۃ امام ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) تابعی کی تعریف کے ذیل میں رقم طراز ہیں:

وبه يندرج الامام الاعظم في سلك التابعين، فانه قد رأى انس بن مالك وغيره من الصحابة على ما ذكره الشيخ الجزري في "اسماء رجال القراء" والامام التوربشتي في "تحفة

۱۔ تاریخ بغداد (۳۲۵/۱۳)
۲۔ کتاب الانساب (۲/۳۴۰، طبع دارالبازی)
۳۔ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۱۲۹/۸) طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت
۴۔ تبییض الصحیفہ (ص ۳۳)
۵۔ طبقات الحفاظ (ص ۸۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

المسترشدين" و صاحب "كشف الكشاف" في سورة المؤمنين، و صاحب "مرآت الجنان" وغيرهم من العلماء المتبحرين، فمن نفى انه تابعي، فاما من التتبع القاصر، او التعصب الفاتر.[1]

اس تعریف کی رو سے امام اعظمؒ کو تابعین کے زمرے میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ آپ نے حضرت انسؓ اور دیگر صحابہ کرام کو دیکھا تھا، جیسا کہ شیخ محمد جزریؒ (م ۸۱۴ھ) نے اپنی کتاب "اسماء رجال القراء" (غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، ۲: ۳۴۲) میں، امام فضل اللہ توربشتیؒ (م ۶۶۱ھ) نے اپنی کتاب "تحفۃ المسترشدین" میں، صاحب کشف الکشاف (امام عمر بن عبدالرحمان فارسی قزوینیؒ م ۷۴۵ھ) نے "سورہ مومنون" کی تفسیر میں، صاحب "مرآۃ الجنان" (امام عبداللہ یافعیؒ م ۷۶۸ھ) نے "مرآۃ الجنان" (۱: ۳۰۹، ۳۱۰) میں اور دیگر علماء متبحرین نے تصریح کی ہے۔ پس جس شخص نے بھی آپ کے تابعی ہونے کا انکار کیا ہے اس نے یا تو اپنی ناقص معلومات سے دھوکہ کھایا ہے، یا پھر وہ اپنے تنگ نظر پرداز تعصب کا شکار ہوا ہے۔

امام ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

رأى انس بن مالك.[2]

آپ نے حضرت انس بن مالکؓ کو دیکھا تھا۔

اسی طرح امام ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) کا بیان بھی گزر چکا ہے جس میں انہوں نے امام صاحبؒ کی حضرت انسؓ سے رؤیت کا اقرار کیا ہے۔

ان ائمہ کرام کے علاوہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ)، امام ابونعیم اصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ)، امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ)، امام عبدالغنی مقدسیؒ (م ۶۰۰ھ)، امام زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ)، علامہ ابن الوزیر (م ۸۴۰ھ)، علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ)، امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ)، حافظ بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ)، علامہ شہاب الدین قسطلانیؒ (م ۹۲۳ھ)، امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۴ھ)

---

1. شرح شرح نخبۃ الفکر (ص ۵۹۱)، طبع قدیمی کتب خانہ کراچی
2. تہذیب الکمال (۱۰۲/۱۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

اور دیگر اجلّہ محدثین نے بھی امام ابوحنیفہؒ کی حضرت انسؓ سے ملاقات کرنے کا اقرار کیا ہے[۱]

اور پھر امام صاحبؒ کی یہ بہت بڑی خوش نصیبی تھی کہ آپ نے حضرت انسؓ کی کئی بار زیارت کر کے اپنی آنکھیں روشن کی ہیں۔ جیسا کہ خود امام اعظمؒ کا اپنا بیان گزرا ہے، اور دیگر محدثین بھی اسی کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ادرک جماعة من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ورای انس بن مالک خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صاحبه غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة۔[۲]

امام ابوحنیفہؒ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی ایک جماعت کو پایا ہے اور حضرت انس بن مالکؓ، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم اور صحابی ہیں، کو کئی بار دیکھا ہے، جب وہ ان کے ہاں کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔

امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) فرماتے ہیں:

رای انس بن مالک غیر مرة لما قدم علیهم الکوفة۔[۳]

امام ابوحنیفہؒ نے کئی بار حضرت انس بن مالکؓ کی زیارت کی، جب وہ ان کے پاس کوفہ تشریف لایا کرتے تھے۔

امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) اور امام ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ) امام صاحب کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں کہ:

رای انس بن مالک غیر مرة بالکوفة۔ قاله ابن سعد۔[۴]

آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں کئی بار دیکھا تھا، جیسا کہ

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵) از محقق عظیم علامہ محمد زاہد الکوثریؒ، طبع المکتبۃ الامدادیہ، ملتان

۲۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۸)؛ طبقات علماء الحدیث (ج ۱ ص ۲۶۱)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۲۶)؛ تاریخ الاسلام (۳/۹۹۰)، طبع دار الغرب الاسلامی، بیروت

۴۔ الوافی بالوفیات (۸۹/۲۷)، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ الاخبار المطیّات من الوافی بالوفیات (۱۱۹۳/۲)، طبع دار الاندلس، بیروت؛ النجوم الزاہرة فی ملوک مصر والقاهرة (۱۷/۲)، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے فرمایا ہے۔

اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کو بچپن میں نہیں، بلکہ حالت تمیز میں دیکھا ہے جیسا کہ حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں:

وقد توفی انس بن مالک سنة ثلاث و تسعین من الهجرة، والظاهر انّ اباحنیفة مارآه وهو فی المهد، بل رآه بعد التمییز.[۱]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ۹۳ھ کو فوت ہوئے، لہٰذا ظاہر ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ان کو بچپن میں نہیں دیکھا، بلکہ ان کو تمیز (سمجھداری) کی عمر میں دیکھا ہے۔

امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) ارقام فرماتے ہیں:

توفی ابو حنیفة سنة خمسین و مائة، ورأی انس بن مالک سنة خمس و تسعین و سمع منه.[۲]

امام ابوحنیفہؒ نے ۱۵۰ھ میں انتقال فرمایا، اور آپ نے ۹۵ھ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا تھا اور ان سے حدیث کا سماع کیا تھا۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ (م ۸۸ھ) سے ملاقات

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ ان صحابہؓ میں سے ہیں جن کو حضرت عمرؓ نے تعلیم دین کے لیے کوفہ روانہ کیا تھا۔ آپ کوفہ آ کر یہیں سکونت پذیر ہو گئے اور یہاں تعلیم دین میں مصروف رہے، یہاں تک کہ ۸۸ھ یا اس کے بعد یہیں کوفہ میں انتقال فرمایا۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وهو آخر من مات بالکوفة من الصحابة.[۳]

یہ کوفہ میں رہنے والے صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

امام ابوحنیفہؒ بھی چونکہ کوفی ہیں اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰؓ کی وفات کے وقت آپ کی عمر کم از کم آٹھ سال تھی، اس لیے آپ نے ان کے جمال مبارک کے دیدار کا بھی شرف حاصل کیا۔

۱۔ الروض الباسم (ج ۱، ص ۳۱۲)
۲۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۸۰)
۳۔ تہذیب التہذیب، (ج ۳، ص ۲۰۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے اپنے فتاویٰ میں تصریح کی ہے:

ادرک الامام ابو حنیفۃ رحمہ اللّٰہ جماعۃ من الصحابۃ لانہ ولد فی الکوفۃ سنۃ ثمانین من الھجرۃ وبھا یومئذ من الصحابۃ عبداللہ بن ابی اوفی فانہ مات سنۃ ثمان و ثمانین او بعدھا...[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے صحابہؓ کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے، کیونکہ آپ ۸۰ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے اور وہاں صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ زندہ تھے، کیونکہ ان کی وفات ۸۸ھ یا اس کے بعد ہوئی ہے۔

امام شہاب الدین قسطلانی (م ۹۲۳ھ) اپنی "شرح بخاری" میں لکھتے ہیں:

ابن ابی اوفی، عبداللّٰہ الصحابی، و ھو آخر من مات من الصحابۃ بالکوفۃ سنۃ سبع و ثمانین، و قد کف بصرہ قبل، و قد رآہ ابوحنیفۃ رضی اللّٰہ عنہ و عمرہ سبع سنین.[2]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ صحابی ہیں، اور آپ ۸۷ ہجری میں کوفہ میں مقیم سب صحابہؓ میں سے آخر میں فوت ہوئے۔ آپ اپنی وفات سے پہلے بصارت سے محروم ہو گئے تھے، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی زیارت کی تھی جب امام صاحبؒ کی عمر سات سال تھی۔

حضرت عامر بن واثلہؓ (م ۱۱۰ھ) سے ملاقات

حضرت عامر بن واثلہؓ وہ صحابی ہیں جو تمام صحابہؓ میں سب سے آخر میں فوت ہوئے، جیسا کہ امام مسلمؒ وغیرہ محدثین نے تصریح کی ہے۔[3] حضرت امام اعظمؒ کو آپ سے بھی شرف ملاقات حاصل ہے، چنانچہ امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) لکھتے ہیں:

قال ابوبکر بن ھلال: وقد ادرک ابو حنیفۃ من الصحابۃ ایضا عبداللّٰہ بن ابی اوفی و ابا الطفیل عامر بن واثلۃ وھما صحابیان۔[4]

۱۔ عقود الجمان (ص ۵۰) ۲۔ ارشاد الساری شرح البخاری (ج ۱ ص ۲۵۹)

۳۔ تقریب التہذیب (۳۸۹/۱) ناشر قدیمی کتب خانہ کراچی

۴۔ منازل الائمۃ الاربعۃ (ص ۸۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوبکر بن ہلالؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ نے صحابہؓ میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ اور حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ کو بھی پایا ہے۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ (م ۹۷ھ) سے ملاقات

چوتھے وہ صحابی کہ جن کی امام ابوحنیفہؒ نے زیارت کی ہے وہ حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ذکر محمد بن سعد کاتب الواقدی ان ابا حنیفة رأی انس بن مالک و عبداللہ بن حارث بن جزء۔ [۱]

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) کاتب الواقدیؒ نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ کو دیکھا تھا۔

واضح رہے کہ حضرت عبداللہ بن حارثؓ وہ صحابی ہیں جو مصر میں اقامت اختیار کرنے والے صحابہؓ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ چنانچہ امام ابوزکریا ابن مندہؒ فرماتے ہیں:

هو آخر من مات بمصر من الصحابة رضی اللہ عنهم۔ [۲]

حضرت عبداللہ بن حارثؓ وہ صحابی ہیں جو مصر میں رہنے والے صحابہؓ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔

محدثین میں ان کے سن وفات سے متعلق اختلاف ہے۔ امام ابوبکر جعابیؒ (م ۳۵۵ھ)، جو حدیث اور تاریخ کے عظیم سپوت ہیں فرماتے ہیں:

مات عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی سنة سبع و تسعین۔ [۳]

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدیؓ ۹۷ھ کو فوت ہوئے۔

اس اعتبار سے ان کی وفات کے وقت امام ابوحنیفہؒ کی عمر ۱۷ سال تھی۔ امام صاحبؒ نے ان سے تذکرہ میں حدیث بھی سنی تھی۔ کما سیاتی تفصیلہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۱۔ جامع بیان العلم و فضلہ (ج ۱، ص ۴۵) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۳، ص ۱۱۹)

۳۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۲۱) للامام موفق مکیؒ طبع دار الکتاب العربی، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

دیگر کئی صحابہؓ سے ملاقات

امام صاحبؒ نے مذکورہ چار صحابہؓ (حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ، حضرت عامر بن واثلہؓ، اور حضرت عبداللہ بن حارثؓ) کے علاوہ بھی کئی صحابہؓ مثلاً حضرت واثلہ بن اسقعؓ (م ۸۵ھ) اور حضرت سہل بن ساعدؓ (م ۸۸ھ) وغیرہ سے ملاقات کی ہے۔

مورخ شہیر علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ)، امام اعظمؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

رأى انسا وغيره، نظم بعضهم من لقي من الصحابة فقال:

لقي الامام ابو حنيفة ستة	من صحب طه المصطفى
انسا و عبدالله نجل انيهم	وسميه ابن الحارث الكرار
وزاد ابن اوفى و ابن واثلة الرضى	واضمم اليهم معقل بن يسار [1]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انسؓ اور دیگر صحابہؓ سے ملاقات کی ہے اور آپ نے جن صحابہؓ سے ملاقات کی اُن کے ناموں کو بعض علماء نے ایک نظم میں جمع کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں، امام ابوحنیفہؒ نے چھ اُن اشخاص کو دیکھا ہے جنہوں نے حضرت طٰہٰ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی ہے۔

وہ چھ اصحاب یہ ہیں: (۱) حضرت انس بن مالکؓ، (۲) حضرت عبداللہ بن انیسؓ، (۳) حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ (۴) حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ، (۵) حضرت عامر بن واثلہ، (۶) حضرت معقل بن یسارؓ۔

امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) اپنی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

ادرک الامام الاعظم ثمانية من الصحابة، فمنهم انس و عبدالله بن ابي اوفى و سهل بن سعد و ابو الطفيل. [2]

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے آٹھ صحابہؓ سے ملاقات کی ہے جن میں حضرت انسؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ، حضرت سہل بن سعدؓ اور حضرت ابو الطفیلؓ شامل ہیں۔

۱۔ شذرات الذہب (ج ۱ ص ۲۲۶)

۲۔ تکمیل الحاجۃ شرح مسند الامام (ص ۱۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

عصرِ حاضر کے مشہور ادیب اور عظیم محقق شیخ ابو زہرہ مصریؒ ارقام فرماتے ہیں:

ان کتاب المناقب جمیعا یذکرون انه التقی ببعض الصحابة و بعضهم یذکر انه روی عنهم احادیث، وانه ارتفع بذلک الی رتبة التابعین، و یسبق بهذا الفضل الفقهاء الذین عاصروه کسفیان الثوری والاوزاعی و مالک و غیره من اقرانه. ولم یختلف الرواة فی ان اباحنیفة التقی ببعض الصحابة الذین عمروا و عاشوا الی نهایة المائة الاولی او ما یقاربها، او عاشوا شطرا من مئة التاسع منها، و ذکروا اسماء کثیر من الصحابة التقی بهم و راٰهم: منهم انس بن مالک الذی توفی سنة ۹۳، و عبداللّٰه بن ابی اوفی المتوفی سنة ۸۷، و واثلة بن اسقع المتوفی سنة ۸۵، وابو الطفیل عامر بن واثلة المتوفی سنة ۱۰۲، وهو آخر الصحابة موتا، و سهل بن ساعد المتوفی ۸۸، وغیرهم.[1]

امام ابو حنیفہؒ کے مناقب نویس سب بھی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے بعض صحابہؓ سے ملاقات کی ہے اور ان میں سے بعض تو یہ بھی ذکر کرتے ہیں کہ آپ نے ان صحابہؓ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔ اس وجہ سے آپ کو تابعین کے رتبہ پر فائز مانا گیا ہے اور اس شرفِ تابعیت سے آپ کو اپنے معاصر فقہاء جیسے امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام مالکؒ اور دیگر ائمہ پر برتری حاصل ہے۔

اور راویوں کا اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں کہ امام ابو حنیفہؒ بعض معمر صحابہؓ سے ملے تھے جو پہلی صدی کے اواخر، یا اس کے قریب قریب زندہ رہے، یا جو پہلی صدی کے نانویں عشرہ (۹۰ھ) تک باحیات تھے۔ اور انہوں نے بہت سے صحابہؓ کے نام بھی ذکر کیے ہیں جن سے آپ نے ملاقات کی تھی اور ان کی زیارت سے مشرف ہوئے تھے۔ ان میں سے حضرت انس بن مالکؓ المتوفی ۹۳ھ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفی المتوفی ۸۷ھ، حضرت واثلہ بن اسقع المتوفی ۱۰۲ھ، جو کہ تمام صحابہؓ کے بعد فوت ہوئے اور حضرت سہل بن ساعدؓ المتوفی ۸۸ھ وغیرہم بھی ہیں۔

---

[1] ابو حنیفہ حیاتہ و عصرہ آراؤہ و فقہہ (ص ۵۹-۶۰) طبع دار الفکر العربی، قاہرہ

www.besturdubooks.wordpress.com

خلاصۃ الکلام: ماقبل تفصیل سے واضح ہوگیا کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے متعدد صحابہؓ (خصوصاً حضرت انس بن مالکؓ) سے ملاقات کی تھی۔ آپ کی صحابہؓ سے ملاقات اس قدر واضح اور مضبوط دلائل سے ثابت ہے کہ اس کا انکار سوائے ضدی اور متعصب کے کوئی نہیں کرسکتا۔

بنابریں امام صاحب کا صحابہؓ سے ملاقات کرنا ہی آپ کی تابعیت کے ثبوت کے لیے کافی ہے، کیونکہ آپ نے ملاحظہ کرلیا ہے کہ تابعی کی راجح، واضح مختار، اَقْرَبُ اِلَی الْحَقِّ اور عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ مَعْمُوْلٌ عَلَيْهِ تعریف یہی ہے کہ تابعی کے لیے صرف ایک شرط ہے کہ اس نے کسی صحابیؓ سے ملاقات کی ہو۔

آپ صحبت، تمییز اور سماع حدیث کے لحاظ سے بھی تابعی ہیں

جمہور کی تعریف تابعیت کی رُو سے تو آپ کا تابعی ہونا شک وشبہ سے بالا ہے لیکن جمہور کے برعکس بعض محدثین نے تابعی کی تعریف میں جو چند زائد شرائط لگائی ہیں کہ (۱) اس نے صحابیؓ کی صحبت بھی اختیار کی ہو۔ (۲) اس نے صحابی کی زیارت اس عمر میں کی ہو جس میں آدمی اچھائی اور برائی کی تمیز کرسکتا ہو۔ (۳) اس نے صحابیؓ سے حدیث بھی سنی ہو۔

تابعی کی یہ تعریف اگرچہ مرجوح ہے لیکن اس تعریف کے لحاظ سے بھی آپ تابعی ہیں۔ چنانچہ ماقبل آپ خود امام اعظمؒ اور دیگر محدثین کے بیانات ملاحظہ کرچکے ہیں کہ امام صاحبؒ نے حضرت انسؓ کی کئی بار زیارت کی ہے، اور جب وہ کوفہ تشریف لاتے تو آپ ضرور ان کی خدمت میں حاضری دیتے تھے۔

اب اگر یہ صحبت نہیں ہے تو پھر صحبت کس چیز کا نام ہے؟

نیز حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ تو آپ کے اپنے شہر کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ اب یہ کیسے ممکن ہے کہ بصرہ سے تشریف لانے والے صحابی حضرت انسؓ کی صحبت تو آپ کو ملی ہو لیکن خود آپ کے اپنے شہر میں رہنے والے صحابی کی صحبت سے آپ محروم رہے ہوں؟

اسی طرح اس تعریف میں تابعی کے لیے دوسری شرط کہ اس نے حالت تمیز میں صحابی سے ملاقات کی ہو، اس شرط کے لحاظ سے بھی امام صاحبؒ تابعی ہیں۔ کیونکہ علامہ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) کا بیان گزر چکا ہے کہ امام صاحبؒ نے تمیز کی عمر میں حضرت انسؓ کی ملاقات کی تھی۔ اور امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ۹۵ھ میں

www.besturdubooks.wordpress.com

جب آپ کی عمر چند روسال تھی، حضرت انسؓ سے ملاقات اور سماعت حدیث کی تھی۔ بلکہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ ھ) نے "الطبقات" میں تو یہ بھی نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے یہ بھی یاد رکھا کہ حضرت انسؓ خضاب (مہندی) لگایا کرتے تھے۔ جیسا کہ پہلے بحوالہ گزر چکا ہے۔ لہٰذا یہ ایک ٹھوس دلیل ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ سے ملاقات حالت تمیز میں کی تھی۔

حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ (م ۹۷ ھ) کی وفات کے وقت امام صاحبؒ کی عمر ۱۷ سال تھی اور امام صاحبؒ نے ۱۶ سال کی عمر میں ان سے حدیث بھی سنی تھی اور اس کو یاد بھی رکھا تھا۔ اب اس سے بڑھ کر تمیز کی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟

حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ (م ۱۱۰ ھ) کی وفات کے وقت تو آپ تیس سال کے نوجوان تھے۔

نیز اس تعریف کی تیسری شرط سماعت حدیث کے لحاظ سے بھی آپ تابعی ہیں، کیونکہ آپ نے کئی صحابہؓ سے براہ راست احادیث بن کر ان کو روایت بھی کیا ہے۔

آپ کی صحابہؓ سے سماعت اور روایت حدیث

امام صاحبؒ کو جیسے یہ فضیلت حاصل ہے کہ آپ نے متعدد صحابہؓ کے جمال مبارک کی زیارت کی ہے، ایسے ہی آپ کو یہ اعزاز بھی ملا کہ آپ نے ان میں سے متعدد صحابہؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو سن کر ان کو روایت بھی کیا ہے۔ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ ھ) آپ کے خصائص بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

انه رأى بعض الصحابة وسمع منهم۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے بعض صحابہؓ کو دیکھا ہے اور ان سے احادیث کی سماعت بھی کی ہے۔

مجدد مائۃ وہم حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ ھ) تحریر کرتے ہیں:

وقد ثبت رؤيته لبعض الصحابة واختلف في روايته عنهم والمعتمد ثبوتها۔[2]

امام ابوحنیفہؒ کا بعض صحابہؓ کو دیکھنا ثابت ہے، البتہ آپ کا صحابہؓ سے روایت حدیث کرنا مختلف فیہ ہے۔ لیکن قابل اعتماد بات یہ ہے کہ آپ کا ان سے روایت

---

[1] عقود الجمان (ص ۱۸۰)　　[2] ذیل الجواہر المضیئہ (ج ۲ ص ۵۰۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنا ثابت ہے۔

مورخ کبیر امام عماد الدین ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:۔

وذکر بعضهم انه روی عن سبعة من الصحابة.[1]

بعض محدثین نے ذکر کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے سات صحابہؓ سے روایت حدیث کی ہے۔

وہ سات صحابہ کرام جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایت حدیث کی ہے، ان کے اسماء کو شارح طحاوی، امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والذی سمعه منهم رضی الله عنهم اجمعین عبدالله بن انیس، و عبدالله بن جزء الزبیدی، وانس بن مالک، وجابر بن عبدالله، ومعقل بن یسار و واثلة بن الاسقع و عائشة بنت عجرد.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے جن (سات) صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْن سے احادیث سنی ہیں، وہ یہ ہیں: (۱) حضرت عبداللہ بن انیسؓ، (۲) حضرت عبداللہ بن جزءؓ، (۳) حضرت انس بن مالکؓ، (۴) حضرت جابر بن عبداللہؓ (۵) حضرت معقل بن یسارؓ، (۶) حضرت واثلہ بن اسقعؓ اور (۷) حضرت عائشہ بنت عجردؓ۔

ان سات صحابہؓ میں سے تین صحابہؓ حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن حارث الزبیدیؓ اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے امام ابوحنیفہؒ کا سماع حدیث کرنا مشہور محدث حافظ ابو نعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) مؤلف "حلیۃ الاولیاء" (جو علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین کے بھی استاذ ہیں) نے بھی تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) ان سے بسند متصل نقل کرتے ہیں کہ:

ذکر من رای ابو حنیفة رحمه الله من الصحابة و روی عنهم انس

۱۔ البدایہ والنہایہ (ج ۷، ص ۸۶)

۲۔ الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ (ج ۱، ص ۲۸) طبع میر محمد کتب خانہ، کراچی۔

بن مالک، و عبداللّٰہ بن الحارث الزبیدی، و یقال عبداللّٰہ بن ابی اوفی الاسلمی۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہ کو دیکھا ہے اور ان سے روایت حدیث کی ہے، وہ یہ ہیں: حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن حارث زبیدیؓ۔ اور کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی اسلمیؓ بھی ان میں سے ہیں۔

ان مذکورہ تین صحابہ میں سے اول الذکر صحابی حضرت انس بن مالکؓ سے امام ابوحنیفہؒ کے سماع کا اقرار علامہ یحییٰ بن ابراہیم سلماسی (م ۵۵۰ھ) نے بھی کیا ہے جیسا کہ ان کا حوالہ پہلے گزر چکا ہے۔

اسی طرح دوسرے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ سے امام صاحبؒ کے سماع کا اقرار کئی اور اجلہ محدثین نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) لکھتے ہیں:

وذکر الحافظ العامری فی تالیفه الریاض المستطابة وکذلک مُلَخِّصُهٗ صالح ابن صلاح العلائی و من خطه نقلت ان الامام ابا حنیفة رأی عبداللّٰہ بن الحارث بن جزء الصحابی و سمع منه قوله صلی اللّٰہ علیه وسلم من تفقه فی دین اللّٰہ کفاہ اللّٰہ همّهٗ ورزقهٗ من حیث لا یحتسب۔[2]

حافظ عامریؒ (ان کا پورا نام ہے، امام ابوزکریا عماد الدین یحییٰ بن ابوبکر بن محمد العامری الیمنی (م ۸۹۳ھ)۔ یہ ادیب، محدث اور حافظ الحدیث تھے۔ انہوں نے متعدد کتب نافعہ تالیف کی ہیں[3]) نے اپنی کتاب "الریاض المستطابۃ" (فِیْ جُمْلَةِ مَنْ رَوٰی فِی الصَّحِیْحَیْنِ مِنَ الصَّحَابَةِ) میں ذکر کیا ہے، اسی طرح اس کتاب کے مُلَخِّص امام صالح بن صلاح علائیؒ نے

۱۔ "الانتصار والترجیح للمذہب الصحیح" لسبط ابن الجوزی، بحوالہ "فقہ اہل العراق" (ص ۹۵۹) از علامہ زاہد الکوثریؒ

۲۔ شذرات الذہب (۱/۲۷۷)

۳۔ کشف الظنون (ج ۱ ص ۹۳۷) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت؛ ہدیۃ العارفین (ج ۲ ص ۵۲۹۰) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ذکر کیا ہے اور میں ان ہی کی تحریر سے نقل کر رہا ہوں کہ:

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث جزء صحابیؓ کو دیکھا تھا اور ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنی تھی کہ جو آدمی دین میں تفقہ (سمجھ بوجھ) حاصل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے غم کی کفایت کرتے ہیں اور اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتے ہیں جہاں سے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔

اس حدیث کو حافظ المغرب شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی سند متصل کے ساتھ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کے واسطے سے امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے اور اسی حدیث کو نقل کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن حارثؓ سے امام صاحبؒ کے سماع کے ثبوت میں لکھا ہے:

ان اباحنیفة رأی انس بن مالک و عبدالله بن الحارث بن جزء.[1]

بے شک امام ابوحنیفہؒ نے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ کو دیکھا تھا۔

نیز امام ابن عبدالبرؒ نے امام اعظمؒ کے ترجمہ میں یہ تصریح بھی کی ہے کہ:

و سمع من عبدالله بن الحارث بن جزء الزبیدی، فیعد بذلک فی التابعین.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء الزبیدی رضی اللہ عنہ سے حدیث کا سماع کیا تھا، چنانچہ اسی وجہ سے آپ کو تابعین میں شمار کیا جاتا ہے۔

اسی طرح تیسرے صحابی حضرت عبداللہ بن ابی اوفیؓ سے امام صاحبؒ کے سماع کا اقرار کرنے والوں میں محدث شام حافظ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) بھی ہیں۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:

عبدالله بن ابی اوفی رضی الله عنهما مات سنة سبع و ثمانین او خمس و ثمانین، فلعل الامام سمع منه و عمره سبع سنین الخ

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۱ ص ۴۵)

[2] کتاب الاستغناء فی معرفۃ المشہورین من حملۃ العلم بالکنی (ج ۱ ص ۴۶۵) طبع دار ابن تیمیہ، الریاض۔

www.besturdubooks.wordpress.com

خمس وستین۔[1]

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کا انتقال ۸۷ھ یا ۸۸ھ میں ہوا۔ ممکن ہے جب امام ابوحنیفہؒ نے ان حدیث کا سماع کیا اس وقت آپ کی عمر سات یا پانچ سال ہو۔

نیز صحابیہ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا سے امام صاحب کے سماع کی تصریح امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) نے بھی کی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی تاریخ میں فرماتے ہیں:

ان ابا حنیفة صاحب الرأي سمع عائشة بنت عجرد تقول سمعت رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم يقول: اكثر جند اللّٰه في الارض الجراد۔[2]

بے شک امام ابوحنیفہ صاحب الرائے نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ خود سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین پر اللہ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈیوں کا ہے۔

علاوہ ازیں کئی جلیل القدر محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی صحابہؓ سے روایت کردہ احادیث کے مجموعے تیار کیے ہیں، جن کی تفصیل ان شاء اللہ آگے کتاب میں بیان کریں گے۔ یہ بھی امام صاحب کی صحابہؓ سے سماعت حدیث کی روشن دلیل ہے۔

الغرض محدثین نے تابعی کے لیے جتنی شرائط ذکر کی ہیں وہ سب بحمد اللہ! امام اعظم ابوحنیفہؒ میں پائی جاتی ہیں اور آپ ہر لحاظ سے تابعی ہیں۔ یہ تابعی ہونا آپ کے اُن اوصاف میں سے ہے کہ جن میں ائمہ متبوعین میں سے کوئی امام بھی آپ کا شریک نہیں ہے۔

این سعادت بزور بازو حاصل نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

۱۔ عقود الجمان (ص ۵۹)

۲۔ لسان المیزان (ج ۳ ص ۲۲۷) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت، اسد الغابۃ فی تمییز الصحابۃ (۷/۱۹۰) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی تالیفات

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی تالیفات

درس وتدریس اور دیگر علمی وعملی بیشمار مصروفیات کے باوجود آپ کا تالیف وتصنیف سے بھی شغف رہا ہے اور آپ نے عقائد، فقہ اور حدیث وغیرہ مضامین پر کئی وقیع اور لاجواب کتب تصنیف کی ہیں جو رہتی دنیا تک آپ کے دیگر علمی کارناموں کی طرح یہ بھی آپ کی ایک علمی یادگار ہیں۔

بعض لوگوں نے بوجہ عدم تحقیق یہ دعویٰ کر دیا کہ امام صاحبؒ کی کوئی تصنیف نہیں ہے۔ حالانکہ یہ دعویٰ حقائق کے سراسر منافی اور محض غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ متعدد جلیل المرتبت ائمہ نے آپ کے صاحب التصانیف ہونے کی صاف تصریح کی ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے، ان میں سے کچھ تصریحات نظر قارئین ہیں:

۱۔ امام امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) نے "احمد بن اسماعیل ابواحمد مقری الصرامؒ" (م ۳۳۲ھ) کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

سمع کتب ابی حنیفة وابی یوسف من احمد بن نصر عن ابی سلیمان الجوزجانی عن محمد۔[۱]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کی کتابوں کو امام احمد بن نصرؒ سے، انہوں نے امام ابوسلیمان جوزجانیؒ سے اور انہوں نے امام محمد بن حسنؒ سے سنا تھا۔

۲۔ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے حاتم بن اسماعیلؒ کے ترجمہ میں امام المغازی علامہ واقدیؒ (م ۲۰۷ھ) کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

کتبت کتب ابی حنیفة رضی اللہ عنہ عن حاتم بن اسماعیل عنه۔[۲]

میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کتابیں حاتم بن اسماعیلؒ سے اور انہوں

۱۔ الاکمال (ج ۷، ص ۱۶۷)   ۲۔ الجواہر المضیۃ (ج ۱، ص ۱۸۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

نے خود امام ابوحنیفہؒ سے لکھی تھیں۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بھی علامہ واقدیؒ سے یہ قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[1]

۳۔ امام ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ)، جو علامہ خطیب بغدادیؒ کے بھی استاذ ہیں، اپنی سند کے ساتھ مشہور محدث امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) سے نقل کرتے ہیں:

اوّل من کتب کتب ابی حنیفۃ اسد بن عمرو۔[2]

سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں امام اسد بن عمروؒ نے لکھی تھیں۔

۴۔ امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے قاضی ابوعاصم محمد بن احمد عامریؒ (م ۴۱۵ھ) کے ترجمہ میں ان سے نقل کیا ہے:

لو فقدت کتب ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ لاملیتہا من نفسی حفظا۔[3]

اگر امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں نایاب بھی ہو جائیں تو میں ان کو اپنے حافظہ سے لکھوا سکتا ہوں۔

۵۔ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے نقل کیا ہے کہ حافظ الحدیث امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) سے اُن کے شاگرد ابومسلم مستملیؒ نے پوچھا کہ آپ امام ابوحنیفہؒ اور ان کی کتابوں کو دیکھنے کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا:

انظروا فیہا ان کنتم تریدون ان تفقہوا فانی ما رایت احدا من الفقہاء یکرہ النظر فی قولہ، ولقد احتال الثوری فی کتاب الرھن حتی نسخہ۔[4]

اگر تم لوگ فقیہ بننا چاہتے ہو تو پھر امام ابوحنیفہؒ کی کتب کو اپنے مدِ نظر رکھو، اس لیے کہ میں نے فقہاء میں سے کسی کو نہیں دیکھا جو اُن کے قول کو دیکھنا ناپسند کرتا ہو، امام سفیان ثوریؒ نے تو حیلہ سے ان کی "کتاب الرہن" لے کر نقل کی ہے۔

۶۔ حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے باسند نقل کیا ہے کہ امام اعمشؒ:

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۸۹)
۲۔ الجواہر المضیئہ (ج ۱ ص ۱۴۰)
۳۔ کتاب الانساب (ج ۳ ص ۲۹۶)
۴۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

(م ۱۴۸ھ)، جو جلیل القدر محدث اور امام ابوحنیفہؒ کے مشائخ حدیث میں شمار ہوتے ہیں، ایک دفعہ فریضۂ حج ادا کرنے کے لیے جا رہے تھے۔ جب مقام ’’حیرہ‘‘ پر پہنچے تو اپنے شاگرد علی بن مسہرؒ (م ۲۰۹ھ) سے فرمایا:

اذهب الی ابی حنیفة حتی یکتب لنا المناسک۔[۱]

امام ابوحنیفہؒ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ وہ ہمارے لیے حج کے مسائل پر کتاب لکھیں۔

۷۔ امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بہ سند متصل مصعب بن المقدامؒ (م ۲۰۳ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

کان سفیان الثوري یسألنی ان اجیئه بکتب ابی حنیفة لنظر فیها۔[۲]

امام سفیان ثوریؒ مجھ سے کہا کرتے تھے کہ آپ مجھے امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں لا کر دیں تاکہ میں ان میں غور وفکر کروں۔

۸۔ قاضی ابوالقاسم بن کاسؒ (م ۳۲۴ھ) نے امام عبدالعزیز بن محمد دراوردیؒ (م ۱۸۶ھ) سے، جو امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کے معاصر ہیں، نقل کیا ہے کہ:[۳]

کتب مالک بن انسؒ الی خالد بن مخلد القطوانی یسأله ان یحمل الیه شیئا من کتب ابی حنیفة ففعل۔[۴]

امام مالک بن انسؒ نے خالد بن مخلد قطوانیؒ کو خط لکھا اور ان سے درخواست کی کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں بھیجیں، وہ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔

۹۔ قاضی ابوالقاسم بن کاسؒ ہی نے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

من لم ینظر فی کتب ابی حنیفة لم یتبحر فی العلم ولا یتفقه۔[۵]

۱۔ الانتقاء (ص ۱۳۶) ۲۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۹۰)

۳۔ دراوردیؒ موصوف ایک صدوق راوی ہیں البتہ بعض محدثین نے ان کو حفظ حدیث میں کمزور قرار دیا ہے۔ دیکھیے تقریب التہذیب (۳۷۱/۳)۔ لیکن چونکہ ان کی اس روایت کا تعلق فضائل ومناقب سے ہے، اور پھر ان کی یہ روایت دیگر محدثین کی روایات وتصریحات سے بھی مؤید ہے، اس لیے ان کی یہ روایت مقبول ہے۔

۴۔ عقود الجمان (ص ۱۸۶) ۵۔ ایضاً (ص ۱۸۷)، نیز دیکھیے اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں نہیں دیکھے گا اس کو علم میں تبحر حاصل نہیں ہوگا اور نہ ہی وہ فقیہ بن سکے گا۔

۱۰۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام محمد بن عبداللہ انصاریؒ (م ۲۱۵ھ) جو کہ امام بخاریؒ کے کبار مشائخ میں سے ہیں، کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ جب عہدہ قضاء پر فائز تھے اس دوران وہ فیصلے کرتے وقت امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو اپنے زیر نظر رکھتے تھے۔[۱]

۱۱۔ امام محمد بن حارث خشنی قیروانیؒ (م ۳۶۱ھ) نے نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی کتب فقہ مالکی کے مدون امام سحنونؒ کے صاحبزادے امام محمد بن سحنونؒ (م ۲۶۵ھ) کے زیر مطالعہ بھی رہی ہیں۔[۲]

۱۲۔ امام ابویعلی خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) نے امام طحاویؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ محمد بن احمد الشروطیؒ نے امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) سے پوچھا کہ:

آپ نے اپنے ماموں امام مزنیؒ (م ۲۶۴ھ)، جو امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) کے خاص شاگرد ہیں، کا مذہب چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کا مذہب کیوں اختیار کر لیا؟

تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

لانی کنت اری خالی یدیم النظر فی کتب ابی حنیفة، فلذلک انتقلت الیه۔[۳]

اس کی وجہ یہ ہوئی کہ میں اپنے ماموں کو ہمیشہ امام ابوحنیفہؒ کی کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا، اس لیے میں نے بھی امام ابوحنیفہؒ کا مذہب اختیار کر لیا۔

امام ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) نے بھی اپنی تاریخ میں امام طحاویؒ کا یہ حوالہ نقل کیا ہے۔[۴]

اب اس قدر تصریحات کے باوجود اگر کوئی شخص امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی تصنیفات نہ ماننے پر ہی مصر ہو تو اس کے بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں:

۱۔ تہذیب التہذیب (۵/۱۴۹)

۲۔ اخبار الفقہاء والمحدثین (ص ۳۸) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۔ الامام الطحاوی محدثاً (ص ۱۳۹، ۱۵۰) بحوالہ معرفۃ علماء الحدیث، طبع الفاروق الحدیثیۃ، القاہرۃ

۴۔ وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان (ج ۱ ص ۷۲) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

ع تیرا جی ہی نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ پہلے وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے فقہ میں کتب تصنیف کرنے کا شرف حاصل کیا، چنانچہ امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزیؒ (م ١١٦٧ھ) آپ کے تذکرے میں ارقام فرماتے ہیں:

وھو اول من صنّف فی الفقه والرأی۔[١]

امام ابوحنیفہؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے فقہ اور رائے میں کتب تصنیف کی ہیں۔

اسی طرح ''فرائض'' اور ''شروط'' جیسے موضوعات پر بھی آپ ہی نے سب سے پہلے قلم اٹھایا، جیسا کہ امام سبط ابن العجمیؒ (م ٨٤١ھ) اور امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ٩٤٢ھ) نے لکھا ہے:

النعمان بن ثابت الامام ابوحنیفة اول من وضع کتاب الفرائض و کتاب الشروط۔[٢]

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے ہی سب سے پہلے ''کتاب الفرائض'' اور ''کتاب الشروط'' تصنیف کیں۔

علاوہ ازیں عقائد پر آپ کی لکھی گئی کتاب ''فقہ اکبر'' بھی ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔ اس کتاب کو متعدد ائمہ نے امام صاحبؒ کی تصنیف قرار دیا۔ مثلاً حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ٨٥٢ھ) اور حافظ ابن ناصر الدینؒ (م ٨٤٢ھ) نے بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ٧٤٨ھ) ابوبکر نصران بن نصر الختلیؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

روی الفقه الاکبر لابی حنیفة، عن علی بن الحسن الغزال، وعنه ابوعبدالله الحسین الکاشغری۔[٣]

انہوں نے ''الفقہ الاکبر'' جو امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف ہے، کو علی بن الحسن الغزال سے روایت کیا ہے اور ان سے یہ کتاب ابوعبداللہ الحسین الکاشغری روایت کرتے ہیں۔

١- دیوان الاسلام (١٥٢/٢)

٢- کنوز الذہب فی تاریخ حلب (٩١/٢) طبع دار القلم العربی حلب بتحقیق ... (ص ١٨٩)

٣- المعجم المفہرس تجرید اسانید (٢٩٨/١)؛ توضیح المشتبہ (٦٢/٢)

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) بھی "منہاج السنۃ" میں "فقہ اکبر" کو بڑے وثوق کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔[1]

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحبؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

> امام ابن تیمیہؒ "فقہ اکبر" کو امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور اسی سے آنجناب کو قائلین تقدیر میں شمار کرتے ہیں۔[2]

نیز سیالکوٹی صاحبؒ فرماتے ہیں:

> امام ابن تیمیہؒ "منہاج السنۃ" میں "فقہ اکبر" کو حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کی کتاب قرار دیتے ہیں۔ پس مولانا شبلی مرحوم کے انکار کی بنا پر اسے معرض بحث میں لانے کی ضرورت نہیں۔[3]

غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ بھی "فقہ اکبر" کو بالجزم امام اعظمؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں۔[4]

مولانا وحید الزمان غیر مقلد مترجم صحاح ستہ نے بھی "فقہ اکبر" کو امام ابوحنیفہؒ کی تصنیف تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ لفظ "وجہ" کی تعریف کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

> امام ابوحنیفہؒ بھی "فقہ اکبر" میں فرماتے ہیں کہ وجہ کے معنی ذات کے نہ لیے جائیں۔[5]

مولانا عبداللہ معمار امرتسریؒ غیر مقلد نے بھی "فقہ اکبر" کو امام اعظمؒ کی تصنیف قرار دیا ہے۔[6]

ملحوظ رہے کہ جس طرح فقہ حنفی میں درج شدہ مسائل کا اصل ماخذ امام اعظمؒ کی فقہی تصانیف ہیں، اسی طرح عقائد وکلام کے نامور امام علامہ ابو منصور محمد ماتریدیؒ (م ۳۳۳ھ) کی عقائد میں لکھی ہوئی تصانیف کا اصل ماخذ امام اعظمؒ کی عقائد سے متعلق لکھی ہوئی کتب "فقہ اکبر"

۱۔ دیکھئے: منہاج السنۃ النبویۃ (ج ۲، ص ۲۳) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۷۶)

۳۔ ایضاً (ص ۸۹، حاشیہ نمبر ۱)

۴۔ فتاویٰ نذیریہ (۲۴۳/۱)

۵۔ لغات الحدیث (ج ۴، کتاب واؤ، ص ۳۳)

۶۔ محمدیہ پاکٹ بک (ص ۵۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

وغیرہ ہیں، جیسا کہ مشہور غیر مقلد عالم وادیب مولانا محمد حنیف ندویؒ نے "ماثر بدایۃ" کے تعارف میں لکھا ہے:

بات یہ ہے کہ جہاں تک حضرت امام (ابوحنیفہؒ) کی فقہی ژرف نگاہیوں کا تعلق ہے، ان کو تو فقہائے عراق وشام نے خوب نکھارا اور تفریع ومسائل کے ذریعے اچھی طرح مالا مال کیا، مگر ان کے ان متکلمانہ رجحانات کی تشریح کرنا اور ان پر ایک مستقل متکلمانہ مدرسۂ فکر کی بنیاد رکھنا ابھی باقی تھا جو "رسائل ابی حنیفہ" ("فقہ اکبر" وغیرہ۔ ناقل) میں مذکور تھے۔ اس کام کو فقہائے ماوراء النہر نے خوش اسلوبی سے انجام دیا۔[1]

علاوہ ازیں آپ کی ایک تصنیف "کتاب السیر" بھی ہے۔ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کی اس موضوع پر مشہور کتاب "الرد علی سیر الاوزاعی" کی اصل بھی بقول امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) امام صاحبؒ کی یہی تصنیف "کتاب السیر" ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے "مناقب الشافعی" میں امام بیہقیؒ سے نقل کیا ہے۔[2]

حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ)، امام ابو سلیمان جوزجانی (م ۲۱۱ھ) کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

و لہ کتب السیر الصغیر و کتاب الصلوۃ و کتب آخر اطول من ھذہ یرویھا عن محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ۔[3]

ان کی کتابیں "السیر الصغیر"، "کتاب الصلوۃ" اور دیگر کتب جو ان مذکورہ کتب سے بھی طویل ہیں، ان کو انہوں نے امام محمدؒ سے، انہوں نے امام یعقوب (ابو یوسفؒ) سے، اور انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔

مورخ شہیر علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) نے امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف میں درج ذیل کتابیں ذکر کی ہیں:

۱۔ مقالات ابن تیمیہ (ص ۱۱۱)، ناشر ادب منزل کشمیری بازار لاہور
۲۔ توالی التاسیس لمعالی محمد بن ادریس (ص ۱۵۳) طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت۔
۳۔ تاج التراجم فی طبقات الحنفیہ (ص ۷۵)، ناشر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

www.besturdubooks.wordpress.com

۱۔ کتاب الفقہ الاکبر ۲۔ کتاب رسالۃ الی البستی

۳۔ کتاب العالم والمتعلم ۴۔ کتاب الرد علی القدریۃ

اور ساتھ ہی لکھا ہے کہ:

والعلم براو بحرا، و شرقا و غربا، بعدا او قربا تدوینہ رضی اللّٰہ عنہ۔[۱]

بروبحر (خشکی اور تری)، مشرق و مغرب اور دور و نزدیک میں جو علم ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا مدوّن کردہ ہے۔

علامہ ابن الندیمؒ نے امام صاحبؒ کی جن کتب کی نشاندہی کی ہے، ان میں سے ایک کتاب "العالم والمتعلم" مشہور محدث امام ابوسعد سمعانی (م ۵۶۲ ھ) کی مرویات میں سے ہے، اور انہوں نے اس کتاب کو ذکر کرکے امام ابوحنیفہؒ تک اس کتاب کا اپنا سلسلۂ سند بھی ذکر کردیا ہے۔[۲]

نیز علامہ ابن الندیمؒ نے امام صاحبؒ کے شاگرد رشید امام حسن بن زیاد لولوئیؒ (م ۲۰۴ھ) کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

کتاب المجرد لابی حنیفۃ روایتہ۔[۳]

امام ابوحنیفہؒ کی کتاب "المجرد" کو آپ سے زیادہ حسن بن زیادؒ نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد نوح بن ابی مریمؒ (م ۱۷۳ھ) جب "مرو" کے قاضی مقرر ہوئے تو امام صاحبؒ نے ان کے لیے ایک کتاب لکھی تھی، جس میں آپ نے ان کو قضاء سے متعلق وعظ و نصیحت کی تھی، چنانچہ امام ابن عدیؒ نے نوح بن ابی مریمؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

واستقضی علی مرو و ابو حنیفۃ حی، فکتب الیہ ابو حنیفۃ بکتاب موعظۃ، والکتاب یتداولہ اھل مرو بینھم۔[۴]

۱۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۶) طبع نور محمد کتب خانہ کراچی

۲۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی (۱/۱۲۰)، طبع مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ القاہرۃ

۳۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۸)

۴۔ الکامل (ص ۱۳)، طبع دار الجیل بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

نوح بن ابی مریمؒ جب "مرو" کے قاضی مقرر ہوئے تو امام ابوحنیفہؒ اس وقت باحیات تھے، آپ نے ان کو ایک کتاب لکھ کر بھیجی جس میں ان کو آپ نے وعظ و نصیحت فرمائی، آپ کی یہ کتاب اہل مرو میں متداول ہے۔

ان کتب کے علاوہ علم حدیث میں آپ کی تصنیف "کتاب الآثار" ہے۔ یہ کتاب عالم اسلام میں حدیث کی پہلی کتاب ہے جو باقاعدہ فقہی ترتیب پر لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا تفصیلی تعارف انشاء اللہ آگے کتاب میں ہم بیان کریں گے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی سیاسی زندگی

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی سیاسی زندگی

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حضرت امام صاحبؒ ۸۰ ہجری میں بمقام کوفہ اموی خلیفہ عبدالملک بن مروانؒ (م ۸۶ھ) کے عہد اقتدار میں پیدا ہوئے۔ اس وقت بنی امیہ کا آفتاب اقتدار نصف النہار پر تھا اور ہر طرف ان ہی کا طوطی بولتا تھا۔

آپ نے اپنی آنکھوں سے بنی امیہ کی خلافت کا یہ عہد شباب بھی دیکھا اور پھر آپ کے سامنے ہی ۱۳۲ھ میں بنی امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہوا اور بنی عباس اقتدار خلافت پر متمکن ہوئے۔ اس طرح آپ نے اپنی ستر سالہ زندگی کے باون سال بنی امیہ کے عہد میں اور اٹھارہ سال بنی عباس کے عہد میں بسر کیے۔

ان ہر دو دور میں جو سیاسی تحریکیں اٹھیں اور جو اہم واقعات رونما ہوئے، ان میں آپ کا مؤقف اور کردار ہمیشہ جرأت مندانہ اور مثالی رہا ہے۔ آپ کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے ان دونوں حکومتوں نے بھرپور کوشش کی، تاکہ آپ کے عظیم مقام کو، جو عوام کی نظروں میں آپ کو حاصل تھا، استعمال کر کے اپنے اقتدار کو مضبوط اور مستحکم کیا جائے۔ پھر اس کے لیے انہوں نے آپ کو بڑے بڑے تحائف اور مناصب (عہدہ قضاء وغیرہ) پیش کیے، لیکن آپ نے ان کی ہر پیشکش کو ٹھکرا دیا اور ظالم حکومت کا حصہ بننے سے صاف انکار کر دیا۔

بنی امیہ کے آخری دور میں حکومت کے بہت زیادہ غیر شرعی رجحان کی وجہ سے آپ کو یہ فکر پیدا ہوئی کہ کوئی صحیح شرعی خلافت قائم ہو جائے۔ چنانچہ جب بنی عباس کی خلافت قائم ہوئی تو آپ کو ان سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ لیکن جب ان کی بھی بے اعتدالیاں سامنے آگئیں، خصوصاً انہوں نے جب اہل بیت پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے تو آپ ان سے بھی مایوس ہو گئے اور ان کے مقابلے میں اہل بیت کا ساتھ دینے لگے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

الغرض آپ نہ تو ان دونوں حکومتوں کے آلۂ کار بنے اور نہ ہی ان کے سامنے کلمۂ حق کہنے سے باز آئے۔ اگرچہ پھر اس کی پاداش میں دونوں حکومتوں کے غیظ وغضب کا نشانہ بنے اور ان کی طرف سے بڑی بڑی صعوبتیں اور مصیبتیں جھیلیں، یہاں تک کہ اپنی جان بھی اس راستے میں قربان کردی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی سیاسی زندگی ایک طویل موضوع ہے۔ اس کے احاطہ کے لیے ایک مستقل تصنیف درکار ہے۔ ہم یہاں بطور اختصار آپ کی سیاسی زندگی کے صرف چند اہم واقعات پیش کرتے ہیں، جن سے آپ کی استقامت، جرأت اور بلند نگری کا پتہ چلتا ہے۔

بنی امیہ کے خلاف حضرت زیدؒ بن علیؒ کے خروج کی تائید

حکومت بنی امیہ کے مشہور فرماں روا ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ) کی بعض خلاف شریعت پالیسیوں کے خلاف خاندان رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اہم فرد حضرت زیدؒ (م ۱۲۲ھ)، جو حضرت علی المعروف بہ ''زین العابدین'' بن حضرت حسینؓ کے فرزند ہیں، نے ۱۲۱ھ میں اموی حکومت کے خلاف خروج اور اعلانِ جہاد کیا، لیکن روافض، جو اپنے آپ کو شیعانِ علیؓ کہلواتے تھے، نے حسب عادت حضرت زید سے بے وفائی کی، اور ان کو عین موقع پر محض اس لیے بے یار و مددگار چھوڑ دیا کہ حضرت زیدؒ نے ان کا حضراتِ شیخین (حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ) پر تبرا کرنے کا مطالبہ مسترد کر دیا تھا، چنانچہ حضرت زید کی یہ تحریک روافض کی بے وفائی کی وجہ سے بظاہر ناکام ہوگئی، اور حضرت زیدؒ اپنے باقی ماندہ جانثار ساتھیوں کے ساتھ امویوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہید ہو گئے[1]۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے اگرچہ حضرت زید کی اس تحریک میں عملاً حصہ نہیں لیا، لیکن ان کے اس اقدام کی تائید ضرور کی، اور خود ان کو خلیفہ برحق قرار دیا، بلکہ منقول ہے کہ آپ نے حضرت زیدؒ کے اس اقدام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خروج بدر سے تشبیہ دی تھی[2]۔

حضرت امام صاحبؒ نے اس تحریک کی تائید کرنے کے باوجود اس میں عملی طور پر حصہ کیوں نہیں لیا؟ اس بابت امام حافظ الدین کردریؒ (م ۸۲۷ھ) نے یہ روایت نقل کی ہے کہ:

۱۔ دیکھئے بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۹/ ص ۳۰۳۳-۳۰۳۴)، البدایہ والنہایہ (۹/ ص ۳۲۹-۳۳۰) وغیرہ۔

۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۴۷) للکردری۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ارسل الیہ زید بن علی بن الحسین یدعوہ الی البیعۃ فقال لو علمت ان الناس لا یخذلونہ کما خذلوا اباہ لجاهدت معہ لانہ امام بحق، ولکن اعینہ بمالی فبعث الیہ بعشرۃ آلاف درہم وقال للرسول ابسط عذری عندہ۔[1]

اگر مجھے یہ معلوم ہو جاتا کہ لوگ ان (حضرت زیدؒ) کے ساتھ اس طرح دھوکہ نہیں کریں گے جس طرح کہ ان لوگوں نے ان کے والد (حضرت حسینؓ) کے ساتھ دھوکہ کیا تھا، تو میں ضرور ان کے ساتھ مل کر جہاد کرتا، کیونکہ وہ امام برحق ہیں؛ البتہ میں ان کی مالی امداد ضرور کروں گا، چنانچہ آپ نے ان کی خدمت میں دس ہزار درہم بھیج دیے اور ان کے قاصد کو کہہ دیا کہ آپ حضرت زید کو میری طرف سے (ان کی تحریک میں عدم شرکت پر) معذرت کر دینا۔

اور یہ بھی منقول ہے کہ آپ نے حضرت زیدؒ کے ساتھ جہاد میں عدمِ شرکت پر یہ عذر پیش کیا تھا کہ:

حبسنی عنہ ودائع الناس عرضتها علی ابن ابی لیلیٰ فلم یقبل فخفت ان اموت مجهلا وکان کلما ذکر خروجہ بکی۔[2]

میرے پاس موجود لوگوں کی امانتوں نے مجھے حضرت زیدؒ کے ساتھ جہاد میں شرکت سے روک دیا ہے (ورنہ میں اس میں ضرور شرکت کرتا) میں نے یہ امانتیں ابن ابی لیلیٰ (قاضی کوفہ) کے سپرد کرنا چاہیں مگر انہوں نے قبول نہیں کیا، مجھے یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں اس حالت میں میری موت نہ آ جائے (اور میں لوگوں کی امانتیں ان کو سپرد نہ کرسکوں) اور امام صاحبؒ جب بھی حضرت زیدؒ کے خروج کو ذکر کرتے تو آپ رو پڑتے۔

اموی گورنر ابن ہبیرہ[3] کا آپ کو عہدہ خاتم اور محکمہ قضاء سپرد کرنے کی پیشکش اور آپ کا انکار

---

[3] یزید بن عمر بن ہبیرہ (م ۱۳۲ھ) بنی امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد الحمار (م ۱۳۲ھ) کی طرف سے عراق کا امیر اور گورنر تھا۔ ان دنوں حکومت بنی امیہ کے حالات بڑے خراب تھے اور

[1] ایضاً [2] ایضاً نیز دیکھیے الموفق (ص ۲۶۰،۲۶۱) للشیخ ابی زہرہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہر طرف (خصوصاً عراق میں) ان کے خلاف ایک شورش بپا تھی۔

گورنر ابن ہبیرہ نے عراق کے حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے عراق کے تمام مشہور فقہاء ابن ابی لیلیٰ (م ۱۴۸ھ)، ابن شبرمہؒ (م ۱۴۴ھ)، داؤد بن ابی ہندؒ (م ۱۴۰ھ) وغیرہ کو اپنے پاس بلایا اور ان میں سے ہر ایک کو حکومت کا ایک ایک عہدہ سپرد کیا۔ اس طرح اس نے امام ابوحنیفہؒ کو بھی عہدہ خاتم یعنی سرکاری مہر تفویض کرنا چاہا، تاکہ کوئی بھی سرکاری حکم آپ کی مہر کے بغیر جاری نہ ہو سکے، اور نہ بیت المال سے کوئی چیز آپ کی اجازت کے بغیر نکل سکے۔ مگر امام صاحبؒ نے یہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

ابن ہبیرہ نے آپ کے انکار پر قسم اٹھا کر کہا کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا، ورنہ آپ کو زدوکوب کیا جائے گا۔ تمام علماء نے بھی آپ کو قائل کرنے کی کوشش کی اور کہا کہ خدارا! اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو، ہم آپ کے بھائی ہیں، ہم بھی ان عہدوں کو پسند نہیں کرتے، لیکن یہ مجبوراً ہمیں قبول کرنا پڑ گئے ہیں۔ امام صاحبؒ نے جواب میں فرمایا:

> لو ارادنی ان اعدلهٗ ابواب مسجد واسط لم ادخل فی ذلک فکیف وهو یرید منی ان یکتب دم رجل بضرب عنقه واختم انا علی ذلک الکتاب فو الله لا ادخل فی ذلک۔
>
> اگر گورنر مجھے شہر واسط کی مسجد کے دروازے گننے کا حکم کرے تو بھی میں اس کے حکم کی تعمیل نہیں کروں گا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی بے گناہ شخص کی گردن مارنے کا حکم کرے اور میں اس پر مہر ثبت کروں؟ بخدا! میں یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا۔

گورنر نے آپ کو جیل بھجوا دیا اور اس کے حکم سے جلاد کئی روز تک متواتر آپ کو کوڑے مارتا رہا۔ لیکن ابن ہبیرہ نے جب دیکھا کہ اس سزا کا آپ پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو اس نے آپ کی رہائی کا حکم دے دیا۔ آپ جب رہا ہوئے تو فوراً سفر کی تیاری کی اور مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

> امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:
>
> وکان هذا فی سنة مائة وثلاثین، فاقام بمکة حتی صارت الخلافة للعباسیة فقدم ابو حنیفة الکوفة فی زمن ابی جعفر المنصور۔[1]

[1] مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۶، ۱۲۵ ج ۲)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سن ۱۳۰ھ کا واقعہ ہے اور امام ابوحنیفہؒ عباسی خلافت قائم ہونے تک مکہ مکرمہ میں ہی رہے اور خلیفہ ابوجعفر منصور کے زمانہ میں کوفہ واپس آئے۔

بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ابن ہبیرہ امام صاحبؒ کو عہدہ قضاء بھی سپرد کرنا چاہتا تھا لیکن آپ کے انکار پر اس نے کوڑوں سے آپ کو سزا دلوائی۔

چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

ولقد ضربه يزيد بن عمر بن هبيرة على القضاء فابى ان يكون قاضيا۔[1]

یزید بن عمر بن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہؒ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کے لیے زدوکوب کیا لیکن آپ نے پھر بھی قاضی بننے سے انکار کر دیا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) بروایت امام عبداللہ بن عمرو الرقیؒ (م ۱۸۰ھ) لکھتے ہیں:

كلم ابن هبيرة اباحنيفة ان يلي له قضاء الكوفة فابى عليه فضربه مائة سوط و عشرة اسواط في كل يوم عشرة اسواط وهو على الامتناع، فلما راى ذلك خلى سبيله۔[2]

ابن ہبیرہ نے امام ابوحنیفہؒ سے کوفہ کی قضاء قبول کرنے کی پیشکش کی، لیکن آپ نے اس سے انکار کر دیا۔ اس پر اس نے آپ کے لیے ایک سو دس کوڑوں کی سزا تجویز کی کہ ہر روز آپ کو دس کوڑے مارے جائیں۔ لیکن پھر بھی آپ اپنے انکار پر ڈٹے رہے۔ آخر مجبور ہو کر اس نے آپ کو چھوڑ دیا۔

اہل بیت کی برملا حمایت

۱۳۲ھ میں عباسیوں نے بنی امیہ کی حکومت کا خاتمہ کر کے خود اقتدار پر قبضہ کر لیا، اور چونکہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے قابل احترام سمجھے جاتے تھے، دوسرے انہوں نے بنی امیہ کے خلاف جو تحریک چلائی تھی، اس کا منشور یہ دیا تھا کہ ہم صحیح اسلامی خلافت قائم کریں گے اور بنی امیہ کے دور میں لوگوں کے ساتھ جو زیادتیاں

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۲۷) ۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۲۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

اور بے انصافیاں ہو رہی ہیں ان کا خاتمہ کر کے عدل و انصاف قائم کریں گے۔ اس لیے جب ان کی حکومت قائم ہوئی تو لوگوں نے بڑی خندہ پیشانی سے ان کو خوش آمدید کہا۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی پہلے عباسی خلیفہ ابو العباس سفاح (م ۱۳۶ھ) کے سامنے اس کی حکومت پر اظہارِ خوشنودی کیا تھا۔[1]

لیکن عباسیوں نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی اپنے وعدوں کی خلاف ورزیاں شروع کر دیں اور اپنے مخالفین کے خلاف وہ ظلم و ستم کیے کہ لوگ بنی امیہ کے ظلم و ستم کو بھول گئے۔ چنانچہ پہلے انہوں نے اُمیوں کا قتلِ عام کیا، یہاں تک کہ جب دمشق پر انہوں نے قبضہ کیا تو ایک دن میں انہوں نے بنی امیہ کے بانوے ہزار آدمیوں کو قتل کیا، اور بنی امیہ کے جو خلفاء مر چکے تھے ان کی قبروں تک کو کھود کر ان کو سولیوں پر لٹکا دیا۔[2]

اور جب بنی امیہ کا خاتمہ ہو گیا تو ان ظالموں نے اہلِ بیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیخ کنی شروع کر دی۔ چنانچہ اس خاندان کی بڑی بڑی نامور شخصیات کو بڑی بیدردی سے قتل کیا گیا۔ یہاں تک کہ سادات میں سے محمد بن ابراہیم بن عبد اللہ بن حسنؒ (م ۱۴۴ھ)، جو اپنے حسن و جمال کی وجہ سے "الدیباج الاصفر" کہلاتے تھے، اور لوگ دور دراز سے ان کے حسن و جمال کو دیکھنے کے لیے آیا کرتے تھے، ان کو دوسرے عباسی خلیفہ منصور (م ۱۵۸ھ) نے دیوار میں زندہ چنوا دیا۔ إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

علامہ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فعلی المنصور ما یستحقه من عذاب اللّٰه و لعنته.[3]

منصور پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اور اس کی لعنت ہو، جس کا وہ مستحق ہے۔

جب عباسیوں کے یہ ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے تو ان سادات میں سے محمد بن عبد اللہ بن حسنؒ، جو نفس زکیہ سے مشہور ہیں، نے ۱۴۵ھ میں خلیفہ منصور کے خلاف مدینہ منورہ میں خروج کیا اور اکثر اہلِ مدینہ نے ان کے ہاتھ پر خلافت کی بیعت کر لی۔ یہاں تک کہ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے بھی لوگوں کو ان کی بیعت کرنے کا فتویٰ دے دیا۔[4] چنانچہ نفس زکیہؒ ایک بہت بڑی جمعیت لے کر منصور کی فوج سے ٹکرائے۔ لیکن بدقسمتی سے شکست کھائی اور میدانِ جنگ میں

۱۔ دیکھیے مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۱۲۸) للمکی
۲۔ البدایہ والنہایہ (ج ۱۰، ص ۴۵) لابن کثیرؒ
۳۔ ایضاً (ج ۱۰، ص ۷۸)
۴۔ ایضاً (ج ۱۰، ص ۸۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

بڑی بہادری سے لڑتے ہوئے شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔

نفس زکیہؒ کی شہادت کے بعد ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہؒ (م ۱۴۵ھ) نے بصرہ میں منصور کے خلاف خروج کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک بہت بڑی کمک تیار کر لی، اور کئی شہروں، بصرہ، اہواز، فارس اور مدائن وغیرہ پر قبضہ کر لیا اور ایک لاکھ کا لشکر لے کر منصور کے دارالخلافہ کوفہ پر حملہ آور ہو گیا۔ قریب تھا کہ اس کے ہاتھوں منصور کی خلافت کا خاتمہ ہو جاتا لیکن ابراہیمؒ کی بدانتظامی کی وجہ سے اس کی فتح شکست میں بدل گئی اور ابراہیمؒ عباسی فوج سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔[1] ابراہیمؒ کے اس خروج میں بڑے بڑے علماء نے اس کا ساتھ دیا تھا۔ خود امام ابوحنیفہؒ بھی کھل کر اس کی حمایت کر رہے تھے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بحوالہ مورخ خلیفہ بن خیاطؒ (م ۲۴۰ھ) لکھا ہے:

> خرج مع ابراهيم: هشيم، وابو خالد الاحمر و عيسى بن يونس، وعباد بن عوام، ويزيد بن هارون، و كان ابو حنيفة يجاهر في امره ويامر بالخروج.[2]
>
> ابراہیمؒ کے ساتھ محدثین میں سے ہشیمؒ، ابو خالد الاحمرؒ، عیسیٰ بن یونسؒ، عباد بن عوامؒ اور یزید بن ہارونؒ نے خروج کیا اور امام ابوحنیفہؒ کھل کر ابراہیم کی حمایت کرتے تھے اور لوگوں کو ان کے ساتھ نکلنے کا حکم دیتے تھے۔
>
> مولانا عطاء اللہ حنیفؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:
>
> یہاں تک درست ہے کہ حضرت امام (ابوحنیفہؒ) ایک اموی خلیفہ کے خلاف زید بن علیؒ کے خروج، یا منصور عباسی کے عہد میں بعض علویوں کے خروج سے دلی ہمدردی تھی، لیکن اس سلسلے کے سارے واقعات کو سامنے رکھا جائے تو اس کی زیادہ وجہ اموی اور عباسیوں کے وہ لرزہ خیز مظالم تھے جو بیچارے علویوں پر توڑے جا رہے تھے...[3]

۱۔ ایضاً، تاریخ خلیفہ بن خیاطؒ (ص ۲۷۶، ۲۷۷) طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ العبر (ج ۱ ص ۱۵۵، ۱۵۶)

۳۔ حاشیہ حیات حضرت امام ابوحنیفہؒ (ص ۲۹۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

خلیفہ منصور کی آپ کے خلاف حیلہ تراشی اور عہدہ قضاء کی پیشکش

منصور ابراہیمؒ سے فارغ ہوکر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جنہوں نے اس کے خلاف ابراہیمؒ کا ساتھ دیا تھا۔ اور چونکہ امام صاحب" ابراہیمؒ کا ساتھ دینے والوں میں پیش پیش تھے، اس لیے منصور کے دل میں آپ کے خلاف جذبہ انتقام بھڑک رہا تھا۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

انه بقى فى نفس المنصور من ابى حنيفة لقيامه مع ابراهيم بن عبدالله على المنصور. [1]

منصور کے دل میں امام ابوحنیفہؒ کے خلاف جذبہ انتقام مخمر کیا تھا، کیونکہ آپ نے منصور کے مقابلے میں ابراہیم بن عبداللہؒ کا ساتھ دیا تھا۔

مگر چونکہ لوگوں کے اندر امام صاحب کا ایک مقام تھا اور آپ کا حلقہ احباب دور دور تک پھیلا ہوا تھا اس لیے وہ آپ سے براہ راست انتقام لے کر اپنی حکومت کے لیے کوئی نیا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے آپ کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے یہ حیلہ تراشا کہ آپ کو بغداد بلا کر آپ کے سامنے بغداد کا عہدہ قضاء پیش کیا اور بعد میں پورے ملک کا قاضی القضاۃ بننے کی پیشکش کردی۔

دراصل اس پیشکش سے اس کا مقصد یہ تھا کہ اگر امام صاحبؒ نے یہ عہدہ قبول کرلیا تو یہ آپ کی طرف سے حکومت سے اطاعت شعاری اور رضا مندی کی دلیل ہوگی اور اگر آپ نے اس پیشکش کو ٹھکرا دیا تو آپ سے انتقام لینے کا ایک جواز پیدا ہو جائے گا۔

امام صاحبؒ اس کی نیت کو بھانپ گئے کہ یہ مجھ کو عہدہ قضا دے کر مجھ سے کیا حاصل کرنا چاہتا ہے؟ اس لیے آپ نے بڑی جرأت کے ساتھ اس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے نقل کیا ہے:

اشخص ابو جعفر امير المؤمنين ابا حنيفة، فاراده على ان يوليه القضاء فابى، فحلف عليه ليفعلن، فحلف ابو حنيفة ان لا يفعل، فحلف المنصور ليفعلن، فحلف ابو حنيفة ان لا يفعل، فقال الربيع

---

[1] مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۳۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

الحاجب: الا تری امیر المؤمنین یحلف؟ فقال ابو حنیفہ: امیر المؤمنین علی کفارۃ ایمانہ اقدر منی علی کفارۃ ایمانی، وابی ان یلی، فامر بہ الی الحبس فی الوقت۔[1]

ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہؒ کو بلا کر عہدہ قضا تفویض کرنے کی کوشش کی، لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ خلیفہ نے قسم اٹھا کر کہا کہ یہ عہدہ آپ کو قبول کرنا ہوگا۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی قسم اٹھائی کہ میں ہرگز یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا۔ منصور نے دوبارہ قسم اٹھا کر کہا کہ آپ کو یہ کام ضرور کرنا پڑے گا۔ امام صاحبؒ نے بھی قسمیہ کہہ دیا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ ربیع حاجب امام صاحبؒ سے کہنے لگا آپ دیکھتے نہیں کہ امیر المؤمنین قسم اٹھا رہے ہیں؟ امام صاحبؒ نے اس کو جواب دیا، امیر المؤمنین اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنے میں مجھ سے زیادہ قدرت رکھتے ہیں۔ اس طرح آپ نے عہدہ قضا قبول کرنے سے انکار کر دیا، جس کے جواب میں منصور نے فوراً آپ کی گرفتاری کا حکم دے دیا۔

آپ کی گرفتاری اور جیل میں زہر سے آپ کی شہادت

منصور کے حکم سے آپ کو جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل میں منصور آپ پر یہی دباؤ ڈالتا رہا کہ آپ اگر عہدہ قضا قبول کر لیں تو آپ کو بڑی عزت اور اکرام کے ساتھ رہا کر دیا جائے گا۔ لیکن آپ اپنے انکار پر ڈٹے رہے۔ یہاں تک کہ جیل میں ہی آپ کا انتقال ہوگیا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ منصور نے آپ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے آپ کو رہا کر دیا تھا۔ لیکن علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

والصحیح انہ توفی وھو فی السجن۔[2]

صحیح یہ ہے کہ آپ کی وفات ہوئی تو آپ اس وقت جیل میں تھے۔

حافظ ذہبیؒ نے بحوالہ امام ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) لکھا ہے۔

لم یقبل العھد بالقضاء فضرب وحبس و مات فی السجن۔[3]

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۲۹)
۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۲۹)
۳۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوحنیفہؒ نے عہدہ قضاء قبول نہیں کیا تو آپ پر تشدد کیا گیا اور جیل میں ڈال دیا گیا اور جیل میں ہی آپ کا انتقال ہو گیا۔

امام سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) خلفائے بنی عباس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ثم ملكها ابو جعفر المنصور عبدالله فضرب ابا حنيفة رضي الله عنه على القضاء فابى و مات في حبسه.[1]

پھر ابوجعفر منصور عبداللہ اقتدار پر متمکن ہوا تو اس نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو عہدہ قضاء قبول نہ کرنے پر زدوکوب کیا، لیکن آپ نے پھر بھی اس سے انکار کیا (جس پر اس نے آپ کو جیل میں ڈال دیا) اور آپ اس کی قید میں ہی فوت ہو گئے۔

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) لکھتے ہیں:

والروايات الظاهرة المشهورة عن الائمة الثقات و الحفاظ الاثبات انه ضرب على القضاء وماقبل حتى توفي، ثم اختلفوا بعد ذلك فمنهم من يقول مات من الضرب وبعضهم قالوا سقي السم كما روينا.[2]

ائمہ ثقات اور حفاظ اثبات سے ظاہر اور مشہور روایات یہ ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کو عہدہ قضاء قبول نہ کرنے کی وجہ سے تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ لیکن آپ نے یہ عہدہ قبول نہیں کیا، یہاں تک کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ پھر ان ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی وفات کس وجہ سے ہوئی؟ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی وفات اس تشدد سے ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو زہر دی گئی جس سے آپ کا انتقال ہو گیا، جیسا کہ ہم نے روایات نقل کی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی تحقیق بھی یہی ہے کہ خلیفہ منصور نے آپ کو زہر دیا تھا، جس کے اثر سے آپ شہید ہو گئے۔ چنانچہ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

۱۔ کنوز الذھب فی تاریخ حلب (۹۱/۲)
۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۳۳۶)

وبلغنا ان المنصور سقاه السم فاسود و مات شہیدا رحمه الله.[1]

ہمیں یہ روایت پہنچی ہے کہ منصور نے آپ کو زہر دی، جس کے اثر سے آپ شہید ہو گئے۔ رَحِمَهُ الله

نیز لکھتے ہیں:

توفي شہید مسقیافی سنة خمسین ومائة.[2]

آپ ۱۵۰ھ میں زہر کے اثر سے شہادت کی موت سے سرفراز ہوئے۔

ذہبیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ:

وقد روی ان المنصور سقاه السم فمات شہیدا رحمه الله لقیامه مع ابراهیم.[3]

مروی ہے کہ خلیفہ منصور نے امام صاحب کو ابراہیمؒ کا ساتھ دینے کی وجہ سے زہر دیا تھا، جس کے اثر سے آپ نے شہادت کی موت پائی۔

امام موفق مکیؒ (م ۵۶۸ھ) اور امام یزید بن محمد ازدیؒ (م ۳۳۴ھ) نے نقل کیا ہے کہ آپ نے جب موت کے آثار محسوس کیے تو فوراً سجدہ میں گر گئے اور اپنی جان جانِ آفرین کے حوالہ کر دی۔[4]

اس طرح اس باضمیر مرد مجاہد اور عظیم بطلِ حریت نے اپنی جان تو دے دی لیکن باطل باوجود اپنی طاقت اور شان و شوکت سے لیس ہو کر بھی آپ کو اپنے سامنے جھکا نہ سکا۔ زندگی بھر حکمرانوں کی اذیتیں سہیں، مخالفین کی تکالیف برداشت کیں، معاصرین کی مخالفتیں اور بہتان تراشیاں جھیلیں، لیکن اپنے مشن سے نہیں ہٹے اور آخر کار مرکر ہی چھٹکارا پایا۔

جان دے ہی دی آج جگر نے پائے یار پہ
عمر بھر کی بے قراری کو قرار آ ہی گیا

غسل، جنازہ اور تدفین

حضرت امام صاحبؒ کا جب انتقال ہو گیا تو قاضی شہر اور مشہور محدث و فقیہ امام حسن بن

1. مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۳۰)
2. سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۴۰۲)
3. العبر (ج ۱ ص ۱۶۴)
4. مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۴۳)، البحثی تاریخ موصل (۱/۲۳۵).

www.besturdubooks.wordpress.com

عمارہؒ (م ۱۵۳ھ) نے آپ کو غسل دیا۔ اور غسل دینے کے بعد فرمایا:

رحمک اللہ لم تفطر منذ ثلاثین سنۃ ولم تتوسد یمینک باللیل منذ اربعین سنۃ، کنت افقہنا واعبدنا وازھدنا واجمعنا لخصال الخیر۔ [1]

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، آپ نے تیس سال سے افطار نہیں کیا اور نہ چالیس سال تک رات کو آرام کیا۔ آپ ہم سب سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ عبادت گزار، ہم سب سے زیادہ پرہیزگار اور تمام اچھی خصلتوں کے ہم سب سے زیادہ جامع تھے۔

غسل کے بعد آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور جنازے میں اس کثرت سے لوگ شریک ہوئے کہ بعض روایات میں ہے کہ پچاس ہزار لوگ شریک تھے، اور بعض روایات میں ہے کہ ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ تھی۔ لیکن اس کے بعد بھی جنازہ پڑھنے کے لیے آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا، یہاں تک کہ چھ دفعہ آپ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔

امام ابوسعد سمعانی شافعیؒ (م ۵۶۲ھ) نے لکھا ہے:

وصلی علیہ ست مرات من کثرۃ الزحام آخرھم صلی علیہ حماد۔ [2]

آپ کی نماز جنازہ لوگوں کے بہت زیادہ ہجوم کی وجہ سے چھ مرتبہ پڑھی گئی اور آخری دفعہ کی امامت آپ کے صاحبزادے امام حمادؒ نے کی۔

جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو آپ کی وصیت کے مطابق بغداد شہر کے مقبرہ خیزران میں دفن کیا گیا۔ کیونکہ یہی زمین آپ کی نظر میں طیب اور غیر مغصوب تھی، باقی سارا زمین خلیفہ نے جبراً لوگوں سے غصب کی تھی۔

جب منصور کو آپ کی اس وصیت کا پتہ چلا تو وہ پکار اٹھا:

من یعذرنی منک حیا ومیتا۔ [3]

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۱۳۷) ۲۔ ایضاً

۳۔ کتاب الانساب (ج ۲، ص ۲۹۰)

۴۔ مناقب ابی حنیفۃ للمکی (ص ۳۲۶)؛ الخیرات الحسان (ص ۱۳۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

اے ابوحنیفہ! آپ سے مجھے کون چھڑائے گا؟ آپ زندہ ہوں یا مرے ہوئے ہوں۔

ائمہ مسلمین کا آپ کی وفات پر آپ کو خراج تحسین

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے انتقال کی خبر جب دیگر ائمہ مسلمین کو پہنچی تو انہوں نے آپ کی وفات پر نہایت افسوس کا اظہار کیا اور آپ کی علمی خدمات پر آپ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ مثلاً امام ابن جریج مکی (م ۱۵۰ھ)، جو مشہور محدث اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، کو جب آپ کے انتقال کی خبر ہوئی تو انہوں نے اناللہ پڑھنے کے بعد فرمایا:

ای علم ذھب۔[۱]

کیسا علم جاتا رہا۔

نیز فرمایا: رحمہ اللہ، لقد ذھب معہ علم کثیر۔[۲]

اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہؒ پر رحم فرمائے، ان کی وفات سے بہت سا علم ان کے ساتھ چلا گیا۔

امیر المومنین فی الحدیث شعبہ بن حجاج (م ۱۶۰ھ) کو جب آپ کے انتقال کی خبر دی گئی تو وہ استرجاع پڑھنے کے بعد فرمانے لگے:

طُفِئی عن الکوفۃ نور العلم، اما انھم لا یرون مثلہ۔[۳]

کوفہ سے علم کا نور گل ہو گیا، اب کوفہ والے امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص نہیں دیکھیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ امام صاحبؒ کے انتقال کی خبر سن کر انہوں نے فرمایا:

لقد ذھب معہ فقہ الکوفۃ، تفضل اللہ علینا و علیہ برحمتہ۔[۴]

بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات سے کوفہ کا فقہ ان کے ساتھ رخصت ہو گیا، اللہ تعالیٰ ہم پر اور ان پر اپنے فضل اور اپنی رحمت کا معاملہ فرمائے۔

کوفہ کے جلیل القدر محدث اور مشہور ولی اللہ امام علی بن صالح بن حیؒ (م ۱۵۱ھ) نے آپ کی وفات پر فرمایا:

۱۔ تہذیب الکمال (ج ۱۹، ص ۱۰۸)؛ تہذیب التہذیب (ج ۵، ص ۶۳۰)

۲۔ الانتقاء (ص ۱۳۵) لابن عبدالبرؒ؛ مناقب الامام ابی حنیفہ و صاحبیہ (ص ۱۸) للذہبیؒ

۳۔ الخیرات الحسان (ص ۱۴۷)

۴۔ الانتقاء (ص ۱۲۶، ۱۲۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

ذهب مفتي العراق، ذهب افقه اهل الكوفة.[1]

عراق کا مفتی چل بسا، اہلِ کوفہ کا سب سے بڑا فقیہ رخصت ہوا۔

امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۹ھ) نے بھی اپنی تاریخ میں امام علی بن صالحؒ کا یہ مذکورہ بیان نقل کیا ہے۔[2]

حضرت امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) جب امام صاحبؒ کی وفات کے بعد آپ کی قبر پر حاضر ہوئے تو انھوں نے آپ کی جناب میں مدح سرائی کرتے ہوئے فرمایا:

يا ابا حنيفة رحمك الله مات ابراهيم النخعي وترك خلفا و مات حماد بن ابي سليمان وترك خلفا ومت يا ابا حنيفة ولم تترك على وجه الارض خلفاثم بكى بكاءً شديدا.[3]

اے ابوحنیفہؒ! اللہ آپ پر رحم کرے، ابراہیم نخعیؒ مرے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، حماد بن ابی سلیمانؒ مرے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، مگر اے ابوحنیفہؒ! آپ نے مرنے کے بعد روئے زمین پر اپنے جیسا شخص کوئی نہیں چھوڑا۔ اور یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔

قاضی بغداد امام حسن بن عمارہؒ (م ۱۵۳ھ) آپ کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمانے لگے:

كنت لنا خلفا ممن مضى وماتركت بعدك خلفا، ان خلفوك الى العلم الذى علمتهم لم يمكنهم ان يخلفوك في الورع الا بالتوفيق.[4]

اے ابوحنیفہؒ! آپ ہمارے لیے گزرے ہوئے لوگوں کے جانشین تھے، مگر آپ نے اپنے بعد اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔ اگر لوگ علم میں، جو آپ نے ہی ان کو سکھایا ہے، آپ کے جانشین ہو بھی جائیں، لیکن ان کے لیے یہ ممکن نہیں کہ وہ ورع و تقویٰ میں آپ کے جانشین بن سکیں مگر یہ کہ اللہ کی توفیق ان کو شاملِ حال ہو۔

1۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۲ ج۱) امام ابن عبدالہادی المقدسی الحنبلی
2۔ عقود الجمان (ص ۲۰۳)
3۔ مناقب ابی حنیفہ للمکی (ج ۱ ص ۳۰۰)، الخیرات الحسان (ص ۱۵۰)
4۔ الخیرات الحسان (ص ۱۴۵)، عقود الجمان (ص ۲۳۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی اولاد واحفاد

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی اولاد و احفاد

امام صاحبؒ کی اولاد سے متعلق تفصیلی معلومات نہیں ملتیں، البتہ تاریخ اور مناقب کی کتب سے اتنا پتہ چلتا ہے کہ جب آپ کی وفات ہوئی تو آپ کے صاحبزادے امام حمادؒ (م ۱۷۶ھ) کے علاوہ آپ کی کوئی اور اولاد نہیں تھی۔ چنانچہ امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

ولم یخلف غیر ولده حماد.[1]

آپ نے سوائے حماد کے کوئی اولاد نہیں چھوڑی۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) لکھتے ہیں:

وولد حماد بن ابی حنیفة ولیس له غیره و لحماد اعقاب.[2]

امام ابوحنیفہؒ کی حماد بن ابی حنیفہؒ کے علاوہ اور کوئی اولاد نہیں تھی، جب کہ حمادؒ کی آگے اولاد موجود ہے۔

امام حمادؒ "الولد سر لابیه" کے صحیح مصداق اور علم اور ورع و تقویٰ میں اپنے والد ماجد کے پرتو تھے۔ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وابنه الفقیه حماد بن ابی حنیفة: کان ذا علم و دین و صلاح و ورع تام. لما توفی والده کان عنده و دائع کثیرة واهلها غائبون. فنقلها حماد الی الحاکم لیتسلمها فقال: بل دعها عندک، فانک اهل، فقال زنها واقبضها حتی تبرأ منها ذمة الوالد ثم افعل ماتری: ففعل القاضی ذلک، بقی فی وزنها و حسابها ایاما، واستتر حماد فما ظهر حتی اودعها القاضی عند امین.

---

[1] عقود الجمان (ص ۱۶۰)؛ الخیرات الحسان (ص ۱۹۰)

[2] معرفت علوم الحدیث (ص ۹۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

توفی حماد سنۃ ست و سبعین و مائۃ کھلاً، لہ روایۃ عن ابیہ وغیرہ، حدث عنہ ولدہ الامام اسماعیل بن حماد قاضی البصرۃ۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کے بیٹے فقیہ حمادؒ بن ابی حنیفہؒ عالم، دیندار، صالح اور اعلیٰ درجے کے پرہیزگار تھے۔ جب ان کے والد (امام ابوحنیفہؒ) کا انتقال ہوا تو ان کے پاس لوگوں کی بہت سی امانتیں پڑی ہوئی تھیں، جن کے مالک غائب تھے۔ امام حمادؒ ان امانتوں کو حاکم کے پاس لے گئے تاکہ وہ ان کو ان کے مالکوں تک پہنچا دے۔ حاکم نے آپ سے کہا کہ آپ ان کو اپنے پاس ہی رہنے دیں کیونکہ آپ اس کے حقدار ہیں۔ آپ نے فرمایا، ان چیزوں کا وزن کراؤ اور ان کو اپنے قبضہ میں لے لو، تاکہ میرے والد ان سے بری الذمہ ہو جائیں۔ پھر آپ جو مناسب سمجھیں وہ کریں۔ چنانچہ قاضی نے ایسا ہی کیا اور ان چیزوں کا وزن کرتے اور ان کو شمار کرنے میں کئی دن لگے۔ اس دوران امام حمادؒ روپوش ہو گئے، اور اس وقت تک ظاہر نہیں ہوئے جب تک قاضی نے یہ امانتیں کسی دوسرے امین کے پاس نہ رکھوا لیں۔

امام حماد نے ۱۷۶ھ میں جوانی کی عمر میں انتقال کیا اور اپنے والد ماجد اور دیگر محدثین سے روایت حدیث کی ہے، جبکہ ان سے ان کے لڑکے امام اسمٰعیلؒ بن حمادؒ جو بصرہ کے قاضی رہے، روایت کرتے ہیں۔

امام حمادؒ کے امام اسمٰعیلؒ کے علاوہ تین اور لڑکے: ابوحیانؒ، عثمانؒ اور عمرؒ بھی تھے۔[2]

مولانا شبلی نعمانی مرحوم لکھتے ہیں:

امام صاحب کی روحانی اولاد تو آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے اور شاید چھ سات کروڑ (اب یہ تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔ ناقل) سے کم نہ ہوگی، لیکن ان کی جسمانی اولاد بھی جا بجا موجود ہے، خود ہندوستان میں متعدد خاندان ہیں جن کا سلسلۂ نسب امام تک پہنچتا ہے اور خدا کے فضل سے علم کا جوہر بھی نسلاً بعد نسلٍ ان کی میراث میں چلا آتا ہے۔[3]

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۴۰۳)

۲۔ الفہرست (ص ۲۵۶) لابن الندیم

۳۔ سیرت النعمان (ص ۵۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کے مولد و مسکن کوفہ کا تعارف

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کے مولد ومسکن کوفہ کا تعارف

کوفہ حضرت امام صاحبؒ کا مولد ومسکن ہے۔ اسی شہر کی درسگاہوں سے آپ نے اپنی طلب علمی کی ابتدا کی اور یہیں مقیم رہ کر اپنی تعلیم کا بیشتر حصہ مکمل کیا۔ پھر یہاں سے ہی درس و تدریس کا آغاز کیا اور آپ کی گرفتاری تک آپ کا حلقہ درس زیادہ تر یہیں قائم رہا۔ اسی طرح آپ کے مناظرے، علمی بحث ومباحثے اور دیگر اہم واقعات بھی زیادہ تر یہیں کوفہ میں ہی پیش آئے۔

نیز آپ کے اکثر اساتذہ ومشائخ کا تعلق بھی اسی شہر سے تھا۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شہر کوفہ کا علمی تعارف پیش کیا جائے۔

کوفہ کی بناء وتعمیر

کوفہ قدیم بلاد اسلامیہ میں سے ایک مشہور اور عظیم الشان شہر ہے جو کہ ملک عراق میں دریائے فرات کے کنارے واقع ہے۔

محرم ۱۷ھ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فاتح عراق نے حضرت عمرؓ کے حکم سے اس شہر کی بنیاد رکھی۔ حضرت عمرؓ کو یہ شہر تعمیر کرانے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مدائن میں جو صحابہؓ اور دیگر عرب آباد تھے، ان کو وہاں کی آب وہوا موافق نہیں آئی۔ نیز وہاں بہت زیادہ گرد وغبار ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کے رنگ خراب ہونے لگے اور جسموں میں کمزوری آنے لگی۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو، جو کہ خود بھی اس وقت مدائن میں مقیم تھے، خط لکھا کہ ان لوگوں کے لیے ایک نیا شہر بساؤ، جو ان کے رہن سہن کے لیے مناسب ہو۔

حضرت سعدؓ کو حضرت عمرؓ کا جب یہ خط ملا تو انہوں نے حضرت حذیفہؓ اور حضرت سلمان بن زیادؓ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ اس نئے شہر کے لیے مناسب جگہ کا انتخاب کریں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے اس کے لیے کوفہ کی زمین کو پسند کیا اور اس جگہ کے متعلق ساری تفصیل لکھ کر حضرت سعدؓ کو روانہ کی۔ حضرت سعدؓ کی طرف سے منظوری مل جانے کے بعد محرم ۱۷ھ کو اس کی بنیاد رکھی

www.besturdubooks.wordpress.com

گئی۔ سب سے پہلے شہر کے بالکل وسط میں ایک مسجد تعمیر کی گئی اور پھر اس کے ارد گرد کچے مکانات بنائے گئے۔ لیکن اثنائے سال جب وہ آگ کی تباہ کاریوں کا شکار ہو گئے تو حضرت عمرؓ کے حکم سے ان کی جگہ پختہ مکانات تعمیر کیے گئے اور شہر میں نہایت چوڑی اور عمدہ سڑکیں اور گلیاں بنائی گئیں اور ایک خوبصورت بازار بنایا گیا، جس کے قریب حضرت سعدؓ نے قصر حکومت تعمیر کروایا۔ غرض کوفہ ایک خوبصورت اور تمام آسائش سے مزین شہر تعمیر ہوا۔ پھر پورے عرب سے فصحاء اور بلغاء لوگوں کو یہاں لا کر آباد کیا گیا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں کوفہ ایک عرب خطہ میں تبدیل ہو گیا اور اس کا شمار عالم اسلام کے بڑے اور عظیم الشان شہروں میں ہونے لگا۔[۱]

کوفہ میں مسلمانوں کی کثرت اور دینی ترقی کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امام ابو سعد سمعانی (م ۵۶۲ھ) نے حافظ کبیر امام ابن عقدہؒ (م ۳۳۲ھ) سے بسند متصل نقل کیا ہے کہ:

ادرکت بالکوفة اربعة آلاف مسجد، فی کل مسجد مؤذن و مقرئ.[۲]

میں نے کوفہ میں چار ہزار مساجد دیکھی ہیں، اور ہر مسجد میں مؤذن اور قاری مقرر تھے۔

نیز حافظ ابن ناصر الدین دمشقی (م ۸۴۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

و کان عمر رضی اللہ عنہ اعد فی کل مصر خیلا کثیرة للجهاد، فکان بالکوفة اربعة آلاف فرس معدة لعدو یدهمهم.[۳]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہر شہر میں بڑی کثرت سے گھوڑے جہاد کے لیے تیار کیے ہوئے تھے، چنانچہ صرف کوفہ میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت دشمن کو خشمگین اور وحشت زدہ کرنے کے لیے تیار رہتے تھے۔

کوفہ میں صحابہ کرامؓ کا ورود مسعود

سرزمین کوفہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہاں بہت بڑی تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ

۱۔ مذکورہ معلومات فتوح البلدان للبلاذری (ص ۲۷۴-۲۷۵) اور البدایہ والنہایہ لابن کثیر (ج ۵/ ۱۲۸-۱۳۹) وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔

۲۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی (ص ۴۴۲)۔

۳۔ توضیح المشتبہ (۶۲/۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

وسلم کے صحابہ کرام جن میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ بھی شامل ہیں تشریف فرما ہوئے۔

شیخ الاسلام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے کوفہ کے تعارف میں لکھا ہے:

نزلها جماعة من كبار الصحابة.[۱]

کوفہ میں کبار صحابہؓ کی ایک پوری جماعت آکر ٹھہری ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

والكوفة نزلها مثل ابن مسعود و عمار بن ياسر و علي بن ابي طالب و خلق من الصحابة.[۲]

کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ جیسے جلیل القدر حضرات، نیز صحابہ کرامؓ کی ایک خلقت آکر فروکش ہوئی۔

حافظ ابوبشر دولابیؒ (م ۳۱۰ھ) نے اپنی سند متصل کے ساتھ جلیل القدر تابعی اور مشہور محدث امام قتادہؒ (م ۱۱۸ھ) کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

نزل الكوفة الف و خمسون رجلا من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم واربعة و عشرون من اهل بدر.[۳]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ میں سے ایک ہزار پچاس اشخاص اور چوبیس وہ صحابہؓ جو جنگ بدر میں آپ کے ہمرکاب رہے تھے، کوفہ تشریف لائے۔

حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے بھی امام قتادہؒ (م ۱۱۸ھ) کا مذکورہ قول نقل کیا ہے۔[۴]

امام قتادہؒ تو کوفہ میں جو صحابہ تشریف لائے ان کی تعداد یہ بتلاتے ہیں لیکن دیگر مورخین نے ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ذکر کی ہے۔ مثلاً امام ابوالحسن احمد بن عبداللہ عجلیؒ (م ۲۶۱ھ)، جو بقول حافظ عباس دوریؒ (م ۲۷۱ھ) علمی کمالات میں امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ کے

۱۔ الاستذکار شرح الموطا (۸/۵۳۰) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ (ص ۲۹۸) طبع دار ابن کثیر، دمشق، الامصار ذوات الآثار (ص ۲۸) ... (ص ۱۳۹) طبع دار الکتاب العربی، بیروت

۳۔ الکنی والاسماء (ج ۱ ص ۲۹۵) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (ج ۳ ص ۱۰۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم پایہ تھے، نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے:

نزل الكوفة الف و خمسمائة من الصحابة.[۲]

کوفہ میں پندرہ سو صحابہ کرامؓ جلوہ افروز ہوئے۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے تابعی کبیر امام ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

هبط الكوفة ثلاثمائة من اصحاب الشجرة وسبعون من اهل بدر.[۳]

کوفہ میں تین سو وہ صحابہؓ جو بیعت رضوان میں شریک تھے اور ستر بدری صحابہؓ

تشریف فرما ہوئے۔

محدث کبیر امام ابوعبداللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵ھ) نے اپنی کتاب "معرفت علوم الحدیث" کی انچاسویں نوع میں ان مشہور صحابہ کرام کے اسماء ذکر کیے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ منورہ سے دیگر شہروں کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے ابتداء ان صحابہ کے ناموں سے کی ہے جو مدینہ منورہ سے کوفہ آ کر فروکش ہوئے اور سب سے زیادہ تعداد بھی انہوں نے یہیں آنے والوں کی ذکر کی ہے۔ چنانچہ وہ ایسے تقریباً پچاس مشہور صحابہ کرام کے اسماء مع ولدیت ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهؤلاء اكثرهم بالكوفة دفنوا.[۴]

ان میں سے اکثر صحابہؓ کوفہ میں ہی مدفون ہوئے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ.

مشہور غیر مقلد ادیب مولانا محمد حنیف ندویؒ "کوفہ" کے تعارف میں لکھتے ہیں:

جب عراق فتح ہوا تو صحابہ کی کثیر تعداد نے حضرت عمر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ کے زمانے میں کوفے کا قصد کیا۔ جس میں ایک روایت کے مطابق تین سو صحابہ وہ تھے جن کو اَصْحَابُ الشَّجَرَة کے پُرفخر لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اور ستر وہ تھے جنہوں نے غزوہ بدر میں شرکت کی۔ ان میں سعد بن ابی وقاصؓ، سعید بن

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/۱۰۸)

۲۔ فتح القدیر شرح ہدایہ (۱/۹۱) لابن الہمام طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۔ الطبقات الکبریٰ (۶/۹) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۲۴۹) طبع دار احیاء العلوم، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

زیدؓ، عمرو بن فضیلؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ جیسے جلیل القدر صحابہ کے اسمائے گرامی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔[۱]

امام ابراہیم بن محمد ثقفیؒ (م ۲۸۳ھ) جو محدث، مورخ اور فقیہ ہیں، نے کوفہ کی فضیلت اور اس میں تشریف لانے والے صحابہ کرامؓ سے متعلق ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے، جس کا نام "فَضْلُ الْکُوْفَةِ وَمَنْ نَزَلَهَا مِنَ الصَّحَابَةِ" ہے۔[۲]

حضرت ابن مسعودؓ کی کوفہ میں بطور صدر مدرّس تقرری

جب کوفہ کی تعمیر ہوئی تو حضرت عمرؓ نے وہاں کے لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے فقہاء صحابہ کی ایک جماعت کوفہ روانہ کی اور اس جماعت کے صدر مدرّس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو منتخب فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان صحابہ میں سے ہیں جو "وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" میں شمار ہوتے ہیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

اسلام قبول کرنے والوں میں میرا نمبر چھٹا ہے۔[۳]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں حضرت ابن مسعودؓ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا:

رضیتُ لِاُمّتی ما رضی لها ابن ام عبد.[۴]

میں اپنی امت کے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو ابن ام عبد (یہ حضرت ابن مسعود کی کنیت ہے) ان کے لیے پسند کرتے ہیں۔

رازدارِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حذیفہ بن یمان رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ سے کسی نے پوچھا کہ تمام صحابہؓ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عادات میں اور چال ڈھال میں سب سے زیادہ قریبی کون ہے کہ ہم ان سے علم حاصل کریں؟ حضرت حذیفہؓ نے جواب میں فرمایا:

۱۔ مطالعہ حدیث (ص ۵۶)، طبع علم و عرفان پبلشرز، لاہور
۲۔ معجم المولفین (۹۵/۱)، طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت
۳۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۳، ص ۳۵۰)۔
۴۔ ایضاً (۳۵۹/۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

ما اعرف احدًا اقرب سمتا وهديا و دلا بالنبى صلّى الله عليه وسلّم من ابن ام عبد.[1]

میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جو نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے عادات میں اور چال ڈھال میں ابن ام عبد (حضرت ابن مسعودؓ) سے زیادہ قریبی ہو۔

حضرت ابومسعود عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما ارى رجلا اعلم بما انزل على محمد صلّى الله عليه وسلّم من عبدالله بن مسعود.[2]

میں کسی شخص کو نہیں جانتا جو حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر اُترے ہوئے دین کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ جانتا ہو۔

- امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ جب حضرت ابن مسعودؓ کو دیکھتے تو فرماتے:

كُنيف ملئى علما، كنيف ملئى علما.[3]

یہ علم سے بھرا ہوا برتن ہے، یہ علم سے بھرا ہوا برتن ہے۔

حضرت عمرؓ نے جب حضرت ابن مسعودؓ کو صدر مدرّس اور وزیر اور حضرت عمار بن یاسرؓ کو امیر بنا کر کوفہ روانہ کیا تو اہل کوفہ کے نام اپنے خط میں لکھا:

اِنّی قد بعثت الیکم عمار بن یاسر امیرًا، وعبدالله بن مسعود معلما و وزیرًا وهما من النجباء من اصحاب محمد صلّى الله عليه وسلّم من اهل بدر فاقتدوا بهما واسمعوا، قد آثرتكم بعبدالله بن مسعود على نفسى.[4]

میں تمہاری طرف حضرت عمار بن یاسرؓ کو بطور امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو بطور مدرّس اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں حضرات رسول اللہ صلّی اللہ علیہ

۱۔ صحیح البخاری، رقم الحدیث (۳۷۶۲)

۲۔ المستدرک (ج ۳ ص ۳۱۷)

۳۔ ایضاً (ج ۳ ص ۳۱۰) نیز التاریخ الکبیر (۷/۹۷) لابن ابی خیثمہ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۴) ترجمہ حضرت ابن مسعودؓ

www.besturdubooks.wordpress.com

وسلم کے معزز ترین بدری صحابہ میں سے ہیں۔ تم ان دونوں کی پیروی کرنا اور ان کے حکم کو بجالانا۔ میں نے عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہارے پاس بھیج کر تمہیں اپنے اوپر ترجیح دی ہے۔

یعنی حضرت ابن مسعودؓ جیسے علمی شخص کی تو مجھے بھی ضرورت تھی کہ میں انہیں اپنے پاس مدینہ منورہ رکھتا لیکن پھر بھی میں ان کو تمہارے پاس بھیج کر تمہاری ضرورت کو اپنی ضرورت پر ترجیح دے رہا ہوں۔

حضرت عمرؓ کے اس جملے سے اندازہ کیجیے کہ حضرت عمرؓ کی نظر میں حضرت ابن مسعودؓ کا علمی مقام کتنا بلند تھا؟ اور پھر آپ کی اہل کوفہ سے کس قدر محبت تھی کہ ان کی ضروریات کو اپنی ضروریات پر ترجیح دے رہے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی حضرت عمرؓ کی ان توقعات پر پورے اترے، چنانچہ آپ کوفہ کی تعمیر سے لے کر حضرت عثمانؓ کے اخیر دور تک یہیں رہ کر اہل کوفہ کو قرآن وسنت اور فقہ کی تعلیم دینے میں مصروف رہے اور اپنے ساتھیوں، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور دیگر صحابہؓ کی معیت میں دن رات محنت کر کے کوفہ کو فقہاء اور محدثین سے بھر دیا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

وبعثه الى اهل الكوفة ليقرئهم القرآن ويعلمهم الشرائع والاحكام، فبث عبد الله فيهم علما كثيرا، و فقه منهم جمعا غفيرا[1]

حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کو کوفہ روانہ کیا تاکہ وہ اہل کوفہ کو قرآن پڑھائیں اور ان کو شریعت اور احکام کی تعلیم دیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان (اہل کوفہ) میں بہت زیادہ علم پھیلایا اور ان کی ایک بہت بڑی تعداد کو فقیہ بنا دیا۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

---

[1] تاریخ بغداد، ج ۱ ص ۱۵۸

www.besturdubooks.wordpress.com

انتقل الی الکوفة بامر عمر رضی اللہ عنہ و نشربہا الفقہ والعلم والسنة وکثر اصحابہ.[۱]

حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے کوفہ منتقل ہو گئے اور وہاں آپ نے فقہ، علم اور سنت کو پھیلایا اور وہاں آپ کے بکثرت شاگرد ہوئے۔

محدث کبیر علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں:

فابن مسعود ھذا عنی بتفقیہ اھل الکوفة، وتعلیمھم القرآن من سنة بناء الکوفة الی اواخر خلافة عثمان رضی اللہ عنہ، عنایة لامزید علیھا، الی ان امتلأت الکوفة بالقراء والفقھاء المحدثین، بحیث ابلغ بعض ثقات اھل العلم عدد من تفقہ علیہ وعلی اصحابہ نحو اربعة آلاف عالم.[۲]

حضرت ابن مسعودؓ بنائے کوفہ سے لے کر حضرت عثمان غنیؓ کے اخیر دور تک اہل کوفہ کو فقیہ بنانے اور ان کو قرآن کی تعلیم دینے میں ہمہ تن مشغول رہے یہاں تک کہ کوفہ کو قراء اور فقہاء محدثین سے بھر دیا۔ اور بقول بعض ثقہ علماء "کوفہ میں جن لوگوں نے آپ سے اور آپ کے ساتھیوں سے فقہ کی تعلیم حاصل کی ان کی تعداد تقریباً چار ہزار ہے۔"

مولانا محمد حنیف ندویؒ غیر مقلد رقمطراز ہیں:

کوفہ کے نام کو حضرت عبداللہ بن مسعود اور ان کے تلامذہ نے زیادہ روشن کیا اور ان کے چشمہ فیض سے جو لوگ سیراب ہوئے ان میں الربیع بن خیثم، کمیل بن زیاد النخعی، شعبی، سعید بن جبیر، ابراہیم النخعی، ابو اسحاق السبیعی، اور عبدالملک بن عمیر وغیرہ ایسے شیوخ و محدثین نے زیادہ شہرت حاصل کی۔ دوسری اور تیسری ہجری میں یہ فقہ و تکمین (فنون) کا اہم مرکز قرار پایا۔[۳]

۱۔ کتاب الانساب (ج ۳، ص ۵۰۲)

۲۔ فقہ اہل العراق و حدیثہم (ص ۵۲) طبع دار البشائر ۲۰۰۰ء

۳۔ مطالعہ حدیث (ص ۵۶، ۵۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنی وفات سے کچھ دن پہلے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے اور وہیں ۳۲ھ میں انتقال فرمایا اور اسی پاک سرزمین میں مدفون ہوئے۔

ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

حضرت ابن مسعودؓ تو دنیا سے رخصت ہو گئے لیکن آپ کے شاگرد آپ کی وفات کے بعد بھی آپ کی مسند علمی کو مسلسل آباد کیے رہے، یہاں تک کہ جب حضرت علی المرتضیٰؓ کوفہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ لوگوں میں "تفقّہ فی الدِّین" پیدا کر رہے ہیں اور جامع مسجد کوفہ میں تقریباً چار سو دوا تیں پڑی ہوئی ہیں جن سے طالب علم کتابت علم میں مصروف ہیں۔ حضرت علیؓ کوفہ میں یہ علمی منظر دیکھ کر بہت مسرور ہوئے اور فرمانے لگے:

لقد ترک ابن ام عبد یعنی ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ ھؤلاء سرج ھذہ القریۃ.[1]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس شہر والوں کو علم کے چراغ بنا کر چھوڑا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا:

رحم اللّٰہ ابن ام عبد، قد ملأ ھذہ القریۃ علما.[2]

اللہ تعالیٰ ابن ام عبد (عبداللہ بن مسعود) پر رحم فرمائے کہ انہوں نے اس شہر کو علم سے بھر دیا ہے۔

تابعی کبیر حضرت سعید بن جبیرؒ (م ۹۴ھ) بھی فرماتے ہیں کہ:

کان اصحاب عبداللّٰہ سرج اھل ھذہ القریۃ، یعنی الکوفۃ.[3]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ اس شہر کوفہ والوں کے لیے چراغ ہیں۔

نیز مشہور محدث امام ابو نعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے بھی حضرت ابن مسعودؓ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

اصحابہ سرج القریۃ و املاؤھا.[4]

۱- مناقب الامام ابی حنیفہ (ص ۳۰) للامام الموفق۔ ۳- فقہ اہل العراق وحدیثہم (ص ۵۴)۔

۲- التاریخ الکبیر (۲/۱۵۳) لابن ابی خیثمہ؛ تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی (ج۱/ص ۲۴۴)۔

۴- حلیۃ الاولیاء (۱/۱۳۳)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ اس شہر (کوفہ) کے چراغ اور بلند پایہ اہل علم ہیں۔

باب العلم حضرت علی المرتضیٰؓ کی کوفہ آمد

خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، جن کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بَابُ الْعِلْم (علم کا دروازہ) کے عظیم خطاب سے نوازا گیا، آپ جب ۳۵ھ میں عہدہ خلافت پر جلوہ افروز ہوئے تو حالات کی ناسازگاری کی وجہ سے آپ کو اپنا دار الخلافہ مدینہ منورہ سے کوفہ منتقل کرنا پڑا اور آپ خود بھی مستقل طور پر یہیں کوفہ منتقل ہو گئے۔ اس طرح سرزمین کوفہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضرت علیؓ نے اپنی خلافت کے چار سال یہیں بسر کیے۔

آپ کی کوفہ آمد سے کوفہ کی علمی افق پر چار چاند لگ گئے اور آپ کے بارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا تھا:

وَاَقْضٰھُمْ عَلِیٌّ[1]

لوگوں میں سب سے بہتر فیصلہ کرنے والے حضرت علیؓ ہیں۔

اس نبوی پیشین گوئی کے صحیح مصداق آپ کوفہ میں بنے، کیونکہ جیسے آپ کی فقہ اور علمی قیاسات زیادہ تر یہیں کوفہ میں پھیلیں، ایسے ہی آپ کے اکثر قضایا اور فیصلے بھی یہیں کوفہ میں صادر ہوئے۔

مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) ارقام فرماتے ہیں:

کان اغلب قضایاہ بالکوفۃ۔[2]

حضرت علیؓ کے اکثر فیصلے کوفہ میں صادر ہوئے۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) تحریر کرتے ہیں:

وانما غالب علمہ فی الکوفۃ۔[3]

بے شک حضرت علیؓ کا زیادہ تر علم کوفہ میں ہی پھیلا۔

نیز حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں:

وانما ظھر علم علی وفقھہ فی الکوفۃ بحسب مقامہ فیھا عندھم

۱۔ سنن ابن ماجہ رقم الحدیث (۱۵۴)

۲۔ حجۃ اللہ البالغۃ (ج ۱ ص ۱۴۳) طبع نور محمد کتب خانہ کراچی

۳۔ منہاج السنۃ (۱۳۹/۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

مدة خلافته.[۱]

بے شک حضرت علیؓ کا علم اور آپ کی فقہ کوفہ میں اسی قدر ظاہر ہوئی جتنا کہ آپ نے اپنی مدتِ خلافت میں اہلِ کوفہ کے ہاں قیام کیا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی کوفہ آمد سے یہاں بہت علمی ترقی ہوئی۔ لیکن یہ بات بالکل غلط ہے کہ آپ کی کوفہ آمد سے یہاں علم کی بنیاد پڑی ہے، جیسا کہ روافض کا نظریہ ہے، کیونکہ آپ کی آمد سے پیشتر ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ جن کو حضرت عمرؓ نے تعلیم دین کے لیے کوفہ روانہ کیا تھا، وہ اس سرزمین کوفہ کو اپنے علم سے خوب سیراب کر چکے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) ہی لکھتے ہیں:

ولما ذهب الى الكوفة كان اهل الكوفة قبل ان ياتيهم قد اخذ الدين عن سعد بن ابي وقاص و ابن مسعود و حذيفة وعمار و ابي موسى وغيرهم من ارسله عمر الى الكوفة.[۲]

جب حضرت علیؓ کوفہ تشریف لے گئے تو اہل کوفہ آپ کی آمد سے پہلے ہی حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت حذیفہؓ حضرت عمار بن یاسرؓ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور دیگر صحابہؓ جن کو حضرت عمرؓ نے کوفہ بھیجا تھا، سے علم حاصل کر چکے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

فان اهل الكوفة التي كانت داره كانوا قد تعلموا الايمان والقرآن و تفسيره والفقه والسنة من ابن مسعود وغيره قبل ان يقدم على الكوفة.[۳]

بے شک کوفہ، جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا دارالخلافہ تھا، وہاں کے لوگ آپ کی آمد سے پیشتر ہی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ سے ایمان، قرآن، تفسیر القرآن، فقہ اور سنت کا علم سیکھ چکے تھے۔

۱۔ ایضاً (۴/۱۴۲) ۲۔ ایضاً (۴/۱۵۷)
۳۔ ایضاً (۴/۱۴۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

اہلِ کوفہ کا فضل و کمال

سرزمین کوفہ کو صحابہ کرامؓ (جو بہت بڑی تعداد میں یہاں تشریف لائے) کی قدم بوسی کا جو شرف حاصل ہوا، اس کی برکت سے کوفہ اور اہلِ کوفہ نے وہ ترقی کی اور اُن کو وہ فضیلت اور مقام حاصل ہوا کہ حضرت عمرؓ جیسے شخص جب اہلِ کوفہ کو خط لکھتے تھے تو اُن کو اس عنوان سے مخاطب ہوتے:

فانتم راس العرب و جمجمتها.[1]

تم عرب کا دماغ اور اُن کے سر کی چوٹی ہو۔

حضرت عمرؓ کوفہ کے بارے میں یہ بھی فرماتے تھے کہ:

بالکوفة وجوه الناس.[2]

کوفہ میں بڑے بڑے لوگ ہیں۔

اور کبھی ان کو رَاسُ الْاِسْلَام (اسلام کا سر) کہہ کر خطاب کرتے۔

نیز آپ کوفہ کو رُمحُ الله (اللہ کا نیزہ) اور کنز الایمان (ایمان کا خزانہ) قرار دیتے تھے۔[3]

حضرت علی المرتضیٰؓ بھی کوفہ کے بارے میں جمجمة الاسلام (اسلام کی چوٹی)، کنز الایمان (ایمان کا خزانہ)، سیف اللہ (اللہ کی تلوار) اور رمح اللہ (اللہ کا نیزہ) جیسے القاب استعمال فرماتے تھے۔[4]

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں:

الکوفة قبة الاسلام واهل الاسلام.[5]

کوفہ اسلام اور مسلمانوں کا قبہ ہے۔

شارح حدیث امام ابوزکریا ابن شرف النوویؒ (م ۶۷۶ھ) کوفہ کے متعلق رقمطراز ہیں:

۱۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۳ ص ۲۰۵)

۲۔ التاریخ الکبیر (۳/۲۲۹) للامام ابن ابی خیثمة

۳۔ الطبقات الکبری (۶/۸) لابن سعد، فتوح البلدان (ص ۲۷۵) للبلاذری

۴۔ ایضاً

۵۔ ایضاً

www.besturdubooks.wordpress.com

وهي دار الفضل و محل الفضلاء.[1]

کوفہ فضیلت کا گھر اور اہلِ فضل کا محل ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) کوفہ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وكان بها العلماء والعباد والفضلاء واهل الادب، والفقهاء واهل العلم.[2]

کوفہ علماء، عابدین، فضلاء، اُدباء، فقہاء اور اہلِ علم کا مسکن تھا۔

علامہ ابن عابدین شامیؒ (م ۱۲۵۲ھ) نے امام مجد الدین فیروز آبادی (م ۸۱۷ھ) صاحب قاموس کا ''کوفہ'' کے متعلق یہ بیان نقل کیا ہے:

مدينة العراق الكبرى وقبة الاسلام ودار هجرة المسلمين.[3]

کوفہ عراق کا بڑا شہر، اسلام کا قبہ اور مسلمانوں کی ہجرت گاہ ہے۔

اہلِ کوفہ کی علمی برتری

کوفہ میں صحابہ کرامؓ کے ورود کی برکت سے اس کو علمی طور پر بھی تمام بلادِ اسلامیہ پر برتری رہی ہے اور یہ شہر اپنی بناء سے لے کر تعمیر بغداد تک تمام علوم (قراءت، تفسیر، حدیث، فقہ وغیرہ) اور تمام فنون (لغت، صرف، نحو وغیرہ) کا سب سے بڑا مرکز خیال کیا جاتا تھا۔ چنانچہ قراءت کے جو سات بڑے ائمہ (۱) عاصم بن ابی النجود اسدیؒ (م ۱۲۷ھ)، (۲) حمزہ بن حبیب الزیات التیمیؒ (م ۱۵۸ھ)، (۳) ابوالحسن علی بن حمزہ کسائیؒ (م ۱۸۹ھ)، (۴) عبداللہ بن کثیر القرشی مکیؒ (م ۱۲۰ھ)، (۵) نافع بن عبدالرحمٰن مولیٰ یعوث بن شعیب لیثی مدنیؒ (م ۱۶۹ھ)، (۶) عبداللہ بن عامر الیحصبی الدمشقیؒ (م ۱۱۸ھ)، (۷) ابوعمرو بن علاء المقری بصریؒ (م ۱۵۴ھ) گزرے ہیں، ان میں سب سے زیادہ یعنی اول الذکر تینوں ائمہ کوفہ کے رہنے والے تھے، باقی مکہ، مدینہ، دمشق اور بصرہ میں صرف ایک ایک امام گزرے ہیں۔

تفسیر میں بھی کوفہ کو برتری حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ)، جو کوفہ

---

[1] شرح صحیح مسلم (۲/۱۳۲) طبع دار الفکر، بیروت

[2] الاستذکار (۸/۲۰۵)

[3] رد المحتار المعروف بفتاویٰ الشامی (۲۲/۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

کے رہنے والے تھے، ان کے بارے میں امام قتادہؒ (م ۱۱۸ھ)، جو ایک جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں:

وکان سعید بن جبیر اعلمهم بالتفسیر۔[1]

تمام تابعین میں حضرت سعید بن جبیرؒ تفسیر کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں کو، جو کہ کوفی ہیں، أعلَمُ النّاسِ بالتفسیر (لوگوں میں تفسیر کو سب سے زیادہ جاننے والے) قرار دیا ہے۔[2]

فقہ میں اہلِ کوفہ کو جو برتری حاصل ہے وہ تو کسی شک وشبہ سے بالا ہے، چنانچہ امام اعظم ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کوفہ کو "مَعدنُ العلمِ وَالفِقه" (علم اور فقہ کی کان) فرماتے ہیں۔[3]

محدث شہیر امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

من اراد المغازی فالمدینة ومن اراد المناسک فمکة ومن اراد الفقه فالکوفة۔[4]

جو شخص علمِ مغازی (جنگوں کے حالات) جاننا چاہتا ہے اس کے لیے مدینہ منورہ ہے، جو حج کے مسائل معلوم کرنا چاہتا ہے اس کے لیے مکہ مکرمہ ہے، اور جو فقہ سیکھنا چاہتا ہے اس کے لیے کوفہ ہے۔

علامہ یاقوت حمویؒ (م ۶۲۶ھ) نے کوفہ کے ذکر میں امام سفیان بن عیینہؒ کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

خذوا المناسک عن اهل مکة و خذوا القراءة عن اهل المدینة وخذوا الحلال والحرام عن اهل الکوفة۔[5]

حج کے مسائل اہلِ مکہ سے، قرأت اہلِ مدینہ سے، اور حلال وحرام کا علم اہلِ کوفہ

۱۔ الاتقان فی علوم القرآن (ج ۲/ص ۳۷۷) للامام السیوطیؒ طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت
۲۔ ایضاً (۲/۳۷۷)
۳۔ مناقب الامام ابی حنیفہ (ص ۱۵۲) للمکی
۴۔ ایضاً (ص ۲۱۱)
۵۔ معجم البلدان (۴/۱۰۳) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

سے حاصل کرو۔

حافظ ابن عساکرؒ (م ۵۷۱ھ) نے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

تم نماز کے مسائل اہل مدینہ سے، مناسک حج اہل مکہ سے اور غزوات کے حالات اہل شام سے اور فقہ اہل کوفہ سے حاصل کرو[1]

امام ابن ابی خیثمہؒ (م ۲۷۹ھ) نے اپنے استاذ سلیمان بن ابی شیخؒ کا قول نقل کیا ہے کہ:

كان يقال: لاتمار اهل المدينة في المغازي، ولا اهل الكوفة في الرأي، ولا اهل مكة في المناسك.[2]

کہا جاتا ہے کہ اہل مدینہ کا مغازی میں، اہل کوفہ کا رائے (فقہ) میں، اہل مکہ کا مناسک (حج کے مسائل میں) کوئی مقابلہ نہیں ہوسکتا۔

لغت عربیہ اور صرف ونحو وغیرہ فنون کی تو تدوین ہی کوفہ اور اس کے قریبی شہر بصرہ میں ہوئی ہے اور اہل علم جانتے ہیں کہ ان فنون کی کتب میں بجز ان دو شہروں کے علماء کے اور کسی جگہ کے علماء کا اختلاف ذکر نہیں کیا جاتا، الا ما شاء اللہ۔

اہل کوفہ اور علم الحدیث

کوفہ دیگر علوم کی طرح علم حدیث کا بھی بہت بڑا مرکز اور گہوارہ تھا اور یہاں علوم حدیث کی وسعت، محدثین وحفاظ حدیث کی کثرت اور احادیث کی بہتات تھی اور مسلسل تین سو سال تک علم حدیث میں اس کا پایہ پوری دنیا میں مانا ہوا تھا۔

ذیل میں اہل کوفہ کے خدمات مقام کی تفصیل ملاحظہ کریں:

اہل کوفہ کا شوق حدیث

اہل کوفہ کو احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سننے اور جمع کرنے کا اتنا شوق اور اہتمام تھا کہ جب بھی کسی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کوفہ آمد ہوتی تو یہ حضرات ان کے پاس جمع ہو جاتے اور ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سنانے کی التماس کرتے۔ اس سلسلہ میں بطور نمونہ صرف ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے جس کو امام ابن ماجہؒ (م ۲۷۳ھ) نے بالسند عن علقمۃ قال بعثنی

[1] تاریخ دمشق (ج ۱ ص ۳۱۷) بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ (ص ۱۱)

[2] التاریخ الکبیر (۳/۱۵۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام عامر شعبیؒ (م ۱۰۳ھ)، جو کوفہ کے بڑے علماء میں سے ہیں، سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں:

لما قدم عدی بن حاتم الکوفة اتیناه فی نفر من فقهاء اهل الکوفة فقلنا له: حدثنا ما سمعت من الرسول صلی اللّٰه علیه وسلم قال...[1]

جب صحابی رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو ہم کوفہ کے فقہاء کی جماعت کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے درخواست کی کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احادیث سماعت کی ہیں وہ ہم کو بھی سنا دیجیے۔ جس پر انہوں نے ہمیں حدیث سنائی۔

اہل کوفہ کا طلب حدیث میں مدینہ منورہ کی طرف سفر

علمائے کوفہ (جو زیادہ تر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تھے) کو احادیث جمع کرنے کا شوق اس قدر زیادہ تھا کہ باوجود اس کے کہ کوفہ میں بہت بڑی تعداد میں صحابہ کرام تشریف لائے اور ان سے انہوں نے کثرت سے احادیث کی سماعت کر رکھی تھی، لیکن پھر بھی انہوں نے مزید احادیث حاصل کرنے کے لیے دیگر بلاد اسلامیہ خصوصاً مرکز اسلام مدینہ منورہ کی طرف رحلت کی اور وہاں کے صحابہؓ خاص کر امیر المؤمنین حضرت عمرؓ اور ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے احادیث اخذ کیں۔ چنانچہ حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے بحوالہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) لکھا ہے:

وکان اصحاب عبداللّٰه یرحلون من الکوفة الی المدینة فیتعلمون من عمر و یسمعون منه۔[2]

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ کوفہ سے مدینہ منورہ کی طرف سفر کر کے وہاں حضرت عمرؓ سے تحصیل علم اور احادیث کی سماعت کیا کرتے تھے۔

امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) رقمطراز ہیں:

۱۔ سنن ابن ماجہ (باب فی القدر، رقم الحدیث: ۸۲)۔

۲۔ فتح المغیث (۳/۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

وکانوا یذھبون الی المدینۃ فیاخذون عن عمر و عائشۃ۔[1]

اہلِ کوفہ مدینہ منورہ جا کر حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ سے احادیث حاصل کیا کرتے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

واصحاب ابن مسعود کانوا یاخذون عن عمر و علی وابی الدرداء وغیرھم۔[2]

حضرت ابن مسعودؓ کے تلامذہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم سے احادیث اخذ کیا کرتے تھے۔

کوفہ کے محدثین کی عظمتِ شان اور کثرت و شہرت

کوفہ محدثین اور حفاظ حدیث سے بھرا ہوا تھا اور دنیا میں جن ائمہ حدیث نے اپنی شہرت و عظمت کے جھنڈے گاڑے ہیں، ان میں سے اکثر یہیں کوفہ کے رہنے والے تھے۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) کوفہ کے متعلق لکھتے ہیں:

ھی من امھات بلاد المسلمین، بنیت فی زمن عمر بن الخطابؓ، وخرج منھا جماعۃ من العلماء والمحدثین قدیما و حدیثا۔[3]

کوفہ مسلمانوں کے ابتدائی اور بنیادی شہروں میں سے ایک ہے۔ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تعمیر کیا گیا تھا اور یہاں سے بڑی تعداد میں علماء اور محدثین پہلے بھی اور اب بھی نکلتے رہے ہیں۔

اہلِ کوفہ کی علمِ حدیث میں عظمتِ شان کا اندازہ اس سے لگائیں کہ حرمین (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کے محدثین تک اس علم میں اہلِ کوفہ کے محتاج ہیں۔ چنانچہ امام ابن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے اہلِ مکہ کے سب سے بڑے عالم امام عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) کے بارے میں نقل کیا ہے کہ ان سے ایک کوفی شخص نے کچھ مسائل پوچھے تو انہوں نے اس کو جواب میں فرمایا:

ما یاتینا العلم الا من عندکم۔[4]

۱۔ منہاج السنۃ (۴/۱۳۲)
۲۔ ایضاً (۴/۱۵۹)
۳۔ کتاب الانساب (۳/۱۷۵)۔
۴۔ الطبقات الکبریٰ (۶/۹۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمارے پاس جو کچھ علم (حدیث) ہے وہ تم (اہل کوفہ) سے آتا ہے۔

امام ابن ابی خیثمہؒ (م ۲۷۹ھ) نے استاذ المحدثین امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) سے ایک حدیث کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

ولا يعرف اهل مكة هذا الحديث، وانما جاء من قبل العراق.[1]

اس حدیث کو اہل مکہ نہیں جانتے، یہ حدیث عراق (کوفہ وغیرہ) کی طرف سے آئی ہے۔

نیز امام ابن عیینہؒ ایک اور حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

هذا حديث جاء من العراق، يعرف هذا اهل مكة.[2]

یہ حدیث عراق (کوفہ وغیرہ) کی طرف سے آئی ہے، اور اہل مکہ اس حدیث کو جانتے تھے۔

اسی طرح امام ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے حاجی پر حج سے پہلے سر منڈانے پر جو فدیہ آتا ہے، اس کے متعلق امام احمد بن صالحؒ سے نقل کیا ہے کہ:

وهي سنة اخذها اهل المدينة، وغيرهم عن اهل الكوفة.[3]

یہ ایسی سنت ہے جس کو اہل مدینہ اور دیگر بلاد کے رہنے والوں نے اہل کوفہ سے حاصل کیا ہے۔

مشہور ائمہ حدیث و رجال مثلاً علقمہ بن قیسؒ (م ۶۲ھ)، مسروقؒ (م ۶۳ھ)، اسود بن یزید نخعیؒ (م ۷۵ھ)، ابو عبد الرحمن سلمیؒ (م ۷۳ھ)، ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ)، سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ)، عامر شعبیؒ (م ۱۰۳ھ)، منصور بن معتمرؒ (م ۱۳۲ھ)، اعمشؒ (م ۱۴۸ھ)، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)، مسعر بن کدام (م ۱۵۳ھ)، سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)، حسن بن صالحؒ (م ۱۶۷ھ)، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ (م ۱۸۲ھ)، وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ)، حفص بن غیاثؒ (م ۱۹۴ھ) وغیرہ کہ جن کی احادیث سے کتب حدیث مالا مال ہیں، یہ سب کوفہ کے رہنے والے تھے۔

امام شعبہؒ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ) کہ جن کی علوم حدیث میں عظمت شان سب کو تسلیم ہے، اہل

۱۔ التاریخ الکبیر (۲/۲۶۰) لابن ابی خیثمہ

۲۔ ایضاً (۲/۲۶۸)

۳۔ [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

ترجمہ میں تصریح کی ہے:

وفي الصحيحين شئ كثير جدا من رواية العراقيين رحمهم الله.

صحیحین (صحیح بخاری اور صحیح مسلم) میں بہت کثرت سے اہلِ عراق (کوفہ وغیرہ) کی روایات ہیں۔ رحمہم اللہ۔[1]

"صحیح بخاری" تو اہلِ کوفہ کی روایات سے بھری ہوئی ہے، یہاں تک کہ اس کی بکثرت احادیث ایسی ہیں جن کی پوری کی پوری اسناد ہی کوفی راویوں پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ شارح بخاری حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) نے اپنی شرح میں "صحیح بخاری" کی بکثرت احادیث کے متعلق انکشاف کیا ہے کہ ان کے سارے راوی کوفی ہیں۔[2]

اب کوفی محدثین کے مقبول الحدیث ہونے کی اس سے بڑھ کر وزنی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے؟

کوفہ میں احادیث کی بہتات

کوفہ جس طرح حاملین حدیث سے بھرا ہوا تھا، ایسے ہی یہاں احادیث کی تعداد بھی دیگر علاقوں کی نسبت بہت زیادہ تھی اور یہاں کا ایک ایک محدث ہزاروں اور لاکھوں احادیث کا گنجینہ اور خزینہ تھا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۱۸۰)

۲۔ مثلاً دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح البخاری (ج ۱ ص ۹، ۲۷، ۱۲۸، ۱۸۲، ۲۳۳، ۲۷۲، ۲۹۹، ۳۲۱، ۳۳۴، ۴۵۳، ۴۸۱، ج ۲ ص ۱۹۳، ۲۵۲، ۲۶۱، ج ۳ ص ۹۵، ۱۳۳، ۱۸۳، ۲۱۰، ۲۱۹، ۲۳۰، ۲۸۹، ۲۷۷، ۴۳۰، ۴۵۹، ج ۴ ص ۴۳، ۲۵۸، ۳۶۸، ج ۵ ص ۸۷، ۱۱۵، ۲۱۹، ۲۲۷، ۵۱۵، ج ۶ ص ۴۳، ۲۷، ۳۰۹، ۲۱۳، ۲۷۹، ۵۰۶، ۶۲۷، ۶۵۹، ۷۱۳، ج ۷ ص ۱۸، ۲۰، ۲۳، ۳۷۲، ۵۹۱، ۶۵۷، ج ۸ ص ۹۲، ۲۱، ۳۰۷، ج ۹ ص ۵۶، ۵۷، ۱۱۵، ۱۲۳، ۱۵۸، ۲۹۸، ۲۲۳، ۷۲۸، ج ۱۰ ص ۱۰۰، ۱۷۷، ۲۵۵، ۲۷۶، ۳۵۱، ۵۷۹، ۶۲۰، ۲۲۱، ۴۰۸، ج ۱۱ ص ۵۶، ۱۲۶، ۱۵۸، ۲۰۹، ۲۳۹، ۳۰۰، ۳۱۳، ۳۲۷، ۳۵۱، ۳۱۱، ۴۷۹، ۴۰۹، ۴۰۸، ۴۴۴، ۴۸۳، ۵۳۰، ۶۴۹، ج ۱۲ ص ۱۲۸، ۳۳۹، ج ۱۳ ص ۱۴، ۳۳، ۷۱، ۳۷، ۱۵۱، اور ۴۷۹، ۳۳۰، ۳۳۵، ۶۲۳) طبع قدیمی کتب خانہ کراچی؛ نیز دیکھئے حافظ ابن حجر کی کتاب "تغلیق التعلیق علی صحیح البخاری" (۱/۳۷، ۲۲۳، ۲۳۳، ۲۳۳، ۲/۴۹، ۸۵، ۱۱۵، ۴۱۷) طبع المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۰۵ھ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوداؤد سجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) صاحب "السنن" کے صاحبزادے حافظ ابوبکر بن ابی داؤدؒ (م ۳۱۶ھ) نے طلب حدیث میں کوفہ کا جو سفر کیا تھا، اس کی روئیداد سناتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

دخلت الکوفة ومعی درهم واحد فاشتریت به ثلاثین مدا باقلاء، فکنت آکل منه واکتب عن الاشج، فما فرغ الباقلاء حتی کتبت عنه ثلاثین الف حدیث مابین مقطوع و مرسل.[1]

میں جب کوفہ میں آیا تو میرے پاس صرف ایک ہی درہم تھا جس سے میں نے تیس مد باقلاء خرید لیا، پھر میں اس باقلاء سے کھاتا رہا اور اشج (جن کا پورا نام ابوسعید عبداللہ بن سعید اشج (م ۲۵۷ھ) ہے، حافظ ذہبیؒ ان کو الامام، شیخ الاسلام، الحافظ اور محدث الکوفہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں[2]) سے حدیثیں لکھتا رہا، چنانچہ ابھی وہ باقلاء ختم نہیں ہوا تھا کہ میں نے ان سے تیس ہزار احادیث، جن میں مقطوع اور مرسل بھی شامل ہیں، لکھ لیں۔

اسی طرح ایک اور جلیل القدر محدث اور حافظ الحدیث امام مسلم بن عفان بغدادیؒ (م ۲۲۰ھ) اپنی روئیداد سفر کوفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

قدمنا الکوفة فقمنا اربعة اشهر، ولو اردنا ان نکتب مئة الف حدیث لکتبناها، فما کتبنا الا قدر خمسین الف حدیث وما رضینا من احد الا ما لاحته الا شریکا فانه ابی علینا، وما رأینا بالکوفة لحانا مجوزا.[3]

جب ہم کوفہ آئے تو ہم نے یہاں چار ماہ قیام کیا، چنانچہ (یہاں احادیث اس کثرت سے تھیں کہ) اگر یہاں ہم ایک لاکھ احادیث لکھنا چاہتے تو لکھ سکتے تھے، لیکن ہم نے صرف پچاس ہزار حدیثیں لکھیں، اور یہاں ہم کسی محدث سے احادیث لکھنے کے بغیر راضی نہ ہوئے، سوائے شریک قاضی کے کہ انہوں نے نہیں۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/۲۲ ترجمہ حافظ ابوبکر بن ابی داؤد)
۲۔ ایضاً (۲/۲۲ ترجمہ اشج) ۳۔ فضائل العراق بحوالہ (ص ۲۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث سنانے سے صاف انکار کر دیا۔ نیز ہم نے کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہیں دیکھا جو حدیث بیان کرنے میں غلطی کرے اور اس کو روا رکھے۔

اندازہ کیجیے! کوفہ میں احادیث کی کس قدر کثرت اور بہتات تھی کہ حافظ ابوبکرؒ جیسے محدث تھوڑے سے عرصہ میں صرف ایک محدث سے تیس ہزار حدیثیں لکھ رہے ہیں، اور امام عفانؒ جیسے حافظ الحدیث نے صرف چار ماہ میں پچاس ہزار احادیث لکھ لیں، جو کہ حدیث کے سب سے بڑے اور مشہور مجموعے "مسند احمد" کی احادیث سے بھی زیادہ ہیں۔ اور اگر وہ چاہتے تو ایک لاکھ احادیث بھی لکھ سکتے تھے۔ پھر امام عفانؒ کے بیان سے تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ اہل کوفہ جہاں کثیر الحدیث ہونے کا شرف رکھتے تھے وہاں ان میں یہ بھی خوبی تھی کہ وہ احادیث بیان کرتے وقت الفاظِ حدیث کی صحت کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ امام عفانؒ چار ماہ کوفہ میں رہے لیکن اس عرصہ میں ان کو یہاں کوئی ایسا محدث نہیں ملا جو حدیث بیان کرنے میں غلطی کرتا ہو۔

اس واقعہ سے کوفہ کے محدثین کی عظمتِ شان کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

کوفہ طالبانِ حدیث کی آماجگاہ

کوفہ تین صدیوں تک طالبانِ حدیث کا مرجع اور آماجگاہ رہا ہے اور یہاں کے محدثین کی عظمتِ شان اور یہاں احادیث کی بہتات کی وجہ سے اس کا علمی شہرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اور اطرافِ عالم سے طالبانِ حدیث جوق در جوق یہاں آ کر اپنی علمی تشنگی کی سیرابی کیا کرتے تھے۔

اس شہر میں علم حدیث کی نشر و اشاعت کا یہ عالم تھا کہ یہاں ایک ایک وقت میں ہزاروں طلبہ حدیث موجود ہوتے تھے جو تحصیلِ علم میں مصروف رہتے تھے، چنانچہ تابعی کبیر امام محمد بن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:

لقيت الكوفة وبها اربعة آلاف يطلبون الحديث[1]

میں کوفہ آیا تو وہاں چار ہزار حدیث کے طلبہ موجود تھے۔

کوفہ میں علم حدیث کی گرم بازاری کا اندازہ اس سے لگائیں کہ مشائخ حدیث اپنے طلبا کو احادیث حاصل کرنے کے لیے کوفہ کی طرف سفر کرنے کی ہدایت اور رہنمائی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام اہلِ سنت احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) سے ان کے صاحبزادے عبداللہؒ (م ۲۹۰ھ) نے:

---

[1] تدریب الراوی (ج ۲ ص ۳۴۴) طبقات الحفاظ (ص ۷۲) لکلاہما للسیوطیؒ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پوچھا کہ آپ کی رائے میں طالب علم کو کیا کرنا چاہیے، آیا ایک ہی استاذ کے پاس رہ کر احادیث لکھتا رہے یا وہ دیگر مقامات میں بھی جہاں علم کا چرچا ہو، جا کر احادیث حاصل کرے؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

یرحل یکتب عن الکوفیین والبصریین واھل مدینة و مکة.[1]

وہ سفر کرے اور کوفیوں، بصریوں، اہلِ مدینہ اور اہلِ مکہ سے احادیث لکھے۔

اندازہ کیجیے کہ امام اہلِ سنت کی نظر میں کوفہ کا علمی مقام کس قدر بلند تھا کہ آپ نے تحصیل احادیث میں سفر کرنے کے لیے جن چار مقامات کی نشاندہی فرمائی، ان میں سرِفہرست کوفہ کے محدثین کا نام لیا۔ یہ اہلِ کوفہ کی علمِ حدیث میں برتری کی روشن دلیل ہے۔

امام احمدؒ کے بعد ان کے شاگرد امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) صاحب الصحیح کی نظر میں بھی تحصیلِ احادیث کے لیے کوفہ جانے کی اتنی اہمیت تھی کہ باوجود اس کے کہ آپ نے تحصیلِ احادیث میں تمام مشہور بلادِ اسلامیہ کا سفر کیا، چنانچہ شام، مصر اور جزیرہ دو دو مرتبہ جانا ہوا۔ بصرہ کا سفر چار مرتبہ کیا اور حجازِ مقدس (مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) میں تو چھ سال قیام کیا، لیکن پھر بھی کوفہ اور بغداد سے مستغنی نہ رہ سکے اور تحصیلِ احادیث کے لیے ان دونوں شہروں کی طرف اتنے زیادہ سفر کیے کہ خود فرماتے ہیں:

لا احصی کم دخلت الی الکوفة وبغداد مع المحدثین.[2]

میں شمار نہیں کرسکتا کہ میں محدثین کے ساتھ کوفہ اور بغداد کتنی بار گیا ہوں۔

الحاصل، کوفہ شہر، جس کی بنیاد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے خلیفہ راشد کے حکم سے رکھی گئی، پھر سینکڑوں صحابہ کرام جن میں بابِ العلم خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ اور امام المجتہدین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جیسے حضرات بھی شامل ہیں، یہاں جلوہ افروز ہوتے اور اپنے علم سے اہلِ کوفہ کو خوب سیراب کیا۔ یہاں تک کہ یہ شہر قرآن و سنت کا عظیم گہوارہ بن گیا اور یہاں کے کوچے کوچے میں محدثین کی درسگاہیں، گلی گلی قَالَ اللّٰهُ وَ قَالَ الرَّسُوْلُ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائیں اور گھر گھر میں علم کے چرچے اور ولولے تھے اور تمام اطرافِ عالم سے طالبانِ حدیث یہاں کھنچے آتے تھے۔

[1] تدریب الراوی (ج ۱/ص ۱۳۲)

[2] ارشاد الساری مقدمہ فتح الباری (ص ۲۱۲) طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔
یہاں تین صدیوں تک علم حدیث کی کثرت و وسعت رہی، پھر تیسری صدی کے بعد آہستہ آہستہ یہاں سے علم مٹنا شروع ہوا، یہاں تک کہ بالکل مٹ گیا اور یہ شہر دارالعلم سے دارالرفض (شیعیت کا گھر) بن گیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ سخاوی (م ۹۰۲ھ) رقمطراز ہیں:

وما زال العلم بها متوافرا الى زمان ابن عقدة ثم تناقص شيئا فشيئا وهي دار الرفض۔[1]

ابن عقدہؒ کے زمانے تک برابر کوفہ میں علم کی وسعت و کثرت ہی رہی اور پھر آہستہ آہستہ یہاں سے علم ختم ہو گیا اور (آج) یہ شہر دارالرفض ہے۔

حافظ ابن عقدہؒ کی وفات ۳۳۲ھ میں ہوئی ہے۔ اس حساب سے مسلسل تین سو سال تک کوفہ حدیث کا دارالعلم رہا ہے۔

محدث کبیر امام حاکمؒ (م ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے کوفہ کا پہلا سفر ابو الحسن بن عقبہ شیبانی کی معیت میں ۳۴۱ھ (ابن عقدہ کی وفات کے نو سال بعد) کیا تھا۔ اس وقت کوفہ میں علمی بہار برقرار تھی اور محدثینؒ کی درسگاہیں آباد تھیں۔ لیکن جب میں نے دوبارہ ۳۴۵ھ میں ابوالقاسم سکونی کی معیت میں کوفہ کا سفر کیا تو اس وقت اس شہر کی علمی بہار ختم ہو گئی تھی اور محدثین کرام کی درسگاہیں ویران ہو چکی تھیں۔[2]

---

[1] الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ (ص ۲۹۰)؛ الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ (ص ۱۴۹)
[2] معرفۃ علوم الحدیث (ص ۱۴۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کا عہد طلب علمی

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کا عہدِ طلب علمی

امام اعظمؒ نے جب ہوش سنبھالا تو اس وقت کوفہ میں علم کی خوب باغ و بہار تھی اور یہاں جگہ جگہ علماء کی علمی مجالس قائم تھیں، جن سے وراثت نبوت تقسیم ہو رہی تھی۔ آپ ایسے پُر رونق علمی ماحول میں پروان چڑھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہانت و فطانت سے بھی بہت نوازا تھا، اس لیے یہ ناممکن تھا کہ آپ ایسے علمی ماحول سے متاثر ہوئے بغیر رہتے۔ لہٰذا آپ نے ہوش سنبھالتے ہی علماء کی مجالس میں جانا شروع کر دیا اور ان کی صحبت سے مستفیض ہونے لگے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنا کچھ وقت اپنے ذاتی کاروبار میں بھی صرف کرتے، جس کی وجہ سے پوری طرح تحصیل علم میں مصروف نہ ہو سکے۔ تا آنکہ کوفہ کے بڑے عالم امام شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) نے جب آپ میں ذہانت و فطانت کے آثار دیکھے تو انہوں نے آپ کی عنان توجہ پوری طرح تحصیل علم کی طرف موڑ دی۔

امام شعبیؒ کی آپ کو تحصیل علم کی طرف ترغیب

حضرت امام عامر شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) کوفہ کے جلیل القدر محدث اور عظیم فقیہ تھے۔ آپ کو پانچ سو صحابہ کرام سے شرف ملاقات حاصل تھا اور ان میں سے متعدد حضرات سے آپ نے کسب علم بھی کیا تھا۔ تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ عَلَّامَۃُ التَّابِعِین کے لقب سے مشہور تھے۔[1]

امام شعبیؒ کا مکان کوفہ کے بزاز کے قریب تھا، چنانچہ امام ابو حنیفہؒ ایک دفعہ اپنے تجارتی سلسلہ میں بازار جا رہے تھے تو راستے میں امام شعبیؒ سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے آپ میں ذہانت و فطانت کے آثار دیکھے تو سمجھے کہ کوئی طالب علم ہے جو تحصیل علم کے لیے کسی عالم کے پاس

---

[1] امام شعبیؒ کا قدرے تفصیلی تعارف آگے کتاب میں امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ کے بیان میں آ رہا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

www.besturdubooks.wordpress.com

جارہا ہے۔ اس لیے انہوں نے آپ کو اپنے پاس بلا لیا اور پوچھا، کہاں جارہے ہو؟

امام صاحبؒ نے کسی تاجر کا نام لے کر کہا کہ میں فلاں شخص کے پاس جارہا ہوں۔

امام شعبیؒ نے فرمایا، میری مراد یہ نہیں کہ تم بازار میں کس کے پاس جارہے ہو، بلکہ میری مراد یہ ہے کہ علماء میں سے کس کے پاس جارہے ہو؟

آپ نے جواب میں فرمایا، میرا علماء کے پاس جانا کم ہوتا ہے۔

اس پر امام شعبیؒ نے آپ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا،

لاتفعل، وعليك بالنظر في العلم و مجالسة العلماء، فاني ارى فيك يقظة و حركة.

تم غفلت نہ کرو اور علم کی طرف پوری طرح توجہ دو اور علماء کی صحبت میں ضرور بیٹھا کرو، کیونکہ مجھے تم میں علمی قابلیت اور بیداری نظر آرہی ہے۔

امام صاحبؒ فرماتے ہیں:

فوقع في قلبي من قوله فتركت الاختلاف الى السوق واخذت في العلم فنفعني الله بقوله.[1]

امام شعبیؒ کی اس بات نے میرے دل میں گہرا اثر کیا اور میں نے بازار میں جانا چھوڑ دیا اور پوری طرح تحصیل علم میں لگ گیا، اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی بات سے مجھے فائدہ پہنچایا۔

تحصیل علم میں معاصرین پر آپ کی سبقت

آپ امام شعبیؒ کی مذکورہ نصیحت سن کر پوری طرح تحصیل علم کی طرف متوجہ ہوئے اور اتنی محنت اور لگن کے ساتھ علم حاصل کیا کہ اس میں اپنے تمام معاصرین پر سبقت لے گئے۔ مؤرخ کبیر حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

فشرع حينئذ في طلب العلم ففاق فيه الاقران.[2]

آپ امام شعبیؒ کی نصیحت سن کر اس طرح تحصیل علم میں لگے کہ اس میں اپنے تمام

۱۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۵۹) للمکیؒ، عقود الجمان (ص ۱۶۰، ۱۶۱)

۲۔ عقود الجمان (ص ۱۶۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

معاصرین پر فوقیت لے گئے۔

امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

واشتغل بطلب العلم وبالغ فيه حتى حصل له مالم يحصل لغيره،
ودخل يوماً على المنصور وعنده موسى بن عيسى فقال
للمنصور: هذا عالم الدنيا اليوم.[1]

امام ابوحنیفہؒ علم حاصل کرنے میں مشغول ہوئے اور اس میں اس قدر منہمک
ہوئے کہ جو علم آپ کو حاصل ہوا، اوروں کو نہ ہو سکا۔ چنانچہ ایک دن آپ خلیفہ
منصور کے پاس پہنچے تو اس کے پاس موسیٰ بن عیسیٰؒ بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ منصور
سے کہنے لگے، یہ شخص آج پوری دنیا کا بڑا عالم ہے۔

آپ کا علم الجدال سے علم الشرائع تک کا سفر

آپ شروع میں علم کلام وجدال کے بڑے شوقین تھے اور اس میں آپ نے کافی مہارت
پیدا کر لی تھی۔ چنانچہ کچھ عرصہ آپ اس فن کے ذریعہ اسلام کی خدمت کرتے رہے، اہل بدعت
سے مناظرے کرکے اور بحث وجدال کے بل بوتے ان سے اسلام کی حقانیت منواتے رہے۔
لیکن تھوڑے عرصہ کے بعد ہی اس فن سے آپ کا دل بیزار ہو گیا اور اس کو خیر باد کہہ کر آپ علوم
شرعیہ قرآن، حدیث اور فقہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور پھر ان ہی کے ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ آپ کے
معاصر امام قبیصہ بن عقبہؒ (م ۲۱۵ھ جن کو حافظ ذہبیؒ: الحافظ، الثقہ اور المکثر (کثیر الحدیث) جیسے
عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں[2]) فرماتے ہیں:

كان ابو حنيفة في اوّل امره يجادل اهل الهواء حتى صار راساً في
ذلك منظور اليه ثم ترك الجدال ورجع الى الفقه والسنة فصار
اماماً فيه.[3]

امام ابوحنیفہؒ پہلے پہل اہل بدعت سے مناظرے کیا کرتے تھے، یہاں تک کہ
اس فن میں خوب مہارت پیدا کر لی اور اس فن میں آپ لوگوں کے منظورِ نظر ہو

۱۔ کتاب الانساب (ج ۲، ص ۴۹)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۲۷۰)
۳۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۵۹) للمکی

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے۔ لیکن پھر آپ نے اس علم جدال کو ترک کر دیا اور سنت اور فقہ کے علم کی طرف اپنی توجہ مبذول کر لی اور اس میں درجہ امامت کو پہنچ گئے۔

آپ فن جدال سے بیزار کیوں ہوئے؟ اس بارے میں صدر الائمہ مکیؒ (م ۵۶۷ھ) نے بروایت امام یحییٰ بن شیبانؒ خود آپ کا اپنا بیان نقل کیا ہے کہ:

مجھے علم جدال میں کافی مہارت تھی۔ میں کچھ مدت کے لیے اسی علم کے ذریعے اہل باطل سے مناظرے کرتا رہا اور اسلام کی مدافعت میں مصروف رہا۔ ان دنوں اصحاب خصوم وجدال کا زیادہ تر تعلق بصرہ سے تھا۔ میں بصرہ بیس سے زائد مرتبہ گیا ہوں اور وہاں میرا کبھی ایک سال اور کبھی کم وبیش قیام رہا ہے۔ وہاں میں نے خوارج کے مختلف فرقوں اباضیہ، صفریہ وغیرہ اور دیگر اہل باطل سے متعدد مناظرے کیے ہیں۔ میں اس وقت اس علم کو افضل العلوم اور اصول دین میں سے سمجھتا تھا۔ لیکن کافی غور وتدبر کے بعد مجھے یہ بات سمجھ میں آئی کہ متقدمین صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ سے کوئی ایسی بات نہیں رہ گئی تھی جس کو ہم نے پالیا ہو، حالانکہ وہ حضرات اس پر ہم سے زیادہ قادر اور اس کے حقائق کو ہم سے زیادہ پہچاننے اور جاننے والے تھے۔ لیکن اس کے باوجود وہ اس طرح کے مجادلوں اور مناظروں میں نہیں پڑے۔ اور انہوں نے خود بھی ان سے اجتناب کیا اور اپنے متبعین کو بھی ان سے اجتناب کرنے کا کہتے رہے۔ وہ صرف علم شریعہ اور ابواب فقہ میں غور وفکر کرتے تھے اور یہی علوم ان کی گفتگو کے موضوع ہوتے تھے۔ ان کی مجالس ان ہی علوم کے لیے جمتی تھیں اور ان ہی پر برخاست ہوتی تھیں۔ وہ لوگوں کو یہی علوم پڑھاتے تھے اور ان ہی کی ترغیب دیتے تھے۔ اور جو مسائل ان سے پوچھے جاتے تھے ان کے متعلق فتوی دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ اسی راہ پر گامزن رہے اور تابعین عظامؒ بھی ان ہی کے نقش قدم پر چلے۔

جب ہم پر یہ سب حقائق آشکارا ہو گئے تو ہم نے علم جدال وکلام میں غور وفکر کرنا چھوڑ دیا اور بطور فن صرف اس کی معرفت پر اکتفا کیا۔ اور سلف صالحین کے راستے پر گامزن ہو گئے اور ان ہی کے علوم وافکار کو اپنانا شروع کر دیا اور اسی فن

www.besturdubooks.wordpress.com

کے اہلِ معرفت کی صحبت اختیار کر لی۔

علاوہ ازیں میں نے دیکھا کہ اہلِ کلام وجدال میں سلف صالحین کے کوئی آثار نہیں پائے جاتے اور نہ ہی ان کا طور طریق سلف صالحین کے طور طریق سے کوئی میل رکھتا ہے۔ یہ لوگ بڑے سنگدل ہیں اور کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین کی مخالفت کی بھی ان کو کوئی پرواہ نہیں ہے اور ورع و تقویٰ سے بھی یہ لوگ بہت دور ہیں۔ اس لیے میں سمجھ گیا کہ اگر اس فن میں کوئی بھلائی ہوتی تو سلف صالحین ضرور اس کو اختیار کرتے اور یہ گھٹیا لوگ اس کے قریب بھی نہ پھٹکتے، اس طرح میں نے اس علم کو خیر باد کہہ دیا۔[1]

آپ نے جن علوم شرعیہ میں اختصاص پیدا کیا

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے علم جدال وکلام کو جب خیر باد کہا تو پھر آپ نے اپنی عنانِ توجہ پوری طرح علوم شرعیہ (قرآن، حدیث اور فقہ وغیرہ) کی طرف موڑ لی اور پھر ان میں اس مرتبے تک ترقی کی کہ ان علوم میں درجہ امامت پر فائز ہو گئے۔ جیسا کہ آپ کے معاصر امام فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ) کا بیان ابھی گزرا ہے۔

نیز مؤرخ کبیر اور ناقد الرجال حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کے ترجمہ میں علم منطق، جدال اور حکمت پر تنقید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

التی لم تکن واللّٰہ من علم الصحابۃ ولا التابعین ولا من علم الاوزاعی والثوری ومالک وابی حنیفۃ وابن ابی ذئب وشعبۃ ولا واللّٰہ عرفھا ابن المبارک ولا ابویوسف القائل من طلب الدین بالکلام تزندق ولا وکیع ولا ابن مھدی ولا ابن وھب ولا الشافعی ولا عفان ولا ابوعبید ولا ابن المدینی واحمد وابوثور والمزنی والبخاری والاثرم ومسلم والنسائی وابن خزیمۃ وابن سریج وابن المنذر وامثالھم بل کانت علومھم القرآن والحدیث والفقہ والنحو وشبہ ذلک نعم۔[2]

---

[1] مناقب ابی حنیفہ (ص ۵۵، ۵۵) للمکی۔ [2] تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۲۰۱، ۲۰۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ علوم بجز ذات صحابہؓ اور تابعینؒ کے علوم میں سے ہیں اور نہ امام اوزاعیؒ، امام ثوریؒ،
امام مالکؒ، امام ابو حنیفہؒ، امام ابن ابی ذئبؒ اور امام شعبہؒ کے علوم میں سے ہیں۔
بجز ان علوم کو نہ امام عبداللہ بن مبارکؒ نے جانا، نہ امام ابو یوسفؒ نے جو اس
کے قائل تھے کہ جو شخص دین کو علم کلام کے ذریعہ سیکھتا ہے، وہ زندیق ہے، نہ امام
وکیعؒ نے، نہ امام ابن مہدیؒ نے، نہ امام ابن وہبؒ نے، نہ امام شافعیؒ نے، نہ امام
عفانؒ نے، نہ امام ابو عبیدؒ نے، نہ امام ابن المدینیؒ نے، نہ امام احمدؒ نے، نہ امام
ابو ثورؒ نے، نہ امام مزنیؒ نے، نہ امام بخاریؒ نے، نہ امام اثرمؒ نے، نہ امام مسلمؒ،
نسائیؒ، ابن خزیمہؒ، ابن سریجؒ، ابن المنذرؒ نے اور نہ ان کی طرح دیگر ائمہ عظام
نے ان علوم کو جانا ہے، بلکہ ان حضرات کے علوم قرآن، حدیث، فقہ اور نحو وغیرہ
تھے۔

دیکھئے حافظ ذہبیؒ امام ابو حنیفہؒ کو کس پایہ کے محدثین کے زمرہ میں شمار کر رہے ہیں اور کتنی
صاف تصریح کر رہے ہیں کہ آپ نے ان ائمہ کی طرح جن علوم میں اختصاص پیدا کیا، وہ قرآن،
حدیث، فقہ اور نحو وغیرہ علوم تھے۔

قرآن مجید کی تعلیم اور قراءِ کبار سے استفادہ

امام اعظمؒ نے اس زمانے کے دستور کے مطابق سب سے پہلے قرآن مجید کی تعلیم حاصل
کی، اور حفظِ قرآن کا شرف حاصل کیا۔ آپ ایک پختہ کار حافظ القرآن تھے، اور ایک رکعت میں
پورا قرآن زبانی پڑھ لیتے تھے، جیسا کہ آگے ہم اس بابت محدثین کی تصریحات نقل کریں گے۔ نیز
آپ ایک بہت عمدہ قاری قرآن بھی تھے، اور آپ نے قرأت کئی کبار اور نامور ائمہ قراءت سے سیکھی
تھی جن میں سرفہرست امام عاصم بن ابی النجودؒ (م ۱۲۷ھ) ہیں جو کہ قراء سبعہ میں سے ہیں۔
چنانچہ مؤرخ شام امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

و قد ورد من عدة طرق ان الامام ابا حنيفة اخذ القراءة عن الامام
عاصم بن ابی النجود احد القراء السبعة [1]

متعدد روایات میں وارد ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے قرأت کو امام عاصم بن ابی النجودؒ

---

[1] عقود الجمان (ص ۱۸۸)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سے سیکھا تھا جو کہ قراءِ سبعہ (سات بڑے قاریوں) میں سے ایک ہیں۔

نیز امام شمس الدین محمد بن محمد الجزریؒ (م ۸۳۳ھ) نے آپ کو قراء کے طبقہ میں ذکر کرتے ہوئے آپ کا یوں تعارف کرایا ہے:

الامام ابو حنیفة الکوفی فقیه العراق والمعظم فی الآفاق... روی القراءة عرضًا عن الاعمش وعاصم وعبدالرحمٰن بن ابی لیلی.[1]

امام ابوحنیفہ کوفیؒ جو فقیہ العراق اور معظم فی الآفاق (پوری دنیا میں عظمت رکھنے والے) ہیں، آپ نے قرآن مجید کی قرأت کو امام اعمشؒ، امام عاصم بن ابی النجودؒ اور امام عبدالرحمان بن ابی لیلیٰؒ سے روایت کیا ہے۔

تحصیل علم حدیث

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے قرآن و حدیث سے مسائل شرعیہ کا استنباط کیا اور ان کو کتابی صورت میں ترتیب دیا۔ اب ظاہر ہے کہ جب تک آپ علم حدیث حاصل کرنے کی طرف پوری طرح توجہ نہ فرماتے، آپ یہ عظیم کارنامہ سرانجام نہیں دے سکتے تھے۔ اس لیے آپ نے علم حدیث کو بھرپور طریقے سے حاصل کیا۔ چنانچہ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

لولا کثرة اعتنائه بالحدیث ماتهیئا له استنباط مسائل الفقه فانه اوّل من استنبطه من الادلة.[2]

اگر امام ابوحنیفہؒ نے حدیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ اہتمام نہ کیا ہوتا تو آپ مسائل فقہ کا استنباط کیسے کر سکتے تھے؟ حالانکہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے فقہ کو ادلۂ شرعیہ سے مستنبط کیا ہے۔

آپ نے اگرچہ بچپن میں ہی احادیث حاصل کرنی شروع کر دی تھیں اور اپنی کم عمری میں ہی آپ نے بعض صحابہ کرامؓ سے سماعت حدیث کا شرف بھی حاصل کر لیا تھا لیکن آپ نے تحصیل احادیث کا باقاعدہ آغاز ۱۰۰ھ میں کیا، جب آپ کی عمر شریف بیس سال تھی۔ جیسا کہ حافظ

---

[1] غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء (۳۴۲/۲)

[2] عقود الجمان (ص ۳۱۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

فان الامام ابا حنیفة طلب الحدیث واکثر منه فی سنة مائة وبعدها۔[1]

بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ نے علم حدیث حاصل کیا اور زیادہ تر اس کی تحصیل ۱۰۰ھ اور اس کے بعد کی ہے۔

حافظ ذہبیؒ کے اس بیان سے واضح ہو گیا کہ امام صاحبؒ نے ۱۰۰ھ (جب آپ کی عمر بیس سال تھی) سے تحصیلِ حدیث کی طرف بھرپور توجہ دینی شروع کر دی تھی۔ اگرچہ آپ اس عمر سے پہلے بھی کچھ نہ کچھ احادیث حاصل کر چکے تھے، جیسا کہ بیس سال کی عمر مکمل کرنے سے پہلے ہی آپ نے بعض صحابہؓ سے احادیث سن کر یاد کر لی تھیں۔

بیس سال کی عمر میں حدیث پڑھنے کی وجہ

آپ نے تحصیلِ احادیث کا باقاعدہ آغاز بیس سال کی عمر میں اس لیے کیا تھا، کیونکہ آپ کا تعلق کوفہ سے ہے، اور اہلِ کوفہ کا یہ دستور تھا کہ وہ احادیث کی سماعت کا باقاعدہ آغاز اس وقت کرتے تھے جب وہ بیس سال کے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

ان اهل الکوفة لم یکن الواحد منهم یسمع الحدیث الا بعد استکمال عشرین سنة۔[2]

اہلِ کوفہ میں سے کوئی شخص بھی اس وقت تک (باقاعدہ) سماعتِ حدیث کا آغاز نہیں کرتا تھا جب تک کہ وہ بیس سال کی عمر مکمل نہیں کر لیتا تھا۔

اہلِ کوفہ نے سماعتِ حدیث کے لیے جو بیس سال عمر ہونا شرط ٹھہرائی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس عمر میں آدمی کی تمام جسمانی قوتیں مضبوط ہوتی ہیں اور اس عمر میں حدیث کو ضبط کرنا اور یاد رکھنا بہت آسان رہتا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے بھی بیس سال کی عمر میں تحصیلِ احادیث کا باقاعدہ آغاز غالباً اسی لیے کیا تھا تاکہ احادیث کو خوب اچھی طرح سے یاد رکھا جا سکے، خصوصاً جبکہ روایتِ حدیث

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۳۹۲)

۲۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ (ص ۵۴) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

کے لیے آپ کی یہ شرط تھی کہ وہ حدیث سننے کے وقت سے لے کر بیان کرنے کے وقت تک پوری طرح یاد ہو، جیسا کہ اس کی تفصیل آگے ان شاء اللہ آ رہی ہے۔

طلب حدیث میں آپ کی برتری

آپ چونکہ انتہائی محقق، نہایت ذہین اور غیر معمولی قوت حافظہ کے مالک تھے اس لیے جب آپ علم حدیث حاصل کرنے میں لگے تو اس میں بہت جلد ترقی کی اور اپنے تمام ساتھیوں پر فوقیت حاصل کر لی۔ چنانچہ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کے رفیق درس امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۲ھ) کا بیان نقل کیا ہے:

طلبت مع ابی حنیفة الحدیث فغلبنا، واخذنا فی الزهد فبرع علینا، وطلبنا معه الفقه فجاء منه ما ترون۔[1]

میں نے امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ علم حدیث حاصل کرنا شروع کیا تو وہ ہم پر غالب آ گئے۔ ہم زہد و تقویٰ میں مشغول ہوئے تو وہ ہم پر فوقیت لے گئے۔ اور جب ہم نے ان کے ساتھ فقہ حاصل کرنا شروع کیا تو اس میں انہوں نے جو کارنامہ سرانجام دیا وہ تو تمہارے سامنے ہے۔

یاد رہے کہ امام مسعرؒ حدیث میں اس قدر پختگی رکھتے تھے کہ امام شعبہؒ ان کو مصحف سے ملقب کرتے تھے۔

نیز امام شعبہؒ اور امام سفیان ثوریؒ، جو دونوں "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہلائے جاتے ہیں، کا جب کسی حدیث کی بابت اختلاف ہو جاتا تو کہا کرتے تھے: اذهب بنا الی المیزان مسعر بن کدام۔ ہم کو فیصلے کے لیے مسعر بن کدام کے پاس لے چلو، جو اس فن حدیث کی میزان (ترازو) ہے۔

امام سفیان ثوریؒ فرماتے تھے: کنا اذا اختلفنا فی شئ سألنا عنه۔ جب ہمارا کسی حدیث میں اختلاف ہو جاتا تھا تو ہم مسعر بن کدام سے اس کا فیصلہ کرواتے تھے۔

امام ابو حاتم رازیؒ فرماتے ہیں کہ امام مسعر حدیث میں سفیان ثوری سے بھی اتقن، اجود اور اعلیٰ تھے۔ امام فضل بن دکینؒ فرماتے ہیں کہ یہ امام ثوریؒ اور امام شعبہؒ دونوں سے اثبت (پختہ

---

[1] مناقب الامام ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۲۷) للذہبی

www.besturdubooks.wordpress.com

کار) تھے۔[1]

اندازہ کیجیے! امام مسعرؒ جیسے محدث کبیر کہ جن کو امام شعبہؒ اور امام ثوریؒ دونوں علم حدیث کی میزان قرار دے رہے ہیں اور محدثین جن کو ان دونوں پر فائق جتلا رہے ہیں، وہ میزان علم حدیث جس شخص (یعنی امام ابوحنیفہؒ) کے بارے میں فیصلہ کرے کہ وہ علم حدیث میں ہم سب پر فوقیت رکھتے تھے، اس شخص کا علم حدیث میں پایہ کس قدر بلند ہوگا؟

اہل کوفہ کی احادیث جمع کرنے کا اہتمام

کوفہ کے علمی تعارف میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ کوفہ محدثین اور حفاظ حدیث سے بھرا ہوا تھا اور یہاں احادیث کی نہایت کثرت اور بہتات تھی۔ حضرت امام اعظمؒ نے اس موقع سے خوب فائدہ اٹھایا اور کوفہ کے تقریباً تمام محدثین سے استفادہ کیا اور ان سے مسلسل اور بڑی لگن کے ساتھ احادیث حاصل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ کوفہ کی تمام احادیث کو جمع فرمالیا۔ چنانچہ صدر الائمہ مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے جلیل القدر محدث امام یحییٰ بن آدم احولؒ (م ۲۰۳ھ) سے بسند نقل کیا ہے:

وکان النعمان جمع حدیث اهل بلده کله فنظر الی آخر فعل رسول الله صلی الله علیه وسلم الذی قبض علیه فاخذ به.[2]

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ نے اپنے شہر کوفہ کی تمام احادیث کو جمع فرمایا اور ان میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری فعل کو پیش نظر رکھا اور اس پر عمل کیا۔

آپ کے شاگرد رشید امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) فرماتے ہیں:

امام ابوحنیفہؒ سے دوران سبق ہماری بحث ہوتی رہتی تھی، آپ جب کسی مسئلہ میں اپنا موقف ثابت کر دیتے اور آپ کے سب تلامذہ بھی آپ کے اس موقف سے متفق ہو جاتے تو میں آپ کی مجلس سے اٹھ کر کوفہ کے دیگر مشائخ حدیث کی مجالس میں پہنچ جاتا تاکہ مجھے ان سے امام صاحبؒ کے موقف کی تائید میں (مزید) کوئی حدیث یا اثر مل جائے۔ چنانچہ ان سے اگر مجھے کچھ احادیث مل جاتیں تو

1۔ دیکھیے تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۴۱)؛ الجواہر المضیئہ (ج ۱، ص ۱۶۷)

2۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۸۴، ۸۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ان کو لا کر آپ کے سامنے پیش کر دیتا۔ آپ ان میں سے بعض کو قبول کر لیتے اور بعض کو یوں کہہ کر رد کر دیتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، یا یہ حدیث معروف نہیں ہے۔ حالانکہ وہ حدیث آپ کے موقف کی تائید کر رہی ہوتی تھی۔ اس پر میں آپ سے پوچھتا تھا کہ آپ کو اس بارے میں کیسے علم ہوا؟

آپ جواب میں فرماتے انا عالم بعلم اهل الكوفة [1]

اہل کوفہ کے پاس جس قدر علم ہے، میں اس کا عالم ہوں۔

ان دونوں اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کوفہ کی تمام احادیث کا احاطہ کیے ہوئے تھے اور ان پر آپ کی بڑی گہری نظر تھی۔

کوفہ تشریف لانے والے محدثین سے سماعت حدیث

اور پھر آپ نے صرف کوفہ میں مقیم محدثین سے ہی احادیث اخذ کرنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دیگر بلاد سے جو محدثین کوفہ تشریف لائے تھے، ان سے بھی آپ احادیث حاصل کرنے کا اہتمام کرتے رہے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے آپ کے شاگرد رشید امام نضر بن محمد مروزیؒ (م ۱۸۳ھ)، جن کے بارے میں امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں، كان مقدما في العلم والفقه والعقل والفضل، كان صديقا لابن المبارك وكان من اصحاب ابي حنيفة [2] (یہ علم، فقہ، عقل اور فضیلت میں مقدم تھے اور امام عبداللہ بن مبارکؒ کے دوست اور امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں میں سے تھے) سے نقل کیا ہے:

لم ار رجلا الزم للاثر من ابي حنيفة، قدم علينا يحيى بن سعيد الانصاري و هشام بن عروة و سعيد بن ابي عروبة فقال لنا ابو حنيفة: انظروا تجدون من عند هؤلاء شيئا نسمعه. [3]

میں نے کوئی بھی شخص امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ حدیث کو لازم پکڑنے والا نہیں دیکھا۔ ایک دفعہ محدثین میں سے یحییٰ بن سعید انصاریؒ، ہشام بن عروہؒ اور سعید بن ابی عروبہؒ ہمارے ہاں کوفہ تشریف لائے تو امام ابوحنیفہؒ نے ہم سے فرمایا

---

[1] ایضاً (ص ۲۰۹، ۲۱۰)
[2] تہذیب التہذیب (ج ۵/۱۰ ص ۳۹۲)
[3] الجواہر المضیۃ (ج ۲ ص ۲۰۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

کہ تم ان کے پاس جا کر دیکھو کہ ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے (جو کہ ہمارے پاس نہیں) تا کہ ہم بھی ان سے اس کا سماع کریں۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) بھی امام نضرؒ سے یہ قول بہ سند متصل نقل کرتے ہیں۔[۱]

اسی طرح آپ کے ایک اور شاگرد امام عبدالعزیز بن ابی رزمہؒ (م ۲۰۶ھ جو کہ ثقہ محدث تھے[۲]) سے امام ابو محمد عبداللہ حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے بسند متصل نقل کیا ہے کہ:

ذکر علم ابی حنیفة بالحدیث فقال: قدم الکوفة محدث، فقال ابو حنیفة لاصحابه: انظروا هل عنده شئ من الحدیث لیس عندنا، قال و قدم علینا محدث آخر فقال لا صحابه مثل ذلک.[۳]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک دفعہ کوفہ میں کوئی محدث آئے تو امام ابوحنیفہؒ اپنے تلامذہ کو فرمانے لگے کہ دیکھو ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جو ہمارے پاس نہیں ہے (تا کہ ہم ان سے وہ حدیث حاصل کریں)۔ امام عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ دوبارہ ایک اور محدث ہمارے پاس آئے تو آپ نے پھر بھی اپنے تلامذہ سے یہی فرمایا۔

الغرض امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اپنے شہر کوفہ میں ہر ممکن طریقے سے تحصیل احادیث میں مگن رہے تا آنکہ اس میں مکمل عبور حاصل کر لیا۔

طلب حدیث میں دیگر بلادِ اسلامیہ کا سفر

آپ نے اہل کوفہ کا کل ذخیرۂ حدیث جمع کرنے کے ساتھ ساتھ دیگر بلادِ اسلامیہ کے محدثین کی احادیث کو بھی حاصل کرنے کا اہتمام کیا اور طلب حدیث میں مختلف شہروں کی طرف کئی سفر کیے۔ اگرچہ کوفہ کی احادیث جمع کر لینے کے بعد آپ کو کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ کوفہ میں محدثین اور احادیث کی اتنی کثرت تھی اور علم حدیث کی یہاں اس قدر اعلیٰ پیمانے پر نشر و اشاعت ہو رہی تھی کہ اگر کوئی شخص صرف یہیں رہ کر علم حدیث حاصل کر لیتا تھا تو وہ اس فن میں

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۲۲۹)

۲۔ تقریب التہذیب (ج ا ص ۶۰۲)

۳۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۵۰۶) للحارثی

www.besturdubooks.wordpress.com

درجہ کمال کو پہنچ جاتا تھا۔ جیسا کہ آپ کے رفیق درس امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۵ھ)، جن کو امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) اور امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) جو دونوں امیر المومنین فی الحدیث کہلاتے ہیں، علم حدیث کی میزان قرار دیتے تھے، انہوں نے علم حدیث میں یہ کمال یہیں کوفہ میں رہ کر حاصل کیا اور طلب حدیث میں کبھی کوفہ سے باہر قدم نہیں نکالا۔ چنانچہ امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

لم یرحل في حدیث قط۔[1]

امام مسعرؒ نے طلب حدیث میں کبھی سفر نہیں کیا۔

اب جبکہ امام مسعرؒ نے کوفہ میں ہی رہ کر علم حدیث میں اتنی ترقی کی کہ اس علم کی میزان قرار دیے گئے تو امام اعظم ابوحنیفہؒ کا علم حدیث میں کیا مقام ہوگا کہ جن کے بارے میں خود امام مسعرؒ شہادت دے رہے ہیں کہ وہ طلب حدیث میں ہم سب سے آگے تھے۔

لیکن اس کے باوجود آپ نے مزید احادیث حاصل کرنے کے لیے رحلت سفر باندھا اور مختلف شہروں میں جا کر وہاں کے اجلہ محدثین سے احادیث حاصل کیں۔ جیسا کہ محدث ناقد امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وعنی بطلب الآثار، وارتحل في ذلک۔[2]

امام ابوحنیفہؒ نے احادیث حاصل کرنے کا خصوصی اہتمام کیا اور طلب احادیث میں سفر بھی کیا۔

آپ کے زمانہ میں علم حدیث کے جو مراکز تھے، ان میں کوفہ، بصرہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ سب سے زیادہ مشہور و معروف تھے۔ بلکہ امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کے زمانہ تک طلب حدیث کے لیے زیادہ تر ان ہی چار شہروں کی شہرت رہی ہے۔ جیسا کہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام احمدؒ سے ان کے صاحبزادے عبداللہؒ نے جب پوچھا کہ آیا طالب حدیث ایک ہی جگہ رہ کر احادیث لکھتا رہے یا دیگر بلاد کہ جہاں علم کی شہرت ہو، میں بھی جا کر وہاں کے محدثین سے احادیث لکھے؟ تو امام احمدؒ نے ان کو جواب میں فرمایا تھا، وہ سفر کرے اور کوفہ، بصرہ، مکہ اور مدینہ کے محدثین سے

۱؎ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۸۷) للذہبیؒ؛ کتاب الانساب (ج ۳ ص ۵۱۶) للسمعانی

۲؎ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۶۸) (ص ۵۳۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث لکھے۔

معلوم ہوا کہ امام احمدؒ کے زمانہ میں بھی طالب حدیث کے لیے جو مقامات زیادہ مشہور تھے وہ بھی چار شہر کوفہ، بصرہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ تھے۔ امام اعظمؒ نے ان چاروں مقامات سے علم حاصل کیا۔ ان میں سے کوفہ تو آپ کا اپنا مسکن تھا، باقی تینوں شہروں (بصرہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ) کی طرف آپ نے سفر کر کے وہاں کے محدثین سے تحصیل احادیث کی۔

بصرہ کا سفر اور بصرہ کے محدثین سے استفادہ

بصرہ شہر بھی کوفہ کی طرح امیر المؤمنین حضرت عمر فاروقؓ کے حکم سے تعمیر کیا گیا تھا۔ یہ شہر کوفہ کے بعد اسلامی علوم اور فنون کا سب سے بڑا مرکز اور گہوارہ خیال کیا جاتا تھا، اور گونا گوں صفات سے آراستہ ہونے کی وجہ سے "قبۃ الاسلام" (اسلام کا قبہ) اور "خزانۃ العرب" (عرب کا خزانہ) جیسے القاب سے یاد کیا جاتا تھا۔[1]

مولانا محمد حنیف ندویؒ غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

> بصرہ: کوفہ کے بعد یہ دوسرا علمی مرکز ہے جس کو حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ ان کے علاوہ عتبہ بن غزوانؓ، عمران بن حصینؓ، ابو برزہ الاسلمیؓ، معقل بن یسارؓ، عبدالرحمٰن بن سمرہؓ، ابو زید الانصاریؓ، عبداللہ بن الشخیرؓ وغیرہ صحابہ کا بھی یہاں آنا ثابت ہے۔[2]

یہ شہر چونکہ امام اعظمؒ کے مسکن کوفہ کے بالکل قریب واقع ہے، اس لیے تحصیل علم کے لیے آپ کی یہاں اکثر آمد و رفت رہتی تھی۔ چنانچہ خود آپ کا اپنا بیان ہے:[3]

> لقد دخلت البصرۃ نیفا و عشرین مرۃ منھا ما اقیم سنۃ واقل واکثر۔
> میں بیس سے زائد مرتبہ بصرہ گیا ہوں اور وہاں میرا قیام کبھی ایک سال اور کبھی اس سے کم و بیش رہا ہے۔

آپ نے بصرہ میں قیام کے دوران یہاں کے کئی محدثین کے سامنے زانوئے تلمذ

۱۔ کتاب الانساب (ج ۱ ص ۳۵۹)

۲۔ مطالعہ حدیث (ص ۵۷)

۳۔ مناقب ابی حنیفہ للمکی (ص ۵۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

ان سے بڑی تعداد میں احادیث اخذ کیں۔

بصرہ میں آپ نے جن محدثین سے احادیث روایت کی ہیں، ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: امام قتادہ بن دعامہ بصریؒ (م ۱۱۸ھ)، امام شداد بن عبد الرحمن قشیریؒ، امام شیبان بن عبدالرحمن بصریؒ (م ۱۶۴ھ)؛ امام محمد بن زبیر تمیمیؒ، امام عبدالکریم بن ابی المخارق بصریؒ (م ۱۲۶ھ)، امام عاصم بن سلیمان احولؒ (م ۱۴۲ھ)، امام قبیصہ بن مساور بصریؒ وغیرہم۔

حرمین شریفین کا سفر

عالم اسلام کے دو بنیادی دینی و علمی مراکز مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ زادھما اللہ شرفاً و کرامۃً کے مجموعہ کو حرمین شریفین کہا جاتا ہے۔

مکہ مکرمہ کہ جہاں سے اسلام کی صبح طلوع ہوئی اور جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیدائش سے لے کر بعثت نبوت تک زندگی کے چالیس سال اور پھر بعثت کے بعد تیرہ سال بسر کیے اور جس کو عالم اسلام کا پہلا علمی و دینی مرکز ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ اور مدینہ منورہ، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دارالہجرت اور آپ کی آخری آرامگاہ ہے اور جہاں سے علوم نبوت کے چشمے ابلے اور پورا عالم اسلام ان سے سیراب ہوا۔

امام ابوحنیفہؒ نے حرمین کا پہلا سفر غالباً ۹۶ھ میں بعمر ۱۶ سال کیا تھا، جب آپ اپنے والد کی معیت میں حج بیت اللہ کے لیے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے تھے اور اسی سفر میں آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزءؓ سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سننے کی سعادت حاصل کی تھی۔ جیسا کہ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) آپ سے روایت کرتے ہیں:

> ولدت سنة ثمانين و حججت مع ابي سنة ست و تسعين وانا ابن ستة عشر سنة. فلما دخلت المسجد الحرام و رأيت حلقة عظيمة فقلت لابي: حلقة من هذه فقال حلقة عبد الله بن الحارث بن جزء الزبيدي صاحب النبي صلى الله عليه وسلم فتقدمت فسمعته يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من تفقه في دين الله كفاه الله همه ورزقه من حيث لا يحتسبه.[1]

---

[1] جامع المسانید (ج اص ۸۰) للخوارزمی طبع دار الکتب العلمیہ بیروت؛ جامع بیان العلم وفضلہ (ج اص ۴۵) لامام ابن عبدالبر

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۹۶ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کیا، اس وقت میری عمر سولہ سال کی تھی۔ جب میں مسجد حرام میں داخل ہوا تو ایک بہت بڑا حلقۂ درس دیکھا۔ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ یہ کس کا حلقہ ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کا حلقہ ہے۔ چنانچہ میں آگے بڑھا اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا کہ جو شخص اللہ کے دین میں تفقہ پیدا کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے غم کی کفایت کرے گا اور اس کو ایسی جگہ سے روزی دے گا کہ جہاں سے اس کو وہم و گمان بھی نہیں ہوگا۔

یہ غالباً آپ کی زندگی کا پہلا حج تھا، اس کے بعد آپ نے بڑی تعداد میں حج کیے ہیں۔

امام ابوالمحاسن مرغینانی نے بسند متصل امام یحییٰ بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ) سے نقل کیا ہے:

حج ابو حنيفة رحمه الله تعالىٰ خمسا و خمسين حجة.[1]

امام ابوحنیفہؒ نے پچپن حج کیے ہیں۔[2]

۱۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۲۳۱) للمکی

۲۔ ایک شبہ کا ازالہ: بعض حضرات امام ابوحنیفہؒ کے کیے گئے حجوں کی اس مذکورہ تعداد کو مبالغہ آمیز قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ ان کا محض شبہ اور غلط فہمی ہے کیونکہ آپ شروع کتاب میں مورخ کبیر علامہ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) کے حوالے سے پڑھ چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا کثرت سے حج کرنا متواتر روایات سے ثابت ہے۔

اور پھر آپ کے حجوں کی تعداد تو صرف پچپن تک بیان کی گئی ہے، لیکن ہم متعدد اشخاص کے نام بتا سکتے ہیں کہ ان کے حجوں کی تعداد اس سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ مثلاً آپ کے ہی معاصر امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) کے ترجمہ میں امام سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے لکھا ہے کہ وحج نيفا و سبعين حجة. (الانساب ج ۳ ص ۵۱۵) کہ انہوں نے ستر سے زیادہ حج کیے تھے۔ آپ کے استاذ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: و کان قد حج سبعين حجة. (البدایہ والنہایہ ج ۹ [illegible]) انہوں نے ستر حج کیے تھے۔ امام مکی بن ابراہیمؒ (م ۲۱۵ھ) [illegible] شاگرد اور امام بخاریؒ کے کبار شیوخ میں سے ہیں، ان کا اپنا بیان ہے کہ [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ اپنے حج کے سفروں میں مناسک حج ادا کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے اہلِ علم سے علمی استفادہ بھی کرتے رہے۔ اس زمانہ میں حج بھی افادہ و استفادہ کا ایک بڑا ذریعہ تھا، کیونکہ عالمِ اسلام کے گوشہ گوشہ سے اہلِ علم حرمین میں آ کر جمع ہو جاتے تھے اور درس و تدریس کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا۔ امام ابوحنیفہ رَحِمَہُ اللّٰہ بھی اس موقع سے خوب فائدہ اٹھاتے رہے اور آپ نے حرمین کے محدثین سے اخذِ احادیث کرنے کے علاوہ وہاں کے فقہاء سے فقہی مذاکرات بھی کیے ہیں۔

عصرِ حاضر کے مشہور محقق اور بلند پایہ مصنف شیخ ابوزہرہ مصریؒ آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

فلقد كان كثير الرحلة الى بيت الله الحرام حاجا، وفي مكة والمدينة التقى بالعلماء ومنهم كثيرون من التابعين، ولم يكن لقائه بهم الالقاء علمياً، يروى عنهم الاحاديث ويذاكرهم الفقه ويدارسهم من طرائقه.[1]

(گذشتہ سے پیوستہ) (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۲۶۸) میں نے ساٹھ حج کیے ہیں۔ اسی طرح جلیل القدر محدث امام سعید بن سلیمان سعدویہؒ (م ۲۲۵ھ) کا بھی اپنا بیان ہے: حججت ثمانية و خمسين حجة. (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۳۶۸) میں نے اٹھاون حج کیے ہیں۔ محدث کبیر امام ابن ماجہؒ (م ۲۷۳ھ) صاحب السنن نے اپنے استاذ امام علی بن منذرؒ (م ۲۵۶ھ) کا بیان نقل کیا ہے کہ حججت ثمانية و خمسين حجة اكثرها راجل. (سنن ابن ماجہ، باب صید الکلب) میں نے اٹھاون حج کیے ہیں اور ان میں سے اکثر پیادہ پا تھے۔

اسی طرح امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) اپنے استاذ امام محمد بن یحییٰ بن ابی عمرؒ (م ۲۴۳ھ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں: حججت سبعين حجة ماشيا على قدمي. (جامع الترمذی، ابواب ماجاء انه لا صلاة الا بفاتحة الكتاب) میں نے ستر حج پیادہ پا کیے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا ان بلند پایہ محدثین کے قول کی یہ تعداد بھی مبالغہ پر محمول ہے یا ان حضرات نے کذب بیانی سے کام لیا ہے؟ معاذ اللہ

[1] ابوحنیفہ، حیاتہ و عصرہ، آراؤہ و فقہہ (ص ۲۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابو حنیفہؒ نے بسلسلۂ حج بہت دفعہ بیت اللہ کا سفر کیا اور مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء، جن کی بڑی تعداد تابعین کی تھی، سے ملاقاتیں کی ہیں۔ آپ کی اُن سے یہ ملاقاتیں صرف علمی نوعیت کی ہوتی تھیں۔ آپ ان سے احادیث روایت کرتے، فقہی مذاکرات کرتے اور ان کے فقہی طور طریقے سیکھتے۔

مکہ مکرمہ میں ۶ سال مستقل قیام اور مکی محدثین سے سماعِ حدیث

آپ شروع کتاب میں پڑھ چکے ہیں کہ اُموی دورِ حکومت میں عراق کے گورنر یزید بن عمر بن ہبیرہ (م ۱۳۲ھ) نے امام ابو حنیفہؒ کو عہدۂ خاتم و عہدۂ قضا قبول نہ کرنے پر جیل بھیج دیا تھا اور جب ۱۳۰ھ میں آپ جیل سے رہا ہوئے تو آپ سیدھے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور بنی عباس کی حکومت قائم ہونے تک آپ مکہ مکرمہ میں رہے۔ اور جب خلیفہ منصور عہدۂ خلافت پر متمکن ہوا تو آپ کوفہ واپس لوٹے۔

منصور ۱۳۶ھ میں خلیفہ مقرر ہوا، اور یوں آپ کی مکہ مکرمہ میں مستقل مدتِ قیام چھ سال بنتی ہے۔ اس طرح آپ کو طویل عرصہ بیت اللہ کی مجاورت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ نے ویسے تو اپنے پہلے حج سے ہی اہلِ مکہ سے تحصیلِ حدیث کا آغاز کر دیا تھا اور پھر اس کے بعد بھی ہر حج کے زمانہ میں یہ سلسلہ برابر جاری رہا۔ لیکن جب آپ مستقل طور پر چھ سال کے لیے مکہ مکرمہ مقیم ہو گئے تو آپ کو تحصیلِ احادیث کے مواقع اور زیادہ میسر ہو گئے۔

امام صاحبؒ کے زمانہ تک مکہ مکرمہ کی علمی رونق بدستور قائم تھی اور جا بجا حدیث اور فقہ کے درس کھلے ہوئے تھے اور صحابہ کرام خصوصاً حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے تلامذہ مسندِ حدیث و فقہ پر جلوہ افروز تھے۔ آپ نے یہاں کے سب مشہور محدثین سے حدیث کی سماعت کی، خاص کر حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے خصوصی شاگرد اور مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے عالم حضرت عطاء بن ابی رباح (م ۱۱۴ھ) کے درسِ حدیث میں شرکت کی اور اُن سے خصوصی استفادہ کیا۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کے مناقب میں لکھا ہے:

وسمع الحديث من عطاء بن ابی رباح بمكة.[۱]

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے مکہ مکرمہ میں حدیث کا سماع کیا۔

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۱۱) للذہبی۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ نے حضرت عطاءؒ کے علاوہ مکہ مکرمہ میں جن دیگر محدثین سے استفادہ کیا، ان میں سے چند کے اسمائے گرامیہ یہ ہیں: حضرت عکرمہ مولیٰ حضرت ابن عباسؓ (م ۱۰۷ھ)، حضرت ابو معبد مولیٰ ابن عباسؓ (م ۱۰۴ھ)، عالم الحرم حضرت عمرو بن دینارؒ (م ۱۲۶ھ)، حضرت ابوالزبیر مکیؒ (م ۱۲۶ھ)، اسماعیل بن عبدالملک بن ابی الصفیر اؒ، حضرت عبدالعزیز بن رفیعؒ (م ۱۰۳ھ) وغیرہم۔

مدینہ منورہ کا سفر اور وہاں کے محدثین سے سماعِ حدیث

آپ جتنا عرصہ بھی مکہ مکرمہ میں مقیم رہے یا جب بھی آپ کا حج وغیرہ کے لیے یہاں آنا ہوتا تو محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر اور آپ کی آخری آرامگاہ مدینہ منورہ میں ضرور آپ حاضری دیتے اور یہاں روحانی فیوض و برکات حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں کے اجلہ محدثین کی مجالس درس میں شریک ہو کر ان سے تحصیل احادیث بھی کرتے رہے۔ آپ نے مدینہ منورہ میں ہی امام اہل بیت حضرت ابوجعفر باقرؒ (م ۱۱۴ھ)، ان کے صاحبزادے امام جعفر صادقؒ (م ۱۴۸ھ)، مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے حضرت عمرؓ کے پوتے امام سالم بن عبداللہؒ (م ۱۰۶ھ)، ام المومنین حضرت میمونہؓ کے غلام امام سلیمان بن یسارؒ، اعظم الحفاظ امام محمد بن شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ)، تابعی جلیل امام عبداللہ بن دینارؒ (م ۱۲۷ھ)، حضرت ابن عمرؓ کے غلام امام نافعؒ (م ۱۱۷ھ)، امام ہشام بن عروہؒ (م ۱۴۶ھ)، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ (م ۱۴۳ھ)، امام محمد بن منکدرؒ (م ۱۳۰ھ) اور دیگر کئی جلیل القدر محدثین سے احادیث کی تحصیل کی۔

الحاصل، امام ابو حنیفہؒ کے زمانہ میں یہ چار بڑے اور مشہور علمی مراکز تھے۔ ان میں سے کوفہ تو آپ کا اپنا شہر تھا اور باقی تین شہروں: بصرہ، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی طرف آپ نے سفر کیا اور وہاں کے ائمہ حدیث کے دروس میں شرکت کر کے تحصیل حدیث کی۔

بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ آپ نے شام (اس زمانے میں یہ بھی ایک علمی مرکز تھا) کا بھی سفر کیا ہے، لیکن ہمیں اس بارے میں کوئی واضح ثبوت نہیں ملا۔ البتہ آپ نے شام کے مشہور ائمہ حدیث سے سماع حدیث کیا تھا۔ مثلاً شام کے دو مشہور ائمہ امام مکحول شامیؒ (م ۱۱۷ھ) اور امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) سے آپ کا روایت حدیث کرنا ثابت ہے۔ غالباً آپ نے ان سے حدیث کی سماعت مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں کی تھی، اسی طرح آپ کا مکہ مکرمہ میں امام اوزاعیؒ سے علمی

www.besturdubooks.wordpress.com

مذاکرہ اور مناظرہ کرنا بھی منقول ہے۔[1]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ بہت بڑا علمی اعزاز ہے کہ آپ نے ان پانچوں شہروں، کہ جہاں سے علوم نبوت نکل کر پوری دنیا میں پھیلے ہیں، کے علم اور احادیث کو یکجا کیا۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

فهذه الامصار الخمسة الحجاز والعراقان والشام هى التى خرج منها علوم النبوة من العلوم الايمانية والقرآنية والشريعة.[2]

یہ پانچ شہر حجاز (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ)، بصرہ، کوفہ اور شام ہیں، جہاں سے نبوت کے علوم، علوم ایمانی، علوم قرآنی اور علوم شرعیہ نکلے ہیں۔

علاوہ ازیں آپ نے یمن کے سب سے بڑے عالم امام طاؤسؒ (م ۱۰۶ھ) سے بھی حدیث کی سماعت کی ہے۔

آثار صحابہؓ حاصل کرنے کا اہتمام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کے بعد آپ کی ہدایت یافتہ جماعت صحابہ کرام کے آثار کا درجہ ہے۔ ایک مجتہد کے لیے ضروری ہے کہ وہ احادیث نبویہ کے ساتھ ساتھ آثار صحابہؓ سے بھی پوری طرح واقفیت رکھتا ہو، کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاک ارشاد "ما انا عليه واصحابى"[3] (جنتی گروہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہؓ کے نقش قدم پر چلنے والا ہے) میں اپنی سنت کے ساتھ اپنے صحابہؓ کی سنت کو بھی امت کے لیے واجب الاتباع قرار دیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ جو فقہ اور حدیث دونوں علوم میں مجتہدانہ مقام رکھتے تھے، آپ نے احادیث مرفوعہ کے علاوہ آثار صحابہؓ کی بھی خوب معرفت حاصل کی، جیسا کہ آپ کی تصنیف "کتاب الآثار" اس پر شاہد عدل ہے۔ ویسے تو آپ نے تقریباً تمام فقہا صحابہؓ کے آثار کو جمع فرمایا لیکن ان میں سے وہ چار حضرات جو فتویٰ دینے میں سب سے زیادہ مشہور تھے، ان کے آثار

۱۔ جامع المسانید (ج ۲، ص ۳۵۶) عقود الجمان (ص ۱۹۲)

۲۔ منہاج السنۃ (ج ۴، ص ۱۴۲)

۳۔ جامع الترمذی، رقم الحدیث (۲۶۴۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

کو حاصل کرنے کا خصوصی اہتمام فرمایا۔

وہ کثیر الفتویٰ چار صحابہؓ یہ ہیں: (۱) خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ، (۲) خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰؓ، (۳) امام المجتہدین حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (۴) حبر امت حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) ارقام فرماتے ہیں:

واکابر هذا الوجه من الصحابة عمر و علي و ابن مسعود و ابن عباس رضي الله عنهم.[1]

درجہ اجتہاد پر فائز صحابہؓ میں سے بڑے حضرات حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ ہیں۔

مولانا شبلی نعمانی مرحوم لکھتے ہیں:

صحابہؓ میں سے جن لوگوں نے استنباط و اجتہاد سے کام لیا اور مجتہد یا فقیہ کہلائے، ان میں سے چار بزرگ نہایت ممتاز تھے: عمرؓ، علیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت علیؓ و عبداللہ بن مسعودؓ زیادہ تر کوفہ میں رہے اور وہیں ان کے مسائل و احکام کی زیادہ ترویج ہوئی۔ اس تعلق سے کوفہ فقہ کا دار العلم بن گیا، جس طرح کہ حضرت عمرؓ و عبداللہ بن عباسؓ کے تعلق سے حرمین کو دار العلوم کا لقب حاصل ہوا تھا۔[2]

امام صاحبؒ نے ان چاروں صحابہؓ کا علم ان کے اصحاب یا اصحاب الاصحاب سے حاصل کیا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام ربیع بن یونسؒ سے نقل کیا ہے کہ:

ایک دن امام ابو حنیفہؒ خلیفہ منصور کے پاس تشریف لے گئے، وہاں اس کے پاس عیسیٰ بن منصور بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ خلیفہ سے آپ کے بارے میں کہنے لگے: یہ آج پوری دنیا کا بڑا عالم ہے۔ خلیفہ نے آپ سے پوچھا: نعمان! آپ نے علم کن لوگوں سے سیکھا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: عن اصحاب عمر عن

---
[1] حجۃ اللہ البالغہ (ج ۱، ص ۱۴۳)
[2] سیرت النعمان (ص ۱۳۶)

عمر، و عن اصحاب علي عن علي، و عن اصحاب عبداللّٰہ عن عبداللّٰہ، وما كان في وقت ابن عباس على وجه الارض اعلم منه۔

حضرت عمرؓ کا علم ان کے تلامذہ سے، حضرت علیؓ کا علم ان کے تلامذہ سے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علم ان کے تلامذہ سے (حضرت ابن عباسؓ کا علم ان کے تلامذہ سے) اور حضرت ابن عباسؓ کے زمانہ میں روئے زمین پر ان سے بڑا عالم کوئی نہیں تھا۔

خلیفہ منصور کہنے لگا، لقد استوثقت لنفسک۔ آپ نے بڑا مضبوط علم حاصل کیا۔[1]

علامہ کمال الدین احمد بیاضیؒ (م ۱۰۹۸ھ) لکھتے ہیں:

فهو اخذ عن اصحاب عمرؓ عن عمر، و عن اصحاب ابن مسعود رضي اللّٰه عنه عن اصحاب ابن مسعود و عن اصحاب ابن عباس رضي اللّٰه عنهما عن ابن عباس ممن يبلغ العدد المذكور بالكوفة والبصرة والحجاز في حجه ۹۶ھ ست و تسعين و بعده۔[2]

امام ابوحنیفہؒ نے اصحاب عمرؓ سے حضرت عمرؓ کا علم، اصحاب ابن مسعودؓ سے حضرت ابن مسعودؓ کا علم اور اصحاب ابن عباسؓ سے حضرت ابن عباسؓ کا علم مشائخ کی اس تعداد سے، جو ذکر کی جا چکی ہے، کوفہ، بصرہ اور حجاز میں رہ کر ۹۶ھ بزمانہ حج اور اس کے بعد حاصل کیا۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور دیگر صحابہؓ جو کوفہ میں مقیم تھے، کے اقوال کے سب سے بڑے عالم قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ امام مالکؒ کے ترجمہ میں ان کا اور امام صاحبؒ کا علمی موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعنده علم جم من اقوال كثير من الصحابة، كما ان الاول اعلم باقاويل علي وابن مسعود و طائفة ممن كان بالكوفة من اصحاب

---

[1] تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۳۴)

[2] اشارات المرام من عبارات الامام (ص ۲۰)، بحوالہ ابن ماجہؒ اور علم حدیث (ص ۱۶۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، فرضی اللّٰہ عن الامامین۔[۱]

امام مالکؒ کے پاس صحابہؓ کی ایک بڑی تعداد کا بہت سا علم تھا، جیسا کہ پہلے امام (ابوحنیفہؒ) حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور صحابہؓ کی جو جماعت کوفہ میں مقیم تھی، کے اقوال کے سب سے بڑے عالم تھے۔ اللّٰہ تعالیٰ ان دونوں اماموں سے راضی ہو۔

شیخ ابو زہرہ مصریؒ لکھتے ہیں:

وعن عطاء و في مدرسة مكة اخذ علم ابن عباس الذي ورثه عنه كما اخذ عن عكرمة مولاه الذي ورث علمه، حتى لقد قال يوم باعه ابنه علي باربعة آلاف دينار، ماخير لك بعت علم ابيك باربعة آلاف، فاستقال المشتري فاقاله.

واخذ علم ابن عمرو علم عمر عن نافع مولي ابن عمر، وهكذا اجتمع له ابن مسعود، و علم علي عن طريق مدرسة الكوفة، وعلم عمرو ابن عباس بمن التقي من تابعيهم رضي الله عنهم اجمعين۔[۲]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عطاءؒ سے کہ جنہوں نے حضرت ابن عباسؓ سے علمی وراثت پائی تھی اور مکہ کے مدرسے کے دیگر علماء سے حضرت ابن عباسؓ کا علم حاصل کیا، جیسا کہ آپ نے حضرت عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ، جو کہ ان کے علمی وارث قرار پائے تھے، سے بھی علمِ ابن عباسؓ حاصل کیا۔ یہ وہی عکرمہؒ ہیں کہ جب ان کو حضرت ابن عباسؓ کے صاحبزادے نے چار ہزار دینار کے عوض فروخت کر دیا۔ تو انہوں نے اس سے کہا، اس میں تیرے لیے کوئی بھلائی نہیں، کیونکہ تو نے اپنے والد کا علم صرف چار ہزار دینار کے عوض فروخت کر دیا، چنانچہ اس نے ان کو مشتری سے پھر واپس لے لیا۔ نیز آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عمرؓ کا

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ص ۱۱۸)۔

۲۔ ابوحنیفہ (ص ۶۲)

— جاری

www.besturdubooks.wordpress.com

علم نافع مولیٰ ابن عمرؓ سے حاصل کیا، اس طرح حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کا علم کوفہ کے مدرسہ سے اخذ کیا اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا علم ان کے تابعین میں سے جن سے آپ نے ملاقات کی ہے، حاصل کیا۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کے اساتذہ ومشائخ

آپ علم میں جس کمال عروج کو پہنچے، اس میں ایک کردار آپ کے اساتذہ ومشائخ کا بھی ہے۔ کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو جن خصوصیات کے حامل اساتذہ سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائی، ایسے اساتذہ شاید ہی کسی کو میسر آئے ہوں۔

آپ کو اساتذہ کے اعتبار سے بیشمار خصوصیات حاصل ہیں۔ ان میں سے چند خصوصیات بطور گلہائے ازگلزار ے ہدیہ قارئین ہیں:

آپ کے اساتذہ کی غیر معمولی کثرت

آپ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ نے مشائخ کی ایک بڑی تعداد سے شرف تلمذ حاصل کیا، یہاں تک کہ آپ کے مشائخ کی تعداد چار ہزار تک بیان کی گئی ہے۔

امام شہاب الدین ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) لکھتے ہیں:

هم كثيرون لا يسع هذا المختصر ذكرهم، وقد ذكر منهم الامام ابو حفص الكبير اربعة آلاف شيوخ[1]

امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ اتنے زیادہ ہیں کہ یہ مختصر کتاب ان سب کے ذکر کی وسعت نہیں رکھتی، امام ابوحفص کبیرؒ (جو کہ امام بخاریؒ کے کبار اساتذہ میں سے ایک استاذ ہیں) نے ان میں سے چار ہزار شیوخ کو ذکر کیا ہے۔

امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزی شافعیؒ (م ۱۱۶۷ھ) نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

واخذ عن نحو اربعة آلاف شيخ من التابعين.[2]

---

1. الخیرات الحسان (ص ۵۷)
2. دیوان الاسلام (۱۵۳/۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابو حنیفہؒ نے تقریباً چار ہزار شیوخ تابعین سے اخذِ علم کیا۔

امام محمد بن یوسف صالحی دمشقیؒ (م ۹۴۲ھ) نے حروفِ تہجی کے اعتبار سے آپ کے تین سو سے زائد اساتذہ حدیث کے نام بقیدِ نسب ذکر کیے ہیں اور آخر میں لکھا ہے کہ:

میں نے ان سب شیوخ کے حالات اپنی کتاب "تَسْہِیْلُ السَّبِیْلِ اِلٰی مَعْرِفَۃِ الثِّقَاتِ وَالضُّعَفَاءِ وَالْمَجَاہِیْلِ" میں قلم بند کیے ہیں۔[1]

حافظ الحدیث و ناقد الرجال امام ابو الحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب "تھذیب الکمال فی اسماء الرجال" میں امام صاحبؒ کے ترجمہ میں آپ کے ۷۷ اساتذہ حدیث ذکر کیے ہیں، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) ابراہیم بن محمد منتشر، (۲) اسماعیل بن عبد الملک بن ابی الصغیر ا، (۳) جبلہ بن سحیم، (۴) ابو جند حارث بن عبد الرحمٰن ہمدانی، (۵) حسن بن عبید اللہ، (۶) حکم بن عتیبہ، (۷) حماد بن ابی سلیمان، (۸) خالد بن علقمہ، (۹) ربیعہ بن عبد الرحمٰن، (۱۰) زبید یامی، (۱۱) زیاد بن علاقہ، (۱۲) سعید بن مسروق ثوری، (۱۳) سلمہ بن کہیل، (۱۴) سماک بن حرب، (۱۵) ابو روبہ شداد بن عبد الرحمٰن، (۱۶) شیبان بن عبد الرحمٰن نحوی، (۱۷) طاؤس بن کیسان، (۱۸) طریف بن ابی سفیان سعدی، (۱۹) ابو سفیان طلحہ بن نافع، (۲۰) عاصم بن کلیب، (۲۱) عاصم بن ابی النجود، (۲۲) عامر شعبی، (۲۳) عبد اللہ بن ابی حبیبؓ (۲۴) عبد اللہ بن دینار، (۲۵) عبد الرحمٰن بن ہرمز اعرج، (۲۶) عبد العزیز بن رفیع، (۲۷) عبد الکریم بن امیہ بصری، (۲۸) عبد الملک بن عمیر، (۲۹) عدی بن ثابت، (۳۰) عطاء بن ابی رباح، (۳۱) عطاء بن سائب، (۳۲) عطیہ بن سعد عوفی، (۳۳) عکرمہ مولیٰ ابن عباس، (۳۴) علقمہ بن مرثد، (۳۵) علی بن اقمر، (۳۶) علی بن حسن زراد، (۳۷) عمرو بن دینار، (۳۸) عون بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود، (۳۹) قابوس بن ابی ظبیان، (۴۰) قاسم بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن مسعود، (۴۱) قتادہ بن دعامہ، (۴۲) قیس بن مسلم جدلی، (۴۳) محارب بن دثار، (۴۴) محمد بن زبیر حنظلی، (۴۵) محمد بن سائب کلبی، (۴۶) ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بن علیؓ بن ابی طالب، (۴۷) محمد بن قیس ہمدانی، (۴۸) محمد بن مسلم بن شہاب زہری، (۴۹) محمد بن منکدر، (۵۰) مخول بن راشد، (۵۱) مسلم بطین،

---

[1] عقود الجمان (ص ۶۳–۸۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

(۵۲) مسلم ملائی، (۵۳) معن بن عبدالرحمٰن، (۵۴) مقسم، (۵۵) منصور بن معتمر، (۵۶) موسیٰ بن ابی عائشہ، (۵۷) ناصح بن عبداللہ المحلمی، (۵۸) نافع مولیٰ ابن عمرؓ، (۵۹) ہشام بن عروہ، (۶۰) ابوغسان ہشیم بن حبیب صراف، (۶۱) ولید بن سریع مخزومی، (۶۲) یحییٰ بن سعید انصاری، (۶۳) ابوحیہ یحییٰ بن عبداللہ کندی، (۶۴) یحییٰ بن عبداللہ الجابر، (۶۵) یزید بن صہیب فقیر، (۶۶) یزید بن عبدالرحمٰن کوفی، (۶۷) یونس بن عبداللہ بن ابی فروہ، (۶۸) ابواسحاق سبیعی، (۶۹) ابوبکر بن عبداللہ بن ابی الجہم، (۷۰) ابوجناب کلبی، (۷۱) ابوحصین اسدی، (۷۲) ابوالزبیر مکی، (۷۳) ابوالسوار سلمی، (۷۴) ابوعون ثقفی، (۷۵) ابوفروہ جہنی، (۷۶) ابوسعید مولیٰ ابن عباس، (۷۷) ابویعفور عبدی رحمہم اللہ تعالیٰ۔[1]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بھی بحوالہ امام مزیؒ امام صاحبؒ کے ان شیوخ کو نام بنام گنایا ہے اور آخر میں لکھا ہے: وخلق سواهم.[2] (ان کے علاوہ بھی محدثین کی ایک خلقت سے آپ نے روایت کی ہے)۔

مذکورہ بالا شیوخ کے علاوہ آپ کے کچھ اور اساتذہ حدیث کے نام بھی ہمیں کتاب الآثار، تہذیب التہذیب، تذکرۃ الحفاظ، کتاب الانساب اور تعجیل المنفعۃ وغیرہ کتب اسماء الرجال سے ملے ہیں، جو پیش خدمت ہیں:

(۱) ابان بن عیاش، (۲) ابراہیم بن طہمان باشانی، (۳) ابراہیم بن مسلم ہجری، (۴) اسحاق بن ثابت، (۵) اسماعیل بن امیہ کی، (۶) اسماعیل بن مسلم مکی، (۷) ایوب بن عائذ طائی، (۸) ایوب بن عتبہ، (۹) تمیم بن مہاجر، (۱۰) بلال بن مرداس فزاری، (۱۱) ابوعلی ثیقل، (۱۲) جامع بن شداد محاربی، (۱۳) جراح بن منہالؒ، (۱۴) جواب التیمی، (۱۵) حبیب بن ابی ثابت، (۱۶) حصین بن عبدالرحمٰن سلمی، (۱۷) حمید الاعرج، (۱۸) حوط بن عبداللہ العبدی، (۱۹) ابوعمر ذر بن عبداللہ قرہبی، (۲۰) خالد بن عبداللہ اعلی، (۲۱) زبید یامی، (۲۲) زیاد بن میسرہ، (۲۳) سالم بن عجلان، (۲۴) سعید بن مرزبان، (۲۵) سلیمان ابواسحاق شیبانی، (۲۶) شیبہ بن مساور، (۲۷) صلت بن بہرام، (۲۸) ابوسفیان طریف شہاب، (۲۹) طلحہ بن مصرف یامی،

---

[1] تہذیب الکمال (ج ۲۹ ص ۱۰۲، ۱۰۳)، طبع دار الفکر، بیروت

[2] سیر اعلام النبلاء (ج ۶ ص ۵۳۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

(۳۰) عاصم بن سلیمان، (۳۱) عبدالاعلی تیمی، (۳۲) عبدالرحمن بن رزوان، (۳۳) عبدالرحمن بن قاسم بن ابن مسعودؓ، (۳۴) عبداللہ بن حسنؓ بن علیؓ، (۳۵) عبداللہ بن عثمان خثیم، (۳۶) عبداللہ بن داؤد، (۳۷) عبداللہ بن عبدالرحمن ابو حصین تیمی، (۳۸) عبیداللہ بن ابی زیاد، (۳۹) عبیداللہ بن سعید بن جمیل، (۴۰) عبیداللہ بن عمر بن حفص عمری، (۴۱) عثمان بن راشد، (۴۲) عثمان بن عبداللہ بن وہب، (۴۳) عمر بن جبیر، (۴۴) عمرو بن شعیب، (۴۵) عمرو بن مرہ، (۴۶) عمار بن عبداللہ بن یسار جہنی، (۴۷) عمران بن عمیر، (۴۸) عون بن عبداللہ، (۴۹) عیسیٰ بن عبداللہ بن موہب، (۵۰) کدام بن عبدالرحمن سلمی، (۵۱) کثیر الاصم، (۵۲) لیث بن ابی سلیم، (۵۳) محمد بن حفص حصنی، (۵۴) محمد بن عبیداللہ بن سعید ابوعون ثقفی، (۵۵) محمد بن مالک بن زبید، (۵۶) مرزوق ابوبکر تیمی، (۵۷) مکحول شامی، (۵۸) منصور بن زاذان، (۵۹) میمون بن سیاہ، (۶۰) ابوہند نعمان بن ہیثم، (۶۱) یحییٰ بن غسان ابوغسان تیمی، (۶۲) یحییٰ بن عبداللہ اجلح، (۶۳) یحییٰ بن عبیداللہ بن عامر، (۶۴) یحییٰ بن عمرو السیبانی، (۶۵) یونس بن عمرو بن عبداللہ سبیعی، (۶۶) ابوبکر بن عبداللہ ابی الجہم، (۶۷) ابوسلمہ بن عبدالرحمن، (۶۸) ابوالسوار سلمی، (۶۹) ابوخثیم تیمی، (۷۰) ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود، (۷۱) ابوغسان رحمہم اللہ تعالیٰ۔

اساتذہ کی عظمت شان

امام صاحبؒ کے اساتذہ کثرت تعداد کے ساتھ ساتھ علمی کمالات میں بھی عظیم الشان تھے۔ یہ آپ کا بہت بڑا اعزاز ہے کہ آپ نے اتنی بڑی تعداد میں محدثین سے روایت کی ہے۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے ان کے انتخاب میں اس قدر احتیاط اور مہارت کا مظاہرہ کیا کہ بجز ثقہ اور عادل کے کسی سے روایت نہیں لی۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بالسند آپ کا اپنا بیان نقل کرتے ہیں کہ:

> آخذ... الآثار الصحاح عنه التي فشت في ايدي الثقات عن الثقات[1]

یعنی میں نے صرف ان کی احادیث کو لیا ہے جن کو ثقہ راوی ثقہ راویوں سے نقل کرتے آئے ہیں۔

---

[1] مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۲۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کے معاصر امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) آپ کے اس اعزاز کا اقرار کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یاخذ بما صح عنده من الاحادیث التی کان یحملها الثقات۔[1]

امام ابوحنیفہؒ صرف وہی حدیث لیتے ہیں جو صحیح ہوتی ہے اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی ہے۔

شیخ ابوزہرہ مصریؒ نے بھی لکھا ہے کہ:

ولا یقبل ابو حنیفة ذلک الا من هو عنده المنزلة الاولی من الثقة والاطمئنان۔[2]

امام ابوحنیفہؒ صرف اس شخص کی روایت کو قبول کرتے ہیں جو ثقاہت اور اطمینان کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز ہو۔

ان اقتباسات سے واضح ہو گیا کہ آپ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت لیتے تھے۔ اور پھر آپ کے اساتذہ کی یہ بہت بڑی خوبی ہے کہ آپ کے اکثر اساتذہ حدیث اور فقہ دونوں کے جامع تھے۔ چنانچہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) فرماتے ہیں:

ان اکثر مشائخ الامام کانوا جامعین بین الروایة والدرایة۔[3]

امام ابوحنیفہؒ کے اکثر اساتذہ روایت اور درایت (فقاہت حدیث) کے جامع تھے۔

دیگر محدثین کے اساتذہ میں یہ خوبی خال خال ہی پائی جاتی ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

کثیر الروایات صحابہؓ کے تلامذہ سے تلمذ

آپ کے اساتذہ (جو زیادہ تر جلیل القدر تابعین عظام ہیں) کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں سے اکثر ان صحابہ کرامؓ کے شاگرد ہیں جو کثیر الروایات حضرات ہیں۔ چنانچہ وہ چھ صحابہ کرامؓ جنہوں نے سب سے زیادہ احادیث روایت کی ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ الانتقاء (ص ۱۴۲) لابن عبدالبر ۲۔ ابوحنیفہ (ص ۲۴۳)

۳۔ شرح مسند ابی حنیفہ (ص ۵) طبع دارالکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

(۱) حضرت ابوہریرہؓ، (۲) حضرت عبداللہ بن عمرؓ (۳) حضرت عبداللہ بن عباسؓ، (۴) حضرت جابر بن عبداللہؓ، (۵) حضرت انس بن مالکؓ، (۶) حضرت عائشہ صدیقہؓ[1]

آپ نے ان میں سے بعض صحابہؓ سے اگرچہ براہِ راست بھی چند احادیث سنی ہیں، لیکن زیادہ تر آپ نے اُن سے اور دیگر صحابہ سے ان کے تلامذہ کے واسطے سے احادیث لی ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث کو ان کے تلامذہ امام طاؤسؒ، امام شعبیؒ، امام ابوعثمان نہدیؒ اور حضرت عکرمہؒ وغیرہ سے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی احادیث کو اُن کے غلام نافعؒ، صاحبزادے سالمؒ اور تلامذہ محارب بن دثارؒ، محمد بن منتشرؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، ابوالزبیر مکیؒ وغیرہ سے، حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی احادیث کو ان کے غلام امام عکرمہؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام عبداللہ بن دینارؒ، امام عبدالعزیز بن رفیعؒ وغیرہ سے، حضرت جابرؓ کی احادیث کو ان کے تلامذہ امام محمد بن منکدرؒ، امام طلحہ بن نافعؒ، امام یزید فقیرؒ اور امام ابوسفیان مکیؒ وغیرہ سے، حضرت انسؓ کی احادیث کو اُن کے تلامذہ امام حماد بن ابی سلیمانؒ، امام زہریؒ، امام قتادہؒ، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ وغیرہ سے، اور حضرت عائشہؓ کی احادیث کو امام طاؤسؒ، امام شعبیؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ اور امام ابوالزبیر مکیؒ وغیرہ سے حاصل کیا۔

مختلف البلاد اساتذہ سے تلمذ

آپ کے معاصر ائمہ میں سے زیادہ تر کے اساتذہ کسی خاص شہر سے تعلق رکھتے ہیں، جیسا کہ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کے غیر مدنی اساتذہ برائے نام ہیں۔ امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۳ھ) کے اساتذہ صرف کوفی ہیں۔ لیکن امام عالی شان کو ان ائمہ میں یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپ کے اساتذہ صرف کسی مخصوص شہر یا علاقے کے رہنے والے ہی نہیں ہیں بلکہ کوفہ، بصرہ، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام اور یمن وغیرہ تمام مشہور علمی شہروں سے تعلق رکھنے والے محدثین ہیں۔

مختلف الطبقات اساتذہ سے تلمذ

ائمہ حدیث نے تصریح کی ہے کہ ایک محدث اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے سے برتر، ہمسر اور کمتر تینوں طبقوں کے محدثین سے احادیث حاصل نہ کرلے، چنانچہ امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ) اور امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

---

[1] الجواہر المضیئہ (ج ۲ ص ۴۲۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

لایکون المحدث کاملا حتی یکتب عمن هو فوقه و عمن هو مثله و عمن هو دونه.[1]

کوئی محدث بھی اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے سے اوپر والے، اپنے سے برابر والے اور اپنے سے نیچے والے محدثین سے احادیث نہ لکھ لے۔

امام ابوحنیفہؒ بھی علم حدیث میں جو درجہ کمال کو پہنچے، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے بھی ان تینوں طبقوں سے روایت کی ہے۔ چنانچہ آپ کے اساتذہ حدیث کا پہلا طبقہ صحابہ کرامؓ اور کبار واوساط تابعین عظام کا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے جن حضرات سے آپ نے حدیث کی روایت کی ہے، ان کے اسماء تو آپ ماقبل ملاحظہ کر چکے ہیں، اسی طرح کبار واوساط تابعین کی ایک بڑی جماعت سے بھی آپ نے حدیث کی سماعت و روایت کی ہے۔ چنانچہ حافظ محمد بن احمد ابن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) لکھتے ہیں:

و روی عن جماعة من سادات التابعین و ائمتهم.

امام ابوحنیفہؒ نے سادات تابعین اور ائمہ تابعین سے روایت کی ہے۔

پھر ایسے تیرہ تابعین کے اسماء مع اوصاف ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

و قد روی الامام ابو حنیفة عن جماعة کثیرین غیر هؤلاء.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے ان کے علاوہ بھی ان اوصاف کے حامل تابعین کی ایک بڑی جماعت سے روایت کی ہے۔

اسی طرح حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بھی آپ کے اساتذہ میں سے ایسے تیرہ کبار واوساط تابعین کے اسماء ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

و عدد کثیر من التابعین.[3]

ان مذکورہ حضرات کے علاوہ بھی آپ نے بہت سے تابعین سے روایت کی ہے۔

امام عبدالحق الحقی الشافعیؒ (م ۱۲۹۸ھ) رقمطراز ہیں:

---

[1] مقدمہ ابن الصلاح مع شرحہ التقیید والایضاح (ص ۲۱۵)، ارشاد الساری بقیہ شرح البخاری (ج ص ۲۹۲)

[2] مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۸، ۵۹) للمقدسیؒ

[3] مناقب الامام ابی حنیفۃ و صاحبیہ (ص ۱۱) للذہبیؒ

www.besturdubooks.wordpress.com

وابو حنیفة امام مجتهد، ادرک بعض الصحابة ومن التابعین خلقاً کثیراً.[1]

امام ابو حنیفہؒ جو مجتہد امام ہیں، انہوں نے بعض صحابہؓ اور تابعین میں سے ایک خلق کثیر سے ملاقات کی ہے۔

آپ کے اساتذہ کا دوسرا طبقہ آپ کے ان معاصرین کا ہے جو صغار تابعین یا کبار اتباع تابعین میں سے ہیں۔ مثلاً نافع بن عبداللہؒ کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

روی عنه ابو حنیفة و هو من اقرانه.[2]

ان سے امام ابو حنیفہؒ نے روایت کی ہے، جو کہ ان کے معاصرین میں سے ہیں۔

اسی طرح شیبان بن عبدالرحمٰن تمیمیؒ (م ۱۶۴ھ) کے ترجمہ میں حافظ لکھتے ہیں:

وعنه زائدة من قدامة وابو حنیفة الفقیه وهما من اقرانه.[3]

ان سے زائدہ بن قدامہؒ اور امام ابو حنیفہ فقیہؒ نے روایت کی ہے، اور یہ دونوں ان کے معاصرین میں سے ہیں۔

نیز آپ امام اہل بیت حضرت جعفر بن محمد صادقؒ (م ۱۴۸ھ)، جو آپ کے معاصر ہیں، سے بھی روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ مجدد قرن العاشر ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) امام جعفرؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

سمع منه الائمة الاعلام نحو یحیی بن سعید وابن جریج و مالک بن انس والثوری وابن عیینة و کذالک ابو حنیفة کما ذکره صاحب المشکاة فی اسماء رجاله فیکون من روایة الاقران.[4]

ان سے بڑے بڑے ائمہ، جیسے امام یحییٰ بن سعیدؒ، امام ابن جریجؒ، امام مالکؒ، امام ثوریؒ اور امام ابن عیینہؒ نے روایت کی ہے۔ اسی طرح ان سے امام ابو حنیفہؒ بھی روایت کرتے ہیں، جیسا کہ صاحب "مشکوٰۃ" نے اپنی کتاب کے اسماء الرجال میں ذکر کیا ہے۔ سو آپ کا ان سے روایت کرنا بروایت الاقران

۱۔ کشف الالتباس (ص ۹۱) ۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۱۰، ص ۴۱۱)
۳۔ ایضاً (ج ۴، ص ۳۷۵) ۴۔ ذیل الجواہر المضیئہ (ج ۲، ص ۵۳۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

(معاصر کا معاصر سے روایت کرنا) کے قبیل سے ہے۔

آپ کے اساتذہ حدیث کے تیسرے طبقہ میں وہ محدثین شامل ہیں جو زیادہ تر اتباع تابعین میں سے ہیں، جیسا کہ جراح بن منہال کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

و عنه ابو حنيفة و هو اكبر منه.[1]

ان سے امام ابو حنیفہؒ نے روایت کی ہے، جو کہ ان سے بڑے ہیں۔

نیز آپ نے مشہور محدث امام عمرو بن شعیبؒ (م ۱۱۸ھ) سے بھی روایت کی ہے جو کہ بعض علماء کے نزدیک اتباع تابعین میں سے ہیں، جبکہ خود امام صاحبؒ تابعین سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ آپ امام صاحبؒ کی تابعیت کے بیان میں بحوالہ حافظ زین الدین عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) اور حافظ برہان الدین ابناسیؒ (م ۸۰۲ھ) پڑھ چکے ہیں کہ عمرو بن شعیبؒ اتباع تابعین میں سے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان سے تابعین کی ایک جماعت نے روایت کی ہے، جن میں امام ابو حنیفہؒ بھی شامل ہیں۔

نیز آپ نے اپنے بعض تلامذہ سے بھی حدیث روایت کی ہے، جیسا کہ ابراہیم بن طہمانؒ (م ۱۶۳ھ)، جو کہ آپ کے شاگرد ہیں، ان کے ترجمہ میں حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے لکھا ہے:

حدث عنه من شيوخه صفوان بن سليم و ابو حنيفة الامام.[2]

ان سے ان کے شیوخ میں سے صفوان بن سلیمؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے روایت کی ہے۔

بعض علماء نے تصریح کی ہے کہ آپ نے اپنے شاگرد امام مالکؒ سے بھی روایت حدیث کی ہے لیکن یہ بات صحیح نہیں ہے۔[3]

---

[1] الانتفاع بعرض قراءة تاریخ کتاب الآثار (ص ۲۲۰)
[2] تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۵۷)
[3] کیا امام ابو حنیفہؒ نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے؟ بعض حضرات نے اگرچہ یہ دعویٰ کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے امام مالکؒ سے روایت کی ہے، لیکن پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر یہ دعویٰ ثابت بھی ہو جائے تو اس سے امام ابو حنیفہؒ کی شان میں کوئی کمی نہیں آتی۔ کیونکہ جب آپ نے اپنے دیگر تلامذہ ابراہیم بن طہمانؒ وغیرہ سے روایت لی ہے تو اگر آپ نے امام مالکؒ سے بھی روایت لے لی تو اس سے آپ کے مقام و مرتبہ پر کیا فرق پڑتا ہے؟ بلکہ یہ تو آپ کی عظمت شان کی دلیل ہے، جیسا کہ آپ بحوالہ محدث پڑھ

www.besturdubooks.wordpress.com

(گزشتہ سے پیوستہ) چکے ہیں کہ کوئی محدث اس وقت تک کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے سے بڑے، ہمسر اور کمتر تینوں طبقوں سے روایت نہ کرلے۔

لیکن انصاف یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا ثابت نہیں ہے۔ جن دو روایتوں کے سہارے یہ دعویٰ کیا جاتا ہے، ان دونوں روایتوں کی صحت میں محدثین کو سخت کلام ہے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ ھ) بحوالہ حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ ھ) لکھتے ہیں: لان ابا حنیفة لم تثبت روایته عن مالک وانما اوردها الدارقطنی ثم الخطیب لروایتین وقعتا لهما عنه باسنادهما فیهما مقال. (تدریب الراوی، ج ۱، ص ۵۸) یا: جب امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا، امام دارقطنیؒ اور ان کے بعد علامہ خطیب بغدادیؒ نے یہ دعویٰ محض دو روایتوں کی بنا پر، جو ان کو دو سندوں سے ملی تھیں، کیا ہے، لیکن ان دونوں روایتوں میں کلام ہے۔

دراصل ان دونوں روایتوں کا مرکزی راوی عمران بن عبدالرحیم (م ۲۸۱ ھ) ہی ایک دروغ گو اور ناقابل اعتماد شخص ہے، چنانچہ اس کے متعلق امام سلیمانیؒ (م ۴۰۴ ھ) فرماتے ہیں: فیه نظر، هو الذی وضع حدیث ابی حنیفة عن مالک رحمهما الله تعالى. (لسان المیزان، ج ۴، ص ۳۹۸) اس میں نظر ہے، اسی نے "ابوحنیفہؒ عن مالکؒ" والی حدیث وضع کی ہے۔

امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ ھ) نے بھی ایک حدیث کے متعلق تصریح کی ہے:

وقیل انه قد رواه ابوحنیفة عن مالک، وفی ذلک نظر ولا یصح. (التمهید، ج ۷، ص ۱۵۰) کہا گیا ہے کہ اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ نے بھی امام مالکؒ سے روایت کیا ہے، لیکن یہ بات محل نظر اور غیر صحیح ہے۔

اور بالفرض امام صاحبؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا ثابت بھی ہو جائے تو اس سے امام صاحبؒ کا امام مالکؒ کا شاگرد ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ بعض دفعہ اہل علم کسی علمی مذاکرہ کے ضمن میں بھی ایک دوسرے کو حدیث سنا دیتے ہیں، اس سے روایت کرنا مقصود نہیں ہوتا، لہٰذا ممکن ہے کہ امام صاحبؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا (بشرط ثبوت) بھی اسی قبیل سے ہو، چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ ھ) نے جہاں "روایت ابی حنیفة عن مالک" کو غیر ثابت قرار دیا ہے، وہاں اس کا ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ "وایضا فان روایة ابی حنیفة عن مالک انما هی فیما ذکره فی المذاکرة ولم یقصد الروایة عنه." (تدریب الراوی، ج ۱، ص ۵۸) "ابوحنیفة عن مالک" والی روایت کا جواب یہ بھی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ امام مالکؒ نے ان سے روایت کسی مذاکرہ میں بیان کی ہو اور امام ابوحنیفہؒ کا مقصود ان سے روایت کرنا نہ ہو۔ اس موضوع پر مزید تفصیل دیکھنی ہو تو علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ ھ) کا رسالہ "اقوام المسالک" اور علامہ عبدالرشید نعمانیؒ (م ۱۴۲۰ ھ) کی کتاب "ابن ماجہ اور علم حدیث" (ص ۱۶۱-۱۶۳) ملاحظہ کریں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کے بعض اساتذہ حدیث کا تعارف

آپ کے اساتذہ حدیث کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان سب کے تعارف کے لیے ایک ضخیم کتاب چاہیے۔ ہم یہاں صرف آپ کے ان بعض اساتذہ کا تعارف پیش کرتے ہیں جو علوم حدیث میں انتہائی نامور ہیں، اور جن کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق رہا ہے۔

۱۔ امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ)

امام حمادؒ ایک جلیل القدر تابعی، بلند پایہ فقیہ اور کثیر الحدیث و ثقہ محدث تھے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

تابعی کبیر، و ثقہ ابن معین وغیرہ۔[۱]

امام حماد تابعی کبیر ہیں، امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ محدثین نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے۔

امام عجلیؒ فرماتے ہیں:

کوفی ثقة و کان افقہ اصحاب ابراھیم۔[۲]

امام حماد کوفی ثقہ اور ابراہیم نخعیؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

امام محمد سعدؒ (م ۲۳۰ھ) آپ کو کثیر الحدیث اور امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) آپ کو کثیر الروایت کہتے ہیں۔[۳]

امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) آپ کو صَدُوْقُ اللِّسَانْ (راست باز) قرار دیتے ہیں اور فرماتے تھے:

کان حماد احفظ من الحکم۔[۴]

امام حمادؒ امام حکمؒ (جو جلیل القدر فقیہ اور محدث ہیں) سے بھی بڑے حافظ الحدیث تھے۔

۱۔ المغنی (ج ۱ ص ۲۹۸) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۳ ص ۱۴) ۳۔ ایضاً

۴۔ الرسالۃ المستطرفہ (ج ۱ ص ۱۷۷) طبع دار الفکر، بیروت

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔[1]
آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
اور کئی جلیل القدر تابعین سے کسب علم کیا تھا، خصوصاً حضرت ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) سے، جو حضرت
علقمہؒ (م ۶۱ھ)[2] کے واسطہ سے حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی

۱۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۵) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ حضرت علقمہ بن قیسؒ: آپ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کے سب سے بڑے شاگرد اور ان دونوں کی مسند علمی کے جانشین تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ تو ان کا اتنا خاص تعلق رہا ہے کہ ان کے عکس اور پرتو سمجھے جاتے تھے۔ خود حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: ما اقرأ شیئا وما اعلم شیئا الا وعلقمة یقرؤه ویعلمه. (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۴۹) میں نے جو کچھ بھی پڑھا اور جو کچھ بھی علم حاصل کیا علقمہ بھی اس کو پڑھتے اور جانتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نخعیؒ فرماتے ہیں: وکان عبداللہ بن مسعود یشبه النبی صلی اللہ علیه وسلم فی هدیه ودله وسمته، وکان علقمة یشبه بعبداللہ فی دله وسمته. (تاریخ بغداد ج ۱۲ ص ۲۹۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے طور طریق میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھے اور علقمہ طور طریق میں حضرت ابن مسعودؓ کے مشابہ تھے۔
حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں: وکان من انبل اصحابه. (تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص ۴۹) حضرت علقمہؒ حضرت ابن مسعودؓ کے سب سے جلیل القدر شاگرد تھے۔ نیز فرماتے ہیں: وکان یشبه فی هدیه ودله وسمته وفضله. (ایضاً) یہ اپنے طور طریق، چال ڈھال اور فضیلت میں حضرت ابن مسعودؓ کے مشابہ تھے۔
امام قابوس بن ابی ظبیانؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد ابوظبیان سے پوچھا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو چھوڑ کر علقمہؒ کے پاس مسائل پوچھنے کیوں جاتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: ادرکت ناسا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یسئلون علقمة ویستفتونه. (ایضاً) میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی صحابہ کو علقمہ سے مسائل اور فتویٰ پوچھتے دیکھا ہے۔
حضرت علقمہؒ کے بعد ان کے تمام اصحاب میں حضرت ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) سب سے بڑے عالم اور ان کے عکس و جانشین قرار دیئے گئے۔ چنانچہ امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں: وهما اصحاب النخعی هو اعلم الناس بعبداللہ ورأیه وبفتیاه، قد اخذ ذلک عن اخواله علقمة والاسود وعبدالرحمن ابنی یزید وغیرهم من کبراء اصحاب عبداللہ. (العلل ج ۵ ص ۲۰۶) ابراہیم نخعیؒ تمام لوگوں میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی فقہ اور ان کے فتاویٰ کو

www.besturdubooks.wordpress.com

مسند علمی کے جانشین تھے۔

حافظ ابن عبد البرؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

حماد بن ابی سلیمان وھو فقیہ الکوفۃ بعد النخعی القائم بفتواھا وھو معلم ابی حنیفۃ، وقیل لابراھیم النخعی من نسأل بعدک، قال: حماد۔[1]

امام حماد بن ابی سلیمانؒ، جو امام ابراہیم نخعیؒ کے بعد کوفہ کے فقیہ اور ان کی مسند فتویٰ

(گذشتہ سے پیوستہ) سب سے بڑے عالم تھے۔ انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کا علم اپنے ماموؤں حضرت علقمہؒ، حضرت اسود بن یزیدؒ، حضرت عبد الرحمٰن بن یزیدؒ اور حضرت ابن مسعودؓ کے دیگر کبار تلامذہ سے حاصل کیا۔

امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں، کان ابراھیم عندی من اعلم الناس باصحاب عبد اللہ وابطنھم۔ (الجرح والتعدیل، ج ۲ ص ۱۴۵) ابراہیم نخعیؒ میرے نزدیک حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ کے (علم کے) سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے فطین تھے۔

امام عثمان بن مسلم بتیؒ (م ۱۴۳ھ) فرماتے ہیں کہ زمانہ خیر القرون میں کہا جاتا تھا کہ ما رأینا قط اشبہ ھدیا بعلقمۃ من النخعی ولا رأینا رجلا اشبہ ھدیا بابن مسعود من علقمۃ، ولا کان رجل اشبہ ھدیا برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ابن مسعود۔ (تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۴۷۲) ہم نے کوئی شخص نہیں دیکھا جو سیرت میں حضرت ابراہیمؒ سے زیادہ علقمہؒ کے مشابہ ہو، اور نہ ہم نے کوئی شخص دیکھا جو سیرت میں علقمہؒ سے زیادہ حضرت ابن مسعودؓ کے مشابہ ہو، اور نہ ہم نے کوئی ایسا شخص دیکھا جو سیرت میں حضرت ابن مسعودؓ سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو۔

امام اعمشؒ (م ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں، کان ابراھیم صیرفیا فی الحدیث۔ (تذکرۃ الحفاظ، ج ۱، ص ۵۹) ابراہیم نخعیؒ حدیث کو پرکھنے میں صراف تھے۔ علامۃ التابعین امام شعبیؒ (م ۱۰۴ھ) کو جب آپ کی وفات کی خبر پہنچی تو فرمایا، مات رجل ما ترک مثلہ، لا بالکوفۃ ولا بالبصرۃ ولا بالمدینۃ ولا بالشام۔ (التاریخ الصغیر ۱/۲۵۶ للامام البخاریؒ)۔ وہ شخص چل بسا جس نے اپنے بعد اپنا مثل کوئی نہیں چھوڑا، نہ کوفہ میں، نہ بصرہ میں، نہ مدینہ میں اور نہ شام میں۔

حضرت ابراہیم نخعیؒ کی وفات کے بعد یہ علمی وراثت حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) کو منتقل ہوئی اور وہ مسند ابن مسعودؓ و علیؓ کے جانشین قرار پائے، جہاں تک یہ علمی تاج حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے سر پہ سجایا گیا اور آپ حضرت حمادؒ کی وفات کے بعد حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت علیؓ کی مسند علمی پر جلوہ افروز ہوگئے۔

[1] جامع بیان العلم (۲/۱۵۲) طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کے جانشین ہوئے، آپ امام ابوحنیفہؒ کے استاذ ہیں۔ ابراہیم نخعیؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کے بعد ہم کس سے مسائل پوچھیں؟ تو انہوں نے جواب دیا، حماد سے۔

امام صاحبؒ نے ویسے تو بیشمار اساتذہ سے کسب علم کیا، لیکن ان میں سے سب سے زیادہ جن سے علمی استفادہ کیا اور جن کی صحبت میں برسوں رہ کر علمی کمالات حاصل کیے، وہ امام حمادؒ کی بلند پایہ شخصیت ہیں۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

واما ابو حنیفة، فشیخه الذی اختص به حماد بن ابی سلیمان، وحماد عن ابراهیم و ابراهیم عن علقمة و علقمة عن ابن مسعود.[1]

امام ابوحنیفہؒ کے استاذ جن سے آپ نے خصوصی استفادہ کیا، وہ حماد بن ابی سلیمانؒ ہیں، اور امام حمادؒ نے امام ابراہیم نخعیؒ سے، ابراہیم نخعیؒ نے امام علقمہؒ سے اور علقمہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ سے علم حاصل کیا۔

امام احمد بن ابراہیم اشعری قرطبیؒ (م ۵۵۰ھ) رقم طراز ہیں:

حماد بن ابی سلیمان فقیه الکوفة وکان ممکنا من فنون العلم وهو استاذ الامام ابی حنیفة النعمان بن ثابت.[2]

امام حماد بن ابی سلیمان، جو کہ کوفہ کے فقیہ اور فنون علم میں ماہر تھے، آپ امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کے استاذ ہیں۔

امام حماد کی مجلس میں بڑے بڑے محدثین اور فقہاء شریک ہوتے تھے، لیکن ان سب میں ان سے زیادہ استفادہ امام ابوحنیفہؒ نے کیا۔ چنانچہ حافظ ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وقد کان ابو حنیفة وهو الصق الناس بحماد.[3]

امام ابوحنیفہؒ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ امام حمادؒ کے پاس بیٹھنے والے تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے خود امام صاحبؒ کی زبانی نقل کیا ہے:

۱۔ منہاج السنۃ (ج ۲، ص ۱۴۳) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ التعریف فی الانساب (ص ۲۲۵)

۳۔ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲، ص ۱۵۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

فصحبتهٔ ثمانی عشرة سنة۔[۱]

میں اٹھارہ سال امام حمادؒ کی صحبت میں رہا ہوں۔

امام حمادؒ چونکہ تمام علوم شرعیہ بالخصوص فقہ اور حدیث کے جامع تھے، اس لیے امام صاحبؒ نے ان سے یہ دونوں علوم حاصل کیے۔ چنانچہ علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ)، امام حمادؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وعنه اخذ ابو حنیفة الفقه والحدیث۔[۲]

ان سے امام ابو حنیفہؒ نے فقہ اور حدیث دونوں کی تعلیم حاصل کی۔

امام صاحبؒ کے شاگرد رشید امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ چار ہزار حدیثیں روایت کرتے تھے۔ ان میں سے دو ہزار حدیثیں امام حمادؒ کی سند سے تھیں۔[۳]

۲۔ امام ابو عمرو عامر بن شراحیل شعبیؒ (م ۱۰۴ھ)

امام شعبیؒ حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں پیدا ہوئے اور آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے بڑی تعداد میں صحابہ کرامؓ کی زیارت سے اپنی آنکھوں کو منور فرمایا۔ خود فرماتے ہیں:

ادرکت خمسمائة من اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم۔[۴]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ سو صحابہؓ سے ملاقات کی ہے۔

امام موصوف نے ان پانچ سو صحابہؓ میں سے کئی صحابہؓ مثلاً خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت جریر بن عبد اللہؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت مغیرہ بن شعبہؓ وغیرہ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔

تابعین میں آپ کا مقام اتنا بلند تھا کہ آپ "علامة التابعین" کے لقب سے مشہور تھے۔ امام ابن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) نے اپنے شاگردوں سے فرمایا، امام شعبیؒ کو لازم پکڑو، اس لیے کہ میں نے ان کو بہت سے صحابہؓ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔[۵]

۱۔ منخر امام الحظار (ج ۲، ص ۳۰۶) ۲۔ کتاب الفہرست (ص ۲۵۶)

۳۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۳۹) للمکی، طبع دار الکتاب العربی، بیروت

۴۔ تذکرة الحفاظ (ج ۱، ص ۷۹) ۵۔ ایضاً

نیز فرماتے ہیں کہ میں جب کوفہ آیا تو امام شعبیؒ کا بہت بڑا حلقہ تھا، حالانکہ اس وقت بڑی تعداد میں صحابہ کرامؓ موجود تھے۔[1]

ایک دفعہ حضرت ابن عمرؓ امام شعبیؒ کے پاس سے گزرے تو وہ مغازی کا درس دے رہے تھے۔ حضرت ابن عمرؓ ان کا درس سن کر فرمانے لگے کہ میں خود ان جنگوں میں شریک رہا، لیکن ان جنگوں کے حالات کو یہ مجھ سے زیادہ یاد رکھنے اور جاننے والے ہیں۔[2]

امام عاصم احولؒ (م ۱۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ امام شعبیؒ حضرت حسن بصریؒ سے بھی زیادہ کثیر الحدیث اور عمر میں ان سے دو سال بڑے تھے۔[3]

نیز فرماتے ہیں:

ما رایت احدا اعلم بحدیث اہل الکوفۃ و البصرۃ و الحجاز من الشعبی۔[4]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو کوفہ، بصرہ اور حجاز والوں کی احادیث کو امام شعبیؒ سے زیادہ جانتا ہو۔

خود امام شعبیؒ کا اپنا بیان ہے کہ:

مجھے جب بھی کسی نے کوئی حدیث سنائی تو وہ مجھے حفظ ہوگئی اور مجھے یہ خواہش نہیں ہوئی کہ وہ مجھ سے یہ حدیث دوبارہ بیان کرے۔[5]

امام شعبیؒ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کو تحصیل علم میں پوری طرح توجہ دینے کا مشورہ دیا تھا، اور پھر امام صاحبؒ ان ہی کی تحریک و ترغیب سے تحصیل علم میں ہمہ تن مشغول ہوگئے۔ امام صاحبؒ نے کوفہ کے جن محدثین سے احادیث کا درس لیا، ان میں امام شعبیؒ بھی شامل ہیں۔ بلکہ یہ صحابہؓ کے بعد آپ کے سب سے بڑے استاذ الحدیث شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام شعبیؒ کے ترجمہ میں امام صاحبؒ کو بھی ان کے خصوصی تلامذہ حدیث میں شمار کیا ہے اور ساتھ لکھا ہے:

وهو اكبر شيخ لابي حنيفة۔[6]

۱۔ ایضاً (ص ۶۵)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۶۴)
۳۔ ایضاً (ص ۶۴)
۴۔ ایضاً
۵۔ ایضاً
۶۔ ایضاً (ج ۱ ص ۶۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ امام ابو حنیفہؒ کے سب سے بڑے شیخ ہیں۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم امام شعبیؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مختلف فنون میں ماہر تھے۔ نہایت عقیل، عابد اور متقی اور قوی الحافظ تھے۔ صحیفہ کاغذ پر نہ لکھتے تھے، بلکہ جو کچھ ہوتا صندوق سینہ میں محفوظ رکھتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ میں سب سے بڑے یہی ہیں۔[1]

۳۔ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ)

حضرت عطاءؒ بھی ایک جلیل القدر تابعی اور اپنے زمانہ میں مکہ مکرمہ کے سب سے بڑے محدث اور فقیہ تھے۔ ان کی ولادت حضرت عمرؓ یا حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی اور انہوں نے بڑی تعداد میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کی زیارت کی ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) لکھتے ہیں:

احد کبار التابعین الثقات الرفعاء، یقال انه ادرک مائتی صحابة.[2]

حضرت عطاءؒ کبار تابعین اور ثقہ و بلند پایہ محدثین میں سے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے دو سو صحابہ کو پایا ہے۔

اسی طرح انہوں نے کئی صحابہ کرامؓ مثلاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ وغیرہ سے حدیث کی سماعت بھی کی ہے۔

حضرت عطاءؒ کا علمی پایہ اس قدر بلند تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے تھے، اے اہل مکہ! تم مسائل پوچھنے کے لیے میرے پاس جمع ہو جاتے ہو، حالانکہ تم میں عطاء بن ابی رباح موجود ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک دفعہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور مسائل پوچھنے لگے۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ کیا تمہارے اندر عطاء بن ابی رباح موجود نہیں ہیں کہ تم مجھ سے مسائل پوچھتے ہو؟

---

[1] تاریخ اہل حدیث (ص ۱۳۹)۔

[2] البدایۃ والنہایۃ (ج ۹ ص ۳۰۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوجعفر باقرؒ (م ۱۱۴ھ) فرماتے تھے کہ اس روئے زمین پر کوئی ایسا شخص نہیں بچا جو حج کے مسائل کو عطاء بن ابی رباح سے زیادہ جانتا ہو۔

خود امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے، میں نے عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور اس کا آغاز "مفتی اہلِ مکۃ و محدثھم، القدوۃ العلم" کے القاب سے کیا ہے۔[۱]

مکہ مکرمہ میں حضرت عطاءؒ کا حلقہ درس بہت مشہور تھا اور دور دور سے لوگ ان کے حلقہ میں شریک ہو کر اپنی علمی تشنگی کی سیرابی کیا کرتے تھے۔

امام صاحبؒ بھی اپنے قیامِ مکہ کے دوران ان کے حلقہ میں شریک ہوتے رہے ہیں اور ان سے آپ نے مکہ میں ہی حدیث کا سماع بھی کیا تھا، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ کے حوالہ سے آپ ماقبل پڑھ چکے ہیں۔

نیز ذہبیؒ امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

> و روی عن عطاء بن ابی رباح و ھو اکبر شیخ لہ و افضلھم علی ما قال۔[۲]

> امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے روایت کی ہے اور وہ ان کے سب سے بڑے اور افضل شیخ تھے، جیسا کہ خود امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں:

> اور ان (عطاء بن ابی رباحؒ) سے محمد بن اسحاقؒ، ابن جریجؒ اوزاعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ ایسے بڑے بڑے ائمہ نے روایت کی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ میں نے عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔[۳]

امام صاحبؒ جب پہلی دفعہ حضرت عطاءؒ کے درس میں شریک ہوئے تو انہوں نے آپ سے آپ کے علاقے کا پوچھا۔ آپ نے جواب دیا، میں کوفے کا رہنے والا ہوں۔ حضرت عطاء فرمانے لگے، آپ کا تعلق اس شہر سے ہے جس شہر والوں نے تفرقہ بازی کی اور مختلف گروہوں میں

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۹۸، ۹۷)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶، ص ۳۹۱)

۳۔ تاریخ اہلِ حدیث (ص ۱۲۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہٹ گئے۔ امام صاحبؒ نے کہا، جی ہاں۔ حضرت عطاء نے پوچھا تو پھر آپ کا ان گروہوں میں سے کس سے تعلق ہے۔؟

آپ نے فرمایا، ممن لا يسب السلف و يؤمن بالقدر ولا يكفر احدًا بذنب.
میں ان لوگوں میں سے ہوں جو سلف صالحین کی برائی نہیں کرتے، تقدیر پر ایمان لاتے ہیں اور گناہوں کی وجہ سے کسی مسلمان کو کافر نہیں سمجھتے۔

حضرت عطاءؒ آپ کا یہ بہترین اور جامع موقف سن کر پکار اُٹھے:

عرفت فالزم۔[1]

آپ نے حق پہچان لیا، اب اس کو لازم پکڑو۔

یہ آپ کی حضرت عطاءؒ سے پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد آپ باقاعدگی سے ان کے درس میں شریک ہونے لگے۔ حضرت عطاء بھی آپ کی قابلیت اور آپ کے جذبۂ تحصیل علم کو دیکھ کر آپ کا بے حد احترام کرتے تھے اور آپ جب بھی ان کے درس میں آتے تو وہ دیگر طلباء کو ہٹا کر آپ کو اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔ چنانچہ امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے حضرت عطاءؒ کی مجلس کے حاضر باش حارث بن عبدالرحمٰنؒ (م ۱۴۶ھ) سے ان کا بیان نقل کیا ہے کہ:

كنا عند عطاء بعضنا خلف بعض، فاذا جاء ابو حنيفة اوسع له وادناه.[2]

ہم حضرت عطاء کے حلقہ درس میں ایک دوسرے کے پیچھے صفیں بنا کر بیٹھے ہوتے تھے، جب امام ابوحنیفہؒ جاتے تو حضرت عطاءؒ آپ کے لیے جگہ بناتے اور اپنے پاس بٹھا لیتے تھے۔

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے تصریح کی ہے:

اكثر عن عطاء ابو حنيفة الرواية.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے بکثرت حدیثیں روایت کی ہیں۔

امام اعظمؒ کے اپنے استاذ حضرت عطاءؒ کے ساتھ ان اچھے خاص تعلق کی وجہ سے ہی

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۱)؛ البدایہ والنہایہ (ج ۱۰ ص ۱۵۴) لابن کثیرؒ۔
۲۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۹)   ۳۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۷۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے آپ کو "صاحب عطاء بن ابی رباح" سے ملقب کیا ہے۔[1]

۳۔ امام عمرو بن دینار مکیؒ (م ۱۲۶ھ)

یہ بھی ایک جلیل القدر تابعی اور مکہ مکرمہ کے مشہور ائمہ حدیث میں سے ہیں۔ یہ چونکہ حرم شریف میں درس حدیث دیا کرتے تھے، اس لیے "عالم الحرم" کے لقب سے مشہور ہوئے۔

انہوں نے متعدد صحابہ کرامؓ جیسے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت بجالہ بن عبداللہؓ، حضرت انسؓ بن مالک وغیرہ صحابہ کرامؓ اور کئی کبار تابعین سے علم حدیث کی تحصیل کی۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور ان کا ترجمہ الحافظ الامام، عالم الحرم کے القاب سے شروع کیا ہے۔[2]

امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) فرماتے ہیں:

میں نے حدیث میں ان سے زیادہ اثبت (پختہ کار) کوئی نہیں دیکھا۔[3]

نیز فرماتے ہیں:

میں نے ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔[4]

امام یحییٰ قطانؒ (م ۱۹۸ھ) اور امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ یہ امام قتادہؒ سے بھی اثبت (زیادہ پختہ کار محدث) تھے۔[5]

امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) ان کو تین دفعہ ثقہ کہہ کر ان کی زبردست توثیق کرتے تھے اور فرماتے ہیں:

میں نے عمرو بن دینارؒ سے بڑا فقیہ، ان سے بڑا عالم اور ان سے بڑا حافظ الحدیث کوئی نہیں دیکھا۔[6]

موصوف سے بڑے بڑے جلیل القدر ائمہ فقہ و حدیث نے روایت کی ہے جن میں امام

۱۔ فتح الباری (ج ۲ ص ۴۲۳)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۸۵)
۳۔ ایضاً (ص ۸۶)
۴۔ ایضاً
۵۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۰)
۶۔ ایضاً

www.besturdubooks.wordpress.com

اعظم ابوحنیفہؒ بھی شامل ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وعنه شعبة وابن عيينة وايوب و حماد بن زيد و ابو حنيفة. [1]

ان سے امام شعبہؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام ایوب سختیانیؒ، امام حماد بن زیدؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے۔

امام عمروؒ بھی امام صاحبؒ کا بہت احترام کیا کرتے تھے اور اپنے تمام تلامذہ میں آپ کو سب سے نمایاں حیثیت دیتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بسند متصل محدث کبیر امام حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ) سے نقل کیا ہے:

كنا ناتي عمرو بن دينار، فاذا جاء ابو حنيفة اقبل عليه وتركنا، وكنا نسال ابا حنيفة فيسأله فيحدثنا. [2]

ہم امام عمرو بن دینارؒ کے پاس (احادیث کی سماعت کے لیے) بیٹھے ہوتے تھے، جب امام ابوحنیفہؒ تشریف لے آتے تو امام عمروؒ ان کی طرف متوجہ ہو جاتے اور ہمیں چھوڑ دیتے۔ ہم امام ابوحنیفہؒ سے کہتے کہ آپ ان سے احادیث سنانے کا کہیں۔ امام صاحبؒ جب ان سے کہتے تو تب وہ ہم کو دوبارہ احادیث سنانے کا سلسلہ شروع کرتے۔

امام حماد بن زیدؒ نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ امام عمرو بن دینارؒ کی کنیت "ابومحمد" ہم جماعت محدثین کو سب سے پہلے امام ابوحنیفہؒ کے ذریعے سے معلوم ہوئی۔ [3]

امام ابومحمد حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے تصریح کی ہے کہ امام عمرو بن دینارؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ میں سے ہونے کے باوجود ان سے حدیث روایت کی ہے جو کہ امام صاحبؒ کی علم حدیث میں جلیل شان کی دلیل ہے۔ [4]

۵۔ امام ابوجعفر محمد بن علی باقر مدنیؒ (م ۱۱۴ھ)

امام باقرؒ اہل بیت میں سے ایک جلیل القدر بزرگ ہیں۔ ان کے والد گرامی حضرت زین العابدینؒ ہیں جو حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے واحد صاحبزادہ ہیں جو واقعہ کربلا

۱۔ ایضاً
۲۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۰)
۳۔ الجواہر المضیئہ (ج ۱ ص ۳۰)
۴۔ عقود الجمان (ص ۲۰۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

والے دن بیماری کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو دشمنانِ اہل بیت کے ہاتھوں شہید ہونے سے بچالیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

آپ کا لقب باقر ہے۔ باقر کہتے ہیں اس شخص کو جو کسی چیز کو توڑ کر اس کے اندر کی چیز (مغز) کو نکال لائے۔ چونکہ آپ بھی علم کی باریکیوں کو خوب جانتے تھے اس لیے آپ کو بھی باقر کہا جاتا ہے۔[۱]

کہا جاتا ہے کہ یہ لقب آپ کو سب سے پہلے امام اعظم ابوحنیفہؒ نے دیا تھا۔

آپ کے ان علمی کمالات کی وجہ سے امام نسائیؒ وغیرہ محدثین نے آپ کو مدینہ منورہ کے فقہاء تابعین میں شمار کیا ہے۔[۲]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے آپ کے ترجمے کا آغاز: الامام، الثبت اور "اَخَذَ الْاَعْلَامُ" کے القاب سے کرتے ہیں۔[۳]

آپ نے حدیث کی سماعت متعدد صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت جابر بن عبد اللہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت ابن عمرؓ اور عبد اللہ بن جعفرؓ وغیرہ اور اپنے والد حضرت زین العابدینؒ اور کئی دیگر جلیل القدر تابعین سے کی ہے، جبکہ آپ سے کئی نامور محدثین نے حدیث کا سماع کیا، جن میں سے امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وعنه ابنه جعفر الصادق، وعطاء و ابن جريج و ابو حنيفة والاوزاعي والزهري وخلق.[۴]

امام باقرؒ سے ان کے صاحبزادے امام جعفر صادقؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، امام ابن جریجؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام اوزاعیؒ، امام زہریؒ اور محدثین کی ایک خلقت نے روایت کی۔

امام ابوحنیفہؒ کی جب پہلی دفعہ امام باقرؒ سے ملاقات ہوئی تو چونکہ بعض شر پسندوں نے ان کے کان امام صاحب کے خلاف بھرے ہوئے تھے کہ یہ شخص قرآن و سنت کے مقابلے میں رائے

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۹۳)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۹۳)
۳۔ ایضاً
۴۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

اور قیاس سے کام لیتا ہے، اس لیے انہوں نے امام صاحبؒ سے فرمایا تم میرے نانا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی احادیث کی مخالفت قیاس کے ذریعہ سے کرتے ہو۔

امام صاحبؒ نے کہا، اللہ کی پناہ! میں ایسا کیسے کر سکتا ہوں؟ آپ تشریف رکھیں، کیونکہ آپ ہمارے نزدیک ایسے ہی قابلِ احترام ہیں جیسے آپ کے نانا جان صحابہؓ کی نظروں میں قابلِ احترام تھے۔ جب امام باقر بیٹھ گئے تو امام صاحبؒ بھی ان کے سامنے بڑے ادب و احترام سے دو زانو ہو کر بیٹھ گئے اور عرض کیا، آپ مجھے تین سوالوں کے جوابات عنایت فرمائیں:

مسئلہ اولیٰ:

امام ابوحنیفہ: کیا مرد کمزور ہے یا عورت؟

امام باقر: عورت۔

امام ابوحنیفہ: وراثت میں مرد کا حصہ کتنا ہے اور عورت کا حصہ کتنا ہے؟

امام باقر: عورت کا حصہ مرد کے حصے سے آدھا ہے۔

امام ابوحنیفہ: اگر میں (نص کے مقابلہ میں) قیاس سے کام لیتا تو میں اس حکم کو بدل دیتا اور کہتا کہ مرد کا حصہ عورت سے آدھا ہے، کیونکہ عورت مرد سے کمزور ہے۔

مسئلہ دوم:

امام ابوحنیفہ: نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام باقر: نماز۔

امام ابوحنیفہ: اگر میں قیاس سے حکم لگاتا تو کہتا کہ عورت حیض کے بعد نماز کی قضاء کرے نہ کہ روزے کی۔

مسئلہ سوم:

امام ابوحنیفہ: بول (پیشاب) زیادہ نجس ہے یا نطفہ (منی)؟

امام باقر: بول زیادہ نجس ہے۔

امام ابوحنیفہ: اگر میں قیاس کرتا تو میں نطفہ کی بجائے بول سے غسل واجب ہونے کا فتویٰ دیتا۔

پھر امام صاحبؒ نے امام باقر سے عرض کیا، معاذ اللہ! میری کیا مجال کہ میں حدیث کے خلاف کوئی بات بھی زبان پر لاؤں؟ میں تو حدیث کی پیروی کرتا ہوں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام باقرؒ آپ کی اس گفتگو سے اس قدر خوش ہوئے کہ اپنی جگہ سے اٹھے اور آپ کی پیشانی کو چوم لیا۔[1]

اس ملاقات کے بعد امام باقرؒ کی آپ کے بارے میں ساری غلط فہمی دور ہو گئی اور پھر آپ جب بھی ان کے پاس استفادہ کے لیے حاضر ہوتے، وہ آپ سے بہت اکرام سے پیش آتے اور غیبت میں بھی آپ کی تعریف کرتے۔ چنانچہ علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام ابوحمزہ ثمالیؒ سے نقل کیا ہے کہ:

> ہم ابوجعفر باقرؒ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ امام ابوحنیفہؒ ان کے پاس چند مسائل کی تحقیق کے لیے حاضر ہوئے۔ امام باقرؒ نے ان کے سوالات کے جوابات دیے اور جب امام ابوحنیفہؒ اٹھ کر چلے گئے تو امام باقرؒ نے فرمایا:
>
> ما احسن هدیه و سمته وما اکثر فقهه.[2]
>
> اس شخص کی چال ڈھال اور گفتار کیا ہی خوب اچھی ہے اور اس کی فقاہت کتنی زیادہ ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے امام باقرؒ کے صاحبزادے امام جعفر بن محمد صادقؒ (م ۱۴۸ھ)، جو اپنے والد کی طرح بلند پایہ محدث اور فقیہ تھے، سے بھی روایت کی ہے، جیسا کہ آپ ماقبل ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) کے حوالے سے ملاحظہ کر چکے ہیں کہ آپ کا ان سے روایت لینا "رِوَایَۃُ الْاَقْرَانِ بَعْضِهِمْ عَنِ الْبَعْضِ" کے قبیل سے ہے۔

۲۔ امام قتادہ بن دعامہ بصریؒ (م ۱۱۸ھ)

حضرت قتادہؒ بصرہ کے ایک نامور محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ امام محمد بن سیرینؒ (م ۱۱۰ھ) فرماتے ہیں کہ: قَتَادَةُ اَحْفَظُ النَّاسِ. (قتادہ لوگوں میں سب سے بڑے حافظ الحدیث ہیں)۔

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ تمام اہل بصرہ میں قتادہ سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے اور ان کے حافظہ کا یہ حال تھا کہ انہوں نے جو بات بھی سنی، اس کو یاد کر لیا۔ حضرت جابرؓ کا صحیفہ صرف ایک دفعہ پڑھا گیا تو اس کو انہوں نے اسی وقت حفظ کر لیا۔

حضرت بکر بن عبداللہ مزنیؒ (م ۱۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ جس آدمی کے لیے یہ بات باعث

۱۔ مناقب ابی حنیفہ (م ۵۶۸ھ) للمکی [illegible] ۲۔ الانتقاء (ص ۱۴۲)

مسرت ہو کہ وہ دنیا کے سب سے بڑے حافظ الحدیث کو دیکھے تو وہ قتادہ کو دیکھ لے۔

امام عمرو بن عبداللہؒ نے امام قتادہؒ کے حافظہ کی ایک مثال ذکر کی ہے کہ قتادہ جب تابعی کبیر حضرت سعید بن المسیبؒ کی خدمت میں استفادہ کے لیے حاضر ہوئے تو کئی دن ان کے پاس رہ کر ان سے احادیث سنتے رہے اور چونکہ دوران سماعت یہ ان سے بہت سوال کیا کرتے تھے۔ اس لیے ایک دن حضرت سعید بن المسیبؒ نے قتادہؒ سے فرمایا:

تم نے مجھ سے جو کچھ سنا ہے، کیا اس میں سے کچھ تم کو یاد بھی ہے؟

امام قتادہؒ نے جواب دیا، آپ نے اب تک جتنی بھی احادیث سنائی ہیں وہ سب مجھے یاد ہیں۔ اور پھر وہ سب احادیث بعینہٖ اسی طرح سنا دیں جس طرح کہ حضرت سعیدؒ نے ان سے بیان کی تھیں۔ حضرت سعید، قتادہ کی اس قوت حافظہ کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور فرمانے لگے، میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے جیسے لوگ بھی دنیا میں پیدا کیے ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) فرمایا کرتے تھے، کیا قتادہ جیسے بھی دنیا میں لوگ ہیں؟

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

ومع حفظ قتادة و علمه بالحديث كان رأسا في العربية و اللغة وايام العرب والنسب ۱؎

امام قتادہؒ حدیث کے حافظ اور عالم ہونے کے ساتھ ساتھ عربی، لغت، ایام عرب (تاریخ) اور نسب میں بھی سرخیل تھے۔

امام قتادہؒ نے صحابہ کرامؓ میں سے حضرت عبداللہ بن سرجسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو الطفیلؓ، حضرت صفیہ بنت شیبہؓ اور تابعین میں سے حضرت سعید المسیبؒ، حضرت عکرمہؒ، حضرت ابن سیرینؒ اور حضرت حسن بصریؒ وغیرہ جبال علم سے حدیث کا سماع کیا۔ جبکہ خود ان سے حدیث کی سماعت کرنے والوں میں ائمہ حدیث کی ایک بڑی تعداد شامل ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی بصرہ میں ان سے حدیث کا سماع کیا تھا اور آپ ان کے خاص تلامذہ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے امام قتادہؒ کے تلامذۂ حدیث میں جن آٹھ جلیل القدر ائمہ (امام ابو حنیفہؒ، ایوب سختیانیؒ، شعبہؒ، اوزاعیؒ وغیرہم) کے اسماء لکھے ہیں، ان میں سب سے پہلے انہوں

۱؎ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (ج ا ص ۱۲۲، ۱۲۳)

نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے اسم گرامی کو ذکر کیا ہے۔[1]

۷۔ امام محمد بن مسلم بن شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ)

امام زہریؒ کی شخصیت علم حدیث میں کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۲ھ) کے حکم سے علم حدیث کو مدون کیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے تھے کہ سنت ماضیہ کو امام زہری سے زیادہ جاننے والا آج کوئی نہیں ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ ابن شہاب زہریؒ کی نظیر پوری دنیا میں نہیں ہے۔

فقیہ التابعین امام ایوب سختیانیؒ (م ۱۳۱ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو "اعلم الحفاظ" (حفاظ حدیث میں سب سے بڑے عالم) قرار دیتے ہیں۔

امام زہریؒ کا حافظہ بھی بہت قوی تھا، چنانچہ صرف ۸۰ دن میں انہوں نے پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔

ایک دفعہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ھ) نے آپ سے اپنے بیٹے کے لیے کچھ احادیث لکھوانے کی درخواست کی۔ آپ نے اس کو چار سو احادیث زبانی لکھوا دیں۔ ایک ماہ کے بعد جب خلیفہ کی آپ سے دوبارہ ملاقات ہوئی تو اس نے آپ سے کہا کہ وہ کتاب جس میں میرے بیٹے نے آپ سے چار سو حدیثیں لکھی تھیں، گم ہو گئی ہے۔ لہذا آپ دوبارہ وہی احادیث لکھوا دیں۔ آپ نے دوبارہ وہی چار سو احادیث اس کو املا کرائیں۔ جب اس تحریر کا پہلی تحریر سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا بھی فرق نہ نکلا۔

امام زہریؒ کی ولادت ۵۰ھ میں ہوئی اور یہ صغار صحابہؓ کا زمانہ تھا۔ اس لیے آپ کو ان میں سے متعدد حضرات، جیسے حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت انسؓ، حضرت جابرؓ، حضرت سائب بن یزیدؓ، حضرت ابوامامہؓ وغیرہ سے احادیث سننے کا شرف حاصل ہوا۔ اسی طرح بڑی تعداد میں کبار تابعین سے بھی آپ نے احادیث کا سماع کیا۔

۱۔ طبقات الحفاظ (ص ۹۸)

۲۔ ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ...)

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ سے حدیث کی سماعت کرنے والوں میں ائمہ حدیث کی ایک بہت بڑی تعداد ہے، جن میں بڑے بڑے جلیل القدر تابعین، جیسے خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، حضرت عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت یحییٰ بن سعید انصاریؒ اور حضرت امام ابو حنیفہؒ وغیرہ بھی شامل ہیں۔

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وعنه ابو حنيفة ومالک و عطاء بن ابی رباح وعمر بن عبد العزيز وهما من شيوخه وابن عيينة والليث والاوزاعی وابن جريج و خلق.[1]

امام زہریؒ سے امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام عطاء بن ابی رباحؒ، حضرت عمر بن عبد العزیزؒ، اور یہ دونوں امام زہریؒ کے شیوخ میں سے ہیں، روایت کرتے ہیں۔ نیز ان سے امام سفیان بن عیینہؒ، امام لیث بن سعدؒ، امام اوزاعیؒ، امام ابن جریجؒ اور محدثین کی ایک خلقت نے بھی روایت کی ہے۔

یہاں بھی امام سیوطیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کو امام زہریؒ کے خصوصی تلامذہ میں سرفہرست ذکر کیا ہے، جو کہ آپ کی جلالت قدر اور بلند مرتبت کی بیّن دلیل ہے۔

۸۔ امام نافع مولیٰ حضرت ابن عمرؓ (م ۱۱۷ھ)

یہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کے آزاد کردہ غلام ہونے کی وجہ سے "مولیٰ ابن عمرؓ" کہلاتے ہیں، نیز یہ حضرت ابن عمرؓ کے مایہ ناز شاگرد اور ان کے علوم کے ترجمان ہیں۔

حضرت ابن عمرؓ کی نظر میں ان کا مقام اتنا بلند تھا کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے تھے: اللہ تعالیٰ نے نافع کی وجہ سے ہم پر احسان فرمایا ہے۔

امام نافعؒ کا خود اپنا بیان ہے کہ میں تیس سال حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کرتا رہا۔ جب ان کو ایک شخص ابن عامر نے مجھے خریدنے کے لیے تیس ہزار درہم کی پیشکش کی تو انہوں نے اس کی اس پیشکش کو ٹھکرا دیا اور مجھ سے فرمایا: میں ڈرتا ہوں کہ یہ درہم مجھے کسی فتنے میں مبتلا کر دیں اور میں تجھے کہیں بیچ نہ ڈالوں، اس لیے جا، میں نے تجھے آج سے آزاد کر دیا۔

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ نے بھی بارہ ہزار درہم کے عوض ان کو حضرت ابن عمرؓ سے خریدنے کی کوشش کی تھی، لیکن حضرت ابن عمرؓ نے ان سے بھی انکار کر دیا تھا۔

[1] طبقات الحفاظ، ص ۵۰

www.besturdubooks.wordpress.com

امام بخاریؒ وغیرہ محدثین فرماتے ہیں کہ "اَصَحُّ الْاَسَانِید" (سب سے زیادہ صحیح سند) وہ ہے جو حضرت نافعؒ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کریں۔ امام خلیلیؒ فرماتے ہیں کہ نافع مدینہ منورہ کے ائمہ تابعین میں سے ہیں اور ان کی روایات کے صحیح ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۲ھ) نے ان پر اعتماد کرتے ہوئے ان کو سنن کی تعلیم کے لیے مصر روانہ کیا تھا۔[1]

امام نافعؒ نے اپنے مولیٰ حضرت ابن عمرؓ کے علاوہ دیگر کئی صحابہؓ مثلاً ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، ام المومنین حضرت ام سلمہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت ابولبابہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے بھی تحصیلِ احادیث کی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مدینہ منورہ میں ان سے احادیث کی سماعت کی تھی اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کے مناقب میں آپ کے جن تیرہ تابعین اساتذہ حدیث کے اسماء گنائے ہیں، ان میں انہوں نے امام نافعؒ کو بھی گنایا ہے۔[2]

اسی طرح حافظ محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے بھی آپ کے جن تیرہ تابعین اساتذہ حدیث کے اسماء ذکر کیے ہیں، ان میں امام نافعؒ کا اسم گرامی بھی ہے۔[3]

۹۔ امام عکرمہؒ مولیٰ حضرت ابن عباسؓ (م ۱۰۷ھ)

یہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے غلام اور شاگرد ہیں۔ اور جس طرح نافعؒ حضرت ابن عمرؓ کے علوم کے ترجمان تھے، ایسے ہی یہ حضرت ابن عباسؓ کے علوم کے ترجمان سمجھے جاتے تھے۔ انہوں نے بھی برسوں حضرت ابن عباسؓ کی صحبت میں رہ کر ان سے علم دین حاصل کیا۔ جیسا کہ عکرمہؒ خود فرماتے ہیں کہ میں نے چالیس سال تحصیلِ علم میں صرف کیے۔ حضرت ابن عباسؓ میرے پاؤں میں زنجیریں ڈال دیتے تھے تاکہ میں کہیں نہ جا سکوں اور ان ہی کے پاس رہ کر علم حاصل کرتا رہوں۔

ان کو بالآخر یہ محنت اور حضرت ابن عباسؓ کی صحبت کام آئی اور اتنے بڑے عالم بنے کہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی زندگی میں ہی انہوں نے فتویٰ دینا

۱۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج۱ ص ۷۷)، تہذیب التہذیب (ج ۱۰ ص ۴۰۲، ۴۰۳)
۲۔ مناقب ابی حنیفہ و صاحبیہ (ص ۱۱) للذہبی ۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۹۹) لابن عبدالہادی

www.besturdubooks.wordpress.com

شروع کر دیا تھا۔

حضرت ابوالشعثاءؒ فرماتے تھے کہ عکرمہ لوگوں میں سب سے بڑے عالم ہیں۔

تابعی کبیر حضرت سعید بن جبیرؒ (م ۹۵ھ) سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ سے بھی بڑا کوئی عالم ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں، وہ عکرمہ ہیں۔

علامۃ التابعین امام شعبیؒ (م ۱۰۳ھ) فرماتے تھے کہ اس وقت روئے زمین پر عکرمہ سے زیادہ قرآن کو جاننے والا کوئی نہیں رہا۔

حضرت عکرمہ جب بصرہ تشریف لے جاتے تو جب تک آپ بصرہ میں رہتے، امام التابعین حضرت حسن بصریؒ (م ۱۱۰ھ) ان کے احترام میں تفسیر اور فتویٰ دینا بند کر دیتے تھے۔[1]

آپ نے قرآن وحدیث کا علم اپنے مولیٰ حضرت ابن عباسؓ کے علاوہ دیگر کئی صحابہؓ مثلاً ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ، خلیفہ چہارم حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت ابوسعید خدریؓ وغیرہ سے بھی حاصل کیا، جبکہ ان سے علم حاصل کرنے والوں میں امام ابوحنیفہؒ، امام ایوب سختیانیؒ، امام عاصم احولؒ وغیرہ بڑے بڑے ائمہ بھی شامل ہیں۔ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور امام خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) دونوں نے امام اعظمؒ کے تابعین اساتذہ حدیث میں حضرت عکرمہ کو بھی شمار کیا ہے۔[2]

حافظ ذہبیؒ امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وسمع عطاء، ونافعا، وعکرمۃ.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے عطاء بن ابی رباحؒ، نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ اور عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ سے احادیث کا سماع کیا تھا۔

۵۔ امام ہشام بن عروہؒ (م ۱۴۶ھ)

امام ہشام حضرت عروہؒ کے صاحبزادے ہیں، جو کہ خود مشہور صحابی حضرت زبیر بن عوامؓ کے صاحبزادے، امیر المؤمنین حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بھائی، ام المؤمنین حضرت عائشہ

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۷۴)

۲۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۱۱) ومناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۹)

۳۔ الکاشف (۳/۱۹۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت ہشامؒ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی زیارت کی تھی اور انہوں نے آپ کے سر پر دست شفقت پھیرا تھا اور آپ کو دعا دی تھی۔ اسی طرح انہوں نے حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کی بھی زیارت کی تھی اور اپنے چچا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ مدینہ کے بھانجے اور خلیفۃ النبی بلا فصل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے تھے۔

اور اپنے والد حضرت عروہؒ اور دیگر کئی کبار تابعین سے بھی حدیث کی سماعت کا شرف حاصل کیا۔

امام وہبؒ فرماتے ہیں کہ یہ امام حسن بصریؒ اور امام ابن سیرینؒ کی طرح تھے۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) فرماتے ہیں، ہشامؒ ثقہ، ثبت (پختہ)، کثیر الحدیث اور حدیث میں حجۃ تھے۔

امام ابوحاتم رازیؒ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ اور "امام فی الحدیث" تھے۔

امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے چار ہزار حدیثیں روایت کی تھیں۔

حافظ ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) ان کو "کتاب الثقات" میں ذکر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں، یہ متقن (پختہ کار محدث)، پرہیزگار، فاضل اور حافظ الحدیث تھے۔

امام عجلیؒ، امام ابن شاہینؒ وغیرہ محدثین بھی ان کی توثیق کرتے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو: الامام الحافظ اور الحجۃ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[1]

ان کے تلامذہ حدیث میں بڑے بڑے ائمہ حدیث و فقہ بھی شامل ہیں۔ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ان کے ترجمہ میں ان کے سات خصوصی تلامذہ میں امام اعظمؒ کو سرفہرست ذکر کیا ہے، چنانچہ سیوطیؒ لکھتے ہیں:

وعنه ابو حنيفة ومالك وشعبة والسفيانان والحمادان وخلق۔[2]

امام ہشام بن عروہؒ سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شعبہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام سفیان بن عیینہؒ، امام حماد بن زیدؒ، امام حماد بن سلمۃؒ اور دیگر بہت سے محدثین نے روایت کی ہے۔

۱۔ دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۴۴، ۱۴۵) تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۴۵، ۵۰)

۲۔ طبقات الحفاظ (ص ۷۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کا سلسلہ درس و تدریس

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کا سلسلہ درس وتدریس

امام صاحبؒ نے اپنی زندگی کا ایک معتد بہ حصہ درس وتدریس میں صرف کیا، اور دنیا میں آپ کو جو شہرت عام حاصل ہوئی، اس کا ایک سبب آپ کا یہ سلسلۂ درس وتدریس بھی ہے۔ آپ نے تدریس کا باقاعدہ آغاز اُس وقت کیا جب آپ کے استاذِ مکرم اور حضرت ابراہیم نخعیؒ (م ۹۵ھ) کے علمی جانشین امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) کا انتقال ہوا اور ان کے تلامذہ نے اپنے استاذ کی مسند کو آباد رکھنے کے لیے ان کے جانشین کی تلاش شروع کی۔ چنانچہ سب سے پہلے انہوں نے امام حمادؒ کے صاحبزادے کو اپنے والد کی مسندِ درس پر بٹھایا۔ لیکن چونکہ ان پر نحو وادب کا غلبہ تھا اس لیے وہ اپنے والد کے سلسلۂ تدریس کو کامیابی سے نہیں چلا سکے اور جلد ہی اس سے کنارہ کش ہو گئے۔ اس کے بعد امام حمادؒ کے ایک شاگرد موسیٰ بن ابی کثیرؒ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی۔ وہ اگرچہ فقہ میں زیادہ ماہر نہیں تھے لیکن چونکہ انہوں نے بڑے بڑے مشائخؒ کی صحبت اٹھائی تھی، اس لیے لوگوں پر ان کا ایک اثر تھا۔ مگر جب وہ حج کے لیے چلے گئے تو یہ مسند پھر خالی ہو گئی اور امام حمادؒ کے چند نامور تلامذہ کو ان کی جگہ لینے کے لیے کہا گیا۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اس بہت بڑی ذمہ داری کو سنبھالنے کے لیے آمادہ نہیں ہوا، اس پر امام حماد کے تلامذہ نے آپس میں مشورہ کر کے امام اعظمؒ کو یہ ذمہ داری سونپنے کا فیصلہ کیا، اور کہا کہ یہ خزاز (ریشم فروش) اگرچہ نوعمر ہے لیکن علم کی اچھی معرفت رکھتا ہے لہٰذا اسے اپنے استاذ کی مسند پر بٹھاؤ۔ چنانچہ ان سب نے آپ کو مسندِ درس سنبھالنے کی دعوت دی تو آپ نے ان کے پرزور مطالبہ پر ان کی یہ دعوت قبول کر لی اور اپنے استاذ کی مسندِ علمی پر جلوہ فگن ہوئے اور ان ہی کے طرز پر تدریس کا آغاز کیا۔

آپ نے جب درس دینا شروع کیا تو اول اول آپ کے درس میں صرف امام حمادؒ کے تلامذہ ہی شریک ہوتے تھے۔ لیکن اس کے بعد آپ کا حلقۂ تدریس پھیلتا گیا اور کوفہ کے بڑے

بڑے علماء وامام ابو یوسفؒ، امام اسد بن عمروؒ، قاسم بن معنؒ، زفر بن ہذیلؒ وغیرہ بھی آپ کے حلقہ میں شامل ہو گئے اور آپ کے درس کو وہ شہرت ملی کہ کوفہ میں آپ کا حلقہ دیگر تمام درسی حلقوں سے بڑا ہو گیا اور امراء آپ کے محتاج ہو گئے اور خلفاء بھی آپ کے تذکرے ہونے لگے۔[1]

درس کی شہرت اور سلسلۂ تلمذ کی وسعت

آپ کے طریقۂ تدریس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اتنی قبولیت عطا فرمائی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کے درس کا شہرہ کوفہ کی حدود سے نکل کر پوری دنیا میں پھیل گیا اور پورے اطراف عالم سے طالبانِ علم آ کر آپ کے درس میں شریک ہونے لگے اور آپ کے چشمۂ علم سے اپنے آپ کو سیراب کرنے لگے۔

آپ سے جن لوگوں نے شرفِ تلمذ حاصل کیا، ان کا دائرہ پوری دنیا میں پھیلا ہوا تھا اور شاید ہی دنیا کا کوئی ایسا گوشہ ہو جو آپ کے سلسلۂ تلمذ سے آزاد رہا ہو۔ جن اضلاع وممالک کے طلباء آپ کے درس میں شریک رہے اُن سب کا احاطہ تو مشکل ہے، البتہ وہ اضلاع وممالک جو علمی اعتبار سے زیادہ مشہور تھے وہ امام حافظ الدین کردری (م ۸۲۸ھ) اور امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) کی تصریح کے مطابق حسبِ ذیل ہیں:

(۱) مکہ مکرمہ، (۲) مدینہ منورہ، (۳) کوفہ، (۴) بصرہ، (۵) واسط، (۶) موصل، (۷) جزیرہ، (۸) رقہ، (۹) نصیبین، (۱۰) دمشق، (۱۱) رملہ، (۱۲) مصر، (۱۳) یمن، (۱۴) یمامہ، (۱۵) بحرین، (۱۶) بغداد، (۱۷) اہواز، (۱۸) کرمان، (۱۹) اصبہان، (۲۰) حلوان، (۲۱) استراباد، (۲۲) ہمدان، (۲۳) نہاوند، (۲۴) رے، (۲۵) قومس، (۲۶) دامغان، (۲۷) طبرستان، (۲۸) جرجان، (۲۹) نیساپور، (۳۰) سرخس، (۳۱) نساء، (۳۲) مرو، (۳۳) بخارا، (۳۴) سمرقند، (۳۵) کش، (۳۶) صغانیان، (۳۷) ترمذ، (۳۸) بلخ، (۳۹) ہرات، (۴۰) قہستان، (۴۱) سجستان، (۴۲) رم، (۴۳) خوارزم۔[2]

غرض خلیفۂ وقت کی حدودِ مملکت آپ کے حلقۂ تلمذ کی حدود سے زیادہ وسیع نہ تھیں۔

۱- مناقب ابی حنیفہ (ص ۶۴، ۶۵) للمکی بحوالہ عقود الجمان (ص ۱۲۸، ۱۲۹) للصالحی

۲- مناقب ابی حنیفہ للکردری (ص ۴۹۷-۵۱۸) بحوالہ عقود الجمان (ص ۸۸، ۸۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

حجاز میں آپ کے درس کی مقبولیت

آپ کے درس کی شہرت اس قدر پھیل گئی تھی کہ آپ جہاں جاتے آپ کا حلقہ درس قائم ہو جاتا اور ہزاروں لوگ استفادہ کے لیے آپ کے پاس جمع ہو جاتے تھے، خصوصاً جب آپ نے حج و عمرہ کے لیے مکہ مکرمہ کی طرف سفر کیے یا جتنا عرصہ آپ وہاں مستقل قیام پذیر رہے، اس عرصہ میں ایک تو آپ نے وہاں کے محدثین وفقہاء سے استفادہ کیا، دوسرا آپ نے اپنا حلقہ درس بھی وہاں قائم رکھا، جس کو بڑی شہرت ملی اور بڑے بڑے ائمہ حدیث نے آپ سے یہیں مکہ میں کسب علم کیا۔

امام لیث بن سعدؒ (م ۱۷۵ھ)، جو اہل مصر کے امام اور امام صاحبؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں، انہوں نے مکہ مکرمہ میں ہی آپ سے استفادہ کیا تھا۔ چنانچہ وہ آپ سے اپنی پہلی ملاقات کا قصہ سناتے ہوئے فرماتے ہیں۔

> کنت اسمع بذکر ابی حنیفة فاتمنی ان اراہ، فانی بمکة اذ رایت الناس متقصفین علی رجل، فسمعت رجل یقول یا اباحنیفة فقلت انه هو۔[1]

> میں امام ابوحنیفہؒ کی شہرت سنتا رہتا تھا اور میری بڑی خواہش تھی کہ ان سے ملاقات ہو جائے۔ حسن اتفاق سے میں مکہ مکرمہ میں تھا تو وہاں دیکھا کہ لوگ ایک شخص پر ٹوٹے جا رہے ہیں۔ اچانک ایک شخص مجلس سے بولا، اے ابوحنیفہؒ! میں سمجھ گیا کہ یہی امام ابوحنیفہ ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) امام لیثؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

> حج سنة ثلاث عشرة۔[2]

> امام لیث بن سعدؒ نے ۱۱۳ھ میں حج کیا تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ ۱۱۳ھ تک امام ابوحنیفہؒ کے درس کی شہرت مکہ مکرمہ اور مصر تک پھیل چکی تھی۔

---

[1] الانتقاء (ص ۱۴۳) لابن عبد البرؒ، مناقب ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۲۲) للذہبیؒ
[2] تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۶۵)، تہذیب التہذیب (ج ۴، ص ۴۱۰)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی طرح آپ کے ایک اور شاگرد امام ابوعاصم نبیلؒ (م ۲۱۲ھ) مکہ میں آپ کے درس کا اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کنا عند ابی حنیفة بمکة فکثر علیه اصحاب الحدیث و اصحاب الرأی. فقال: الا رجل یذهب الی صاحب الربع حتی یفرق عنا.[1]

ہم مکہ مکرمہ میں امام ابوحنیفہؒ کے پاس موجود تھے، وہاں آپ کے پاس محدثین اور فقہاء کا بہت زیادہ ہجوم ہو گیا تو آپ نے فرمایا کیا کوئی شخص ایسا نہیں جو اہل خانہ کے پاس جائے اور ان کو کہے کہ ہم سے ان لوگوں کو ہٹائے۔

امیر المومنین امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

رأیت ابا حنیفة جالسا فی المسجد الحرام و یفتی اهل المشرق واهل المغرب والناس یومئذ ناس یعنی الفقهاء الکبار و خیار الناس.[2]

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا کہ وہ مسجد حرام میں بیٹھ کر مشرق و مغرب کے لوگوں کو فتویٰ دے رہے ہیں اور اس وقت وہ لوگ بھی لوگ تھے، یعنی وہ بڑے بڑے فقہاء اور بہترین لوگ تھے۔

آپ کے درس کی کشش

آپ کی مجلس درس ایسی پرکشش تھی کہ جو شخص ایک دفعہ آپ کی مجلس میں آ جاتا تھا پھر وہ سب کو چھوڑ کر یہیں کا ہو کر رہ جاتا تھا۔ چنانچہ آپ کے مشہور شاگرد امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ)، جو اصحاب الحدیث میں سے تھے اور اکثر ان کی آمدورفت ائمہ حدیث کی مجالس میں رہتی تھی، ایک دفعہ امام صاحبؒ کی مجلس میں چند مسائل کی تحقیق کے لیے حاضر ہوئے۔ اور یہاں آ کر جب انہوں نے آپ کا اجتہادی اور محدثانہ انداز بیان اور محققانہ طرز استدلال دیکھا تو آپ سے اتنے متاثر ہوئے کہ سب کو چھوڑ کر آپ کے ہی ہو کر رہ گئے۔ اور پھر آپ کے ان دس چوٹی کے تلامذہ میں شمار ہوئے، جنہوں نے آپ کی فقہ سے متعلق کتب تدوین کیں۔[3]

۱۔ الجواہر المضیہ (ج ۲، ص ۲۵۹)

۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۱۳) للمکی

۳۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۰۳) للکردری

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی طرح امام قاسم بن معنؒ (م ۱۷۵ھ)، جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اولاد میں سے ہیں، بیشتر امام صاحبؒ کی مجلس درس میں شریک رہتے تھے۔ اس پر کسی نے ان پر یہ اعتراض کیا کہ آپ تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی اولاد میں سے ہیں، پھر کیوں آپ امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں جا کر ان کے غلاموں میں شمار ہونا چاہتے ہیں؟ اس پر انہوں نے فرمایا:

ماجلس الناس الی احد انفع مجالسة من ابی حنیفة.

امام ابوحنیفہؒ کی مجلس سے زیادہ کسی کی مجلس نفع مند نہیں ہے۔

پھر انہوں نے معترض سے فرمایا: میرے ساتھ چلو اور ان کی مجلس میں تھوڑی دیر بیٹھ کر تو دیکھو! جب وہ شخص آپ کی مجلس میں آیا تو پھر وہ شخص آپ ہی کا ہو کر رہ گیا اور کہنے لگا:

ما رایت مثله[1]

میں نے امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

مجلس درس میں روایت حدیث کا اہتمام

آپ کے درس کا دستور یہ تھا کہ مجلس میں جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ اس کو احادیث نبویہ کی روشنی میں حل فرماتے، اور آپ ان احادیث کا اپنے تلامذہ (جن میں سے ہر ایک علم حدیث میں پوری طرح مہارت رکھتا تھا) سے مذاکرہ بھی کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن ابوالوفا مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) بحوالہ امام ابویوسفؒ آپ کی مجلس درس کی کارروائی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کان ابو حنیفة اذا وردت علیه المسئلة قال ما عندکم فیها من الآثار، فنذکر ما عندنا ویذکر ما عنده، ثم ینظر فان کانت الآثار فی احد القولین اخذ بالاکثر، وان تکافأت او تقاربت نظر فاختار.[2]

امام ابوحنیفہؒ کے سامنے جب کوئی مسئلہ پیش ہوتا تو آپ ہم سے فرماتے، اس مسئلہ میں تمہارے پاس احادیث کتنی ہیں؟ جب ہم اپنی احادیث بیان کر لیتے اور آپ کے پاس جتنی احادیث ہوتیں وہ آپ بیان کر دیتے تو پھر آپ دیکھتے کہ

۱۔ الانتقاء (ص ۱۴۴)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۸)

۲۔ مناقب الائمۃ الاربعہ (ص ۶۸) للمقدسی

۳۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جس قول کی طرف احادیث زیادہ ہیں، اس کو آپ لے لیتے اور دوسرے قول کو چھوڑ دیتے۔ اور اگر دونوں طرف احادیث برابر ہوتیں تو ان میں تحقیق کرتے۔ اور جو قول تحقیق کے مطابق ہوتا اس کو اختیار کر لیتے۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بھی امام ابو یوسفؒ سے یہ قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[1]

اس کے علاوہ بھی آپ کی مجلس میں روایت حدیث کا باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا۔ اور طالبان حدیث آپ کی مجلس میں آ کر آپ سے احادیث روایت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جب ائمہ حدیث و رجال آپ کا تذکرہ کرتے ہیں تو آپ کے بارے میں یہ ضرور تصریح کرتے ہیں کہ فلاں فلاں محدث نے آپ سے روایت لی ہے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کی مجلس میں احادیث کی روایت کا باقاعدہ اہتمام ہوتا تھا۔ ورنہ بڑی تعداد میں محدثین نے آپ سے احادیث کیسے روایت کر لی تھیں؟

کبار محدثین کا مشکل احادیث کے حل کے لیے آپ کی طرف رجوع

آپ احادیث سے مسائل اور ان کے رموز و نکات کے استنباط اور مشکل احادیث کی تفسیر میں بھی کامل مہارت رکھتے تھے۔ اور جب بڑے بڑے محدثین احادیث سے مسائل مستنبط کرنے سے عاجز آ جاتے یا ان کو مشکل احادیث کی تفسیر سمجھ میں نہ آتی تو پھر وہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف ہی رجوع کرتے اور آپ سے اپنے شبہات کی تشفی کرواتے۔ چنانچہ امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ) فرماتے ہیں:

كان كبراء المحدثين مثل زكريا بن ابى زائدة وعبدالملك بن ابى سليمان والليث بن ابى سليم، و مطرف بن طريف و حصين بن عبدالرحمن وغيرهم يختلفون الى ابى حنيفة ويسالونه عما ينوبهم من المسائل ومايشتبه عليهم من الحديث۔[2]

بڑے بڑے محدثین جیسے زکریا بن ابی زائدہؒ، عبدالملک بن ابی سلیمانؒ، لیث بن ابی سلیمؒ، مطرف بن طریفؒ، حصین بن عبدالرحمنؒ وغیرہ امام ابوحنیفہؒ کے پاس

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۹۹) ۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۰۶) للمکی

www.besturdubooks.wordpress.com

آتے رہتے تھے۔ اور جو مسائل ان کو درپیش ہوتے اُن کو آپ سے حل کرواتے،
اور احادیث میں ان کو جو اشتباہ ہوتا اس کی آپ سے تسلی کرواتے۔

آپ کے بعض اساتذہ کا آپ سے استفادہ اور روایت حدیث

امام صاحبؒ کی یہ بہت بڑی خوش نصیبی اور آپ کے لیے یہ بہت بڑا علمی اعزاز ہے کہ آپ کے کئی اساتذہ و مشائخ نے بھی آپ سے استفادہ کیا، اور انہوں نے آپ سے احادیث کی روایت بھی کی۔

ذیل میں آپ کے ایسے چند اساتذہ سے متعلق محدثین کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

(۱) امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) آپ جانتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ نے سب سے زیادہ استفادہ امام حمادؒ سے کیا تھا۔ پھر یہ آپ کا کتنا بڑا اعزاز ہے کہ امام حمادؒ جیسے آپ کے سب سے بڑے استاذ نے بھی آپ سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ امام عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) لکھتے ہیں:

ابو حنیفۃ تفقہ بحماد ثم اخذ حماد بعد ذلک عنہ[1]

امام ابو حنیفہؒ نے امام حمادؒ سے فقہ حاصل کیا، پھر اس کے بعد امام حمادؒ نے بھی آپ سے اخذ علم کیا۔

اسی طرح امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام حافظ الدین کردریؒ (م ۸۲۷ھ) نے بھی امام حمادؒ کو امام ابو حنیفہؒ سے حدیث اور فقہ کی روایت کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔[2]

(۲) امام سلیمان بن مہران اعمشؒ (م ۱۴۸ھ): یہ مشہور محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں، یہ بھی امام ابو حنیفہؒ کے اساتذۂ حدیث میں سے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود یہ آپ سے حدیثیں روایت کرنے کے علاوہ فقہی طور پر بھی آپ سے بہت مستفیض ہوئے۔ چنانچہ آپ گزشتہ کتاب میں امام صاحبؒ کی تصنیفات کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے آپ سے اپنے لیے حج کے مسائل پر ایک کتاب لکھوائی تھی۔

حافظ ابن عبد الہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے امام ابو حنیفہؒ کے تذکرے میں امام اعمشؒ

---

[1] [illegible] (ج ۱ ص ۱۵) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

[2] عقود الجمان (ص ۱۸۰)، مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۹۸) للکردری

www.besturdubooks.wordpress.com

کے بارے میں تصریح کی ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے عمر میں بڑے ہونے کے باوجود آپ سے روایت حدیث کی ہے۔[1]

امام اعمشؒ کے ایک شاگرد امام عبیداللہ بن عمروؒ (م ۱۸۰ھ) فرماتے ہیں:

كنا عند الاعمش وهو يسأل ابا حنيفة الحديث۔[2]

ہم اعمشؒ کے پاس موجود تھے کہ وہ امام ابوحنیفہؒ سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔

(۳) عالم الحرم امام عمرو بن دینار مکیؒ (م ۱۲۶ھ): آپ ان کا تعارف امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ یہ کتنے بڑے محدث تھے! لیکن بایں ہمہ انہوں نے بھی آپ سے روایت حدیث کی۔ چنانچہ امام محمد عبداللہ حارثی المعروف بالاستاذؒ (م ۳۴۰ھ) لکھتے ہیں:

لو لم يستدل على فضل الامام ابي حنيفة الا برواية الكبار عنه كعمرو بن دينار، فانه من شيوخ ابي حنيفة وكبار العلماء۔[3]

اگر امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت پر کوئی اور دلیل نہ بھی ہو تو آپ کی فضیلت کے لیے یہ دلیل ہی کافی ہے کہ آپ سے بڑے بڑے علماء نے حدیث روایت کی ہے، جیسے امام عمرو بن دینارؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ اور بڑے علماء میں سے ہیں۔

(۴) امام قتادہ بن دعامہ بصریؒ (م ۱۱۸ھ): ان کا تعارف بھی آپ امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ یہ جلیل القدر محدث بھی امام اعظمؒ سے حدیث روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ امام محمد خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد روى قتادة ايضا حديثا عن ابي حنيفة۔[4]

امام قتادہؒ نے بھی امام ابوحنیفہؒ سے حدیث روایت کی ہے۔

(۵) ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰن مدنی الرائیؒ (م ۱۳۶ھ): یہ حدیث وفقہ میں امام مالکؒ

۱۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۹) لابن عبدالہادیؒ
۲۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۱۰۹) للمکیؒ
۳۔ جامع المسانید (ج ۱ ص ۳۵)
۴۔ عقود الجمان (ص ۱۸۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

کے سب سے بڑے استاذ ہیں۔ حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

ان مالکا اخذ جل الموطا عن ربیعة.[1]

امام مالکؒ نے موطا کا ایک بڑا حصہ امام ربیعہؒ سے حاصل کیا ہے۔

یہ امام صاحبؒ کے بھی استاذ الحدیث ہیں، لیکن اس کے باوجود انہوں نے آپ سے حدیث کی روایت کی ہے۔[2] نیز انہوں نے آپ سے فقہ کا علم بھی حاصل کیا ہے۔ چنانچہ مورخ کبیر علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وعن ابی حنیفة اخذ و لکنه تقدمه فی الوفاة.[3]

امام ربیعہؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے فقہ حاصل کیا، لیکن وفات ان کی امام ابوحنیفہؒ سے پہلے ہوئی ہے۔

معاصرین کا آپ سے استفادہ اور روایت حدیث

معاصرت کے بارے میں تو مشہور ہے: "المعاصرة اصل المنافرة" (معاصرت نفرت کی اصل اور بنیاد ہے)۔ لیکن یہ امام ابوحنیفہؒ کی عظمت شان ہے کہ آپ کے تقریباً تمام معاصرین ائمہ فقہ و حدیث نے آپ سے علمی فائدہ اٹھایا اور آپ سے حدیث کی روایت کی۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

روی عنه من المحدثین و الفقهاء عدة لایحصون، فمن اقرانه مغیرة بن مقسم، و زکریا بن ابی زائدة، و مسعر بن کدام، و سفیان الثوری و مالک بن مغول و یونس بن ابی اسحاق و من بعدهم زائدة و شریک و الحسن بن صالح و ابوبکر بن عیاش... الخ[4]

امام ابوحنیفہؒ سے محدثین اور فقہاء میں سے اتنے لوگوں نے روایت کی ہے کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔ آپ کے معاصرین میں سے مغیرہ بن مقسمؒ، زکریا بن ابی زائدہؒ،

۱۔ مجموع الفتاوی (ج ۲۰ ص ۱۴۲)

۲۔ عقود الجمان (ص ۱۱۱)، مناقب ابی حنیفۃ للکردری

۳۔ کتاب الفہرست (ص ۲۹۸)

۴۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۱۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

مسعر بن کدامؒ، سفیان ثوریؒ، مالک بن مغولؒ، یونس بن ابی اسحاقؒ اور ان کے بعد زائدہ بن قدامہؒ، شریک نخعیؒ، حسن بن صالحؒ اور ابوبکر بن عیاشؒ وغیرہ نے بھی

۱۔ امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۳ھ) امام صاحبؒ سے حدیث روایت کرنے کے علاوہ آپ کے درس میں باقاعدہ شریک ہو کر آپ سے فقہی مسائل میں بھی استفادہ کرتے رہے ہیں، جیسا کہ امام ابوالقاسم بن کاسؒ (م ۳۲۴ھ) نے امام عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ رأیت مسعرا فی حلقة ابی حنیفة جالسا بین یدیه یسأله ویستفید منه، وقال: ما رأیت اسود راس افقه من ابی حنیفة. عقود الجمان (ص ۱۹۷)۔ میں نے امام مسعر بن کدامؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں دیکھا کہ وہ ان کے سامنے بیٹھ کر ان سے (فقہی) سوالات کر رہے ہیں اور آپ سے مستفید ہو رہے ہیں۔ امام مسعر فرماتے تھے: میں نے کسی بھی کالے سر والے (یعنی نوجوان) کو امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا۔

۲۔ امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ): امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) نے بھی امام سفیان ثوریؒ کو امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ حدیث میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں، ابو حنیفة روی عنه الثوری وابن المبارک وحماد بن زید وهشیم ووکیع بن الجراح وعباد بن عون وجعفر بن عون. (جامع بیان العلم وفضله، ج ۲، ص ۱۴۹) امام ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، حماد بن زیدؒ، ہشیمؒ، وکیع بن جراحؒ، عباد بن عوامؒ اور جعفر بن عونؒ نے روایت کی ہے۔

اسی طرح امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے بھی جب پوچھا گیا کہ هل حدث سفیان عنه؟ (کیا سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث بیان کی ہے) تو انہوں نے فرمایا: نعم۔ (ہاں، انہوں نے آپ سے روایت کی ہے)۔ (عقود الجمان، ص ۲۰۰؛ الخیرات الحسان، ص ۸۰)۔

نیز امام ثوریؒ فقہ میں بھی امام صاحب کے شاگرد ہیں اور فقہی مسائل میں وہ آپ کی بہت زیادہ پیروی کرتے تھے۔ چنانچہ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) فرماتے ہیں، سفیان الثوری اکثر متابعة لابی حنیفة منی (الانتقاء، ص ۱۲۸) امام سفیان ثوریؒ مجھ سے زیادہ امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کرتے ہیں۔ نیز امام ثوریؒ نے اپنی مشہور کتاب "الجامع" میں بھی زیادہ تر مواد امام صاحبؒ سے لیا ہے، جس کو انہوں نے آپ کے شاگرد امام علی بن مسہرؒ (م ۱۸۹ھ) کے واسطے سے حاصل کیا تھا۔ چنانچہ امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) فرماتے ہیں: کان سفیان یاخذ الفقه عن علی بن مسهر من قول ابی حنیفة، وانه استعان به وبمذاکرته على كتابه الجامع۔ (مقدمہ کتاب التعلیم بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث، ص ۱۸۴، ۱۸۵) امام سفیان ثوریؒ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کو علی بن مسہرؒ سے حاصل کرتے تھے اور ان ہی کی مدد اور مذاکرہ سے انہوں نے

حدیث روایت کی ہے۔

اسی طرح آپ کے معاصرین میں سے امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) نے بھی آپ سے تلمذ حاصل کیا ہے۔ چنانچہ امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

وتلمذ لہ کبار من المشائخ الائمۃ المجتہدین والعلماء الراسخین کالامام الجلیل المجمع علی جلالتہ وبراعتہ وتقدمہ وزھدہ عبداللہ بن المبارک وکالامام اللیث بن سعد وکالامام مالک بن انس۔ وناھیک بھؤلاء الائمۃ، وکالامام مسعر بن کدام وزفر وابی یوسف ومحمد وغیرھم۔[۱]

امام ابوحنیفہؒ سے ائمہ مجتہدین اور علمائے راسخین میں سے بڑے بڑے مشائخ نے تلمذ حاصل کیا ہے۔ جیسا کہ امام جلیل عبداللہ بن مبارکؒ، کہ جن کی جلالت شان، فضل و کمال، برتری اور زہد و تقویٰ پر سب کا اتفاق ہے اور جیسا کہ امام لیث

(گزشتہ سے پیوستہ) اپنی کتاب، جس کا نام انہوں نے "جامع" رکھا ہے تصنیف کی ہے۔ حافظ ابو عبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) ارقام فرماتے ہیں: ومن اصحاب ابی حنیفۃ علی بن مسھر، وھو الذی اخذ عنہ سفیان علم ابی حنیفۃ ونسخ منہ کتابہ۔ (اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ، ص ۱۵۸) امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے امام علی بن مسہرؒ بھی ہیں۔ یہ وہی شخص ہیں جن سے امام سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا علم حاصل کیا تھا اور آپ کی کتاب کو نقل کیا تھا۔

امام ابوالشیخ بن حیان انصاریؒ (م ۳۶۹ھ) نے باسندہ امام ابوسفیان صالح بن مہرانؒ سے نقل کیا ہے کہ جامع سفیان الذی تقاتل الناس علیہ، ما خالف ابا حنیفۃ الا فی خمس عشرۃ مسالۃ۔ (طبقات المحدثین باصبہان، ج ۲، ص ۲۱۸) امام سفیان ثوریؒ کی جامع، جس پر لوگ لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں، اس میں انہوں نے صرف پندرہ مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی مخالفت کی ہے۔ امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ) کا جب بصرہ آنا ہوا تو ان کے سامنے "جامع سفیان ثوری" پیش کی گئی تو آپ نے فرمایا: ھذا کلامنا ینسب الی غیرنا۔ (مناقب ابی حنیفۃ، ص ۴۰۹، للکردری) یہ ہمارا کلام ہے جو دوسروں سے منسوب کر دیا گیا ہے۔

[۱] الخیرات الحسان، ص ۲۰

www.besturdubooks.wordpress.com

علاوہ ازیں امام شعبہ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ)، جو علم حدیث و رجال کے عظیم سپوت اور "امیر المؤمنین فی الحدیث" کے لقب سے مشہور ہیں، نے بھی امام اعظمؒ سے روایت حدیث کی ہے، چنانچہ امام ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) نے ایک حدیث بہ سند متصل نقل کی ہے، جس میں امام شعبہؒ امام اعظمؒ سے روایت کر رہے ہیں۔[1]

آپ کے تلامذہ حدیث کی کثرت اور ان کا فضل و کمال

آپ کو جیسے اساتذہ حدیث کے لحاظ سے دیگر ائمہ پر فوقیت حاصل ہے ایسے ہی تلامذہ حدیث کے لحاظ سے بھی آپ کی یہ خصوصیت ہے کہ جس کثرت اور جس فضل و کمال کے لوگ آپ کے حلقہ تلمذ میں شامل ہوئے ایسے تلامذہ کسی امام کو نصیب نہیں ہوئے۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔

تلامذہ حدیث کی کثرت

آپ سے جن لوگوں نے احادیث کی روایت کی ہے ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) جیسے مورخ کبیر اور عظیم ناقد الرجال کو لکھنا پڑا:

روی عنہ من المحدثین والفقہاء عدۃ لا یحصون۔[2]

امام ابوحنیفہؒ سے محدثین اور فقہاء میں سے اتنے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہے کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔

نیز ذہبی لکھتے ہیں:

(گذشتہ سے پیوستہ) اسی طرح امام طحاویؒ بھی اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ" میں بہ سند متصل امام دراوردی سے ناقل ہیں کہ سمعت مالکا یقول: عندی من فقہ ابی حنیفۃ ستون الف مسئلۃ۔ "الفقہ واصول الفقہ" (ص ۲۰۹) للامام الکوثری۔

[1] کما ان امام مالکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کے ساٹھ ہزار فقہی مسائل ہیں۔ تاریخ الحدیث و رجالہ (ص ۵۸۶)

[2] مناقب ابی حنیفۃ و صاحبیہ (ص ۲۲)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روی عنہ خلق کثیر۔[1]

امام ابو حنیفہؒ سے ایک خلق کثیر نے روایت کی ہے۔

ایک اور مقام پر ذہبیؒ رقمطراز ہیں:

وروی عنہ بشر کثیر۔[2]

آپ سے بڑی تعداد میں لوگوں نے روایت کی ہے۔

امام ابن عبدالباری حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) امام صاحبؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روی عنہ خلائق کثیرون من ائمۃ الفقہاء و حفاظ الاثر۔[3]

آپ سے ائمہ فقہاء اور حفاظ حدیث میں سے ایک خلق کثیر نے روایت کی ہے۔

امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) ارقام فرماتے ہیں:

روی عنہ الجم الغفیر۔[4]

امام ابو حنیفہؒ سے ایک جم غفیر نے روایت کی ہے۔

مورخ شہیر حافظ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) امام صاحبؒ کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

واستیعاب الآخذین عن الامام ابی حنیفۃ متعذر لایمکن حصرہ، قال الحافظ ابو محمد الحارثی رحمہ اللہ، والذین رووا عنہ اکثر ممن روی عن الحکم بن عتیبۃ و ابن ابی لیلی وابن شبرمۃ و سفیان الثوری و شریک و حسن بن صالح و یحیی بن سعید و ربیعۃ بن ابی عبدالرحمن ومالک بن انس و ھشام بن عروۃ وابن جریج والاوزاعی وایوب السختیانی وابن عون وسلیمان التیمی و ھشام الدستوائی و سعید بن ابی عروبۃ و معمر بن راشد والشافعی و احمد و اسحاق وغیرھم من ائمۃ الاسلام۔[5]

۱۔ مختصر اخبار البشر (ج ۲ ص ۵۳)

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۶۸)

۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۹)

۴۔ الجواہر المضیئۃ (ج ۱ ص ۲۸)

۵۔ عقود الجمان (ص ۸۹، ۹۰)

امام ابوحنیفہؒ سے جن لوگوں نے علم حاصل کیا ان سب کو جمع اور شمار کرنا متعذر اور ناممکن ہے۔ امام حافظ ابومحمد حارثی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں کہ جنہوں نے امام حکم بن عتیبہؒ، امام ابن ابی لیلیٰؒ، امام ابن شبرمہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام شریک نخعیؒ، امام حسن بن صالحؒ، امام یحییٰ بن سعیدؒ، امام ربیعہ بن ابی عبدالرحمٰنؒ، امام مالک بن انسؒ، امام ہشام بن عروہؒ، امام ابن جریجؒ، امام اوزاعیؒ، امام ایوب سختیانیؒ، امام ابن عونؒ، امام سلیمان تیمیؒ، امام ہشام دستوائیؒ، امام سعید بن ابی عروبہؒ، امام معمر بن راشدؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ ائمہ اسلام سے روایت کی ہے۔

آپ سے جن لوگوں نے حدیث کی روایت کی ہے ان میں سے تقریباً آٹھ سو اشخاص کو امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے نام بنام مع نسب گنایا ہے۔[1]

اسی طرح مشہور جلیل القدر محدث امام ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے بھی اپنی بلند پایہ تصنیف "تہذیب الکمال" میں آپ کے ترجمہ میں تقریباً ایک سو مشہور محدثین کے اسماء کو آپ کے تلامذہ حدیث میں شمار کیا ہے۔[2]

ان کے علاوہ دیگر محدثین وناقدین رجال نے بھی اپنی کتب میں آپ کے تلامذہ حدیث کی بڑی بڑی طویل فہرستیں ذکر کی ہیں۔ اور پھر آپ سے احادیث روایت کرنے والوں کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ آپ سے ایک ایک حدیث محدثین کی پوری پوری خلقت روایت کرتی ہے۔ مثلاً امام ابو یعلیٰ خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) ایک حدیث کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ:

رواہ الخلق عن ابی حنیفۃ۔[3]

اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ سے محدثین کی ایک خلقت نے روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) امام صاحبؒ کی ایک روایت کردہ حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

---

[1] ایضاً (ص ۹۰-۱۵۸)
[2] تہذیب الکمال (ج ۹، ص ۲۰۰۱ تا ۲۰۳)
[3] الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۱۰۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

رواہ جماعۃ عن ابی حنیفۃ[1]

اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ سے ایک پوری جماعت نے روایت کیا ہے۔

آپ کی تلامذہ حدیث کی یہ کثرت علم حدیث میں آپ کی عظمت شان وعلو مرتبت اور محدثین میں آپ کی مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

تلامذہ حدیث کا فضل وکمال

امام اعظمؒ کے تلامذہ حدیث کثرت تعداد کے علاوہ فضل وکمال میں بھی بے مثال تھے۔ چنانچہ آپ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) کے بیانات پڑھ چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ سے جن لوگوں نے روایت کی ہے وہ ائمہ فقہاء ہیں یا حفاظ حدیث ہیں۔ امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) آپ کے تلامذہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وما ابو حنیفۃ فقد حدث عنہ قوم صالحون۔[2]

امام ابوحنیفہؒ سے باصلاحیت لوگوں نے روایت حدیث کی ہے۔

امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۴ھ) شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں:

قال بعض الائمۃ لم یظہر لاحد من ائمۃ الاسلام المشہورین مثل ما ظہر لابی حنیفۃ من الاصحاب والتلامیذ ولم ینتفع العلماء و جمیع الناس بمثل ما انتفعوا بہ وباصحابہ فی تفسیر الاحادیث المشتبہۃ والمسائل المستنبطۃ والنوازل والقضاء والاحکام جزاہم اللہ خیرا۔[3]

بعض ائمہ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ واصحاب کی طرح مشہور ائمہ اسلام میں سے کسی امام کے تلامذہ ظاہر نہیں ہوئے، اور اہل علم و دیگر تمام لوگوں نے مشکل احادیث کی تفسیر، قرآن وسنت سے مستنبط ہونے والے مسائل، نئے آمدہ واقعات، قضاء اور احکام کے حل میں جتنا فائدہ امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ

---

[1] معرفۃ السنن والآثار (م/ ۳۴۳)

[2] جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲ ص ۱۴۸)

[3] الخیرات الحسان (ص ۲۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

سے اٹھایا ہے، اتنا فائدہ انہوں نے کسی سے بھی نہیں اٹھایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر نصیب فرمائے۔ آمین

مشہور مورخ اور ادیب علامہ شبلی نعمانیؒ نے آپ کے تلامذہ کے بارے میں کیا خوب لکھا ہے:

امام صاحب کے شاگردوں پر لحاظ کرو۔ یحییٰ بن سعید قطان، جو فن جرح و تعدیل کے امام ہیں، عبدالرزاق بن ہمام، جن کی جامع کبیر سے امام بخاری نے فائدہ اٹھایا ہے، یزید بن ہارون، جن کے متعلق امام احمد بن حنبل کہا کرتے تھے کہ حفظ اسناد و روایت میں میں نے ان کا ہمسر کسی کو نہیں دیکھا۔ عبداللہ بن مبارک، جو فن حدیث میں امیر المومنین تسلیم کیے گئے ہیں، یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ کو علی بن مدینی (استاذ بخاری) منتہائے علم کہا کرتے تھے، یہ لوگ برائے نام امام صاحب کے شاگرد نہ تھے، بلکہ برسوں ان کے دامن فیض میں تعلیم پائی تھی اور اس انتساب پر ان کو فخر و ناز تھا۔ عبداللہ بن مبارک کہا کرتے تھے کہ اگر خدا نے ابوحنیفہ و سفیان ثوری سے میری مدد نہ کی ہوتی تو میں ایک معمولی آدمی ہوتا۔ وکیع اور یحییٰ بن ابی زائدہ امام صاحب کی صحبت میں اتنی مدت رہے تھے کہ صاحب ابی حنیفہ کہلاتے تھے۔ کیا اس رتبہ کے لوگ جو خود خدمت حدیث و روایت کے پیشوا اور مقتدا تھے، کسی معمولی شخص کے سامنے سر جھکا سکتے تھے![1]

اور پھر آپ کے تلامذہ کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی علمی اقلیم کا مستقل فرمانروا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کسی شخص نے امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ) سے کہہ دیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے فلاں مسئلہ میں غلطی کی ہے۔ اس پر انہوں نے اس کو یہ برجستہ جواب دیا:

کیف یقدر ابو حنیفة یخطئی ومعه مثل ابی یوسف و زفر فی قیاسهما، ومثل یحیی بن ابی زائدة و حفص بن غیاث و حبان و مندل فی حفظهم الحدیث، والقاسم بن معن فی معرفته باللغة العربیة و داؤد الطائی و فضیل بن عیاض فی زهدهما و ورعهما؟ من کان هؤلاء جلساؤه لم یکد یخطئی لانه ان اخطأ ردوه۔[2]

۱۔ سیرت النعمان (ص ۱۰۸، ۱۰۹)   ۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۴ ص ۲۴۷، تذکرہ امام ابو یوسفؒ)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوحنیفہؒ جیسے غلطی کر سکتے تھے، حالانکہ ان کی مجلس میں ابو یوسفؒ اور زفر بن ہذیلؒ جیسے قیاس کے ماہر، یحییٰ بن ابی زائدہؒ، حفص بن غیاثؒ، حبانؒ اور مندلؒ جیسے حفاظ حدیث، قاسم بن معنؒ جیسے لغت عربیہ کے عالم اور داؤد طائی و فضیل بن عیاضؒ جیسے زہد و تقویٰ کے پہاڑ موجود تھے۔ جس شخص کی مجلس میں ایسے اہل علم موجود ہوں وہ کیسے غلطی کر سکتا ہے؟ اور اگر اس سے کوئی غلطی ہوتی بھی تو یہ لوگ اس کو صحیح سمت کی طرف متوجہ کر دیتے۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) لکھتے ہیں:

ولهذا يقال في اصحاب ابي حنيفة، ابو يوسف اعلمهم بالحديث، وزفر اطردهم للقياس والحسن بن زياد اكثرهم تفريعا و محمد اعلمهم بالعربية والحساب۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ امام ابو یوسفؒ ان سب میں حدیث کے سب سے بڑے عالم، امام زفرؒ قیاس کے سب سے بڑے ماہر، امام حسن بن زیادؒ سب سے زیادہ مسائل کی جزئیات بیان کرنے والے اور امام محمد بن حسنؒ لغت عربی اور حساب کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

آپ کے بعض خصوصی تلامذہ کا تعارف

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے تلامذہ تو بیشمار ہیں اور ان میں سے ہر ایک علم حدیث میں بلند پایہ مقام رکھتا ہے، لیکن ہم ان میں سے صرف ان بعض تلامذہ کا تعارف پیش کرتے ہیں جو آپ کے مشہور اور خصوصی تلامذہ شمار ہوتے ہیں، اور ان کے تعارف کرانے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین کو واضح ہو جائے کہ جس شخص کے تلامذہ علم حدیث میں اس مرتبہ کے حامل ہیں وہ خود علم حدیث میں کس پایہ کا ہوگا؟

جس چاند کا ہالہ یہ تھے وہ چاند کیا ہوگا؟

[1] مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ ج ۲۰ ص ۲۳۹ [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

۱۔ قاضی ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ (م ۱۸۲ھ)

امام صاحبؒ کے تلامذہ میں علم، شہرت، جلالت و مرتبت اور دیگر کمالات کے لحاظ سے سب سے مقدم امام ابو یوسفؒ ہیں۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وھو انبل تلامذتہ واعلمھم۔[۱]

آپ امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ معزز اور سب سے بڑے عالم تھے۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) آپ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

ابو یوسف رحمہ اللّٰہ وھو اجل اصحاب ابی حنیفۃ واول من لقب قاضی القضاۃ۔[۲]

امام ابو یوسف رَحِمَہُ اللّٰہ، جو کہ امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں، اور (اسلام میں) پہلے وہ شخص ہیں جن کو قاضی القضاۃ کے لقب سے پکارا گیا۔

حافظ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ)، حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) اور حافظ ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) وغیرہ محدثین نے بھی آپ کو اسلام کے پہلے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) قرار دیا ہے۔[۳]

نیز آپ کا یہ بھی بہت بڑا کارنامہ ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فقہ کے جو اصول وضوابط مقرر کیے تھے ان کو آپ ہی نے سب سے پہلے کتابی صورت میں مدون کیا۔ چنانچہ امام طلحہ بن جعفر (م ۳۰۸ھ) اور امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

واول من وضع الکتب فی اصول الفقہ علی مذھب ابی حنیفۃ،

۱۔ مختصر امام الحفاظ (ص ۳۱۳)

۲۔ مجموع الفتاوی (۲۰/۱۲۸)

۳۔ تاریخ بغداد (۱۴/۲۴۵)؛ البدایۃ والنہایۃ (۱۰/۱۸۱)؛ تحفۃ الاخیار فی قضاۃ الامصار (ص ۱۴۷) طبع مکتبۃ الثقافۃ الدینیۃ القاہرہ

www.besturdubooks.wordpress.com

واملی المسائل و نشرھا، وبث علم ابی حنیفة فی اقطار الارض.[1]

امام ابویوسفؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کے مطابق اصول فقہ میں کتابیں لکھی ہیں، اور مسائل فقہ کو لکھوا کر ان کو دنیا میں پھیلایا ہے اور امام ابوحنیفہؒ کے علم کو دنیا کے کونے کونے میں پہنچایا ہے۔

آپ جب امام صاحبؒ کے پاس حدیث وفقہ کی تعلیم حاصل کر رہے تھے اس وقت آپ کی مالی حالت انتہائی خستہ تھی۔ امام صاحبؒ آپ کو تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ آپ کی مالی امداد بھی مسلسل کرتے رہے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

نشأ فی طلب العلم وکان ابوہ فقیرا فکان ابوحنیفة یتعاھد یعقوب بمائة بعد مائة.[2]

امام ابویوسفؒ جب تعلیم حاصل کرنے میں لگے تو آپ کے والد انتہائی غریب تھے۔ امام ابوحنیفہؒ آپ کو مسلسل سینکڑوں درہم دے کر آپ کی امداد کرتے رہے۔

امام ابویوسفؒ نے کئی سال امام صاحبؒ کی صحبت میں رہ کر علمی کمالات حاصل کیے۔ آپ کا خود اپنا بیان ہے۔

صحبت اباحنیفة سبع عشرة سنة.[3]

میں سترہ سال امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہا ہوں۔

اور آپ یہ فرمایا کرتے تھے، انی لادعو لابی حنیفة قبل ابوی.[4]

میں امام ابوحنیفہؒ کے لیے اپنے والدین سے بھی پہلے دعا کرتا ہوں۔

آپ نے امام صاحبؒ کے علاوہ دیگر کئی اہل علم سے بھی استفادہ کیا جن میں کئی ایک تابعین بھی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وکتب العلم عن طائفة من التابعین.[5]

۱۔ وفیات الاعیان (۲/ ۳۰۰) کتاب الانساب (۱۳/ ۱۳)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۲۹۲)
۳۔ تاریخ بغداد (۱۴/ ۲۵۴)
۴۔ ایضاً (۱۴/ ۲۴۰)
۵۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۳۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابو یوسفؒ نے تابعین کی ایک جماعت سے علم حاصل کیا ہے۔

آپ کے اساتذہ حدیث میں ہشام بن عروہؒ، یحییٰ بن سعید انصاریؒ، اعمشؒ اور ابو اسحاق شیبانیؒ وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث بھی ہیں۔

جبکہ آپ سے حدیث کی روایت کرنے والوں کی تعداد وشمار سے باہر ہے۔ حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

روی عنہ بشر بن ولید و عامۃ اہل العراق.[1]

آپ سے امام بشر بن ولیدؒ اور اکثر اہل عراق نے روایت حدیث کی ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام حماد بن ابی سلیمانؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وانتشر اصحاب ابی یوسف فی الآفاق.[2]

امام ابو یوسفؒ کے تلامذہ پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔

آپ سے جن ائمہ حدیث نے روایت کی ہے ان میں امام محمد بن حسن شیبانیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ اور امام یزید بن ہارونؒ زیادہ مشہور ہیں۔

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) نے بھی امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) کے واسطے سے آپ سے روایت حدیث کی ہے۔[3]

آپ کو فقہ میں جو مقام حاصل ہے وہ کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے، یہاں تک کہ آپ کے مخالفین نے بھی آپ کا مجتہد ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

قاضی ابو یوسفؒ کا مجتہد ہونا تو مسلم ہے۔[4]

اسی طرح آپ علم حدیث میں بھی بلند پایہ مقام پر فائز ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ)، امام ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ)، امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ)، علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ)، حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ)، علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ)، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ جیسے نابغہ روزگار اہل علم آپ کا حافظ الحدیث ہونا

---

[1] کتاب الانساب (۱۹۹/۱)

[2] حاشیہ دیکھئے: السنن الکبریٰ (۲۹۲/۱۰) للبیہقی

[3] سیر اعلام النبلاء (ص ۱۳ ۷)

[4] توضیح الکلام (۳۱۵/۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

تسلیم کرتے ہیں۔[1]

آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ مورخ شہیر علامہ ابن العماد حنبلی (م ۱۰۸۹ھ) نے لکھا ہے:

وقال غیر واحد کان یحفظ فی المجلس الواحد خمسین حدیثا باسانیدھا.[2]

کئی محدثین نے تصریح کی ہے کہ امام ابو یوسفؒ صرف ایک ہی مجلس میں پچاس احادیث مع اسناد یاد کر لیتے تھے۔

نیز امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ)، امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ)، امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) اور دیگر محدثین نے آپ کو کثیر الحدیث قرار دیا ہے۔[3]

امام ابن قتیبہؒ (م ۲۷۶ھ) آپ کو "صاحب حدیث" اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کو محدث کہتے ہیں۔[4]

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) امام اعظمؒ کے تلامذہ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

ابو یوسف اعلمھم بالحدیث.[5]

امام ابو یوسفؒ ان میں حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

نیز حافظ موصوف نے آپ کو ان اہل علم میں شمار کیا ہے جو محدثین اور فقہاء دونوں طبقوں میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں۔[6]

امام ابو یوسفؒ علم حدیث میں یہ عظیم مقام رکھنے کے ساتھ ساتھ روایت حدیث میں بھی

۱۔ دیکھئے: بالترتیب الطبقات الکبری (۷/ ۲۳۹)؛ شذرات الذہب (۱/ ۳۰۰)؛ الانتقاء (ص ۱۷۲)؛ کتاب الفہرست (ص ۲۵۶)؛ تاریخ الخطیب (ص ۱۷۵)؛ وفیات الاعیان (۳/ ۳۸۹)؛ تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۲۱۳)؛ طبقات الحفاظ (ص ۱۳۷)

۲۔ شذرات الذہب (۱/ ۳۰۰)

۳۔ دیکھئے: الطبقات الکبری (۷/ ۳۳۸)؛ الانتقاء (ص ۱۷۲)؛ لسان المیزان (۶/ ۳۰۰)

۴۔ شذرات الذہب (۱/ ۳۰۰)؛ معجم اعلام العلماء (ت ۱۲۱۲)

۵۔ مجموع الفتاوی (۲۰/ ۲۰۹)

۶۔ تلخیص کتاب الاستغاثہ (ص ۲۱۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

نہایت ثقہ اور قابل اعتماد تھے، اور جمہور محدثین نے آپ کی توثیق و تعدیل کی ہے۔

علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) اور علامہ ابن الاحدلؒ (م ۸۵۵ھ) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

واکثر الناس من العلماء علی تفضیله وتعظیمه۔[1]

اکثر اہل علم آپ کی فضیلت اور عظمت شان کو تسلیم کرتے ہیں۔

بلکہ امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) نے تو آپ کے بارے میں یہ تصریح کی ہے کہ:

آپ کی عدالت اور فضیلت پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔[2]

آپ کی توثیق کرنے والوں میں علم حدیث کے تین عظیم سپوت امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) اور امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) بھی ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن کامل قاضیؒ (م ۳۵۰ھ)، امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) فرماتے ہیں:

ولم یختلف یحیی بن معین، واحمد بن حنبل و علی بن مدینی فی ثقته فی النقل۔[3]

امام یحییٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام علی بن مدینیؒ کا اس بابت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ امام ابو یوسفؒ روایت حدیث میں ثقہ ہیں۔

ان تینوں جبال علم حدیث کے علاوہ امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ)، امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ)، امام محمد بن صباح الجرجرائیؒ (م ۲۴۰ھ) اور امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔[4]

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے آپ کو ثقہ اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے حسن الحدیث کہا ہے۔[5]

۱۔ وفیات الاعیان (۶/۳۰۳)؛ شذرات الذہب (۱/۲۹۹)

۲۔ الروض الباسم (۲/۳۱۱)

۳۔ تاریخ بغداد (۱۴/۲۴۶)؛ کتاب الانساب (۱۳/۳۷)؛ وفیات الاعیان (۶/۳۸۹)

۴۔ لسان المیزان (۹/۳۹۱)

۵۔ المعجم الکبیر (۱/۵۳۳) مع الحاشیۃ

www.besturdubooks.wordpress.com

امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) بھی آپ کو ثقہ کہتے ہیں۔[1]

امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

ھو اقویٰ من محمد بن الحسن۔[2]

آپ امام محمد بن حسنؒ (جن کو امام موصوف نے ثقہ حفاظ میں شمار کیا ہے[3]) سے بھی زیادہ قوی ہیں۔

بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں:

امام ابو یوسف محدثین کے نزدیک ثقہ اور معتبر ہیں۔[4]

نیز لکھتے ہیں:

امام ابو یوسفؒ جیسا کہ فقہاء کے نزدیک علم و حفظ میں پختہ ہیں، ویسے ہی محدثین کے نزدیک بھی معتبر ہیں۔[5]

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے یہ قابلِ فخر شاگرد علم حدیث میں یہ سب کمالات وخوبیاں رکھنے کے باوجود فرمایا کرتے تھے:

امام ابوحنیفہؒ "صحیح حدیث" کو پہچاننے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتے تھے۔[6]

۲۔ امام زفر بن ہذیل العنبریؒ (م ۱۵۸ھ)

آپ بھی امام اعظمؒ کے نامور تلامذہ میں سے ہیں اور آپ امام صاحب کے تمام مشہور تلامذہ میں سب سے معمر اور فقہ و قیاس میں سب سے آگے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) آپ کے حالات میں لکھتے ہیں:

فکان کبیرا من اصحاب ابی حنیفۃ و افقھھم، و کان یقال انہ کان احسنھم قیاسا۔[7]

۱۔ السنن الکبریٰ (۱/۲۷۲)
۲۔ تاریخ بغداد (۱۴/۲۶۲)
۳۔ نصب الرایہ (۱/۲۰۸)
۴۔ واضح البیان فی تفسیر ام القرآن (ص ۱۰۵،۱۰۶) طبع مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان
۵۔ ایضاً
۶۔ تاریخ بغداد (۱۴/۲۴۰)
۷۔ الانتقاء (ص ۱۷۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے اور ان میں سب سے زیادہ فقیہ تھے۔ اور کہا جاتا ہے کہ آپ قیاس میں بھی ان سب سے زیادہ ماہر تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

تفقہ بابی حنیفۃ وھو اکبر تلامذتہ.[1]

آپ نے امام ابو حنیفہؒ کے پاس فقہ کی تعلیم پائی اور آپ ان کے تلامذہ میں سب سے بڑے ہیں۔

حافظ ابن الاثیرؒ (م ۶۳۰ھ) ارقام فرماتے ہیں:

تفقہ علی ابی حنیفۃ و روی عنہ.[2]

امام زفرؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے فقہ حاصل کیا اور ان سے حدیث روایت کی۔

آپ شروع میں امام صاحبؒ سے دور تھے لیکن جب ایک مسئلہ کی تحقیق کے لیے امام صاحب کی مجلس درس میں آئے تو پھر سب کو چھوڑ کر ان ہی کے ہو کر رہ گئے۔ اور پھر امام صاحبؒ کے درس کے چوٹی کے تلامذہ میں شمار ہونے لگے۔ حافظ ابو عبد اللہ الصیمریؒ (م ۴۳۶ھ) بحوالہ امام ابن وہبؒ اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ثم انتقل الی ابی حنیفۃ، فکان احد العشرۃ الاکابر الذین دوّنوا الکتب مع ابی حنیفۃ.[3]

اس کے بعد امام زفرؒ، امام ابو حنیفہؒ کی صحبت میں آگئے اور پھر آپ کے ان دس اکابر تلامذہ میں سے ہو گئے جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ مل کر کتابیں لکھی ہیں۔

امام اعظمؒ بھی اپنے اس لائق شاگرد سے بڑی محبت سے پیش آتے، اور آپ کو اپنے دیگر تلامذہ پر فوقیت دیتے۔ چنانچہ حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے امام زفرؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

وکان یفضلہ ویقول ھو اقیس اصحابی.[4]

امام ابو حنیفہؒ امام زفرؒ کو (دیگر تلامذہ پر) فضیلت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ت ۱۱۷۶)　　۲۔ اللباب فی تہذیب الانساب (۱/۳۹۸)

۳۔ الانتقاء لابن عبدالبر (ص ۱۷۳)　　۴۔ الجواہر المضیئۃ (۱/۲۴۳)، تاج التراجم (ص ۲۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

میرے تلامذہ میں قیاس میں سب سے آگے ہیں۔

امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام عمرو بن سلیمان العطارؒ سے نقل کیا ہے کہ امام زفرؒ کی جب شادی ہوئی تو آپ کے نکاح کی تقریب میں امام ابوحنیفہؒ بھی شریک ہوئے۔ آپ نے خطبہ نکاح کے لیے امام صاحب کو دعوت دی۔ امام صاحبؒ نے خطبہ نکاح میں امام زفر کو ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا:

هذا زفر بن الهذيل، وهو امام من ائمة المسلمين، و علم من اعلام الدين في حسبه و نسبه و شرفه و علمه.

یہ زفر بن ہذیل ہیں جو ائمہ اسلام میں سے ایک امام ہیں، اور اپنے حسب ونسب، شرافت اور علم کی وجہ سے دین کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں۔

ان الفاظ سے امام صاحبؒ کی نظر میں امام زفر کے مقام و مرتبہ کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے، اور پھر امام زفرؒ کے ہاں بھی امام صاحبؒ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ جب آپ کے بعض رشتہ داروں نے آپ سے شکایت کی کہ اپنی قوم کے اشراف کے ہوتے ہوئے آپ نے امام صاحب کو خطبہ کی دعوت کیوں دی؟ آپ نے جواب دیا، لو حضرني ابي لقدمت ابا حنيفة عليه.[1]

اگر میرے والد بھی یہاں ہوتے تو میں امام ابوحنیفہؒ کو ان پر بھی مقدم رکھتا۔

امام زفرؒ کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہے کہ سب سے پہلے آپ ہی نے اہل بصرہ کو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ سے روشناس کرایا۔ امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) ناقل ہیں:

اوّل من قدم البصرة برأي ابي حنيفة زفر.[2]

سب سے پہلے بصرہ میں امام ابوحنیفہؒ کی فقہ امام زفرؒ لے کر آئے تھے۔

آپ کو یہ بھی شرف حاصل ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد آپ ہی ان کے حلقہ درس کے جانشین ہوئے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وقد كان زفر قد خلف ابا حنيفة في حلقته اذ مات ثم خلف بعده ابو يوسف ثم بعدهما محمد بن الحسن.[3]

۱۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۱۰۹)

۲۔ لسان المیزان (۲/۴۷۷)

۳۔ الانتقاء (ص ۱۷۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد امام زفرؒ ان کے حلقہ درس کے جانشین ہوئے، اور پھر امام زفرؒ کے بعد امام ابویوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ یکے بعد دیگرے اس حلقہ کے جانشین بنائے گئے۔

آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے والوں میں وکیع بن جراحؒ، ابونعیم فضل بن دکینؒ، ابوعاصم نبیلؒ، محمد بن عبداللہ انصاریؒ (استاذ بخاریؒ)، غندرؒ، نعمان بن عبدالسلامؒ، شقیق بلخیؒ وغیرہ جیسے جبال علم بھی ہیں۔

فقہ میں آپ کے بلند مرتبت ہونے کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ آپ امام ابوحنیفہؒ جیسے فقیہ اعظم کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ قرار پاتے ہیں۔ اسی طرح علم حدیث میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہے۔ چنانچہ علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) اور علامہ نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے آپ کے بارے میں لکھا ہے:

وکان من اصحاب الحدیث۔[1]

آپ اصحاب حدیث (محدثین) میں سے تھے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وکان یدری الحدیث و یتقنه۔[2]

آپ حدیث میں درایت (سمجھ) اور پختگی رکھتے تھے۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے آپ کو ان ثقہ ائمہ حدیث کی فہرست میں ذکر کیا ہے کہ جن کی احادیث حفظ اور مذاکرہ کے لیے جمع کی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ تبرک حاصل کیا جاتا ہے اور جن کا شہرہ مشرق سے لے کر مغرب تک ہے۔[3]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

احد الفقهاء والزهاد صدوق، و ثقه غیر واحد وابن معین۔[4]

امام زفرؒ فقہاء اور پارسا لوگوں میں سے ہیں۔ آپ روایت حدیث میں راست باز ہیں اور متعدد ائمہ حدیث نے آپ کی توثیق کی ہے، جن میں (امام الجرح

1۔ وفیات الاعیان (۲۲۳/۱)، تہذیب الاسماء واللغات۔ 2۔ سیر اعلام النبلاء (۱۷۶/۸)

3۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۲۴۰)۔ 4۔ لسان المیزان (۴۵۵/۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

والتعدیل) یحییٰ بن معینؒ بھی ہیں۔

امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے آپ کو "الثقات" میں شمار کرتے ہوئے آپ کو پختہ کار محدث اور حافظ الحدیث قرار دیا ہے۔[1]

امام ابونعیم فضل بن دکینؒ (م ۲۱۷ھ) بھی آپ کو ثقہ اور مامون (قابل اعتماد) کہتے ہیں۔[2]

امام ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ)، امام ابن الاثیرؒ (م ۶۳۰ھ) اور امام ابن عبدالهادی مقدسیؒ (م ۷۴۴ھ) وغیرہ محدثین نے بھی آپ کی توثیق کی ہے۔[3]

امام زفرؒ فرمایا کرتے تھے کہ:

> ہمارے مخالفین کے اقوال کی طرف مت توجہ دو، بے شک امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کسی بھی مسئلہ میں قرآن کریم، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال صحابہ کو نہیں چھوڑتے۔ ہاں، اگر ان تینوں میں سے کسی سے بھی دلیل نہ ملے تو پھر یہ لوگ قیاس کرتے ہیں۔[4]

۳۔ امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ)

آپ امام اعظمؒ کے مایہ ناز شاگرد اور فقہ حنفی کے مرتب و ترجمان ہیں۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے اہل اسلام کی اکثریت کے دستور عمل "فقہ حنفی" کو کتابی صورت دے کر پوری دنیا کو اس سے روشناس کرایا۔

علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) اور حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

> ونشر علم ابی حنیفۃ۔[5]
>
> آپ نے امام ابوحنیفہؒ کے علم کو (دنیا میں) پھیلایا ہے۔

۱۔ ایضاً ۲۔ ایضاً

۳۔ تاریخ اسماء الثقات (ت ۲۲۲)؛ اللباب (۱/۳۶۸)؛ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۱۰۶) لمقدسی

۴۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۵۷) للمکی

۵۔ وفیات الاعیان (ج ۱/ص ۴۵۳)؛ الجواہر المضیئۃ (۲/۴۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

علامہ عبدالحی لکھنوی (م ۱۳۰۴ھ) رقمطراز ہیں:

وهو الذي نشر علم ابي حنيفة، وانما ظهر علم ابي حنيفة بتصانيفه.[1]

امام محمدؒ نے ہی امام ابوحنیفہؒ کے علم کو پھیلایا ہے۔ اور بے شک امام ابوحنیفہؒ کا علم آپ کی تصانیف کے ذریعے ظاہر ہوا ہے۔

حافظ ابوسعد السمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے آپ کی ان خدمات کی بدولت آپ کو "صاحب ابي حنيفة وتلوه" (امام ابوحنیفہؒ کے ساتھی اور آپ کے جانشین) قرار دیا ہے۔[2]

آپ نے امام ابوحنیفہؒ سے فقہ اور حدیث دونوں کی تعلیم حاصل کی۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) آپ کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

ولازم اباحنيفة وحمل عنه الفقه والحديث.[3]

آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی صحبت کو لازم پکڑا اور ان سے فقہ اور حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد آپ نے اپنی تعلیم کی تکمیل امام صاحبؒ کے بڑے شاگرد امام ابویوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے کی۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) لکھتے ہیں:

وكتب شيئا من العلم عن ابي حنيفة، ثم لازم ابايوسف من بعده حتى برع في الفقه.[4]

امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے کچھ علم حاصل کیا، اور ان کی وفات کے بعد امام ابویوسفؒ کی صحبت کو لازم پکڑا۔ یہاں تک کہ فقہ میں مکمل عبور حاصل کر لیا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) تصریح کرتے ہیں:

ولازم اباحنيفة ثم ابا يوسف بعده، وهو راوية ابي حنيفة وابي يوسف القائم بمذهبهما.[5]

۱۔ الفوائد البہیۃ (ص ۱۶۳) طبع مکتبہ خیر کثیر کراچی　　۲۔ کتاب الانساب (۱۹۶/۳)
۳۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۳۶۱) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت
۴۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۵۰)　　۵۔ الانتقاء (ص ۱۷۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام محمدؒ پہلے امام ابوحنیفہؒ کی صحبت میں رہے اور پھر امام ابو یوسفؒ کے پاس پڑھتے رہے، اور آپ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے اقوال کے بڑے راوی ہیں اور ان دونوں کے مذہب کو (دلائل سے) مضبوط کرنے والے ہیں۔

شیخین (امام ابوحنیفہؒ و امام ابو یوسفؒ) کے علاوہ دیگر کئی اہل علم سے بھی آپ نے اخذ علم کیا، اور آپ کے اساتذہ میں امام ابوحنیفہؒ سمیت کئی تابعین بھی ہیں۔ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

وقد ادرک جماعة من التابعين۔ [1]

آپ نے تابعین کی ایک جماعت کو پایا ہے۔

آپ کے اساتذہ میں شیخین کے بعد جو سب سے زیادہ نامور ہیں وہ امام دار الہجرت مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) ہیں۔ آپ نے مدینہ منورہ میں ان کے پاس تین سال رہ کران سے مؤطا اور دیگر احادیث کا سماع کیا۔ [2]

آپ کا اپنا بیان ہے کہ امام مالکؒ کے پاس تین سال رہا اور خود ان کے الفاظ سے سات سو احادیث سنی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) آپ کا یہ بیان نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وكان مالك لايحدث من لفظه الا قليلا، فلو لا طول اقامة محمد عنده و تمكنه منه ما حصل له عنه هذا، وهو احد رواة الموطا عنه وقد جمع حديثه عن مالك و اورد فيه ما يخالفه فيه وهو الموطا المسموع من طريقه۔ [3]

امام مالکؒ بہت کم اپنے الفاظ سے احادیث بیان کرتے تھے (اور اکثر طلباء سے سنتے تھے)۔ اگر امام محمدؒ زیادہ عرصہ امام مالکؒ کے پاس مقیم نہ رہے ہوتے اور ان کے ساتھ آپ کا اتنا گہرا تعلق نہ ہوتا تو آپ کو ان سے یہ (ان کی زبانی سات سو

۱۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۴۹)

۲۔ اتحاف السالک (ص ۱۷۷) لابن ناصر الدین، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۳۔ تعجیل المنفعہ (ص ۳۶۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث سننا) حاصل نہ ہوتا۔ اور آپ بھی امام مالکؒ سے ان کی موطا روایت کرنے والوں میں سے ایک راوی ہیں۔ آپ نے اس میں امام مالکؒ سے مروی احادیث کو جمع کیا اور ساتھ امام مالکؒ سے اپنے اختلافات کو بھی ذکر کر دیا، اور یہ موطا آپ کے ہی طریق سے مسموع (سماعت کی جاتی) ہے۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ومحمد بن الحسن ممن روی الموطا عن مالک۔[۱]

امام محمد بن حسنؒ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام مالکؒ سے "موطا" کو روایت کیا ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے دیگر کئی ائمہ مثلاً امام سفیان ثوریؒ، امام قیس بن ربیعؒ، امام عمر بن ذرؒ، امام مسعر بن کدامؒ، امام اوزاعیؒ اور امام ابن جریج مکیؒ وغیرہ سے بھی حدیث کا درس لیا تھا۔[۲]

آپ نے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اپنے قابل اساتذہ کی صحبت کی بدولت تحصیل علم میں بہت جلدی ترقی کی اور اپنی کم عمری میں ہی "مسند تدریس" پر متمکن ہو گئے۔ چنانچہ حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

انہ کان یجلس فی مسجد الکوفۃ وھو ابن عشرین سنۃ۔[۳]

آپ مسجد کوفہ میں جب درس کے لیے بیٹھے تو اس وقت آپ کی عمر صرف بیس سال تھی۔

آپ سے لوگوں نے حدیث اور فقہ دونوں میں فیض پایا ہے۔ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) لکھتے ہیں:

وسمعوا منہ الحدیث والرای۔[۴]

امام محمدؒ سے لوگوں نے حدیث اور فقہ دونوں کا سماع کیا ہے۔

امام موصوف کے درس کی فضیلت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتی ہے کہ کئی نامور فقہاء آپ

۱۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۹۳)

۲۔ مجالس المسعد (ص ۹۰۹)؛ الطبقات الکبریٰ (۳۳۲/۷)

۳۔ کتاب الانساب (ص ۳/ ۱۱۶)   ۴۔ الطبقات الکبریٰ (۳۳۲/۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

کے ہی درس سے پڑھ کر فقہ میں امامت کے بلند درجہ پر فائز ہوئے ہیں۔ چنانچہ محدث ناقد حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اس نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں، وتفقه به ائمة.[1]

امام محمدؒ سے کئی ائمہ نے فقہ سیکھا ہے۔

آپ کے درس سے جن ائمہ نے فیض پایا ہے اُن میں سرفہرست امام محمد بن ادریس شافعی (م ۲۰۴ھ) ہیں۔ انہوں نے امام محمدؒ سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں پڑھی ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اپنی "التاریخ الکبیر" میں لکھتے ہیں:

قول الشافعي حملت عن محمد وقر بختي صحيح، رواه ابن ابي حاتم، قال: حدثنا الربيع، قال: سمعت الشافعي يقول: حملت عن محمد بن الحسن حمل بختي ليس عليه الا سماعي.[2]

امام شافعیؒ کا قول کہ میں نے امام محمد بن حسنؒ سے ایک بار اونٹ کے برابر علم حاصل کیا ہے۔ صحیح سند سے ثابت ہے۔ چنانچہ امام ابن ابی حاتمؒ روایت کرتے ہیں کہ ہم سے امام ربیعؒ نے روایت کی ہے کہ میں نے خود امام شافعیؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے امام محمدؒ سے ایک بار اونٹ کے برابر علم حاصل کیا، اور اس علم میں سے کوئی چیز ایسی نہیں تھی کہ جس کا میں نے ان سے سماع نہ کیا ہو۔

حافظ ذہبیؒ نے یہ بھی لکھا ہے:

اخذ عنه الشافعي فاكثر جدا.[3]

امام شافعیؒ نے امام محمدؒ سے بہت زیادہ علم حاصل کیا ہے۔

نیز ذہبیؒ "امام حماد بن ابی سلیمانؒ" کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وافقه اصحاب محمد، ابي عبد الله الشافعي.[4]

امام محمدؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ امام ابوعبداللہ شافعیؒ ہیں۔

امام شافعیؒ نے آپ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ آپ سے روایت حدیث

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۵۰)

۲۔ بلوغ الامانی فی سیرۃ الامام محمد بن حسن الشیبانی (ص ۲۲) طبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۳۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۱۲۵۹)

۴۔ ایضاً (ت ۱۳۱۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (م ۸۵۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

امام شافعیؒ کی امام محمدؒ سے مروی احادیث امام شافعیؒ کی مسند میں موجود ہیں۔[۱]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بھی تصریح کی ہے کہ: واما الشافعی فاحتج بمحمد بن الحسن فی الحدیث۔[۲]

امام شافعیؒ نے امام محمد بن حسنؒ سے حدیث میں حجت پکڑی ہے۔

امام شافعیؒ کے بعد امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے بھی آپ سے استفادہ کیا ہے۔ چنانچہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ دقیق (باریک) مسائل کہاں سے حاصل کیے ہیں؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

من کتب محمد بن الحسن۔[۳]

یہ مسائل میں نے امام محمد بن حسنؒ کی کتابوں سے حاصل کیے ہیں۔

اسی طرح علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے امام احمدؒ کے صاحبزادے عبداللہؒ (م ۲۹۰ھ) سے نقل کیا ہے کہ میرے والد نے امام ابویوسف اور امام محمدؒ سے تین قماطیر علم کے لکھے تھے اور وہ بسا اوقات ان کا مطالعہ بھی کیا کرتے تھے۔[۴]

نیز فقہ مالکیؒ کے مدون اول امام اسد بن فراتؒ (م ۲۱۳ھ) بھی طویل عرصہ امام محمدؒ کی صحبت میں رہ کر آپ سے خصوصی استفادہ کرتے رہے، اور انہوں نے آپ سے فقہ حنفی کے جو مسائل لکھے تھے، مصر جا کر امام مالکؒ کے سب سے بڑے شاگرد امام عبدالرحمٰن بن قاسمؒ (م ۱۹۱ھ) سے ان ہی مسائل کی طرز پر فقہ مالکی کے مسائل قلمبند کیے، جو آگے چل کر فقہ مالکی کی بنیادی کتاب "المدونۃ للسحنون" کی تدوین کا سبب بنے۔ جیسا کہ امام ابوزرعہ رازیؒ (م ۲۶۴ھ) اور حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) وغیرہ نے تصریح کی ہے۔[۵]

علاوہ ازیں محدث کبیر اور امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) بھی آپ

۱۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۳۰۹)
۲۔ مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۵۹)
۳۔ تاریخ بغداد (۲/۱۷۷)
۴۔ ایضاً (۲/۱۷۵)
۵۔ سوالات البرذعی لابی زرعۃ الرازی (ص ۷۴۹)، طبع الفاروق الحدیثیۃ بالقاہرۃ: مجموع الفتاوی (۲۰/

سے کسب علم کرنے والوں میں سے ہیں اور انہوں نے آپ کی تصنیف ''الجامع الصغیر'' جو فقہ حنفی کی بنیادی کتب میں سے ہے، خود آپ سے لکھی ہے۔ چنانچہ امام موصوف فرماتے ہیں:

كتبت الجامع الصغير عن محمد بن الحسن.[1]

میں نے ''الجامع الصغیر'' امام محمد بن حسنؒ سے لکھی تھی۔

حافظ ذہبیؒ اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ وغیرہ حفاظ حدیث کی تصریح کے مطابق امام ابن معینؒ نے آپ سے روایت حدیث بھی کی ہے۔[2]

امام محمدؒ نے اگرچہ تمام علوم میں دسترس حاصل کی تھی، لیکن بنیادی علوم: حدیث، فقہ، نحو اور شعر و شاعری میں آپ کو خصوصی دلچسپی رہی۔ چنانچہ آپ کا خود اپنا بیان ہے کہ:

میرے والد نے ترکہ میں میرے لیے تیس ہزار درہم چھوڑے تھے۔ میں نے ان میں سے پندرہ ہزار درہم نحو اور شعر و شاعری سیکھنے میں لگا دیے، اور باقی پندرہ ہزار درہم فقہ اور حدیث کی تحصیل میں خرچ کر دیے۔[3]

''فقہ'' میں آپ کی عظمت شان کی اس سے بڑھ کر اور دلیل کیا ہو سکتی ہے کہ آپ امام اعظم ابوحنیفہؒ جیسے فقیہ عظیم کے تلامذہ میں سے ہیں، جبکہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ جیسے ائمہ فقہ کو آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔ اسی طرح علم حدیث میں بھی آپ بلند پایہ مقام رکھتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) اور امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) کی تصریح کے مطابق آپ نے باقاعدہ تحصیل حدیث کی اور بکثرت احادیث کا سماع کیا۔[4]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کو محدثین کے طبقہ میں شمار کرتے ہیں۔[5]

امام عبدالکریم شہرستانیؒ (م ۵۴۸ھ) نے آپ کو ائمہ حدیث میں سے قرار دیا ہے[6]، جبکہ محدث شہیر امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے آپ کو ثقہ حفاظ حدیث میں ذکر کیا ہے۔[7]

۱۔ تاریخ بغداد (۲/۱۷۳)
۲۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۵۰)؛ تاج التراجم (ص ۱۵۴)
۳۔ تاریخ بغداد (۲/۱۷۰)
۴۔ الطبقات الکبریٰ (۷/۳۳۸)؛ الانتقاء (ص ۱۷۴)
۵۔ المعین فی طبقات المحدثین (ص ۶۱) طبع دار الفرقان عمان، اردن
۶۔ الملل والنحل (۱/۲) طبع المکتبۃ العصریۃ بیروت
۷۔ نصب الرایۃ (۱/۳۵۸، ۲۰۰) طبع ...

اور آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ وعندی لا یستحق الترک.[۱] امام محمدؒ میرے نزدیک ترک کر دینے کے مستحق نہیں ہیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) نے آپ سے روایت حدیث کی ہے، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ وغیرہ محدثین کے حوالے سے گزر رہا ہے، اور ان کا آپ سے حدیث روایت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے "سعدان بن سعید اللیثی" کے ترجمہ میں لکھا ہے:

روی عنه یحیی بن معین. قلت: ویکفیه روایة ابن معین عنه.[۲]

امام یحییٰ بن معینؒ نے اس سے روایت کی ہے۔ میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ ان کے (ثقہ ہونے) کے لیے امام ابن معینؒ کا ان سے روایت کرنا ہی کافی ہے۔

امام شافعیؒ بھی آپ کو قابلِ احتجاج سمجھتے ہیں، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ کے حوالے سے گزرا ہے۔

نیز امام شافعیؒ سے آپ کی تعریف میں اس قدر روایات منقول ہیں کہ اہلِ علم نے ان کو تواتر کا درجہ دیا ہے۔ چنانچہ امام ابن الفراتؒ لکھتے ہیں:

وکان الشافعی رضی اللّٰه عنه یثنی علی محمد بن الحسن و یفضله، وقد تواتر عنه بالفاظ مختلفة.[۳]

امام شافعی رضی اللہ عنہ امام محمدؒ کی تعریف اور فضیلت بیان کرتے تھے اور ان سے مختلف الفاظ میں آپ کی تعریف وفضیلت بیان کرنا تواتر سے ثابت ہے۔

امام شافعیؒ کی طرح امام احمد بن حنبلؒ بھی آپ کی بزرگی کے قائل ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں:

وکان الشافعی یعظمه فی العلم وکذلک احمد.[۴]

جیسے امام شافعیؒ علم میں امام محمدؒ کی عظمت کے قائل ہیں، ایسے ہی امام احمدؒ بھی آپ

۱۔ سوالات البرقانی للدارقطنی (ص ۱۳۱، ت: ۴۲۷)، طبع الفاروق الحدیثیہ، القاہرۃ؛ تاریخ بغداد (۲/۱۷۷)

۳۔ شذرات الذہب (۱/۳۲۲)

۲۔ لسان المیزان (۳/۱۹)

۴۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۳۶۹)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کی تعظیم کرتے تھے۔

امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ ھ) نے آپ کو حدیث میں "صدوق" قرار دیا ہے۔[1]

امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ ھ) جیسے محدث آپ کی حدیث کو "صحیح" قرار دیتے ہیں۔[2]

خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ان الثقات الائمة من اصحاب الامام ابی حنیفة... کالامام ابی یوسف والامام محمد بن الحسن۔[3]

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ثقہ ائمہ جیسا کہ امام ابویوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ تھا۔

۴۔ امام حسن بن زیاد لولوئیؒ (م ۲۰۴ ھ)

فقہ حنفی میں امام محمدؒ کے بعد امام حسن بن زیادؒ کا مقام و مرتبہ ہے، اور آپ کا شمار بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مشہور و کبار تلامذہ میں ہوتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ ھ) آپ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

وتفقه علی ابی حنیفة رحمه الله تعالی۔[4]

آپ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

نیز ذہبیؒ امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں: تفقه به جماعة من الکبار۔

آپ سے بڑے بڑے فقہاء نے فقاہت سیکھی ہے۔

پھر ان کبار فقہاء کی فہرست میں حافظ ذہبیؒ نے امام حسن بن زیادؒ کو بھی ذکر کیا ہے۔[5]

آپ نے امام ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کا سماع بھی کیا تھا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ ھ) آپ کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

احد اصحاب ابی حنیفة الفقیه، حدث عن ابی حنیفة۔[6]

۱۔ تاریخ بغداد (۱۲۸/۴)
۲۔ السنن الکبریٰ (۱۰۳/۸)۔
۳۔ عقود الجمان (ص ۲۷)
۴۔ لسان المیزان (۲۰۹/۲)
۵۔ مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۱۱)
۶۔ تاریخ بغداد (۳۱۴/۷)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ امام ابوحنیفہ فقیہؒ کے اصحاب میں سے ہیں، اور آپ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث کی روایت کی ہے۔

مشہور مؤرخ علامہ ابن الندیمؒ (م ۳۸۵ھ) آپ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهو الحسن بن زياد اللؤلؤي، ويكنى ابا علي، من اصحاب ابي حنيفة، ممن اخذ عنه و سمع منه.[1]

امام حسن بن زیاد لولوی، کہ جن کی کنیت ابوعلی ہے، آپ امام ابوحنیفہؒ کے ان تلامذہ میں سے ہیں جنہوں نے آپ سے فقہ کا علم لیا اور آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے بعد آپ امام زفرؒ اور امام ابویوسفؒ سے استفادہ کرتے رہے اور آپ فرماتے تھے:

وكان ابو يوسف اوسع صدرا الى التعليم من زفر.[2]

امام ابو یوسفؒ علم سکھانے میں امام زفرؒ سے زیادہ وسیع الصدر تھے۔

نیز آپ نے مکہ مکرمہ کے مشہور محدث اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی امام ابن جریجؒ اور دیگر محدثین سے بھی حدیث کا درس لیا تھا۔ چنانچہ امام ابن ابی حاتمؒ (م ۳۲۷ھ) آپ کے اساتذہ حدیث گناتے ہوئے لکھتے ہیں:

روى عن سعيد بن عبيد الطائي وابن جريج و مالك بن مغول و ايوب بن عتبة و الحسن بن عمارة.[3]

امام ابن زیادؒ نے سعید بن عبید الطائی، ابن جریجؒ، مالک بن مغول، ایوب بن عتبہ اور حسن بن عمارہؒ سے روایت کی ہے۔

علاوہ ازیں آپ نے قرآن مجید کی قراءت کی سند امام زکریا بن سیاہؒ، جو قراء سبعہ میں سے مشہور قاری امام عاصم بن ابی النجودؒ کے شاگرد ہیں، سے لی تھی۔ چنانچہ امام ابن خلفونؒ (م ۶۳۶ھ) نے "الثقات" میں زکریا بن سیاہؒ کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

۱۔ الفہرست (ص ۲۵۸)

۲۔ الجرح والتعدیل (۱۵/۳)

۳۔ اکمال تہذیب الکمال (۱۴۳/۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

روى القرأت عن عاصم، و روى عنه الحسن بن زياد اللؤلؤى.[1]

انہوں نے قراءت قرآن کو امام عاصمؒ سے روایت کیا ہے، اور ان سے امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ روایت کرتے ہیں۔

اسی طرح آپ نے قراءت کو امام ابوحنیفہؒ سے بھی روایت کیا ہے۔[2]

خود امام لؤلؤیؒ بھی ایک کامیاب مدرس رہے، اور آپ کے چشمۂ علم سے بڑے بڑے لوگ سیراب ہوئے۔ آپ کے تلامذہ میں امام اسمٰعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ، امام محمد بن شجاع ثلجیؒ، امام اسحاق بن بہلولؒ، امام محمد بن سماعہؒ اور آپ کے برادرزادے، امام ولید بن حماد لؤلؤیؒ زیادہ قابل ذکر ہیں۔

امام لؤلؤیؒ بھی امام اعظمؒ کے دیگر تلامذہ کی طرح تمام فنون خصوصاً فقہ اور حدیث کے جامع تھے۔ فقہ میں آپ کا مقام اس قدر بلند تھا کہ امام یحییٰ بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ)، جو کہ امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق بن راھویہؒ جیسے ائمہ فقہ کے استاذ ہیں، فرماتے ہیں:

ما رأيت افقه من الحسن بن زياد.[3]

میں نے امام حسن بن زیادؒ سے بڑا فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) آپ کو "راس فی الفقہ" (فقہ میں سردار) کہتے ہیں۔[4]

علم حدیث میں بھی آپ کا پایہ بہت بلند تھا، اور آپ ایک کثیر الحدیث محدث تھے۔ چنانچہ حافظ ابوسعد السمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) آپ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

وكان حافظا لروايات ابى حنيفة.[5]

آپ امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث کے حافظ تھے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے تصریح کی ہے کہ امام لؤلؤیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑی کثرت سے احادیث روایت کی ہیں۔[6]

اسی طرح آپ نے امام ابن جریج محدثؒ سے بھی بکثرت احادیث لکھی تھیں۔ چنانچہ خود

۱۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۲۹)

۲۔ غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء (۲/۲۱۳)

۳۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۳۵) للصیمری

۴۔ العبر (۱/۲۷۰)

۵۔ کتاب الانساب (۲/۱۹۹)

۶۔ تاریخ بغداد (۷/۳۱۸)

آپ کا اپنا بیان ہے:

کتبت عن ابن جریج اثنی عشر الف حدیث کلها یحتاج الیها الفقهاء.[1]

میں نے امام ابن جریجؒ سے ایسی بارہ ہزار احادیث لکھی ہیں جن کی طرف فقہاء محتاج ہیں۔

امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے آپ کو "الثقات" (ثقہ راویوں) میں شمار کیا ہے۔[2]

امام مسلمہ بن قاسم القرطبی (م ۳۵۳ھ) بھی آپ کو روایت حدیث میں ثقہ قرار دیتے ہیں۔[3]

امام ابوعوانہؒ (م ۳۱۶ھ) نے اپنی "صحیح" میں آپ کی احادیث کی تخریج کی ہے۔[4]

مولانا عبدالرحمان مبارکپوری صاحب غیر مقلد لکھتے ہیں:

حافظ ابوعوانہ کی سند کا صحیح ہونا بھی ظاہر ہے، کیونکہ انہوں نے اپنی صحیح میں صحت کا التزام کیا ہے۔[5]

اسی طرح امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی "المستدرک علی الصحیحین" میں آپ سے تخریج حدیث کی ہے۔[6]

اور بزرگ غیر مقلد عالم مولانا سلطان محمود صاحبؒ نے "المستدرک للحاکم" کے تعارف میں لکھا ہے:

جس کتاب میں کسی مصنف کی ملحوظ شرائط کے مطابق ایسی صحیح احادیث جمع کی جائیں جو اس مصنف نے اپنی کتاب میں درج نہ کی ہوں، جیسے مستدرک حاکم۔[7]

معلوم ہوا کہ امام لولوئیؒ کی احادیث امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائط کے مطابق صحیح ہیں اور آپ ثقہ ہیں۔

۱۔ ایضاً (۲۲۵/۷)
۲۔ کتاب الثقات (۱۶۷/۸)
۳۔ لسان المیزان (۲۰۵/۲)
۴۔ ایضاً
۵۔ تحقیق الکلام (۱۲۲/۲) طبع عبدالتواب اکیڈمی ملتان
۶۔ لسان المیزان (۲۰۸/۲)
۷۔ اصطلاحات المحدثین (ص ۲۹) طبع مکتبہ ...ملتان

www.besturdubooks.wordpress.com

امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) جو کہ حافظ عراقیؒ وغیرہ حفاظ حدیث کے استاد ہیں، انہوں نے امام لؤلؤیؒ کو "علماء اخیار" (باکمال اہل علم) میں شمار کیا ہے، اور آپ کی سند حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔[1]

شارح بخاری امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے لکھا ہے کہ:

امام لؤلؤیؒ سنت کے بہت زیادہ محب، دین متین کے ساتھ مشہور، کثیر الفقہ والحدیث اور پاک دامن انسان تھے۔ لہٰذا جو شخص ان صفات کے ساتھ موصوف ہو، اس کو بعض لوگوں کے (بے بنیاد) الزامات کی وجہ سے کیسے مجروح ثابت کیا جا سکتا ہے؟[2]

امام لؤلؤیؒ سے آپ کے برادر زادہ امام ولید بن حماد نے پوچھا کہ آپ امام زفرؒ اور امام ابو یوسفؒ کو امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں کیسے دیکھتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ عصفور بین قد انقض علیھما بازی۔[3]

جیسے دو چڑیاں باز کے مقابلے میں ہوں۔

۵۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)

محدث کبیر امام عبداللہ بن مبارکؒ، جن کا تذکرہ امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) نے ان لفظوں سے کیا ہے:

وہ امام جن کی امامت وجلالت پر ہر باب میں عموماً اجماع کیا گیا ہے، جن کے ذکر سے خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے، اور جن کی محبت سے مغفرت کی امید کی جا سکتی ہے۔[4]

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے ترجمہ کا آغاز ان لفظوں سے کرتے ہیں:

الامام، الحافظ، العلامۃ، شیخ الاسلام، فخر المجاہدین، قدوۃ

۱۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی (۲/۲۰۹)

۲۔ مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار (۱/۳۰۶) طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت

۳۔ الجواہر المضیہ (۱/۲۰۹)

۴۔ تہذیب الاسماء واللغات، سیرۃ النعمان (ص ۲۱۵) از علامہ شبلی نعمانیؒ

www.besturdubooks.wordpress.com

الزاهدين... صاحب التصانيف النافعة والرحلات الشاسعة.[1]

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) ان کو "سيد من سادات المسلمين" قرار دیتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ:

انہوں نے بیس ہزار حدیثیں روایت کی ہیں۔[2]

عابد الحرمین امام فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ) کا قول ہے:

ربِّ کعبہ کی قسم! میری آنکھوں نے عبداللہ بن مبارک جیسا شخص نہیں دیکھا۔[3]

امام اسماعیل بن عیاشؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

اس روئے زمین پر عبداللہ بن مبارکؒ جیسا کوئی شخص نہیں ہے، اور میں نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسی خوبی پیدا کی ہو جو عبداللہ بن مبارک میں نہ رکھی ہو۔[4]

امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) فرماتے ہیں:

ہمارے ہاں عبداللہ بن مبارک جیسا شخص نہیں آیا۔[5]

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا فرمان ہے:

عبداللہ بن مبارکؒ کے زمانہ میں ان سے زیادہ علم کی طلب کرنے والا کوئی نہیں تھا۔[6]

امام یحییٰ بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ) فرماتے تھے کہ:

جب میں دقیق مسائل تلاش کرتا ہوں اور ان کو عبداللہ بن مبارک کی کتابوں میں نہیں پاتا تو میں مایوس ہو جاتا ہوں۔[7]

علم حدیث میں امام ابن المبارک کا پایہ اتنا بلند تھا کہ "امير المؤمنين في الحديث" کے لقب سے مشہور تھے۔ انہوں نے طلب حدیث میں ہزاروں اساتذہ حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ جیسا کہ خود ان کا اپنا بیان ہے:

حملت عن اربعة آلاف شيخ فرويت عن الف منهم.[8]

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج۱، ص۲۰۱، ۲۰۲)
۲۔ ایضاً (ص۲۰۲)
۳۔ ایضاً
۴۔ ایضاً (ص۲۰۲)
۵۔ ایضاً
۶۔ ایضاً
۷۔ ایضاً (ص۲۰۲)
۸۔ ایضاً (ص۲۰۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں نے چار ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا اور ان میں سے ایک ہزار سے روایت حدیث بھی کی ہے۔

لیکن ان تمام اساتذہ میں انہوں نے سب سے زیادہ جن سے استفادہ کیا اور جن کے علمی احسانات کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے، وہ دو شخص ہیں، ایک امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دوسرے امام سفیان ثوری۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں:

لولا ان الله تعالى اغاثني بابي حنيفة و سفيان كنت كسائر الناس۔[1]

اگر اللہ تعالیٰ نے امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ کے ذریعے میری مدد نہ کی ہوتی تو میں عام لوگوں کی طرح ہوتا۔

نیز فرمایا:

لولا ان الله قد ادركني بابي حنيفة و سفيان لكنت بدعيا.[2]

اگر اللہ نے مجھے امام ابوحنیفہؒ اور امام سفیان ثوری سے نہ ملایا ہوتا تو میں بدعتی ہوتا۔

خصوصاً امام صاحبؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

لو لم القَ ابا حنيفة لكنت من المفاليس في العلم.[3]

اگر میں امام ابوحنیفہؒ سے نہ ملتا تو میں علم کے مفلسوں میں سے ہوتا۔

امام صاحبؒ کے مخالفین کے بارے میں فرماتے تھے:

اذا سمعتهم يذكرون ابا حنيفة بسوء ساءني ذلك واخاف عليهم المقت من الله تعالى.[4]

جب یہ لوگ امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ برائی سے کرتے ہیں تو مجھے تکلیف ہوتی ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ امام صاحب کی مخالفت کرنے کی وجہ سے کہیں ان لوگوں پر اللہ

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۷)

۲۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۴) لابن ابی العوام، مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۸) للذہبیؒ

۳۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۰۷) للمکی

۴۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۷۵) لابن ابی العوام و مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۳) للذہبیؒ

www.besturdubooks.wordpress.com

عذاب نہ نازل ہو جائے۔

آپ جہاں بھی جاتے امام صاحبؒ کا دفاع کرتے اور آپ پر کیے گئے اعتراضات کے جوابات دیتے۔ چنانچہ ایک دفعہ بیروت تشریف لے گئے اور وہاں امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) سے ان کی ملاقات ہوئی تو دوران ملاقات انہوں نے آپ سے پوچھا، اے خراسانی! یہ ابوحنیفہ کون بدعتی کوفہ میں پیدا ہوا ہے؟ عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں، میں ان کو کوئی جواب دیے بغیر اپنے گھر آ گیا اور تین دن امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں دیکھتا رہا اور ان سے اچھے اچھے مسائل نکال کر ایک کتاب تیار کر لی، اور تیسرے دن امام اوزاعیؒ کی مسجد میں، جہاں وہ مؤذن اور امام تھے، ان سے ملنے چلا گیا۔ انہوں نے جب میرے ہاتھ میں کتاب دیکھی تو فرمانے لگے، یہ کتاب کونسی ہے؟ میں نے وہ کتاب ان کو پکڑا دی۔ انہوں نے اس کو پڑھنا شروع کر دیا۔ دوران مطالعہ ان کی نظر ایک مسئلہ پہ پڑی، جس پہ میں نے لکھا ہوا تھا، قال النعمان، وہ اذان کے بعد کھڑے کھڑے ہی اس کتاب کو پڑھتے رہے، یہاں تک کہ اس کا ابتدائی حصہ پڑھ لیا۔ پھر کتاب اپنی آستین میں رکھ لی اور نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہو کر کتاب کا بقیہ حصہ پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ پوری کتاب پڑھ لی۔ پھر مجھ سے فرمایا، اے خراسانی! یہ نعمان بن ثابت کون شخص ہیں؟ میں نے جواب دیا، یہ ایک شیخ ہیں، جن سے میں عراق میں ملا تھا۔ فرمانے لگے:

هذا نبيل من المشايخ، اذهب فاستكثر منه،
یہ شخص تو کوئی بڑا معزز شیخ معلوم ہوتا ہے۔ تم جاؤ اور ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔

اس پر میں نے ان سے کہا، یہ وہی ابوحنیفہؒ ہیں جن سے آپ نے مجھے منع فرمایا تھا۔
اس کے بعد امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کی مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی اور پھر ان کے آپس میں متعدد اجتماعات ہوئے۔ میں نے دیکھا کہ امام اوزاعیؒ امام ابوحنیفہؒ سے ان مسائل میں بحث کر رہے تھے جو میری تحریر میں انہوں نے پڑھے تھے اور امام ابوحنیفہؒ میری تحریر سے بھی اچھی طرح ان مسائل کی وضاحت کر رہے تھے۔ جب دونوں جدا ہوئے تو اس کے بعد میں امام اوزاعیؒ سے ملا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا:

غبطت الرجل بكثرة علمه و وفور عقله، واستغفر الله، لقد كنت

www.besturdubooks.wordpress.com

فی غلط ظاهر، الزم الرجل فانه بخالف ما بلغنی عنه۔[1]

مجھے امام ابوحنیفہ پر ان کی کثرت علم اور وفور عقل پر رشک آیا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں کہ میں کھلی غلطی میں تھا۔ تم ان کو لازم پکڑو، مجھے ان کے بارے میں جو خبر ملی تھی وہ اصل حقیقت کے بالکل خلاف تھی۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ) نے امام ابن المبارکؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

وقد تفقه ابن المبارک بابی حنیفة، وهو معدود فی تلامذته.[2]

امام ابن المبارکؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی تھی اور وہ ان کے تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔

۱۰۔ امام یحییٰ بن سعید قطانؒ (م ۱۹۸ھ)

یہ وہی شخص ہیں جنہوں نے سب سے پہلے فن اسماء الرجال کو مدون کیا۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا ترجمہ "الامام العلم" اور "سید الحفاظ" کے القاب سے شروع کیا ہے۔[3] امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ وغیرہ مشہور ائمہ حدیث و رجال انہی کے شاگرد ہیں۔ امام ابن حبانؒ "کتاب الثقات" میں لکھتے ہیں:

ومنه تعلم احمد و یحیی و علی و سائر ائمتنا.[4]

امام قطانؒ سے ہی امام احمدؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ اور ہمارے دیگر ائمہ حدیث نے علم حاصل کیا ہے۔

امام اسحاق بن ابراہیمؒ (م ۲۵۷ھ) فرماتے ہیں:

امام یحییٰ قطانؒ عصر کی نماز کے بعد درس حدیث دینے کے لیے بیٹھتے تو امام علی بن مدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام شاذکونیؒ اور امام عمرو بن علی عصر سے لے کر مغرب تک ان کے سامنے احتراماً کھڑے رہتے تھے اور احادیث سے

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۸)، عقود الجمان (ص ۱۹۴)

۲۔ سیر اعلام النبلاء (ترجمۃ ابن المبارک)، النجوم الزاہرۃ (۱۰۳/۲)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۹۸)　۴۔ تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۱۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

متعلق ان سے سوالات کرتے رہتے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ فرمایا کرتے تھے، میں نے یحییٰ قطانؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

نیز فرماتے ہیں کہ یہ "اَثْبَتُ النَّاسِ" (لوگوں میں سب سے زیادہ پختہ کار) تھے اور میں نے کسی ایسے شخص سے حدیث نہیں لکھی جو ان جیسا ہو۔

امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں، میں نے اسماء الرجال کو یحییٰ قطان سے زیادہ جاننے والا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ مجھ سے امام عبدالرحمٰن بن مہدیؒ نے فرمایا، تو نے اپنی آنکھ سے یحییٰ قطان جیسا شخص نہیں دیکھا ہوگا۔

نیز امام یحییٰؒ فرماتے ہیں، میں امام یحییٰ قطانؒ کے پاس بیس سال رہا۔ وہ ہر رات ایک قرآن مجید ختم کرتے اور چالیس سال تک ان کی نماز چاشت مسجد میں فوت نہیں ہوئی۔

امام بزارؒ فرماتے ہیں، هو امام اهل زمانه. امام قطانؒ اپنے اہل زمانہ کے امام ہیں۔

امام ابن عمارؒ فرماتے ہیں، فاذا تكلم انصت له الفقهاء. کہ جب امام قطانؒ بات کرتے تھے تو فقہاء ان کے سامنے خاموش ہو جاتے تھے۔

امام خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) فرماتے ہیں:

واحتج به الائمة كلهم، وقالوا من تركه يحيى تركناه.[1]

تمام ائمہ نے ان سے حجت پکڑی ہے اور کہا ہے کہ جس کو امام قطانؒ ترک کر دیں، ہم بھی اس کو ترک کر دیتے ہیں۔

فقہ، حدیث اور اسماء الرجال کے یہ عظیم الشان امام بھی امام ابوحنیفہؒ سے شرف تلمذ رکھتے تھے، اور انہوں نے آپ سے احادیث روایت کرنے کے علاوہ فقہی مسائل میں بھی آپ سے بہت زیادہ استفادہ کیا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے خود امام یحییٰ قطانؒ کا اپنا بیان نقل کیا ہے:

جالسنا ابا حنيفة وسمعنا منه، وكنت والله اذا نظرت اليه عرفت

[1] ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۹۸، ۲۹۹)؛ تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۱۶ تا ۲۲۰)؛ البدایہ والنہایہ (ج ۱۰ ص ۲۱۷)۔

فی وجہہ انہ یتقی اللہ عز و جل۔[1]

ہم امام ابوحنیفہؒ کی مجلس درس میں بیٹھتے ہیں اور ان سے حدیثیں سنی ہیں، اللہ کی قسم! جب میں ان کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا تو ان کے چہرے سے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) امام قطانؒ سے نقل کرتے ہیں:

لا نکذب اللہ ماسمعنا احسن من رای ابی حنیفۃ و قد اخذنا باکثر اقوالہ۔[2]

ہم اللہ کی تکذیب نہیں کرتے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے سے بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال لیے ہیں۔

نیز فرمایا:

کم من شیء حسن قالہ ابو حنیفۃ۔[3]

کتنی ہی اچھی باتیں ہیں جو امام ابوحنیفہؒ نے فرمائی ہیں۔

۷۔ امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ (م ۱۸۲ھ)

یہ کوفے کے جلیل القدر محدث اور مشہور حافظ الحدیث ہیں۔ ان کے فخر کے لیے یہی کافی ہے کہ کبار ائمہ حدیث مثلاً امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ وغیرہ ان کے تلامذہ حدیث میں شامل ہیں۔

علم حدیث میں ان کی جلالت قدر اور عظمت شان کی گواہی تمام اجلہ محدثین دیتے ہیں۔ چنانچہ امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں، سفیان ثوریؒ کے بعد روایت حدیث میں ان سے اثبت (پختہ) کوئی نہیں تھا۔

نیز فرماتے ہیں، یحییٰ بن زکریا کے زمانہ میں علم ان پر آ کر ختم ہو گیا۔

امام ابوحاتمؒ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں، یہ مستقیم الحدیث، ثقہ اور صدوق تھے۔

امام عجلیؒ (م ۲۶۱ھ) کا بیان ہے کہ یہ ثقہ ہیں اور ان لوگوں میں سے ہیں جو حدیث اور فقہ

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۵۲)

۲۔ تہذیب الکمال (۱۹/۱۱۱)

۳۔ الانتقاء (ص ۱۳۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

دونوں کے جامع تھے۔

امام یعقوب بن ابی شیبہؒ (م ۲۶۲ھ) کہتے ہیں کہ یہ ثقہ، حسن الحدیث اور ثقہ فقہاء محدثین میں سے ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کے پوتے امام اسماعیل بن حمادؒ (م ۲۱۲ھ) فرماتے ہیں:

یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃ فی الحدیث مثل العروس المعطرۃ.

یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ حدیث میں معطر دلہن کی طرح ہیں۔[۱]

موصوف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں اور آپ کے ساتھ ان کا ایسا گہرا تعلق تھا کہ "صاحب ابی حنیفہ" کہلاتے تھے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے تعارف میں رقم فرماتے ہیں:

الحافظ، الثبت، المتقن، الفقیہ... صاحب ابی حنیفۃ.[۲]

علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان من اصحاب ابی حنیفۃ، وکان ثبتا متقنا.[۳]

امام یحییٰ بن زکریاؒ امام ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے تھے اور پختہ کار اور پختہ محدث تھے۔

امام ابوحنیفہؒ کے جن چالیس تلامذہ نے آپ کی فقہ سے متعلق کتب مدون کی تھیں، ان میں سے جو دس متقدم تلامذہ تھے، ان میں ایک امام یحییٰ بن زکریاؒ بھی تھے۔ اور آپ کی مجلس شوریٰ کی تحریر و کتابت کی خدمت بھی انہی کے سپرد تھی۔ چنانچہ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے سند متصل کے ساتھ امام اسد بن فراتؒ (م ۲۱۳ھ) سے نقل کیا ہے:

کان اصحاب ابی حنیفۃ الذین دونوا الکتب اربعین رجلا فکان فی العشرۃ المتقدمین ابویوسف و زفر و داؤد الطائی و اسد بن عمرو و یوسف بن خالد السمتی و یحیی بن زکریا بن ابی زائدۃ وھو الذی کان یکتبھا لھم ثلاثین سنۃ.[۴]

۱- ان اقوال کے لیے دیکھئے: تہذیب التہذیب (ج ۱۱ ص ۲۰۸)؛ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۹۹)

۲- تذکرۃ الحفاظ (۱۹۹/۱)

۳- شذرات الذہب (۲۹۸/۱)

۴- الجواہر المضیۃ (ج ۲ ص ۲۱۶، ۲۱۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ، جنہوں نے آپ کی کتب تدوین کی ہیں، چالیس تھے۔
ان میں سے جو دس متقدمین (چوٹی کے) تلامذہ تھے ان میں سے چند حضرات یہ
ہیں: امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، امام داؤد طائیؒ، امام اسد بن عمروؒ، امام یوسف بن
خالد سمتیؒ (استاذ امام شافعیؒ) اور یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ اور امام یحییٰؒ ہی ان
حضرات کے لیے کتابت کی خدمات سرانجام دیتے تھے۔

امام یحییٰؒ کے والد امام زکریا بن ابی زائدہؒ (م ۱۴۷ھ)، جو خود بھی ایک جلیل القدر محدث
ہیں اور امام ابوحنیفہؒ کے اُن معاصرین میں سے ہیں جنہوں نے معاصرت کے باوجود آپ سے
استفادہ کیا، موصوف اپنے صاحبزادے امام یحییٰؒ کو امام صاحبؒ کے درس میں شریک ہونے کی
برابر تلقین کرتے رہتے تھے، اور ایک دفعہ انھوں نے امام یحییٰؒ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

يابني عليك بالنعمان بن ثابت، فخذ عنه قبل ان يفوتك۔[1]

اے میرے بیٹے! نعمان بن ثابت (امام ابوحنیفہؒ) کی صحبت لازم پکڑو اور اُن
سے علم حاصل کر لو قبل اس کے کہ تم ان کو کھو دو۔

امام یحییٰؒ فرماتے ہیں کہ میں بسا اوقات امام ابوحنیفہؒ کا فتویٰ اپنے والد صاحب کو دکھاتا تو وہ
اس کو دیکھ کر بڑے متعجب ہوتے۔[2]

امام ابوبشر دولابیؒ (م ۳۱۰ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰؒ سے نقل کیا ہے کہ:

انما عرف فضل ابي حنيفة من راٰه وسمع كلامه۔[3]

امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت وہی شخص پہچان سکتا ہے جس نے آپ کو دیکھا ہے اور آپ
کی گفتگو سنا ہے۔

حافظ ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) ان کو "اصحاب ابی حنیفہ" میں شمار کرتے ہیں، اور ان
کے بارے میں لکھتے ہیں:

كان يحيى بن زكريا بن ابي زائدة احفظ اهل زمانه للحديث
والفقه مع مجالسة كثيرة لابي حنيفة وابن ابي ليلى، وذين

۱- ایضاً (ج ۱ ص ۲۳۴، ترجمہ زکریا بن ابی زائدہؒ) ۲- ایضاً
۳- مناقب الامام الاعظم (ص ۲۷) للمکیؒ، نیز دیکھئے "فضائل ابی حنیفہ" (ص ۱۰۹) لابن ابی العوام

www.besturdubooks.wordpress.com

وورع۔ [۱]

امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ اپنے اہلِ زمانہ میں سب سے بڑے حافظ الحدیث اور فقیہ تھے۔ اس کے باوجود یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابن ابی لیلیٰؒ کی مجلس میں بکثرت شریک ہوتے رہے، اور یہ ایک دیندار اور صاحبِ ورع شخص تھے۔

۸۔ امام قاضی حفص بن غیاث نخعی کوفیؒ (م ۱۹۴ھ)

موصوف خلیفہ ہارون الرشیدؒ (م ۱۹۳ھ) کے زمانہ خلافت میں بغداد کے قاضی رہے اور بعد میں خلیفہ نے ان کو کوفہ کا قاضی مقرر کردیا تھا۔

انہوں نے علم حدیث کی تحصیل امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ امام ہشام بن عروہؒ، امام عاصم احولؒ، امام سلیمان تیمیؒ، امام یحییٰ بن سعید انصاریؒ، امام اعمشؒ وغیرہ اجلّہ محدثین سے کی، جبکہ ان کے تلامذہ حدیث میں بڑے بڑے نامور محدثین، جیسے امام احمد بن حنبلؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ صاحب المصنف وغیرہ بھی شامل ہیں۔

امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور "الحافظ، الامام" وغیرہ القاب سے ان کے ترجمے کا آغاز کرتے ہیں۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں، حفص بن غیاثؒ "صاحب حدیث" تھے اور فنِ حدیث کی ان کو معرفت حاصل تھی۔

امام عجلیؒ (م ۲۶۱ھ) فرماتے ہیں، یہ ثقہ، مامون اور فقیہ تھے۔

امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ) سے جب کوئی مسئلہ پوچھا جاتا تو فرماتے، ہمارے قاضی (حفص بن غیاثؒ) کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ پوچھو۔

نیز امام وکیعؒ فرماتے ہیں کہ: حفص بن غیاثؒ نے تین چار ہزار حدیثیں اپنے حفظ سے بیان کی تھیں۔

امام ابوحاتمؒ، امام ابن نمیرؒ اور امام محمد بن سعدؒ وغیرہ ائمہ حدیث بھی مختلف الفاظ میں ان کی توثیق بیان کرتے ہیں۔ [۲]

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۵۶)

۲۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۱۷، ۲۱۸)، تہذیب التہذیب (ج ۲ ص ۵۶۸، ۵۷۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

وكان حفص كثير الحديث، حافظاله، ثبتا فيه، وكان ايضا مقدما عند مشائخ الذين سمع منهم الحديث.[1]

امام حفص بن غیاث کثیر الحدیث، حدیث کے حافظ اور روایت حدیث میں ثبت (پختہ) تھے، اور جن مشائخ سے انہوں نے حدیث کی سماعت کی تھی، ان کے ہاں بھی یہ مقدم تھے۔

موصوف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ان خاص تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں، جن پر آپ کو بہت اعتماد تھا اور جن کو آپ اپنے دل کی تسکین اور اپنے غموں کا مداوا قرار دیتے تھے۔ چنانچہ حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) امام حفصؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

هو ابن غياث النخعي الكوفي قاضيها، بل و قاضي بغداد ايضا، و صاحب الامام ابي حنيفة الذي قال له في جماعة انتم مسار قلبي و جلاء حزني.[2]

امام حفص بن غیاث نخعی کوفی، جو کوفہ اور بغداد کے قاضی تھے، یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور آپ کے تلامذہ کی اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا تم لوگ میرے دل کی تسکین اور میرے غم کا مداوا ہو۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

صاحب الامام ممن قال فيه الامام في جماعة انتم مسار قلبي و جلاء حزني.[3]

یہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد ہیں اور آپ کے ان تلامذہ کی جماعت میں سے ہیں کہ جن کو آپ نے اپنے دل کی تسکین اور اپنے غم کا مداوا کہا تھا۔

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] تاریخ بغداد (ج ۸ ص ۱۹۰)

[2] فتح المغیث فی شرح الفیۃ الحدیث (۱۹۳/۲)

[3] الجواہر المضیئۃ (۲۲۲/۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

حفص بن غیاث معدود فی الطبقۃ الاولٰی من اصحاب ابی حنیفۃ.[1]

امام حفص بن غیاثؒ، امام ابوحنیفہؒ کے طبقہ اولیٰ کے اصحاب میں شمار ہوتے ہیں۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

القاضی حفص بن غیاث النخعی من الطبقۃ الاولٰی من اصحاب ابی حنیفۃ.[2]

قاضی حفص بن غیاث نخعیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ کے طبقہ اولیٰ سے تعلق رکھتے ہیں۔

اندازہ کریں! امام حفصؒ جیسے محدث کبیر امام ابوحنیفہؒ کے طبقہ اولیٰ کے تلامذہ میں شمار ہو رہے ہیں، کیا ایسے لوگ کسی معمولی شخص کے حلقہ تلمذ میں اپنے کو شامل کر سکتے ہیں؟ مگر:

ع آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہیں

امام حفصؒ فرمایا کرتے تھے:

کلام ابی حنیفۃ فی الفقہ ادق من شعر، لا یعیبہ الا جاھل.[3]

امام ابوحنیفہؒ کا کلام فقہ میں بال سے بھی زیادہ باریک ہے۔ اس میں عیب نکالنے والا صرف جاہل ہی ہو سکتا ہے۔

مؤرخ اسلام محقق دوراں ابن العدیمؒ (م ۶۶۰ھ) نے امام حفصؒ سے بسند متصل نقل کیا ہے کہ:

رأیت ابا حنیفۃ فی المنام فقلت لہ: ای الآراء وجدت افضل واحسن؟ قال: نعم الرای رای عبداللّٰہ، و وجدت حذیفۃ بن یمان شحیحا علی دینہ.[4]

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ آپ نے کس کی

۱۔ مقدمہ ابن الصلاح مع شرح التقیید والایضاح (ص ۳۲۱)

۲۔ تدریب الراوی (ج ۲ ص ۸۵)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۷۵)

۴۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (ج ۷ ص ۲۷۱۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

رائے (فقہ) کو سب سے بہتر اور اچھا پایا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: سب سے بہتر رائے حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) کی رائے ہے، اور میں نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو اپنے دین پر حریص پایا ہے۔

۹۔ امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ)

امام یزیدؒ اپنے زمانہ کے بہت بڑے حافظ الحدیث اور نامور محدث تھے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور ان کا تعارف "الحافظ، القدوۃ اور شیخ الاسلام" جیسے القاب سے کرایا ہے۔

حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) ان کو "احد الاعلام الحفاظ المشاہیر" کہتے ہیں۔

امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ)، جو امام بخاریؒ کے استاذ ہیں، فرمایا کرتے تھے، میں نے یزید بن ہارونؒ سے بڑھ کر کوئی حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔

امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) ان کو حافظ الحدیث اور متقن (پختہ کار) محدث قرار دیتے ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ فقیہ تھے اور ان کی ذکاوت، سمجھ بوجھ اور فطانت بہت خوب تھی۔

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں کہ یہ وکیع بن جراحؒ سے بھی بڑے حافظ الحدیث تھے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارونؒ سے زیادہ پختہ کوئی حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔

امام عجلیؒ (م ۲۶۱ھ) بیان کرتے ہیں کہ امام یزید ثقہ ثبت، عبادت گزار اور بہت اچھی نماز پڑھنے والے تھے۔

امام علی بن عاصمؒ (م ۲۰۱ھ) فرماتے ہیں کہ یہ رات بھر نماز میں مشغول رہتے اور چالیس سال سے زیادہ عرصہ انہوں نے عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھی ہے۔

امام ابوحاتم رازیؒ (م ۲۷۷ھ) کا بیان ہے کہ یہ ثقہ اور امام المحدثین ہیں، اور ان کی ثقاہت سے متعلق سوال نہیں کیا جاتا۔

امام علی بن شعیبؒ (م ۲۵۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے خود امام یزید بن ہارونؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ:

www.besturdubooks.wordpress.com

مجھے چوبیس ہزار حدیثیں مع الاسناد یاد ہیں۔[1]

امام یزیدؒ جب حدیث بیان کرتے تھے تو ان کی ایک مجلس میں ہزاروں طالبانِ حدیث موجود ہوتے تھے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ ھ) نے لکھا ہے:

وکان یقال: فی مجلسہ سبعون الفا۔[2]

کہا جاتا ہے کہ ان کی ایک مجلس درس میں ستر ہزار طلبہ حدیث موجود ہوتے تھے۔

ان کے تلامذہ حدیث میں امام علی بن مدینیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ وغیرہ جیسے اساطین علم حدیث شامل ہیں۔ خود انہوں نے بھی بڑے بڑے نامور اور بلند پایہ مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے، جن میں سرفہرست امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

ادرکت الف رجل و کتبت عن اکثرھم، ما رایت فیھم افقہ ولا اورع ولا اعلم من خمسۃ اولھم ابو حنیفۃ۔[3]

میں ایک ہزار مشائخ سے ملا ہوں اور ان میں سے اکثر سے احادیث لکھی ہیں، لیکن ان تمام مشائخ میں سب سے بڑے فقیہ، سب سے زیادہ پارسا اور سب سے اونچے عالم پانچ شخصوں کو پایا ہے، جن میں اولین مقام امام ابوحنیفہؒ کا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

ادرکت الناس فما رایت احدا اعقل ولا افضل ولا اورع من ابی حنیفۃ۔[4]

میں نے جن لوگوں کو بھی پایا ہے ان میں امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ عقل مند، ان سے زیادہ افضل اور ان سے زیادہ پارسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام یعقوب بن شیبہؒ (م ۲۶۲ ھ) اپنی تاریخ میں امام یزید بن ہارونؒ سے ناقل ہیں:

کان ابو حنیفۃ لہ فضل و دین و ورع و حفظ لسان و اقبال علی

1۔ ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۳۲۱، ۳۲۳)؛ تہذیب التہذیب (ج ۱۱، ص ۳۶۶)

2۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۳۲۳)

3۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۵۴)؛ الجواہر المضیۃ (ج ۱، ص ۲۹)

4۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۲۱)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۳۱)؛ تہذیب الکمال (ج ۲۹، ص ۱۱۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے تھے کہ امام وکیعؒ اپنے زمانہ میں ایسے تھے جیسے امام اوزاعیؒ اپنے زمانہ میں تھے۔

امام یحییٰ بن اکثمؒ (م ۲۴۲ھ) فرماتے ہیں کہ میں سفر و حضر میں وکیعؒ کے ساتھ رہا۔ وہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور ہر رات کو ایک قرآن مجید ختم کرتے تھے۔

علم حدیث کے یہ عظیم ستون باوجود ان سب علمی کمالات کے حضرت امام اعظمؒ کے شاگرد تھے۔ فقہی مسائل میں آپ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ کی تمام احادیث ان کو حفظ تھیں جن کو انہوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ یاد کیا تھا۔ چنانچہ امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، جو امام وکیعؒ کے خاص شاگرد ہیں فرماتے ہیں:

ما رأیت احداً اقدمه علی وکیع، وکان یفتی برأی ابی حنیفة، وکان یحفظ حدیثه کله، وقد سمع من ابی حنیفة حدیثا کثیرا۔[1]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو وکیع بن جراحؒ پر ترجیح دوں، اور وہ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔ امام صاحب کی تمام احادیث ان کو یاد تھیں اور آپ سے انہوں نے بڑی حدیثیں سن رکھی تھیں۔

نیز فرماتے ہیں:

ما رأیت افضل من وکیع، وکان یستقبل القبلة ویحفظ حدیثه، ویقوم اللیل ویسرد الصوم ویفتی بقول ابی حنیفة۔[2]

میں نے امام وکیع بن جراحؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا، وہ قبلہ رخ ہو جاتے اور حدیث یاد کرتے، رات کو قیام کرتے اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتے اور فتویٰ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر دیا کرتے تھے۔

علامہ محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزیؒ (م ۷۴۸ھ) صاحب المشکوٰۃ نے امام وکیعؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

کان یفتی بقول ابی حنیفة وکان قد سمع منه حدیثا کثیرا۔[3]

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (۱۴۹/۲)
[2] الاکمال مع المشکوٰۃ (۶۲۴/۳)
[3] تذکرۃ الحفاظ (۲۲۳/۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام وکیعؒ، امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے، اور انہوں نے امام صاحبؒ سے بکثرت احادیث سن رکھی تھیں۔

امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) لکھتے ہیں:

فمن اخذ عنه العلم وكان يفتي بقوله وكيع بن الجراح.[1]

امام ابوحنیفہؒ سے جنہوں نے علم حاصل کیا اور آپ کے قول پر فتویٰ دیتے رہے، ان میں سے ایک وکیع بن جراحؒ بھی ہیں۔

امام وکیع بن جراحؒ خود فرمایا کرتے تھے:

مالقيت احدا افقه من ابي حنيفة ولا احسن صلاة منه.[2]

میں کسی ایسے شخص سے نہیں ملا جو امام ابوحنیفہؒ سے بڑا فقیہ ہو اور ان سے زیادہ اچھی طرح نماز پڑھنے والا ہو۔

۱۱۔ امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (م ۲۱۵ھ)

یہ بھی امام اعظمؒ کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں اور ان محدثین میں شمار ہوتے ہیں جن کی امامت اور جلالت قدر پر سب ائمہ حدیث کا اتفاق ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور الحافظ، الامام، شیخ خراسان کے القاب سے ان کا تعارف پیش کیا ہے۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) ان کو ثقہ اور ثبت في الحديث (روایت حدیث میں پختہ کار) کہتے ہیں۔

امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ یہ ثقہ اور مامون تھے۔

امام ابوحاتمؒ (م ۲۷۷ھ) فرماتے ہیں، محله الصدق۔ (ان کا مقام سچائی ہے)۔

امام محمد بن عبدالوہاب بن فراءؒ (م ۲۷۲ھ) جب ان کی سند سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے حدثنا مكي بن ابراهيم الرجل الصالح۔ (ہم سے مکی بن ابراہیم جو مرد صالح ہیں، نے حدیث بیان کی ہے)۔

امام احمد بن حنبلؒ، امام نسائیؒ، امام مسلمہ بن قاسمؒ، امام ابن معینؒ وغیرہ ائمہ حدیث بھی

۱۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۱۵۵) ۲۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

مختلف الفاظ میں ان کی توثیق کرتے ہیں۔

امام خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) فرماتے ہیں: ثقة متفق علیه.

مکی بن ابراہیم ثقہ ہیں اور ان کی ثقاہت پر سب کا اتفاق ہے۔[1]

ممدوح نے ائمہ کبار کی بڑی تعداد سے حدیث کی سماعت کی، جن میں کئی جلیل القدر تابعین بھی ہیں، چنانچہ خود فرماتے ہیں:

وكتبت عن سبعة عشر نفس من التابعين، ولو علمت ان الناس يحتاجون الي لما كتبت دون التابعين عن احد.[2]

میں نے سترہ تابعین سے علم حاصل کیا اور اگر مجھے معلوم ہوتا کہ لوگ میری طرف (علم میں) محتاج ہوں گے تو میں تابعین کے علاوہ کسی اور سے علم حاصل نہ کرتا۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمہ میں ان کے جن چھ خصوصی اساتذہ حدیث کے نام لکھے ہیں، ان میں سے ایک امام ابوحنیفہؒ کا نام بھی ہے۔[3]

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) رقم فرماتے ہیں:

هو مكي بن ابراهيم البلخي، امام بلخ، دخل الكوفة سنة اربعين ومائة ولزم ابي حنيفة رحمه الله وسمع منه الحديث والفقه واكثر عنه الرواية.[4]

مکی بن ابراہیم بلخیؒ، جو اہل بلخ کے امام ہیں، ۱۴۰ھ میں کوفہ میں داخل ہوئے اور امام ابوحنیفہؒ کے درس میں باقاعدگی سے حاضر ہونے لگے اور آپ سے حدیث اور فقہ کی سماعت کی اور انہوں نے آپ سے بہت زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں۔

نیز لکھتے ہیں:

وكان يحب اباحنيفة حبا شديدا ويتعصب لمذهبه.[5]

امام مکی بن ابراہیمؒ امام ابوحنیفہؒ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور آپ کے

---

[1] دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (ج ا ص ۳۶۸) تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۲۹۳)

[2] تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۲۹۳) — [3] تذکرۃ الحفاظ (ج ا ص ۳۶۹)

[4] مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۱۷۹) للمکی — [5] ایضاً

www.besturdubooks.wordpress.com

مذہب کے لیے تعصب رکھتے تھے۔

امام مکی کو سب سے پہلے تحصیل علم کی طرف امام صاحبؒ نے ہی متوجہ کیا تھا۔ چنانچہ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام عبدالصمد بن فضلؒ سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام مکی بن ابراہیم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ:

میں تجارت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھے فرمایا، تم تجارت تو کرتے ہو لیکن تجارت جب بغیر علم سیکھے کی جائے تو اس میں بڑی خرابی پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر تم علم کیوں نہیں سیکھتے اور احادیث کیوں نہیں لکھتے؟ اس طرح وہ مجھے برابر تحصیل علم کی طرف متوجہ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ میں تحصیل علم اور اس کی کتابت میں لگ گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مجھے بہت زیادہ ترقی دی۔

اور فرمایا:

فلا ازال ادعو لابی حنیفة فی دبر کل صلوة وعندما ذکرته لان اللّٰہ تعالیٰ ببرکته فتح لی باب العلم۔[1]

میں ہر نماز کے بعد، نیز جب بھی امام ابوحنیفہؒ کا ذکر کرتا ہوں تو ان کے لیے دعا کرتا ہوں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی کی برکت سے میرے لیے علم کا دروازہ کھولا ہے۔

امام مکی یہ بھی فرمایا کرتے تھے:

جالست الکوفیین فما رایت فیهم اورع من ابی حنیفة۔[2]

میں اہل کوفہ کی مجالس میں بیٹھا ہوں، لیکن ان میں سے کسی کو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ پارسا نہیں پایا۔

امام مکی نے امام صاحبؒ سے کوفہ کے علاوہ بغداد اور مکہ مکرمہ میں بھی استفادہ کیا تھا۔ چنانچہ حافظ ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے خود ان کا اپنا بیان نقل کیا ہے:

۱۔ ایضاً (ص ۳۶۸)　　۲۔ ایضاً (ص ۱۶۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

ولقیتہ بالکوفۃ وبغداد و بمکۃ.[۱]

میں نے امام ابوحنیفہؒ سے کوفہ، بغداد اور مکہ مکرمہ تینوں شہروں میں ملاقات کی تھی۔

ان کے تلامذہ حدیث میں امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام زہلیؒ اور امام بخاریؒ جیسے مشائخ حدیث بھی شامل ہیں۔ امام موصوف نے چونکہ طویل عمر پائی، اس لیے امام بخاریؒ کو بھی ان سے تلمذ حاصل کرنے کا شرف نصیب ہوگیا، اور یہ امام بخاریؒ کے کبار اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) امام مکیؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

عاش نیفا و تسعین سنۃ وھو من کبار شیوخ البخاری.[۲]

امام مکیؒ نے نوے سال سے زیادہ عمر پائی ہے اور یہ امام بخاریؒ کے بڑے شیوخ میں سے ہیں۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) کی تصریح کے مطابق امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں امام مکیؒ سے متعدد احادیث براہِ راست روایت کی ہیں، جب کہ ایک حدیث انہوں نے امام موصوف سے محمد بن عمرو السوقیؒ کے واسطے سے بھی روایت کی ہے۔[۳]

نیز امام بخاریؒ نے اپنی ''صحیح'' میں جو بائیس ثلاثی روایات (کہ جن میں امام بخاریؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف تین واسطے ہیں) ذکر کی ہیں، ان میں سے گیارہ روایات انہوں نے امام مکیؒ کی سند سے نقل کی ہیں جو کہ امام ابوحنیفہؒ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں اور پکے حنفی ہیں۔[۴]

۱۴۔ امام ابوعاصم ضحاک بن مخلد نبیلؒ (م ۲۱۲ھ)

ان کا نام ضحاک بن مخلد، کنیت ابوعاصم اور لقب نبیل تھا۔ نبیل کے معنی معزز کے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ تہذیب الکمال (ج ۱۹، ص ۱۱۷) ۲۔ العبر (ج ۱، ص ۲۹۰)

۳۔ المدخل الی معرفۃ الصحیح من السقیم (۲/۵۹۸)، مکتبۃ الصدیق لان الریاض: تسمیۃ من اخرجھم البخاری ومسلم (ص ۲۹۷)، مکتبۃ دار الجنان، بیروت

۴۔ دیکھیے صحیح البخاری (رقم الحدیث: ۱۰۹، ۴۹۷، ۵۰۲، ۵۹۱، ۱۹۰۶، ۲۲۸۹، ۲۲۹۸، ۲۴۰۳، ۲۴۷۶، ۳۰۴۲،

www.besturdubooks.wordpress.com

وكان يلقب بالنبيل لنبله و عقله، وقيل غير ذلك۔[1]

ان کا لقب نبیل ان کی بزرگی اور عقلمندی کی وجہ سے پڑا اور اس بارے میں دیگر اقوال بھی ہیں۔

محدث کبیر علامہ عبدالرشید نعمانی رحمۃ اللہ ارقام فرماتے ہیں:

اس امر میں اختلاف ہے کہ (ابوعاصم کا) یہ لقب کیوں ہوا؟ تذکرہ نویسوں نے اس سلسلہ میں مختلف باتیں نقل کی ہیں، لیکن امام طحاویؒ اور حافظ دولابیؒ نے خود ان کا بیان اس سلسلہ میں جو نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ امام زفرؒ کے ہاں اکثر ان کی حاضری ہوا کرتی تھی، اتفاق سے امام موصوف کے یہاں اسی نام کے ایک اور بھی شخص آیا کرتے تھے، جن کی نشست و برخاست بالکل معمولی رہتی تھی۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ انہوں نے حسب معمول امام زفرؒ کے دروازہ پر دستک دی۔ لونڈی نے آکر پوچھا کون؟ جواب ملا، ابوعاصم۔ لونڈی نے اندر جا کر اطلاع دی کہ ابوعاصم دروازہ پر حاضر ہیں۔ امام زفرؒ نے دریافت فرمایا، ان دونوں میں سے کون سے عاصم ہیں؟ لونڈی کی زبان سے نکلا، النبيل منهما۔ (جو ان دونوں میں معزز ہیں)۔ ابوعاصم اجازت لے کر اندر آئے تو امام موصوف فرمانے لگے کہ اس لونڈی نے تمہیں وہ لقب دیا ہے کہ جو میرے خیال میں تم سے کبھی جدا نہیں ہوگا۔ اس نے تمہیں نبیل کے لقب سے ملقب کیا ہے۔ ابوعاصم کا بیان ہے کہ اس روز سے یہ میرا لقب پڑ گیا۔ حافظ ابی العوام نے بھی اس واقعہ کو بسند متصل نقل کیا ہے۔[2]

امام ابوعاصم نبیلؒ نہایت جلیل القدر محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کو "الحافظ" اور "شیخ الاسلام" کے القاب سے ملقب کیا ہے، اور لکھا ہے:

ولم يحدث قط الا من حفظه.

انہوں نے ہمیشہ اپنے حافظہ سے حدیثیں بیان کی ہیں۔

امام عمر بن شبہؒ (م ۲۶۲ھ) فرماتے ہیں کہ بخدا میں نے ان جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ا ص ۳۶۸) ۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۵۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) ان کو ثقہ اور فقیہ کہتے ہیں۔

امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) وغیرہ محدثین نے ان سے نقل کیا ہے کہ جب سے مجھے معلوم ہوا کہ غیبت کرنے والے کو غیبت نقصان پہنچاتی ہے تو میں نے اس کے بعد کبھی بھی کسی کی غیبت نہیں کی۔

امام ابوداؤدؒ (م ۲۷۵ھ) فرماتے ہیں کہ ابوعاصمؒ کو تقریباً ایک ہزار عمدہ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے تصریح کی ہے:

أجمعوا على توثيق ابي عاصم۔[1]

تمام محدثین کا امام ابوعاصم نبیلؒ کی توثیق پر اجماع ہے۔

امام ابوعاصمؒ بھی امام اعظمؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

حافظ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) ابوعاصمؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

سمع جعفر بن محمد وابا حنيفة وابن جريج وغيرهم وكان ثقة۔[2]

انہوں نے امام جعفر بن محمدؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام ابن جریجؒ اور دیگر محدثین سے حدیث کی سماعت کی تھی اور یہ ثقہ محدث تھے۔

حافظ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) فرماتے ہیں:

ومن اصحاب الامام الضحاك بن مخلد ابوعاصم۔[3]

امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے امام ضحاک بن مخلد ابوعاصم نبیلؒ بھی ہیں۔

امام موصوف نے امام ابوحنیفہؒ سے کوفہ کے علاوہ مکہ مکرمہ میں بھی آپ کے درس میں شرکت کر کے آپ سے فقہی مسائل میں استفادہ کیا تھا جیسا کہ ماقبل گزر چکا ہے۔ امام صاحبؒ کی وفات کے بعد انہوں نے باقی تعلیم آپ کے تلمیذ رشید امام زفر بن ہذیلؒ سے حاصل کی۔ چنانچہ حافظ صیمریؒ ارقام فرماتے ہیں:

ولزم ابوعاصم زفر بن الهذيل بعد ابی حنيفة، وعليه تفقه،

---

[1] دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۳۶۶)؛ الجواہر المضیئہ (ج ۱ ص ۲۶۴، ۲۶۵)

[2] الاکمال (ج ۷ ص ۲۵۵)۔ [3] الجواہر المضیئہ (ج ۱ ص ۳۲)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وھو الذی لقبہ "النبیل".[1]

امام زفر بن ہذیلؒ کی مجلس کو امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے بعد امام ابو عاصم نبیلؒ نے لازم پکڑا اور ان سے فقہ کی تعلیم پائی۔ امام زفرؒ نے ہی ان کا نام نبیل رکھا تھا۔

ان سے کسی نے پوچھا کہ امام سفیان ثوریؒ بڑے فقیہ ہیں یا امام ابو حنیفہؒ؟ انہوں نے جواب دیا:

انما یقاس الشئی الی شکلہ، ابو حنیفۃ فقیہ تام الفقہ و سفیان رجل متفقہ.[2]

کسی بھی چیز کا موازنہ اس کی ہم شکل چیز سے کیا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ تو پورے فقیہ ہیں، جبکہ سفیان ثوری بتکلف فقیہ ہیں۔

نیز فرمایا:

علام من غلمان ابی حنیفۃ افقہ من سفیان.[3]

امام ابو حنیفہؒ کا ایک ادنیٰ سا غلام بھی سفیان ثوریؒ سے بڑا فقیہ ہے۔

امام موصوف امام بخاریؒ کے کبار اساتذہ حدیث میں سے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو محمد عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ حدیث میں ان کو شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والامام الحافظ الثقۃ المامون الرضا ابو عاصم الضحاک بن مخلد الشیبانی البصری النبیل احد کبار شیوخ البخاری.[4]

امام ابو حنیفہؒ سے حدیث روایت کرنے والوں میں امام، حافظ، ثقہ، امامون الرضا، ابو عاصم ضحاک بن مخلد شیبانی بصری نبیلؒ، جو کہ امام بخاریؒ کے کبار شیوخ میں سے ایک ہیں، بھی ہیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں بائیس ثلاثی روایات میں سے چھ روایات ان ہی امام ابو عاصم نبیلؒ کی سند سے نقل کی ہیں۔[5]

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۵۹)
۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۴)
۳۔ ایضاً
۴۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۹۰)
۵۔ دیکھئے صحیح البخاری (رقم الحدیث: ۱۹۳۳، ۲۲۹۵، ۲۴۷۷، ۴۲۷۱، ۵۵۷۹، ۷۲۰۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

۱۳۔ امام محمد بن عبداللہ الانصاریؒ (م ۲۱۵ھ)

یہ حضرت انس بن مالکؓ کی اولاد میں سے ہیں، حافظ ذہبیؒ ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کا ترجمہ، الامام، المحدث اور شیخ البصرۃ کے القاب سے شروع کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں: وثقہ ابن معین وغیرہ۔ کہ ان کو امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ محدثین نے ثقہ قرار دیا ہے۔[۱]

امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے صرف تین امام دیکھے ہیں جن میں سے ایک محمد بن عبداللہ انصاریؒ بھی ہیں۔

امام ساجیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جلیل القدر شخص اور عالم تھے، اور ان پر رائے (فقہ) کا غلبہ تھا۔[۲]

موصوف بھی امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، جیسا کہ حافظ مزیؒ (م ۷۴۲ھ) وغیرہ محدثین نے تصریح کی ہے۔[۳]

حافظ ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب میں ان سے نقل کیا ہے:

كان ابو حنيفة يتبين عقله من منطقه و مشيه و مدخله و مخرجه.[۴]

امام ابو حنیفہؒ کا عقل مند ہونا آپ کی گفتار، چال ڈھال اور آپ کے انداز دخول و خروج سے ہی معلوم ہو جاتا تھا۔

امام انصاریؒ نے امام صاحبؒ کے علاوہ آپ کے دو بڑے شاگردوں امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ سے بھی استفادہ کیا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے موصوف کے ترجمہ میں لکھا ہے:

و كان من اصحاب زفر بن الهذيل و ابى يوسف.[۵]

یہ امام زفر بن ہذیلؒ اور امام ابو یوسفؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کو "اصحاب احناف" میں ذکر کیا ہے۔[۶]

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۳۷۲/۱)
۲۔ تہذیب الکمال (۱۰۳/۱۹)
۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۷۰)
۴۔ تاریخ بغداد (۴۹/۳)
۵۔ الجواہر المضیئۃ (۷۰/۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

ان سے جن اہل علم نے شرف تلمذ حاصل کیا، ان میں سے ایک امام بخاریؒ بھی ہیں۔ اور امام بخاریؒ کی "صحیح" میں جو بائیس ثلاثی احادیث ہیں، ان میں سے تین امام بخاریؒ نے ان ہی سے روایت کی ہیں۔[1]

۱۴۔ امام خلاد بن یحییٰ سلمیؒ (م ۲۱۳ھ)

یہ اصلاً کوفہ کے رہنے والے ہیں، لیکن بعد میں انہوں نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اور مکہ مکرمہ میں ہی ان کی وفات ہوئی۔ امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن نمیرؒ، امام ابو داؤدؒ، امام عجلیؒ، امام دار قطنیؒ اور امام ابن حبانؒ وغیرہ محدثین نے ان کی توثیق کی ہے۔[2]

امام ابو یعلیٰ خلیلیؒ نے "کتاب الارشاد" میں ان کو ثقہ امام قرار دیا ہے۔[3]

حافظ ذہبیؒ نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز انہوں نے ان الفاظ سے کیا ہے:

الامام، المحدث، الصدوق...[4]

انہوں نے علم حدیث کی تحصیل، عیسیٰ بن طہمانؒ صاحب انس بن مالک رضی اللہ عنہ، فطر بن خلیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ وغیرہ محدثین سے کی۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ سے بھی ان کو شرف تلمذ حاصل ہے، جیسا کہ امام حافظ الدین کردریؒ (م ۸۲۷ھ) اور محدث الشام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے تصریح کی ہے۔[5]

جب کہ خود ان کے تلامذہ حدیث میں امام بخاریؒ، امام ابو زرعہ رازیؒ اور فضیل بن اسحاق وغیرہ جیسے نامور ائمہ حدیث بھی شامل ہیں۔

امام بخاریؒ نے اپنی "صحیح" میں جو بائیس ثلاثی روایات نقل کی ہیں، ان میں سے ایک امام خلاد بن یحییٰ سلمیؒ کے واسطہ سے انہوں نے نقل کی ہے۔[6]

۱۔ دیکھئے صحیح البخاری (رقم الحدیث: ۲۷، ۴۲۹۹، ۶۸۹۵)

۲۔ تہذیب التہذیب (۲/۱۰۵، ۱۰۶)

۳۔ ایضاً

۴۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۱۶۴)

۵۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۴۹۸) للکردری، عقود الجمان (ص ۱۰۸) للصالحی

۶۔ صحیح البخاری (رقم الحدیث: ۱۲۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کے تلامذہ کا امام بخاریؒ پر احسانِ عظیم

ائمہ صحاح ستہ (بخاریؒ، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذیؒ، ابن ماجہؒ) کے اکثر کبار شیوخ حدیث امام اعظمؒ کے تلامذہ یا تلامذۃ التلامذہ ہیں۔ مثلاً امام بخاریؒ کے جو چوٹی کے اساتذہ ہیں ان میں سے اکثر امام اعظمؒ کے خصوصی تلامذہ ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام بخاریؒ کے طبقہ اولیٰ کے جو اَٹھ اساتذہ (محمد بن عبداللہ انصاریؒ، مکی بن ابراہیمؒ، ابوعاصم نبیلؒ، خلاد بن یحییٰؒ، عبیداللہ بن موسیٰؒ، ابونعیم فضل بن دکینؒ، علی بن عیاشؒ، اور عصام بن خالدؒ) کے نام گنائے ہیں۔[1] ان میں عصام بن خالدؒ کے علاوہ باقی تمام شیوخ امام اعظمؒ سے رشتۂ تلمذ رکھتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے اوّل الذکر چار حضرات کے بارے میں گزشتہ صفحات میں محدثین کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ یہ امام اعظمؒ کے خاص شاگرد ہیں۔ ان چاروں کے علاوہ باقی تین حضرات (عبیداللہ بن موسیٰؒ، ابونعیمؒ فضل بن دکینؒ اور علی بن عیاشؒ) بھی امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں۔[2]

ان کے علاوہ بھی امام بخاریؒ کے کئی کبار اساتذہ امام اعظمؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ مثلاً علی بن الجعدؒ،[3] ابوعبدالرحمان المقریؒ[4] وغیرہ۔

علاوہ ازیں امام بخاریؒ کے کئی کبار اساتذہ ایسے بھی ہیں جو امام اعظمؒ کے مشہور اور خاص تلامذہ امام ابویوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ وغیرہ کے تلامذہ ہیں۔ مثلاً امام احمد بن حنبلؒ (تلمیذ امام ابویوسفؒ)،[5] امام یحییٰ بن معینؒ (تلمیذ امام ابویوسف و امام محمدؒ)،[6] حسین بن ابراہیم المعروف بہ

۱۔ ھدی الساری مقدمہ فتح الباری (ص ۴۶۵)

۲۔ دیکھئے سیر اعلام النبلاء (۲۹۱/۶) عقود الجمان (ص ۱۳۲)

۳۔ الجواہر المضیۃ (۳۵۵/۱) ۴۔ تذکرۃ الحفاظ (۳۶۹/۱) تہذیب التہذیب (۳۰۲/۳)

۵۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۰) للمقدسیؒ تہذیب التہذیب (۵۰/۱)

۶۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۰) مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۵۹) تہذیب (۱۶۸/۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ اور علم حدیث

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ اور علم حدیث

گزشتہ مباحث میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے محدثانہ مقام سے متعلق کچھ معلومات قارئین کے گوش گزار ہو چکی ہیں۔ اب قارئین کے سامنے حضرت امام صاحبؒ کے محدثانہ مقام کے ہر ہر گوشہ پر سیر حاصل اور تفصیلی معلومات پیش کی جائیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ لیکن آپ کے محدثانہ مقام کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ آپ کا جو نظریہ حدیث تھا اور حدیث اور محدثین سے متعلق آپ کے جو خیالات تھے، ان سے قارئین کو روشناس کرایا جائے تاکہ آپ کے محدثانہ مقام کو سمجھنا اُن کے لیے زیادہ آسان ہو جائے۔

امام صاحب کا نظریہ حدیث

آپ کے نزدیک دین اسلام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اور آپ حدیث کی موجودگی میں قیاس یا کسی کی ذاتی رائے کا کوئی اعتبار نہیں کرتے۔

امام محی الدین ابن عربیؒ (م ۶۳۸ھ) نے اپنی کتاب "فتوحات مکیہ" میں بہ سند امام صاحبؒ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

ایاکم والقول فی دین اللہ بالرائی وعلیکم باتباع السنۃ، فمن خرج عنھا ضل۔[1]

آپ لوگ اللہ کے دین میں رائے سے کوئی بات کہنے سے بچو اور اپنے اوپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو لازم کر لو، اس لیے کہ جو شخص سنت سے نکل جاتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

---

[1] المیزان الکبریٰ (اداء) للشعرانی

www.besturdubooks.wordpress.com

امام عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ ھ) آپ سے ناقل ہیں کہ:

فعلیکم بالآثار و طریقة السلف وایاکم و کل محدث فانه بدعة.[1]

تمہارے لیے احادیث اور سلف صالحین کے طریقہ کی اتباع ضروری ہے، اور (دین میں) ہر نئی چیز سے بچنا، اس لیے کہ (دین میں) ہر نئی چیز بدعت ہے۔

نیز امام شعرانیؒ نقل کرتے ہیں کہ امام صاحبؒ نے فرمایا:

لم تزل الناس فی صلاح مادام فیهم من یطلب الحدیث، فاذا طلبوا العلم بلاحدیث فسدوا.[2]

جب تک لوگوں میں حدیث کی طلب کرنے والے رہے اُس وقت تک وہ راہِ راست پر تھے، اور جب انہوں نے حدیث کے بغیر علم حاصل کرنا شروع کیا تو اُن میں فساد آ گیا۔

امام الظاہریہ علامہ ابن حزم ظاہریؒ (م ۴۵۶ ھ) اور علامہ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

جمیع اصحاب ابی حنیفة مجمعون علی ان مذهب ابی حنیفة ان ضعیف الحدیث اولی من القیاس والرائی، وعلی ذلک بنی مذهبه.[3]

امام ابوحنیفہؒ کے تمام اصحاب کا اس پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے مذہب میں ضعیف حدیث بھی قیاس اور رائے سے بہتر ہے، اور آپ نے اسی نظریہ پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

علامہ وحید الزمانؒ غیر مقلد آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ان کا قول تو یہ ہے کہ ضعیف حدیث بھی قیاس پر مقدم ہے، اسی طرح صحابی کا قول

۱۔ ایضاً

۲۔ ایضاً

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام (۲/۲۷۵) لابن حزم طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت؛ اعلام الموقعین (۱/۶۳) لابن القیم طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

بھی ہے

امام اعظمؒ کا جذبۂ اتباعِ حدیث

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا احترام اور اس کی اتباع کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ کے خود معاصرین محدثین اور بعد میں آنے والے اہل علم نے یہ گواہی دی ہے کہ آپ جتنا حدیث کا احترام اور اس کی اتباع کرتے تھے، اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ آپ کے شاگرد اور جلیل القدر محدث امام نضر بن محمد مروزیؒ (م ۱۸۳ھ) فرماتے ہیں:

لم ار رجلا الزم للاثر من ابی حنیفة.[1]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ حدیث کو لازم پکڑنے والا ہو۔

علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام زہیر بن معاویہؒ (م ۱۷۳ھ) سے امام صاحبؒ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

انه متبع لما سمع.[2]

امام ابوحنیفہؒ جو حدیث سنتے تھے اس کی ضرور پیروی کرتے تھے۔

امام صاحبؒ کی "ثقاہت" کے بیان میں امام فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ) اور امام حسن بن صالحؒ (م ۱۶۷ھ) وغیرہ محدثین کے بیانات آرہے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جب کوئی حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو پھر آپ کسی اور طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے۔

مورخ اسلام امام محمد بن سفیان قتیبانیؒ (م ۳۱۲ھ) نے اپنی "تاریخ بخارا" میں امام صاحبؒ کے شاگرد امام نعیم بن عمرو کا بیان نقل کیا ہے کہ

سمعت الامام ابی حنیفة رضی الله عنه یقول: عجبا للناس یقولون: افتی بالرائی ما افتی الا بالاثر.[3]

۱۔ ثقات المحدثین (ج ۱، باب الجیم مع الهاء)

۲۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۲۱۹)؛ الجواہر المضیئہ (۲/۲۰۲)

۳۔ الانتقاء (ص ۱۳۰)

۴۔ عقود الجمان (ص ۱۷۳)؛ الجواہر المضیئہ (۲/۲۰۲)؛ نیز دیکھئے "فضائل ابی حنیفہ" (ص ۱۸۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ لوگوں پر تعجب ہے جو یہ کہتے ہیں کہ میں اپنی رائے سے فتویٰ دیتا ہوں، حالانکہ میں صرف حدیث سے ہی فتویٰ دیتا ہوں۔

علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) سند متصل کے ساتھ آپ کا بیان نقل کرتے ہیں:

لعن اللّٰہ من یخالف رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، بہ اکرمنا وبہ استنقذنا.[1]

اللہ تعالیٰ کی اس شخص پر لعنت ہو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے۔ ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کی وجہ سے عزت دی اور ہم نے آپ ہی کی بدولت نجات پائی۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کا ارشاد ہے:

اذا جاء الحدیث عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فعلی الرأس والعین.[2]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث آجائے تو وہ سر اور آنکھوں پر ہے۔

علامہ ابن حزم ظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) امام صاحبؒ سے شدید مخالفت رکھنے کے باوجود یہ اقرار کرتے ہیں:

ھذا ابو حنیفۃ یقول: ما جاء عن اللّٰہ تعالٰی فعلی الرأس والعین وما جاء عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فسمعا وطاعۃ.[3]

یہ امام ابوحنیفہؒ ہیں جو فرماتے ہیں کہ: جو بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے وہ سر آنکھوں پر ہے، اور جو بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے آئے وہ بھی قابل سماعت اور واجب الاتباع ہے۔

علامہ محمد جمال الدین القاسمی دمشقیؒ (م ۱۳۳۲ھ) غیر مقلد رقم فرماتے ہیں:

۱۔ الانتقاء (ص ۱۴۲)　　۲۔ عقود الجمان (ص ۱۷۲)

۳۔ الاحکام فی اصول الاحکام (۵۴۸/۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

ومن كلامه رضى الله تعالى عنه: ما جاء عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فعلى الرأس والعين بابى هو وامى.[۱]

امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کے کلام میں سے ہے کہ جو بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ جائے وہ سر اور آنکھوں پر ہے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد امام طحاوی (م ۳۲۱ھ) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ایک دفعہ امام ابوحنیفہؒ کے سامنے آپ کے شاگرد امام حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ) نے ایک حدیث پیش کی، جو آپ کے موقف کے خلاف تھی۔ آپ وہ حدیث سن کر خاموش ہو گئے۔ اس پر کسی نے آپ سے کہا کہ آپ اس کو جواب کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے فرمایا: وہ مجھ کو اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنا رہا ہے، میں اس کے مقابلے میں اس کو کیا جواب دوں؟[۲]

مولانا سیالکوٹی اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

امام طحاوی کے اس حوالہ سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کتنی تعظیم کرتے تھے۔ اس کے سامنے کس طرح گردن جھکا دیتے تھے۔[۳]

نیز مولانا سیالکوٹی امام صاحبؒ کی بابت ارقام فرماتے ہیں:

یہ معلوم کل ہے کہ آپ مرسل روایت کو امام مالک کی طرح مطلقاً حجت مانتے ہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ آپ قیاس کے مقابلہ میں ضعیف حدیث کو مقدم جانتے تھے کہ ضعیف کا ضعف عارضی ہے، اس میں احتمال صحت کا ہو سکتا ہے، لہٰذا اس کے مقابلہ میں قیاس کی ضرورت نہیں۔ بھلا وہ شخص جو صحابی کے قول کے سامنے بھی قیاس نہ کرتا ہو۔ وہ صحیح حدیث کو عمداً کس طرح ترک کر سکتا ہے۔

۱۔ الفضل المبین علی عقد الجوہر الثمین (ص ۲۵۲) طبع دار البشائر، بیروت۔

۲۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۹۲) بحوالہ شرح عقیدۃ الطحاویہ (ص ۱۲)۔

۳۔ ایضاً (ص ۹۱ و ۹۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

فیشنبلد۔

مشہور غیر مقلد عالم اور مترجم صحاح ستہ علامہ وحید الزمانؒ لکھتے ہیں:

ہم اگلے تمام مجتہدوں کو، جیسے امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ وغیرہم ہیں،
پروردگار کے مقبول بندے اور ماجور اور مثاب سمجھتے ہیں۔ جن مسئلوں میں ان کا
قیاس حدیث کے خلاف ہو تو سمجھ لینا چاہیے کہ ان کو وہ حدیث نہیں ملی، ورنہ ہرگز
وہ حدیث کو چھوڑ کر قیاس نہ کرتے۔ خصوصاً امام اعظمؒ کی نسبت، وہ تو سب
مجتہدوں سے زیادہ حدیث کے پیرو تھے۔[1]

محدثین کا احترام واکرام

آپ جیسے حدیث کا احترام اور اس کی اتباع میں سب سے آگے تھے، ایسے ہی آپ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظین یعنی حضرات محدثین سے بھی بڑی محبت سے پیش آتے تھے اور ان کا خوب اکرام کرتے تھے۔

شروع کتاب میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام صاحبؒ بڑے مالدار شخص تھے اور آپ کا ریشم کا بڑا وسیع کاروبار تھا۔ آپ اس سے حاصل ہونے والی آمدن سے اپنے گھریلو اخراجات پورے کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے نادار تلامذہ کی مالی امداد بھی کیا کرتے تھے۔ اسی طرح آپ اس آمدنی سے محدثین کرام کے ساتھ بھی مالی تعاون کرتے تھے اور ان کے پاس بڑے قیمتی تحائف بھی بھیجے رہتے تھے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام قیس بن ربیعؒ (م ۱۶۷ھ) سے امام صاحب کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

انہ کان یبعث بالبضائع إلی بغداد فیشتری بہا الامتعۃ ویحملہا الی الکوفۃ، ویجمع الارباح عندہ من سنۃ إلی سنۃ، فیشتری بہا حوائج الاشیاخ المحدثین واقواتہم وکسوتہم وجمیع حوائجہم، ثم یدفع باقی الدنانیر من الارباح الیہم فیقول: انفقوا فی حوائجکم ولا تحمدوا الا اللّٰہ، فانی ما اعطیت من مالی شیئا،

1۔ لغات الحدیث (ث) باب ایم مع الباء۔ 2۔ ایضا (ص ۳۱۶)

ولکن من فضل اللہ علیٰ فیکم۔ [۱]

امام ابوحنیفہؒ اپنا سامانِ تجارت بغداد بھیجتے اور اس سے جو رقم حاصل ہوتی اس سے دیگر سامان خرید کر کوفہ لاتے۔ پھر اس سامان کو بیچ کر اس سے پورا سال جو نفع حاصل ہوتا اُس سے محدثین شیوخ کے لیے خوراک، لباس اور دیگر ضروری اشیاء خرید کر اُن کی طرف بھیجتے۔ باقی جو رقم بچ جاتی وہ بھی ان کو دے دیتے اور ان سے فرماتے، اس کو اپنی ضروریات میں خرچ کرو اور صرف اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرو، کیونکہ میں نے اپنی طرف سے تم کو کچھ نہیں دیا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے میرے اوپر فضل فرمایا ہے۔

صدر الائمہ مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے مشہور محدث امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) سے نقل کیا ہے:

وما کان یدع احدا من المحدثین الا برہ برا واسعا۔ [۲]

امام ابوحنیفہؒ محدثین میں سے کسی کو بھی ایسا نہیں چھوڑتے تھے جس کے ساتھ بہت زیادہ نیکی نہ کر لیتے تھے۔

علم حدیث میں امام اعظمؒ کا تفوق

آپ شروع کتاب میں بحوالہ محدثین ملاحظہ کر چکے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے باقاعدہ علم حدیث حاصل کیا تھا، اور اپنے شہر کوفہ کے محدثین سے تحصیل احادیث کرنے کے علاوہ دیگر بلادِ اسلامیہ (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ) کا سفر کر کے وہاں کے اجلہ محدثین سے بھی احادیث اخذ کی تھیں۔ نیز علم حدیث میں آپ کے تفوق وتقدم کی گواہی آپ کے معاصرین بھی دے چکے تھے۔ جیسا کہ آپ کے معاصر محدث امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۳ھ) کا بیان گزر چکا ہے جس میں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ:

میں نے امام ابوحنیفہؒ کے ساتھ تحصیل احادیث کا آغاز کیا تھا، لیکن اس میدان میں وہ ہم پر سبقت لے گئے۔

مؤرخ اسلام حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) کا بیان بھی ذکر ہو چکا ہے کہ:

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۵۸) ۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۶۳)

اگر امام ابوحنیفہؒ نے حدیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ اہتمام نہ کیا ہوتا تو آپ مسائل فقہ کا استنباط کیسے کر سکتے تھے؟ حالانکہ آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ مسائل فقہ کو ادلہ شرعیہ (قرآن وحدیث) سے مستنبط کیا۔

عظیم المرتبت مالکی محقق امام ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبیؒ (م ۷۹۰ھ) نے بھی تسلیم کیا ہے کہ اہل علم کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ دونوں علم حدیث میں مکمل وثوق رکھتے تھے، چنانچہ امام موصوف "مجتہد" کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان كان متمكنا من الاطلاع على مقاصدها كما قالوا في الشافعي وابي حنيفة في علم الحديث، فكذلك ايضا لا اشكال في اجتهاده۔[1]

اگر کوئی شخص مقاصد شریعت پر پوری طرح اطلاع رکھتا ہو جیسا کہ علماء نے امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کہا ہے کہ وہ دونوں علم حدیث میں مکمل دسترس رکھتے تھے، تو ایسے شخص کے اجتہاد کے صحیح ہونے میں بھی کوئی شبہ نہیں ہے۔

محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے تو امام اعظمؒ کو حدیث کے ان [illegible] بنیادی ارکان میں شمار کیا ہے کہ جن پر پورے علم حدیث کی منزل کھڑی ہے۔ چنانچہ موصوف نے امام مالکؒ کے ترجمہ میں امام شافعیؒ کا قول کہ:

العلم يدور على ثلاثة: مالك والليث وابن عيينة.

(علم کا مدار تین اشخاص امام مالکؒ، امام لیث بن سعدؒ اور امام سفیان بن عیینہؒ پر ہے)

نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

قلت: بل وعلى سبعة معهم، وهم الاوزاعي، والثوري، ومعمر، وابو حنيفة، وشعبة، والحمادان۔[2]

۱۔ الموافقات فی اصول الشریعہ (ج ۴ ص ۷۷) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۸ ص ۱۱۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں (حافظ ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ علم کا مدار صرف ان تین اشخاص پر ہی نہیں ہے، بلکہ ان تین کے ساتھ دیگر سات ائمہ پر بھی ہے، اور وہ سات ائمہ یہ ہیں: اوزاعیؒ، ثوریؒ، معمرؒ، ابوحنیفہؒ، شعبہؒ، حماد بن زیدؒ اور حماد بن سلمہؒ۔

واضح رہے کہ یہاں جس علم کی بات ہو رہی ہے، اس سے مراد علم حدیث ہے۔ جیسا کہ امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام شافعیؒ کے مذکورہ قول کی وضاحت میں لکھا ہے:

العلم. یعنی الحدیث.[1]

کہ علم سے مراد حدیث ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبیؒ جیسے محدث کے نزدیک امام اعظمؒ ان دس ائمہ کبار میں سے ہیں کہ جن پر پورے علم حدیث کا مدار ہے۔

---

[1] التمہید (۱/۷۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کا زمرہ محدثین میں شمار

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کا زمرہ محدثین میں شمار

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کی عام شہرت ایک فقیہ اور مجتہد کی حیثیت سے ہوئی۔ لیکن بایں ہمہ آپ ایک بلند پایہ اور عظیم الشان محدث بھی تھے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ کو زیادہ تر شہرت ایک محدث کے طور پر ملی، حالانکہ آپ فقہ میں بھی ایک مقام رکھتے تھے۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوری غیر مقلد (م ۱۳۴۲ھ) لکھتے ہیں:

امام بخاریؒ کے لئے "افقہ الناس" یا "سید الفقہاء" یا "امام الدنیا فی الفقہ" کا لقب علم اندر بہایت ہی غیر مانوس خیال کیا جائے گا جس طرح امام ابوحنیفہؒ کے لیے اہل حدیث (محدث) یا عامل بالحدیث ہونے کا لقب۔[1]

مبارکپوری صاحب کی مذکورہ عبارت کا یہ مطلب بالکل صاف ہے کہ جس طرح امام بخاریؒ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم فقیہ بھی تھے، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ بھی باوجود فقہ میں شہرت رکھنے کے ایک عظیم محدث اور عامل بالحدیث بھی تھے۔

ع وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

امام اعظمؒ کے محدث ہونے کے متعلق علمائے حدیث کی تصریحات

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے محدث ہونے سے متعلق علمائے حدیث کی چند تصریحات ہدیۂ قارئین ہیں۔

(۱) حافظ المغرب، شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبیؒ (م ۴۶۳ھ) متعدد مقامات پر امام صاحب کو زمرہ محدثین میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً وہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

وعلى هذا اكثر اهل العلم بالحجاز والعراق من اهل الفقه والحديث، وممن قال بهذا: الثوري والاوزاعي وعبد الله بن حسن

---

[1] سیرۃ البخاری (ص ۲۸۹) طبع فاروقی کتب خانہ ملتان

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظم کا زمرہ محدثین میں شمار

اس میں کوئی شک نہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی عام شہرت ایک فقیہ اور مجتہد کی حیثیت سے ہوئی لیکن بایں ہمہ آپ ایک بلند پایہ اور عظیم الشان محدث بھی تھے۔ جیسا کہ امام بخاریؒ کو زیادہ تر شہرت ایک محدث کی حیثیت سے ملی حالانکہ آپ فقہ میں بھی ایک مقام رکھتے تھے۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوری غیر مقلد (م ۱۳۴۲ھ) لکھتے ہیں:

> امام بخاری کے لیے "افقہ الناس" یا "سید الفقہاء" یا "اِمَامُ الدُّنْیَا فِی الْفِقْہ" کا لقب عام طور پر ایسا ہی غیر مانوس خیال کیا جائے گا جس طرح امام ابوحنیفہؒ کے لیے اہل حدیث (محدث) یا عامل بالحدیث ہونے کا لقب۔[1]

مبارکپوری صاحب کی مذکورہ عبارت کا یہ مطلب بالکل صاف ہے کہ جس طرح امام بخاریؒ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم فقیہ بھی تھے، اسی طرح امام ابوحنیفہؒ بھی باوجود فقہ میں شہرت رکھنے کے ایک عظیم محدث اور عامل بالحدیث بھی تھے۔

ع والفضلُ ما شہدت بہ الاعداءُ

امام اعظمؒ کے محدث ہونے کے متعلق علمائے حدیث کی تصریحات

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محدث ہونے سے متعلق علمائے حدیث کی چند تصریحات ہدیۂ قارئین ہیں۔

(۱) حافظ المغرب، شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکی قرطبیؒ (م ۴۶۳ھ) متعدد مقامات پہ امام صاحبؒ کو زمرہ محدثین میں شمار کرتے ہیں۔ مثلاً وہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

> وعلی ھذا اکثر اھل العلم بالحجاز والعراق من اھل الفقہ والحدیث، وممن قال بھذا: الثوری والاوزاعی و عبداللہ بن یحیی

---

[1] سیرۃ البخاری (ص ۳۰۹) طبع فاروقی کتب خانہ ملتان۔

www.besturdubooks.wordpress.com

العنبری والحسن بن حیی و ابو حنیفة والشافعی واصحابهما۔[1]

اسی پر حجاز اور عراق کے فقہ وحدیث کے اکثر اہل علم جمع ہیں، ان میں سے امام سفیان ثوریؒ، امام اوزاعیؒ، امام عبداللہ بن حسن عنبریؒ، امام حسن بن صالح بن حیؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور ان دونوں کے تلامذہ بھی اسی کے قائل ہیں۔

علامہ موصوف مذکورہ بالا بیان میں امام صاحبؒ کو امام ثوریؒ وغیرہ محدثین کی صف میں ذکر کر رہے ہیں اور آپ کو ان لوگوں میں شمار کر رہے ہیں جو فقہ اور حدیث دونوں کے عالم تھے۔ یہ آپ کے محدث ہونے کی واضح دلیل ہے۔

نیز امام موصوف ایک اور مسئلہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:

وهو قول جمهور فقهاء الامصار واهل الحديث، وممن قال بذلك منهم سفيان الثورى وابو حنيفة واصحابة... الخ۔[2]

یہی جمہور فقہاء اور اہل حدیث کا قول ہے، چنانچہ ان فقہاء اور اہل حدیث میں سے امام سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب اسی کے قائل ہیں۔

اس بیان میں بھی علامہ موصوف نے امام صاحبؒ کو فقہاء اور محدثین دونوں طبقوں میں شمار کیا ہے۔

(۲) امام ابوجعفر طحاویؒ (م ۳۲۱ھ)، جن کے بارے میں علامہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں: وکان امام اهل زمانه،[3] (امام طحاویؒ اپنے تمام ہم عصر محدثین کے امام تھے)۔ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

مانعلم ان احدا من اهل الحديث الذين تدور عليهم الفتيا الا وقد خرج عن هذا الحديث، وذهب الى ان من رمى جمرة العقبى يوم النحر قبل طلوع الشمس انه بجزيه رميه وانه ليس عليه ان يعيده بعد ذلك اذا طلعت الشمس منهم ابو حنيفة فى اصحابه۔[4]

ہم نہیں جانتے کہ وہ اہل حدیث (محدثین) کہ جن پر فتویٰ کا مدار ہے، ان میں

۱۔ التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید (ج ۲ ص ۲۲۵) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۲۔ ایضاً (ج ۵ ص ۹۸)، الاستذکار (۴/۲۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

۳۔ التمہید (۱/۴۹۱) ۴۔ مشکل الآثار (۴/۲۶۵)

سے کوئی اس حدیث سے نکلا ہو اور اس کا یہ مذہب ہو کہ جس شخص نے قربانی
والے دن طلوع شمس سے پہلے جمرہ عقبہ کی رمی کی، وہ اس کے لیے جائز ہے اور
اس پر طلوع شمس کے بعد اس رمی کا اعادہ ضروری نہیں ہے۔ ان اہل حدیث میں
سے امام ابو حنیفہ اور آپ کے تلامذہ بھی ہیں۔

امام طحاویؒ کے اس بیان سے یہ واضح ہو گیا، امام صاحبؒ اور آپ کے تلامذہ ان محدثین میں سے ہیں جو محدث ہونے کے ساتھ ساتھ اہل فتویٰ بھی ہیں۔

(۳) محدث کبیر امام ابو عبد اللہ الحاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب "معرفت علوم الحدیث" میں متعدد عنوانات کے ذیل میں امام اعظمؒ کے محدث ہونے کی تصریح کی ہے۔ مثلاً اس کتاب کی چوالیسویں نوع جس کا عنوان ہے: معرفة اعمار المحدثين من ولادتهم الى وقت وفاتهم (محدثین کی ولادت سے لے کر وفات تک ان کی عمروں کی معرفت)۔ اس نوع کے ذیل میں انہوں نے مشہور محدثین کا سن ولادت اور سن وفات نقل کیا ہے۔ چنانچہ اس میں انہوں نے دیگر جلیل القدر محدثین کے امام صاحبؒ کا بھی سن ولادت اور سن وفات ذکر کر کے کھلے لفظوں میں آپ کے محدث ہونے کی تصریح کر دی ہے۔[1]

نیز اس سے پہلے نوع نمبر ۱۷، جس کے ذیل میں انہوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعین و اتباع تابعین میں سے مشہور محدثین کی اولاد کا ذکر کیا ہے، وہاں انہوں نے آپ کی اولاد کا بھی ذکر کیا ہے۔[2]
یہ بھی آپ کے محدث ہونے کی واضح دلیل ہے۔

(۴) محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے طبقات محدثین پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: "المعين في طبقات المحدثين"۔ موصوف اس کے ابتدائیہ میں لکھتے ہیں: فهذا مقدمة في ذكر اسماء اعلام حملة الآثار النبوية (اس مقدمہ میں ان لوگوں کے اسماء کا تذکرہ ہے جو بلند پایہ حاملین احادیث نبویہ (محدثین) ہیں)۔

اور آخر کتاب میں رقمطراز ہیں:

والى هنا انتهى التعريف باسماء كبار المحدثين والمسندين۔[3]

۱۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۲۴۱ تا ص ۲۴۳)
۲۔ ایضاً (ص ۴۹)
۳۔ المعین فی طبقات المحدثین (ص ۲۲۸) طبع دار الفرقان عمان / اردن۔

www.besturdubooks.wordpress.com

یہاں کبار محدثین اور مستندین کے اسماء کی تعریف اختتام کو پہنچ گئی۔

اس کتاب میں انہوں نے حضرت امام صاحبؒ کا اسم گرامی بھی ذکر کیا ہے۔[1]

بلکہ آپ کو انہوں نے محدثین کے جس طبقہ میں ذکر کیا ہے، اس کا عنوان ہی یوں قائم کیا ہے: "طَبَقَةُ الْاَعْمَشِ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ" اس سے آپ کا بلند پایہ اور جلیل القدر محدث ہونا آفتاب نیمروز سے بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے۔

(۵) جلیل القدر محدث امام محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے بھی اپنی کتاب "طبقات علماء الحدیث" میں آپ کا ترجمہ لکھ کر آپ کے علمائے محدثین میں سے ہونے کی صاف تصریح کر دی ہے۔[2]

(۶) محدث جلیل امام اسماعیل بن محمد العجلونی الشافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) امام صاحبؒ کے بارے میں فرماتے ہیں:

انہ من اھل ھذا الشان۔[3]

بے شک امام ابوحنیفہؒ اہل فن حدیث (محدثین) میں سے ہیں۔

علمائے غیر مقلدین سے آپ کے محدث ہونے کا ثبوت

دیگر علماء کی طرح علمائے غیر مقلدین میں سے بھی کئی حضرات نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے محدث ہونے کا اعتراف کیا ہے، مثلاً

(۱) مشہور غیر مقلد عالم اور مترجم صحاح ستہ مولانا وحید الزمانؒ (م ۱۳۳۸ھ) حدیث کے الفاظ "اَعُوْذُ بِوَجْهِکَ" کی شرح میں ارقام فرماتے ہیں:

"بعض نے وجہ کی تاویل ذات سے کی ہے، لیکن سلف اہل حدیث اس تاویل سے راضی نہ تھے، چنانچہ امام ابوحنیفہؒ بھی "فقہ اکبر" میں فرماتے ہیں کہ وجہ کے معنی ذات کے نہ لیے جائیں گے۔"[4]

اس بیان میں مولانا وحید الزمانؒ نہ صرف یہ کہ آپ کو اہل حدیث (محدثین) میں شمار کر

۱۔ ایضاً (ص ۲۰۷، نمبر ۵۸۶)
۲۔ طبقات علماء الحدیث (۲۶۰/۱)
۳۔ عقد الجواہر المنیفہ مع شرحہ الفضل المبین (ص ۱۰۶)
۴۔ لغات الحدیث (کتاب واؤ، لفظ وجہ ج ۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

رہے ہیں بلکہ انہوں نے آپ کا شمار سلف اہلِ حدیث میں کیا ہے۔

(۳) بزرگ غیر مقلد عالم، صاحب التصانیف مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۹۵۶ء)، جو علمائے غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلویؒ کے مشہور شاگردوں میں سے ہیں، یہ بھی امام صاحب کو محدث تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "تاریخ اہل حدیث" میں جابجا آپ کا تذکرہ خیر کیا ہے اور آپ پر وارد شدہ اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اسی کتاب میں انہوں نے زمانہ اتباع تابعین کے محدثین کی علمی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے امام صاحبؒ کی خدمات عالیہ کا بھی تذکرہ کیا ہے اور آپ کے بارے میں لکھا ہے:

> آپ بھی اہلِ حدیث (محدث) تھے۔ چنانچہ آپ کا قول مشہور ہے: اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَ مَذْھَبِیْ (جب صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے)۔
> (شامی، جلد اول، ص ۴۶)[1]

مفکر اسلام علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم، مولانا سیالکوٹیؒ کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

> آپ نے "تاریخ اہل حدیث" کے نام سے محدثین اور اپنے اکابر جماعت کی ایک تاریخ لکھی۔ اس میں آپ نے امام ابو حنیفہؒ کا بھی ذکر کیا۔ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دہلی اس کو شائع کرنا چاہتی تھی، لیکن وہ لوگ اس پر رضامند نہ تھے کہ امام ابو حنیفہؒ کو محدثین میں ذکر کیا جائے۔ انہوں نے مولانا سے درخواست کی کہ وہ حضرت امام صاحب کا ذکر اس کتاب سے نکال دیں۔ مولانا ابراہیم صاحب نے کتاب ان سے واپس لے لی مگر امام صاحب کا نام اس کتاب سے نہ نکالا اور فرمایا کہ امام ابو حنیفہؒ کا نام محدثین سے کبھی الگ نہیں ہو سکتا۔[2]

(۴) علمائے غیر مقلدین کے سرخیل اور مجدد مولانا نواب صدیق حسن خانؒ (م ۱۳۰۷ھ) کو بھی آپ کا محدث ہونا تسلیم ہے، چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "التاج المکلل"

---

[1] تاریخ اہل حدیث (ص ۲۲۳)

[2] آثار الحدیث (ج ۲ ص ۳۹۴، ۳۹۵) طبع دارالمعارف، لاہور

www.besturdubooks.wordpress.com

میں آپ کا شاندار تذکرہ کیا ہے[1] جو کہ ان کے نزدیک آپ کے محدث ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ نواب صاحبؒ نے یہ کتاب علمائے محدثین کے تذکرے میں لکھی ہے، جیسا کہ انہوں نے شروع کتاب میں لکھا ہے کہ میں اس کتاب میں اہل العلم بالحدیث کے احوال نقل کروں گا، لہٰذا انہوں نے امام صاحبؒ کا تذکرہ محدث ہونے کی حیثیت سے کیا ہے۔

(۴) مولانا محمد جونا گڑھی غیر مقلد (م ۱۳۴۱ھ) بھی آپ کو اہل حدیث کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک مقام پر لکھتے ہیں:

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تو خود بھی اہل حدیث تھے۔ بلکہ وہ دوسروں کو بھی اہل حدیث بنایا کرتے تھے۔ چنانچہ اس کتاب (حدائق الحنفیہ) میں ہے کہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ آپ کیسے اہل حدیث ہو گئے؟ آپ جواب دیتے ہیں کہ مجھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے اہل حدیث بنایا۔ یہی تحقیق بھی ہے خود امام صاحب پختہ اہل حدیث تھے۔[2]

(۵) مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (م ۱۳۴۲ھ)، جنہوں نے امام بخاریؒ کے حالات پر "سیرۃ البخاریؒ" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، اس کتاب میں انہوں نے اگرچہ امام بخاریؒ کے بعض تفردات بیان کیے ہیں اور امام ابوحنیفہؒ اور احناف پر تنقیصات زیادہ کی ہیں، لیکن بالآخر ان کو بھی یہ تسلیم کرنا پڑا کہ:

امام ابوحنیفہ کا شمار فقہائے اہل حدیث میں سے ہونا بہت ہی مناسب ہے۔[3]

(۶) مولانا محمد ادریس فاروقی غیر مقلد، امام صاحبؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہم آپ کو اہل سنت کے جلیل القدر ائمہ میں سے ایک مانتے ہیں اور ان کو اہل حدیث گردانتے ہیں۔ کیونکہ ان کا مشہور ارشاد ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی کہ جب کوئی مسئلہ حدیث نبوی سے ثابت ہو جائے، وہی میرا مذہب ہے۔ آپ نے اپنے اقوال سے حدیث مبارک کو بڑا بلند مرتبہ دیا۔ بلکہ بعض افراد کو آپ نے اہل حدیث بنایا۔ گویا آپ اہل حدیث ہی نہیں تھے، "اہل حدیث گر" بھی تھے۔[4]

۱۔ التاج المکلل (ص ۹۲، ۹۳) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ شمع محمدی (ص ۲۱۷)　　　　۳۔ سیرۃ البخاری (ص ۳۳۳)

۴۔ مسئلہ تقلید (ص ۵۲) طبع مسلم ورلڈ پبلشرز ۔۔۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ائمہ حدیث میں امام اعظمؒ کا نمایاں مقام

www.besturdubooks.wordpress.com

ائمہ حدیث میں امام اعظمؒ کا نمایاں مقام

امام اعظمؒ نہ صرف یہ کہ ایک محدث تھے بلکہ آپ علم حدیث میں درجہ امامت پر فائز اور محدثین کے امام و سرخیل بھی تھے۔ چنانچہ آپ کی "امامت فی علم الحدیث" کو اکابر محدثین نے باختلاف الفاظ میں بیان کیا ہے۔

ذیل میں آپ کی "امامت فی الحدیث" پر چند اکابر محدثین کی تصریحات ملاحظہ کریں۔

امام اعظمؒ کی "امامت فی الحدیث" پر اکابر محدثین کی تصریحات

(۱) سید الحفاظ والمحدثین امام ابوداؤد سجستانیؒ (م ۲۷۵ھ) صاحب السنن، جن کا محدثانہ مقام کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے، فرماتے ہیں:

رحم اللہ اباحنیفۃ کان اماما۔[1]

اللہ تعالیٰ کی امام ابوحنیفہؒ پر رحمتیں ہوں، آپ امام تھے۔

واضح رہے کہ جب کوئی محدث کسی کو امام کہے تو اس سے اس کی مراد "امامت فی الحدیث" ہی ہوتی ہے، لہٰذا امام ابوداؤدؒ کا آپ کو امام کہنا ان کی طرف سے آپ کی "امامت فی الحدیث" کا صاف اقرار ہے۔

(۲) محدث کبیر امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی امام صاحبؒ کو ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "معرفت علوم الحدیث" کی انچاسویں نوع، جس کا عنوان ہے، معرفۃ الائمۃ الثقات المشہورین من التابعین واتباعہم ممن یجمع حدیثہم للحفظ والمذاکرۃ والتبرک بہم وبذکرہم من المشرق الی المغرب (تابعین اور اتباع تابعین میں سے ان ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث کی

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲ ص ۱۶۳)، تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۶۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

معرفت کہ جن کی احادیث حفظ و مذاکرہ کے لیے جمع کی جاتی ہیں اور ان کے ساتھ تبرک حاصل کیا جاتا ہے، اور جن کا شہرہ مشرق سے لے کر مغرب تک ہے) کے ذیل میں تمام مشہور بلاد و امصار کے مشاہیر ائمہ ثقات کو نام بنام گنایا ہے اور کوفہ کے ان ائمہ کی فہرست میں انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی بھی ذکر کیا ہے۔[1]

یہ آپ کی "الإمامة في الحديث"، علو مرتبت اور محدثین میں آپ کی شہرت پر واضح دلیل ہے۔

(۳) مشہور محقق امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی (م ۵۴۸ھ)، جن کو حافظ ابن خلکانؒ[2] (م ۶۸۱ھ) امام، مبرز، فقیہ، متکلم اور واعظ کے القاب سے ملقب کرتے ہیں، نے بھی امام صاحبؒ کو ائمہ حدیث کی صف میں ذکر کیا ہے۔ چنانچہ موصوف آپ کو اور آپ کے استاذ کریم امام حماد، آپ کے تلامذہ امام ابویوسفؒ، امام محمدؒ وغیرہ اور دیگر ان ائمہ اہل حق جو عقیدہ ارجاء کی طرف منسوب ہیں، کی فہرست میں ذکر کرنے کے بعد رقم فرماتے ہیں:

وهؤلاء كلهم ائمة الحديث.[3]

یہ سب کے سب ائمہ حدیث ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) بھی آپ کے ائمہ حدیث میں سے ہونے کی تصریح کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک مسئلہ کے ذیل میں رقمطراز ہیں:

وهو قول مالك والشافعي وابي حنيفة والثوري والاوزاعي واحمد بن حنبل واسحاق بن راهوية وابي ثور وابي عبيد وهؤلاء ائمة الفقه والحديث في اعصارهم.[4]

یہی قول مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ، ثوریؒ، اوزاعیؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، ابوثورؒ اور ابوعبیدؒ کا ہے اور یہ سب اپنے اپنے زمانہ میں فقہ اور حدیث کی امامت

۱۔ معرفت علوم الحدیث (ص ۲۴۳، ۲۴۸)

۲۔ وفیات الاعیان (۲/۲۶۱)

۳۔ الملل والنحل (ج ۱ ص ۱۱۶) طبع المکتبۃ العصریۃ بیروت

۴۔ التمہید (۲۰/۲۳۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

کا شرف رکھتے ہیں۔

نیز امام موصوف تصریح کرتے ہیں:

وهو قول مالک، والشافعی، وابی حنیفة واصحابهم... وهؤلاء ائمة الرأی والحدیث فی اعصارهم۔[1]

یہی قول ہے: مالکؒ، شافعیؒ، ابوحنیفہؒ اور ان کے اصحاب کا ... اور یہ سب اپنے اپنے زمانے میں رائے (فقہ) اور حدیث کے امام تھے۔

(۵) امام ابوالعباس ابن تیمیہ حنبلی (م ۷۲۸ھ) بھی ان اکابر شخصیت سے ہیں جن کا واقف ہو [illegible] کا اپنے زمانے [illegible] تسلیم کرتے ہیں اور ان ہی کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرکے اپنے کو حنبلی [illegible] غیر مقلدین کے بھی علامہ [illegible] کی تقلید میں اپنے [illegible] ہیں۔ موصوف بھی حضرت امام اعظمؒ کو فقہ کے ساتھ ساتھ حدیث کا بھی امام مانتے ہیں۔ چنانچہ رقمطراز ہیں:

وفی الائمة من هو امام من هؤلاء وهؤلاء مشارک للطائفتین وان کان باحد الصنفین اجدر

واکثر ائمة الحدیث والفقه کمالک والشافعی واحمد واسحاق بن راهویه وابن عبید وکذلک الاوزاعی والثوری واللیث هؤلاء وکذلک لابی یوسف صاحب ابی حنیفة ولابی حنیفة ایضا ماله من ذلک، ولکن لبعضهم فی الامامة فی الصنفین ما لیس للآخر وفی بعضهم من صنف المعرفة باحد الصنفین ما لیس فی الآخر فرضی الله عن جمیع اهل العلم والایمان۔[2]

ائمہ میں سے بعض ایسے حضرات بھی ہیں جو کہ محدثین میں بھی امام ہیں اور فقہاء میں بھی، اور ان دونوں جماعتوں میں شامل ہیں۔ اگرچہ ان میں سے ایک جماعت کی طرف ان کا انتساب زیادہ موزوں ہے۔

---

[1] الاستذکار (۲۴/۲)، نیز دیکھئے کتاب مذکور (۵/۸-۵)۔

[2] بحکیم کتاب الاستغاثہ المعروف بالرد علی البکری (ص ۱۹۳)، بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۸۶)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اکثر ائمہ حدیث وفقہ جیسے امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ امام ابوعبیدؒ، اسی طرح امام اوزاعیؒ، امام ثوریؒ اور امام لیث بن سعدؒ ایسے ہی تھے، اور اسی طرح امام ابو یوسفؒ صاحب ابی حنیفہؒ۔ اور خود امام ابوحنیفہؒ کا بھی وہی مرتبہ ہے جو ان کی شایان شان ہے۔ لیکن ان میں سے بعض کو ان دونوں شعبوں (حدیث وفقہ) کی امامت میں وہ مقام حاصل ہے جو کہ دوسرے کو نہیں ہے، اور ان میں سے بعض کو کسی ایک شعبہ کی معرفت میں وہ مقام حاصل ہے جو کہ دوسرے کو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام اہل علم وایمان سے راضی ہو۔

غور کیجیے! حافظ ابن تیمیہؒ کس طرح صراحتاً امام صاحبؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کو ائمہ حدیث وفقہ کی صف میں ذکر کر رہے ہیں۔

نیز حافظ موصوف ایک اور مقام پر رقمطراز ہیں:

واما من لایطلق علی اللّٰہ اسم الجسم کائمۃ اھل الحدیث والتفسیر والتصوف والفقہ مثل ائمۃ الاربعۃ واتباعھم.[1]

وہ حضرات جو اللہ تعالیٰ پر اسم جسم کا اطلاق نہیں کرتے، مثلاً اہل حدیث، تفسیر، تصوف اور فقہ کے ائمہ، جیسے ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) اور ان کے متبعین ہیں۔

مذکورہ بیان میں بھی حافظ صاحبؒ دیگر ائمہ اربعہ کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کو بھی اہل حدیث (محدثین)، مفسرین، صوفیاء اور فقہاء چاروں طبقوں کے امام تسلیم کر رہے ہیں۔

(۶) حافظ ابن تیمیہؒ کے بعد ان کے شاگرد رشید اور ان کے علوم کے ترجمان امام شمس الدین محمد بن ابی بکر المعروف بہ "ابن القیم الجوزیہ"[2] (م ۷۵۱ھ) بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو فن حدیث کے امام مانتے ہیں۔ چنانچہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

واما طریقۃ الصحابۃ والتابعین وائمۃ الحدیث کالشافعی والامام احمد ومالک وابی حنیفۃ وابی یوسف والبخاری واسحاق فعکس ھذہ الطریق.[2]

۱۔ منہاج السنۃ النبویہ (ج ۱ ص ۲۰۱، ۲۱۷)

۲۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین (ص ۳۰۹) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت (طبقہ جدیدہ کاملہ فی مجلد واحد)

www.besturdubooks.wordpress.com

صحابہ کرامؓ، تابعین اور ائمہ حدیث جیسے امام شافعیؒ، امام احمدؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ، امام بخاریؒ، امام اسحاق بن راہویہؒ ہیں، ان کا طریقہ ان لوگوں کے طریقے کے برعکس تھا۔

حافظ ابن القیمؒ یہاں بڑے واشگاف الفاظ میں امام اعظمؒ اور امام ابو یوسفؒ کو علم حدیث میں امام قرار دے رہے ہیں، اور دو بڑے پایہ کے ائمہ حدیث میں ان دونوں کا شمار کر رہے ہیں۔

(۷) امام محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزیؒ (م ۷۴۸ھ) "صاحب المشکاۃ" بھی امام صاحبؒ کو فن حدیث میں امام تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ موصوف امام صاحبؒ کے ترجمہ میں آپ کے مناقب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اماماً فی علوم الشریعۃ.[۱]

امام ابوحنیفہؒ علوم شریعہ میں امام تھے۔

ظاہر ہے کہ علوم شرعیہ میں علم حدیث بھی شامل ہے، لہٰذا اس بیان سے آپ کا علم حدیث میں بھی امام ہونا ثابت ہو گیا۔

نیز موصوف، امام جعفر صادقؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: "روی عنہ ائمۃ الاعلام" کہ ان سے حدیث کے بڑے بڑے ائمہ نے روایت کی ہے۔ اور پھر انہوں نے امام جعفرؒ سے روایت کرنے والوں میں امام صاحبؒ کے اسم گرامی کو بھی گنایا ہے[۲] جو کہ آپ کے علم حدیث کے ائمہ اعلام میں سے ہونے کی بیّن دلیل ہے۔

(۸) خاتمۃ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اپنی کتاب "تقریب التہذیب" کے "باب الکنیٰ" میں لکھتے ہیں:

ابوحنیفۃ: النعمان بن ثابت، الامام المشہور.[۳]

حافظ موصوف کا آپ کو امام کہنا بھی آپ کے "اِمَامٌ فِی الْحَدِیْثِ" ہونے کی دلیل ہے۔ کیونکہ ان کی یہ کتاب محدثین (راویانِ حدیث) کے حالات پر مشتمل ہے۔

۱۔ الاکمال فی اسماء الرجال مع مشکوۃ المصابیح (ص ۶۲۴) طبع المکتبۃ الحقانیۃ، پشاور، پاکستان

۲۔ ایضاً (۲/۶۱۱)

۳۔ تقریب التہذیب (۲/۳۴۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

(۹) شارح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام صاحبؒ کے مناقب میں اپنی بلند پایہ تصنیف "الخیرات الحسان" میں آپ کے علمی مقام کو اجاگر کرنے کے بعد اپنے قارئین کو نصیحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

احذر ان تتوهم من ذلک ان اباحنیفة لم یکن له خبرة تامة بغیر الفقه. حاشالله. کان فی العلوم الشرعیة من التفسیر والحدیث والآلة من العلوم الادبیة والمقاییس الحکمیة بحر الایجاری، واماما لا یماری، وقول بعض اعدائه فیه خلاف ذلک منشؤه الحسد، وحجته الترفع علی الاقران ورمیهم بالزور والبهتان، ویابی الله الا ان یتم نوره.[۱]

اس بات سے بچنا کہ تم یہ گمان کرنے لگو کہ امام ابوحنیفہؒ کو فقہ کے بغیر کسی اور علم کی خبرتام نہیں تھی۔ حاشاللہ۔ آپ تو علم شرعیہ، تفسیر، حدیث اور علوم ادبیہ اور فنون قیاسیہ حکمیہ میں بحر بیکراں اور بلامدافعت امام تھے۔ آپ کے بعض دشمنوں کا آپ کے بارے میں اس کے خلاف کچھ کہنے کا سبب محض حسد ہے، کیونکہ آپ تمام معاصرین پر فائق تھے (جس کی وجہ سے آپ کے بعض معاصرین آپ پر حسد کرتے تھے) اور جھوٹ اور بہتان تراشی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنا نور پورا کرکے ہی رہیں گے۔

اور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

(۱۰) عرب کی مشہور علمی شخصیت شیخ محمد بن عبدالوہاب حنبلی نجدیؒ (م ۱۲۰۶ھ)، جن کو غیر مقلدین حضرات بھی اپنا امام مانتے ہیں، حضرت امام صاحبؒ کے بارے میں اقرار کرتے تھے کہ آپ اہل حدیث (محدثین) اور اہل فقہ (فقہاء) دونوں کے امام تھے۔ چنانچہ ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

فتامل رحمک الله ماکان علیه رسول الله صلی الله علیه وسلم

۱۔ الخیرات الحسان (ص ۶۳)

واصحابہ بعدہ، والتابعون لهم باحسان الٰی یوم الدین وما علیہ الائمة المقتدیٰ بهم من اهل الحدیث والفقهاء کابی حنیفة ومالک والشافعی واحمد بن حنبل رضی اللّٰہ عنهم اجمعین لکی نتبع آثارها۔[1]

اللہ تم پر رحم کرے! اس طریقہ پر غور کرو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا اور جس پر آپ کے بعد صحابۂ کرام اور ان کے تابعین چلتے رہے اور جس طریقے پر اہل حدیث اور فقہاء کے ائمہ مقتدیٰ جیسے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہم اجمعین عمل پیرا رہے، تاکہ ہم ان حضرات کے نقشِ قدم کی پیروی کریں۔

شیخ موصوف نے اپنے مذکورہ بیان میں امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ متبوعین کو نہ صرف یہ کہ فقہاء کا امام کہا ہے بلکہ ان کو اہل حدیث کا بھی امام قرار دیا ہے۔

جماعت غیر مقلدین کے سرخیل حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی صاحبؒ امام اعظمؒ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

اس عاجز زلہ ربائے علمائے محققین کی تحقیق، جو دیانت وادب ہر دو امروں کو ملحوظ رکھ کر، یہ ہے کہ حضرت امام صاحبؒ اہل سنت اور اہل حدیث کے پیشوا (امام) تھے۔[2]

نیز مولانا سیالکوٹیؒ "مسئلہ طلاق ثلاثہ" میں اپنے بعض ہم مسلکوں کو مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:

جناب نے جو یہ فرمایا کہ محدثین اس کو سیاسی حکم کہتے ہیں، اس جگہ محدثین سے اگر ہم جمیع محدثین مراد لیں، جو بجا ہے، تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور حضرت امام مالکؒ اور حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمدؒ اور ان کے مثل دیگر ائمہ حدیث، جن کے اسمائے گرامی لکھنے میں خوف طوالت ہے،

---

[1] الرسائل الشخصیة (ص ۱۰) مشمولہ مجموعہ مؤلفات ورسائل الامام محمد بن عبدالوہابؒ (ج ۳) طبع دار القاسم الریاض

[2] تاریخ اہل حدیث (ص ۳۱۰)

محدثین کی فہرست میں شامل ہیں یا نہیں؟... اور اگر محدثین سے آپ کی ذات گرامی اور اس زمانہ کے آپ جیسے دیگر علمائے اہل حدیث مراد ہیں تو بے ادبی معاف، مجھے آپ کو یا ان کو محدثین کہنے میں تامل ہے، دورہ میں صحاح ستہ کی سطروں پر نظر گزار دینے سے محدث نہیں بن سکتے۔[1]

واضح رہے کہ مولانا سیالکوٹی غیر مقلدین حضرات کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی کے خصوصی شاگرد اور اپنی جماعت میں ''امام المسلمین'' کے لقب سے مشہور ہیں۔ لہٰذا ان کا یہ مذکورہ بالا فیصلہ تمام جماعت غیر مقلدین کے لیے حجت ہے۔

---

[1] اخبار اہل حدیث (۱۵ اکتوبر ۱۹۲۹ء) بحوالہ عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث (ص ۹۷، ۹۸) از امام اہل سنت مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کو کثیر الحدیث محدث ہونے کا شرف

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کو کثیر الحدیث محدث ہونے کا شرف

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے دیگر تمام محدثانہ خوبیوں و کمالات کے حامل تھے، ایسے ہی آپ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ آپ ایک کثیر الحدیث محدث تھے، اور حدیث کے متعلق آپ کی معلومات بہت وسیع تھیں۔

امام اعظمؒ کے کثیر الحدیث ہونے پر بارہ ٹھوس دلائل

آپ کے کثیر الحدیث ہونے پر دلائل کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(۱) ''تحصیل علم حدیث'' کے عنوان کے ذیل میں بحوالہ محدثین حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ گزر چکا ہے کہ امام صاحبؒ نے باقاعدہ علم حدیث حاصل کیا تھا اور آپ اس فن میں مکمل دسترس رکھتے تھے۔ نیز خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) کا یہ بیان بھی وہاں گزرا ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ نے تحصیل علم حدیث کا بہت زیادہ اہتمام نہ کیا ہوتا تو آپ مسائل فقہ کا (قرآن وحدیث سے) استنباط کیسے کر سکتے تھے؟ حالانکہ آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ فقہ کو ادلۂ شرعیہ (قرآن وحدیث) سے مستنبط کیا۔

یہ آپ کے کثیر الحدیث ہونے کی بین دلیل ہے۔

(۲) آپ نے کوفہ جیسے علمی شہر، جہاں احادیث اور محدثین کی بہتات تھی، جیسا کہ تفصیل سے گزر چکا ہے، کی درسگاہوں میں برسوں تحصیل احادیث کی اور اس کی تحصیل میں اپنے معاصرین میں جو سبقت حاصل کی، اس کا اقرار آپ کے معاصر محدث امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۳ھ) اور دیگر محدثین امام ابوسعد صمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے بھی کیا ہے، جن کے بیانات پہلے گزر چکے ہیں۔

اور پھر اسی پر بس نہیں، بلکہ آپ نے تحصیل حدیث کے لیے رحلت سفر بھی باندھا اور اس کے لیے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بصرہ جیسے بلاد علمیہ میں جا کر وہاں کے اجلہ محدثین سے اخذ

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث کیا، جس کی تفصیل ہم بحوالہ ذکر کر آئے ہیں۔ ان حقائق کے ہوتے ہوئے آپ کو قلیل الحدیث کیسے باور کیا جا سکتا ہے؟

(۳) آپ نے بکثرت احادیث جمع کی ہوئی تھیں اور آپ کے پاس حدیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ محفوظ تھا۔ چنانچہ امام ابو یحییٰ زکریا بن یحییٰ نیشاپوریؒ (م ۲۹۸ھ)، جو ائمہ صحاح ستہ کے معاصر ہیں، اپنی کتاب "مناقب ابی حنیفہؒ" میں خود امام صاحبؒ سے ناقل ہیں کہ:

عندی صناديق من الاحاديث ما اخرجت منها الا اليسير الذی ينتفع به.[۱]

میرے پاس احادیث کے صندوق بھرے ہوئے موجود ہیں، مگر میں نے ان میں سے صرف وہی تھوڑی سی احادیث نکالی ہیں جن سے (لوگوں کو) فائدہ ہو۔ یعنی جو احادیث فقہی مسائل سے متعلق ہیں۔

اسی طرح آپ نے اپنے صاحبزادے امام حمادؒ (م ۱۷۶ھ) کو جو وصیت کی تھی، اس میں آپ نے ان کو پانچ حدیثوں پر عمل پیرا ہونے کی خصوصی تلقین کی اور ان کے متعلق فرمایا:

جمعتها من خمس مائة الف حديث.[۲]

میں نے ان پانچ حدیثوں کو پانچ لاکھ حدیثوں سے جمع کیا ہے۔

آپ کے شاگرد رشید امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ (م ۲۰۴ھ)، جو کہ بقول امام ابو سعد سمعانی (م ۵۶۲ھ) امام ابو حنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث کے حافظ تھے، جیسا کہ ان کے ترجمہ میں بحوالہ گزرا ہے، فرماتے ہیں:

كان ابو حنيفة يروی اربعة آلاف حديث، الفين لحماد والفين لسائر المشيخة.[۳]

امام ابو حنیفہؒ (اپنے ذخیرہ احادیث میں سے) چار ہزار حدیثیں روایت کرتے تھے، ان میں سے دو ہزار حدیثیں امام حماد بن ابی سلیمانؒ سے اور باقی دو ہزار

۱۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۸۵) للمکیؒ؛ مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۹۹) للکردریؒ

۲۔ مجموعہ وصایا امام اعظم ابو حنیفہؒ (ص ۶۲-۶۳)، مرتبہ: مولانا عاشق الٰہی بلند شہری

۳۔ مناقب ابی حنیفہؒ (ص ۸۵) للمکیؒ

www.besturdubooks.wordpress.com

حدیثیں دیگر مشائخ سے مروی تھیں۔

مجدد قرن العاشر حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے بحوالہ جلیل المرتبت محدث امام محمد بن سماعہؒ (م ۲۳۳ھ) لکھا ہے کہ:

ان الامام ذکر فی تصانیفہ نیفا و سبعین الف حدیث وانتخب الآثار من اربعین الف حدیث.[1]

امام ابو حنیفہؒ نے اپنی "تصانیف" میں ستر ہزار سے زیادہ حدیثیں ذکر کی ہیں، اور آپ نے "کتاب الآثار" کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے۔

واضح رہے کہ امام صاحب کی ذاتی تصنیف "کتاب الآثار" ہے جس کے متعدد نسخے ہیں جن کی تفصیل آگے کتاب میں ہم ذکر کریں گے، "کتاب الآثار" کے احادیث کے لحاظ سے سب سے بڑا نسخہ امام محمدؒ کا ہے جس میں کتاب الآثار کے دیگر نسخوں کی نسبت سب سے زیادہ احادیث ہیں، جن میں ذکر کردہ احادیث کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے، جن میں مرفوع، موقوف اور مرسل تینوں قسم کی احادیث شامل ہیں۔

علاوہ ازیں بیسیوں جلیل القدر حفاظ حدیث نے آپ سے مروی احادیث کے مجموعے "مسند ابی حنیفہؒ" کے نام سے لکھے ہیں، ان میں بھی آپ کی ہزاروں احادیث درج ہیں۔ چنانچہ صرف حافظ ابن عقدہؒ (م ۳۳۲ھ) کی مرتب "مسند ابی حنیفہؒ" میں ایک ہزار سے زیادہ حدیثیں آپ سے مروی ہیں۔[2]

نیز آپ کے تلامذہ اور دیگر محدثین کی تصانیف میں بھی بکثرت آپ کی مرویات موجود ہیں۔ مثلاً امام ابو یوسفؒ کی "کتاب الخراج"، "الامالی" وغیرہ، امام محمد بن حسنؒ کی "الحجۃ علی اہل المدینۃ"، "السیر الکبیر" وغیرہ، امام عبد الرزاقؒ کی "المصنف"، اسی طرح امام ابو بکر بن ابی شیبہؒ، امام دارقطنیؒ، امام طحاویؒ اور امام طبرانیؒ وغیرہ کی تالیفات آپ کی مرویات سے مالا مال ہیں۔

(۴) آپ کے پاس احادیث بکثرت تھیں، جب ہی تو محدثین نے متعدد اجلہ حفاظ حدیث کے متعلق تصریح کی ہے کہ انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے احادیث کثیرہ روایت کی ہیں۔

مثلاً شیخ المحدثین امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ) کے بارے میں امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کا بیان گزر چکا ہے کہ وقد سمع من ابی حنیفة حدیثا

۱۔ ذیل الجواہر المضیۃ (۲/۴۷۴)۔ ۲۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۱)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کثیرا۔ کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بکثرت احادیث کا سماع کیا تھا۔

امام حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ)، جو کہ بقول امام ابن سعدؒ ثقہ، حجت اور کثیر الحدیث تھے، کے بارے میں حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

روی حماد بن زید عن ابی حنیفۃ احادیث کثیرۃ۔ [۲]

امام حماد بن زیدؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑی کثرت سے احادیث روایت کی ہیں۔

اسی طرح امام خالد بن عبداللہ الواسطیؒ (م ۱۸۲ھ)، جو کہ بقول اسحاق الازرقؒ، امام سفیان ثوریؒ سے بھی بلند پایہ محدث تھے، کی بابت بھی حافظ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے:

روی عنہ خالد الواسطی احادیث کثیرۃ۔ [۴]

امام خالد الواسطیؒ، امام ابوحنیفہؒ سے احادیث کثیرہ روایت کرتے ہیں۔

مشہور محدث امام عبدالرزاقؒ، جن کی تصنیف "مصنف عبدالرزاق" حدیث کی ایک ضخیم اور بلند پایہ کتاب ہے، ان کے بارے میں بھی امام ابن عبدالبرؒ نے تصریح کی ہے:

وقد سمع منہ کثیرا۔ [۵]

امام عبدالرزاقؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بکثرت احادیث کا سماع کیا تھا۔

امام صاحبؒ کے شاگرد رشید امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ)، جو کہ امام صاحبؒ کی احادیث کے حافظ تھے، کے ترجمہ میں علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے تصریح کی ہے:

لمحمد بن شجاع الثلجی عن الحسن بن زیاد اللؤلؤی عن ابی حنیفۃ روایات کثیرۃ۔ [۶]

امام محمد بن شجاع ثلجیؒ نے امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بکثرت احادیث کی روایت کی ہے۔

بلند پایہ اور کثیر الحدیث محدث امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (م ۲۱۵ھ) کے تعارف میں امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) کا یہ بیان نقل ہو چکا ہے کہ وسمع منہ الحدیث والفقہ

۱۔ تہذیب التہذیب (۱۰/۳)
۲۔ الانتقاء (ص ۱۳۰)
۳۔ تہذیب التہذیب (۳/۱۰۲)
۴۔ الانتقاء (ص ۱۳۶)
۵۔ الاستذکار (۳۲۲/۷)
۶۔ تاریخ بغداد (۳۲۸/۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

واکثر عنہ الروایۃ۔

امام بلخیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے حدیث اور فقہ کا سماع کیا، اور آپ سے احادیث کی بکثرت روایت کی ہے۔

نیز شیخ الاسلام امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ (م ۲۱۳ھ)، جن کے متعلق حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں، وحدیثہ فی الکتب کلھا[1] ان کی احادیث تمام کتب میں پائی جاتی ہیں، ان کو بھی امام صاحبؒ سے احادیث کثیرہ روایت کرنے کا شرف حاصل ہے۔ چنانچہ امام موفق مکیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

اکثر عن ابی حنیفۃ الروایۃ فی الحدیث۔[2]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بہت زیادہ احادیث کو روایت کیا ہے۔

امام کردریؒ (م ۸۲۷ھ) ان کے متعلق تصریح کرتے ہیں:

سمع من الامام تسعمائۃ حدیث۔[3]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے نو سو احادیث سنی تھیں۔

امام اعظمؒ کے تلمیذ امام حسین بن حسن العوفیؒ کے ترجمہ میں امام محمد بن خلف المعروف وکیعؒ (م ۳۰۶ھ) نے نقل کیا ہے کہ:

کان العوفی کثیر الروایۃ عن ابی حنیفۃ۔[4]

امام عوفیؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

قارئین! ہم نے بطور نمونہ صرف ان چند حفاظ حدیث کے متعلق محدثین کی یہ تصریحات قلمبند کی ہیں، ورنہ دیگر کئی حفاظ حدیث سے متعلق بھی اس طرح کی تصریحات ہمارے زیر علم تھیں، لیکن اختصار کے سبب ان کو ترک کر دیا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر امام ابوحنیفہؒ کثیر الحدیث نہیں تھے اور آپ کے پاس بکثرت احادیث نہیں تھیں تو پھر ان حفاظ حدیث نے آپ سے یہ احادیث کثیرہ کیسے روایت کر لی ہیں؟

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۲۹۹/۱)

۲۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۴۸۶) للمکی

۳۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۴۹۸) للکردری

۴۔ اخبار القضاۃ لوکیع (ص ۱۵۸ھ) طبع عالم الکتب، بیروت

(۵) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی روایت کردہ احادیث محدثین کے پاس اس کثرت سے تھیں کہ جس قدر بھی ان سے آپ کی روایات سنانے کی فرمائش کی جاتی، وہ اسی کے لیے فوراً تیار ہو جاتے۔ مثلاً امام ابوجعفر الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے بہ سند متصل امام محمد بن شجاع ثلجیؒ (م ۲۶۶ھ) سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام عباد بن صہیبؒ (م ۲۱۲ھ)، جو کہ بقول امام یحییٰ بن معینؒ امام ابوعاصم نبیلؒ سے بھی زیادہ پختہ کار محدث تھے[1]، سے عرض کیا کہ آپ کے پاس امام ابوحنیفہؒ کی فقہ سے متعلق جو روایات ہیں وہ مجھ سے بیان کریں۔ انہوں نے جواب میں فرمایا:

عندی قمطر ولکن لا احدثک بہ ابداً، احدثک بما شئت من حدیثہ۔[2]

میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کی قلمی روایات کا صندوق بھرا ہوا موجود ہے، لیکن اس میں سے میں آپ کو کچھ نہیں سناؤں گا، البتہ امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث آپ مجھ سے جس قدر سننا چاہتے ہیں، وہ میں بیان کرنے کے لیے تیار ہوں۔

اندازہ لگائیں کہ ان کے پاس امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کا کتنا بڑا ذخیرہ ہوگا کہ وہ امام ثلجیؒ جیسے محدث کو ان کی حسب فرمائش تعداد میں احادیث سنانے کے لیے تیار ہو گئے۔

اسی طرح حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے عبداللہ بن وہب دینوریؒ (م ۳۰۸ھ) کے ترجمہ میں ان سے نقل کیا ہے کہ:

میں ایک دفعہ امام ابوزرعہ رازیؒ (م ۲۶۴ھ)، جو مشہور محدث اور حافظ العصر ہیں، کے پاس گیا تو میں نے ان کی مجلس میں دیکھا کہ ایک خراسانی شخص ہے جو ان کے سامنے موضوع احادیث بیان کر رہا ہے اور یہ اس کی بیان کردہ احادیث کو باطل کہہ کر رد کر رہے ہیں۔ وہ شخص ہنس کر ان سے کہتا ہے کہ عجیب بات ہے جو حدیث یاد نہیں اس کو باطل کہہ دیا۔

اس پر میں نے اس شخص سے کہا کہ تیرا مذہب کیا ہے؟ وہ کہنے لگا: حنفی۔

میں نے پھر اس سے پوچھا کہ امام ابوحنیفہؒ نے امام حمادؒ کے واسطے سے کتنی

۱۔ لسان المیزان (۳/۲۸۰)

۲۔ الجواہر المضیۃ (۱/۲۶۷، ۲۶۸)؛ فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۵)

احادیث روایت کی ہیں؟

وہ شخص لاجواب ہو کر خاموش ہو گیا تو میں نے امام ابو زرعہؒ سے پوچھا کہ

یا ابازرعة ما تحفظ لابی حنیفة عن حماد فسرد احادیث.[1]

اے ابو زرعہ! آپ کو امام ابو حنیفہؒ کی امام حمادؒ سے روایت کردہ کتنی احادیث یاد ہیں؟

اس کے جواب میں انہوں نے احادیث سنانے کا ایک سلسلہ شروع کر دیا۔

اس واقعہ سے [illegible] آپ کی احادیث سے محدثین کے خصوصی اعتناء کا اندازہ [illegible] محدث کبیر امام حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) نے امام ابو حنیفہؒ [illegible] میں ذکر کی ہے کہ جن کی احادیث مشرق سے لے کر مغرب تک [illegible] ہوتی ہیں اور ان کو مذاکرہ اور تبرک کے لیے لکھا جاتا ہے جیسا کہ ان کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔

(۲) آپ نے جو ہزاروں مسائل بیان کیے ہیں وہ سب مسائل آپ نے احادیث کی روشنی میں ہی حل کیے ہیں، اور ان مسائل کے حل کے لیے جس قدر احادیث کی ضرورت تھی وہ سب آپ کے پاس (بلا اشتراک) موجود تھیں۔ بعض لوگوں نے خواہ مخواہ یہ غلط مشہور کر رکھا ہے کہ آپ کا حدیث میں پورا درک نہیں تھا اور آپ بہت سی احادیث سے ناواقف تھے اس لیے آپ نے کئی مسائل محض اپنی رائے سے غلط بیان کر دیے ہیں۔ حالانکہ یہ بات حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ چنانچہ مورخ کبیر و محدث جلیل حافظ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) باوجود شافعی المذہب ہونے کے اس نظریہ کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وعدم اطلاعه على بعضها. وفيه بعد.[2]

امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں یہ کہنا کہ آپ کو بعض احادیث کی اطلاع نہیں ہو گی، یہ بات حقیقت سے دور ہے۔

محدث ملت عاشر علامہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) "غضب" ("گرد") کی حلت و حرمت کی بحث میں لکھتے ہیں:

ومن ظن بابی حنيفة ان هذه الاحاديث لم تبلغه ولو بلغته لقال

۱ تذکرۃ الحفاظ (۲/۲۷۰) ۲ عقود الجمان (ص ۳۹۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

بہا، قلت: هذا بعض الظن فان حسن الظن بابی حنیفة انه احاط بالاحادیث الشریفة من الصحیحة والضعیفة، لکنه ما رجح الحدیث الدال علی الحرمة او حمله علی الکراهة جمعا بین الاحادیث و عملا بالروایة والدرایة۔[1]

جو شخص امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ گمان کرتا ہے کہ یہ (گوہ کی حلت والی) احادیث آپ کو نہیں پہنچی تھیں، ورنہ آپ بھی اس (کی حلت) کے قائل ہوتے، (اس شخص کے جواب میں) میں کہتا ہوں کہ یہ بعض گمان ہے (جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (سورۃ الانفال:۱۲) کہ بعض گمان گناہ ہیں)، بلکہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں نیک گمان یہ ہے کہ آپ نے تمام احادیث شریف، خواہ وہ صحیح ہوں یا ضعیف ہوں، کا احاطہ کیے ہوئے تھے، لیکن آپ نے اس حدیث کو ترجیح دی ہے جو ضب (گوہ) کی حرمت پر دلالت کرتی ہے، یا آپ نے اس حدیث کو کراہت پر محمول کیا ہے، تاکہ دونوں قسم کی احادیث میں تطبیق ہو جائے، اور روایت و درایت دونوں پر عمل ہو جائے۔

(۷) امام صاحبؒ کے تلامذہ میں سے امام اسد بن عمرو بجلیؒ (م ۱۹۰ھ) ایک کثیر الحدیث محدث گزرے ہیں۔ امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے ان کے بارے میں تصریح کی ہے:

کان عنده حدیث کثیر۔[2]

ان کے پاس بکثرت احادیث تھیں۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے بھی ان کے بارے میں لکھا ہے:

وکان عنده حدیث کثیر، وهو ثقة ان شاء الله۔ هکذا قال الخطیب۔[3]

امام اسدؒ کے پاس بہت سی احادیث تھیں اور وہ ان شاء اللہ ثقہ ہیں۔ علامہ خطیب بغدادیؒ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

۱۔ شرح مسند ابی حنیفہ (ص ۱۱) ۲۔ الطبقات الکبریٰ (ج ۷/ص ۳۴۹) لابن سعد

۳۔ کتاب الانساب (ج ۲/ص ۵۴) للسمعانی

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ جلیل القدر محدث باوجود اس کثرتِ حدیث کے، اپنے استاذ مکرم امام ابوحنیفہؒ کے مقابلے میں قلیل الحدیث تھے اور امام صاحبؒ ان سے زیادہ احادیث رکھتے تھے۔ چنانچہ امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) امام اسدؒ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

ولیس فی اصحاب الرائی بعد ابی حنیفة اکثر حدیثا منه.[1]

اصحاب رائے (فقہاء) میں امام ابوحنیفہؒ کے بعد ان سے زیادہ کثیر الحدیث کوئی نہیں تھا۔

معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ ان سے بھی زیادہ کثیر الحدیث تھے۔ اب جبکہ امام ابن سعدؒ، علامہ خطیبؒ اور علامہ سمعانیؒ کی تصریح کے مطابق امام اسد بجلیؒ کے پاس بہت زیادہ احادیث تھیں تو پھر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس کس کثرت سے احادیث ہوں گی، جو بقول امام ابن عدیؒ، امام اسدؒ سے بھی زیادہ کثیر الحدیث تھے۔

(۸) آپ کے کثیر الحدیث ہونے کا ثبوت اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ حدیث اور فن اسماء الرجال کے عظیم سپوت حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو اپنی تصنیف لطیف "تذکرۃ الحفاظ" میں حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے جیسا کہ حوالہ آ رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اگر حدیث میں کم مایہ ہوتے تو حافظ ذہبیؒ جیسے محدث ہرگز آپ کا ترجمہ اس کتاب میں نہ لکھتے کیونکہ انہوں نے اس کتاب میں کسی ایسے شخص کا ذکر بطور ترجمہ نہیں کیا جو اُن کے نزدیک قلیل الحدیث ہے۔ اور اگر کسی قلیل الحدیث شخص کا ذکر انہوں نے ضمناً کر بھی دیا تو ساتھ یہ وضاحت کر دی کہ یہ شخص چونکہ قلیل الحدیث ہے اس لیے میں نے اس کو حفاظ حدیث میں شمار نہیں کیا۔ مثلاً مشہور فقیہ خارجہ بن زید بن ثابت (م ۹۹ھ) کا ذہبیؒ نے ضمناً تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

احد الفقهاء من کبار العلماء الا انه قلیل الحدیث، فلهذا لم اذکره فی الحفاظ رحمه الله.[2]

یہ فقہاء اور کبار علماء میں سے ایک ہیں، لیکن چونکہ قلیل الحدیث ہیں اس لیے میں نے ان کو حفاظ میں ذکر نہیں کیا۔ رحمۃ اللہ۔

اسی طرح حافظ موصوف امام ابن تیمیہؒ (م ۷۲۶ھ) کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

[1] لسان المیزان (۱/۳۹۹)　[2] تذکرۃ الحفاظ (۱/۷۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

من اوعية العلم لكنه قليل العمل فى الحديث فلم اذكره.[1]

یہ علم کے جامع ہیں، لیکن حدیث میں چونکہ ان کا شغف کم رہا ہے اس لیے میں نے ان کو حفاظ حدیث میں ذکر نہیں کیا۔

اب اگر حافظ ذہبیؒ کے نزدیک امام اعظمؒ بھی خارجہ بن زیدؒ اور ابن قتیبہؒ کی طرح قلیل الحدیث ہوتے تو وہ آپ کو بھی حفاظ حدیث کی صف میں ہرگز جگہ نہ دیتے۔ لہٰذا حافظ ذہبیؒ کا آپ کو حفاظ حدیث میں ذکر کرنا آپ کے کثیر الحدیث ہونے کی روشن دلیل ہے۔

(۹) حافظ ذہبیؒ کے علاوہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) وغیرہ محدثین نے بھی امام صاحبؒ کو حفاظ حدیث میں ذکر کر کے آپ کا کثیر الحدیث ہونا تسلیم کر لیا ہے، جیسا کہ ان کے حوالے آگے کتاب میں آرہے ہیں۔

(۱۰) اسی طرح حافظ سیوطیؒ کے مایہ ناز شاگرد، مورخ اسلام، علامۃ الدہر امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) بھی بڑے پرزور الفاظ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کثیر الحدیث قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب "عقود الجمان" میں آپ کے کثیر الحدیث ہونے کے اثبات میں مستقل ایک باب لکھا ہے، جس کا عنوان ہے: "فى بيان كثرة حديثه وكونه من اعيان الحفاظ من المحدثين."

یہ باب اس بیان میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کثیر الحدیث اور جلیل القدر حفاظ حدیث محدثین میں سے ہیں۔

اس باب کے ذیل میں امام موصوف تصریح کرتے ہیں:

وذكره الحافظ الناقد ابوعبدالله الذهبى فى كتابه الممتع طبقات الحفاظ المحدثين منهم، ولقد اصاب واجاد، ولولا كثرة اعتنائه بالحديث ماتهيأ له استنباط مسائل الفقه فانه اوّل من استنبطه من الادلة، وعدم ظهور حديثه فى الخارج لايدل على عدم اعتنائه بالحديث كما زعمه بعض من يحسده، وليس كما زعم.[2]

امام ابوحنیفہؒ کو حافظ ناقد ابوعبداللہ ذہبیؒ نے اپنی مبسوط کتاب "طبقات الحفاظ

---

[1] ایضاً (ج ۱ ص ۵۱)

[2] عقود الجمان (ص ۳۱۹، ۳۲۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

المحدثین" (تذکرۃ الحفاظ) میں حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ ان کا آپ کو حفاظ حدیث میں ذکر کرنا بالکل درست اور بجا ہے، کیونکہ اگر آپ نے حدیث حاصل کرنے کا بہت زیادہ اہتمام نہ کیا ہوتا تو آپ مسائل فقہ کا استنباط کیسے کر سکتے تھے، حالانکہ آپ ہی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے ادلہ شرعیہ (قرآن وحدیث) سے فقہ کو مستنبط کیا ہے، اور آپ کی احادیث کا خارج میں ظاہر نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ آپ کا حدیث کے ساتھ شغف نہیں تھا، جیسا کہ آپ کے بعض حاسدین کا غلط گمان ہے۔

پھر امام موصوف نے تفصیل کے ساتھ آپ کے کثیر الحدیث ہونے پر دلائل ذکر کیے ہیں۔ جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا أَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

(۱۱) شارح مشکوٰۃ، محدث جلیل، فقیہ نبیل علامہ ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) بھی آپ کو کثیر الحدیث قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

مر انه اخذ عن اربعة آلاف شيخ من ائمة التابعين وغيرهم، ومن ثم ذكره الذهبي وغيره في طبقات الحفاظ المحدثين، ومن زعم قلة اعتنائه بالحديث فهو اما لتساهله او حسده.[1]

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ائمہ تابعین اور دیگر شیوخ، جن کی تعداد چار ہزار ہے، سے اخذ علم کیا ہے، اور اسی وجہ سے حافظ ذہبیؒ اور دیگر محدثین آپ کو حفاظ محدثین کے طبقہ میں ذکر کرتے ہیں، لہٰذا جو شخص آپ کے بارے میں اس زعم میں مبتلا ہے کہ آپ حدیث میں کم مایہ تھے، اس کا یہ زعم تساہل یا حسد پر مبنی ہے۔

(۱۲) شیخ الاسلام، حافظ الدنیا، شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کو بھی تسلیم ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کثیر الحدیث تھے۔ چنانچہ ان کے شاگرد رشید حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے امام صاحب کے بارے میں حافظ موصوف سے نقل کیا ہے کہ:

بالله كان يرى انه لا يحدث الا بما حفظه منذ سمعه الى اداه، فلهذا قلت الرواية عنه، وصارت روايته قليلة بالنسبة لذلك، والا فهو

[1] الخیرات الحسان (ص ۱۷۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

فی نفس الامر کثیر الروایۃ۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے یہ شرط لگائی تھی کہ آدمی صرف اسی حدیث کو بیان کرنے کا مجاز ہے کہ جو حدیث اس کو سننے کے وقت سے لے کر بیان کرنے کے وقت تک برابر یاد ہو، اس شرط کی وجہ سے آپ کی روایات کا دائرہ کم ہو گیا، ورنہ حقیقت میں آپ کثیر الروایات تھے۔

جماعت غیر مقلدین کے نامور عالم دین اور جمعیت اہل حدیث کے سابق امیر مولانا محمد داؤد غزنویؒ نے اپنی جماعت کے افتراق و انتشار کا سبب یہ بیان کیا ہے کہ اس جماعت کے لوگ امام ابوحنیفہؒ کو قلیل الحدیث قرار دے کر امام صاحب کی روحانی بددعا کا خمیازہ بھگت رہے تھا۔

چنانچہ مولانا اسحاق بھٹی غیر مقلد، مولانا غزنویؒ کے حالات میں لکھتے ہیں:

ائمہ کرام کا ان کے دل میں انتہائی احترام تھا، حضرت امام ابوحنیفہؒ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجے میں فرمایا: مولوی اسحٰق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہؒ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کر رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتے ہوں، ان میں اتحاد و یکجہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے۔[2]

مفکر اسلام علامہ خالد محمود صاحب دامت برکاتہم مولانا موصوف کے متعلق لکھتے ہیں:

ان دنوں حضرت امام ابوحنیفہؒ کی وصیت، جو آپ نے اپنے بیٹے حمادؒ کے نام لکھی، نئی نئی طبع ہو کر آئی تھی۔ آپ اسے آنے جانے والوں کو دکھاتے اور فرماتے: حضرت امام ابوحنیفہؒ کی نظر کم از کم پانچ لاکھ احادیث پر تھی۔[3]

١۔ الجواهر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجر (٢/١٤٣) طبع دار ابن حزم بیروت بحوالہ اللمحات بحیث عن اراب الجنفیۃ ...
ختم النسائی مع الحاشیہ (ص ٢١ ـ ٢٢) طبع مکتبۃ المعید کان، الریاض۔

٢۔ سوانح مولانا داؤد غزنوی (ص ١٣٦) بحوالہ آثار الحدیث (٢/٣٩٥)

٣۔ آثار الحدیث (٢/٣٩٥)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ اپنے زمانہ میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ اپنے زمانہ میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت امام صاحب مجتہد مطلق تھے۔ یہاں تک کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا نذیر حسین دہلوی (م ۱۳۲۰ھ) بھی تسلیم کرتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃ مجتہد مطلق بلا ریب ہیں۔[1]

نیز آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

مجتہد ہونا اور متبع سنت اور متقی اور پرہیزگار ہونا کافی ہے ان کے فضائل میں، اور آیت کریمہ "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ" زینت بخش مراتب ان کے لیے ہے۔[2]

اب ظاہر ہے کہ مجتہد وہی ہو سکتا ہے جو قرآن وحدیث کے علم میں بڑی گہرائی رکھتا ہو، اور اس کو قرآن وحدیث سے مسائل استنباط کرنے کا ملکہ بھی ہو۔

علامہ ابو اسحاق شاطبی مالکیؒ (م ۷۹۰ھ) مجتہد کی تعریف میں لکھتے ہیں:

انما تحصل درجة الاجتهاد لمن اتصف بوصفين، احدهما: فهم مقاصد الشريعة على كمالها. والثاني: التمكن من الاستنباط على فهمه فيها۔[3]

اجتہاد کا درجہ اس شخص کو حاصل ہوتا ہے جو ان دو صفوں کے ساتھ موصوف ہو: (۱) مقاصد شریعت (قرآن و حدیث) کو پورے کمال کے ساتھ سمجھنا،

۱۔ فتاویٰ نذیریہ (۱/۱۷۴)۔ ۲۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۹۶)

۳۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ (۴/۷۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

(۲) مقاصد شریعت کو سمجھتے ہوئے ان سے مسائل استنباط کرنے پر قادر ہونا۔

علامہ شاطبیؒ کے حوالہ سے یہ گزر چکا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ مقاصد شریعت بالخصوص علم حدیث میں پوری طرح اطلاع رکھتے تھے۔ لہذا آپ کے مجتہد ہونے اور قرآن وحدیث کے علم میں پوری طرح فائق ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہوسکتا۔

پھر یہ بھی مسلمہ اصول ہے کہ جو شخص درجہ اجتہاد میں جس قدر فائق ہوگا اسی قدر قرآن وحدیث کے علم کا دائرہ اس کا وسیع ہوگا۔ چونکہ حضرت امام صاحبؒ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے مجتہد تھے، اس لیے آپ کے بارے میں علمائے حدیث نے تسلیم کیا ہے کہ آپ اپنے زمانے میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم بھی تھے۔

امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) حدیث اور اسماء الرجال کے عظیم ثبوت امام یحییٰ بن سعید قطانؒ (م ۱۹۸ھ) سے امام صاحبؒ کے بارے میں یہ قول نقل کرتے ہیں:

انه واللّٰه لاعلم هذه الامة بما جاء عن اللّٰه ورسوله[1]

بخدا امام ابوحنیفہؒ اس امت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا (یعنی قرآن وحدیث) اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔

محدث کبیر امام اسماعیل بن محمد عجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) امام صاحب کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

احد من غد من التابعين، امام المجتهد بلانزاع، اول من فتح باب الاجتهاد بالاجماع لا يشك من وقف على فقهه و فروعه في سعة علومه، و جلالة قدره، وانه كان اعلم الناس بالكتاب والسنة، لان الشريعة انما توخذ من الكتاب والسنة.[2]

امام ابوحنیفہؒ جو تابعین میں سے ایک ہیں، آپ بغیر کسی اختلاف کے تمام مجتہدین کے امام ہیں، اور اس پر اجماع ہے کہ آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے اجتہاد کا دروازہ کھولا۔ جو شخص بھی آپ کی فقہ اور آپ کی بیان کردہ فروعات فقہ پر واقف

---

[1] مقدمہ کتاب التعلیم بشیخ الاسلام مسعود بن شیبہ سندھی بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۹۶)

[2] عقد الجوہر الثمین فی اربعین حدیثاً من احادیث سید المرسلین بعنوان العجلونیہ (ص ۳۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہوگا، وہ آپ کے علوم کی وسعت اور آپ کی جلالت شان میں شک نہیں کر سکے گا۔ بلاشبہ آپ تمام لوگوں میں قرآن وسنت کے سب سے بڑے عالم تھے، کیونکہ شریعت کو قرآن وسنت سے ہی اخذ کیا جاتا ہے۔

امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (م ۲۱۵ھ)، جو امام بخاریؒ کے بڑے استاذ ہیں، ان کا تعارف امام صاحب کے تلامذہ کے ضمن میں گزر چکا ہے، علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے ان سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں فرمایا:

كان اعلم اهل زمانه[1]

امام ابوحنیفہؒ اپنے تمام اہل زمانہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔

واضح رہے کہ امام مکیؒ نے اپنے بیان میں امام صاحب کی بابت جس اَعْلَمِیَّت کی تصریح کی ہے اس سے مراد قرآن وحدیث کی اَعْلَمِیَّت ہے۔ کیونکہ ابھی بحوالہ گزر رہا ہے کہ اصل علم قرآن وحدیث ہے۔ رہا فقہ تو وہ در اصل قرآن وحدیث سے ہی ماخوذ ہوتا ہے، لہٰذا ان کے بیان کا مطلب ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے میں قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام شداد بن حکیم بلخیؒ (م ۲۱۰ھ)، جن کو امام ابن حبانؒ مستقیم الحدیث اور امام خلیلیؒ صدوق قرار دیتے ہیں،[2] یہ عظیم محدث بھی گواہی دیتے ہیں کہ:

ما رأيت اعلم من ابى حنيفة.[3]

میں نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑا عالم کوئی نہیں دیکھا۔

یہاں بھی امام شدادؒ کے بیان میں اَعْلَمِیَّت سے قرآن وحدیث کی اعلمیت مراد ہے کہ امام ابوحنیفہؒ قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔

امام علی بن عاصمؒ (م ۲۰۱ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے ان کے ترجمے کا آغاز "مسند العراق"، "الامام" اور "الحافظ" کے القاب سے کرتے ہیں،[4] ان سے امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

---

[1] تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۵)؛ تہذیب الکمال (۱۹/۱۱۱)۔
[2] لسان المیزان (۳/۱۴۵)۔ [3] تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۶)۔
[4] تذکرۃ الحفاظ (۱/۳۲۳)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لو وزن علم ابی حنیفة بعلم اهل زمانه لرجح علیهم.[1]

اگر امام ابوحنیفہؒ کے (قرآن وحدیث سے متعلق) علم کا موازنہ ان کے تمام اہل زمانہ کے علم سے کیا جائے تو بھی آپ کے علم کا پلڑا ان سب پر بھاری رہے گا۔

امام خلف بن ایوب بلخیؒ (م ۲۱۵ھ)، جو جلیل القدر محدث اور عظیم المرتبت اولیاء اللہ میں سے ہیں، ان کے علمی شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ، امام یحییٰ بن معینؒ اور امام ابوحاتم رازیؒ وغیرہ جیسے اساطین علم حدیث ان کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ ان کو مفتی اہل بلخ، زاہد اور ثقہ قرار دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وروی عنه یحیی بن معین والکبار.[2]

ان سے یحییٰ بن معینؒ اور دیگر کبار محدثین نے روایت کی ہے۔

امام ابن حبانؒ ان کو ثقات میں شمار کرتے ہیں۔ امام خلیلیؒ فرماتے ہیں:

یہ حدیث میں نہایت راست باز اور مشہور تھے، اور اپنی پاک دامنی، نیکی اور زہد و تقویٰ سے موصوف تھے اور اہل کوفہ کی رائے (فقہ) پر تفقہ تھے۔[3]

ممدوح امام اعظمؒ اور آپ کے تلامذہ کی شان علمی کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صار العلم من الله تعالٰی الی محمد صلی الله علیه وسلم، ثم صار الی اصحابه، ثم صار الی التابعین، ثم صار الی ابی حنیفة واصحابه، فمن شاء فلیرض ومن شاء فلیسخط.[4]

اللہ تعالیٰ سے علم دین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ علم آپ کے صحابہ کو پہنچا۔ پھر صحابہؓ سے یہ علم تابعین عظام کو پہنچا، پھر ان سے یہ علم امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ کو پہنچا، اس پر جو چاہے خوش ہو جو چاہے ناراض ہو۔

۱۔ اخبار ابی حنیفة واصحابه (ص ۳۳)

۲۔ العبر (۲۸۹/۱)

۳۔ تہذیب التہذیب (۱۵۲/۳، ۱۵۳)

۴۔ تاریخ بغداد (۳۳۶/۱۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی ثقاہت

گذشتہ صفحات میں مختلف عنوانات کے تحت محدثین کے جو اقوال ذکر کیے گئے ہیں، ان سے آپ نے یہ نتیجہ ضرور اخذ کیا ہوگا کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا علم حدیث میں بہت بلند مقام تھا اور ان شاء اللہ آگے ہم اس سلسلے میں مزید اس طرح کے اقوال ذکر کریں گے جن سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ حضرت امام صاحبؒ محدثین کے نزدیک روایت حدیث میں نہایت ثقہ اور قابل اعتماد ہیں، لیکن ان اقوال کے ذکر سے پہلے ہم فن جرح و تعدیل کا ایک اہم اصول ذکر کرنا چاہتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ امام صاحبؒ جیسی شخصیات کی روایت ہر حال میں مقبول ہے اور آپ جیسے لوگ کسی کی توثیق کے محتاج ہی نہیں ہیں۔

فن جرح و تعدیل کا ایک اہم اصول

"فن جرح و تعدیل" میں اس شخص کی عدالت و ثقاہت سے متعلق بحث ہوتی ہے جو یا تو مجہول ہو یا اس کی عدالت مشتبہ ہو، لیکن جس شخص کی عدالت و ثقاہت اور امانت مشہور و معروف ہے اور اہل علم میں اس کی توصیف و تعریف بکثرت کی گئی ہے، وہ کسی کی توثیق یا تزکیہ کا محتاج نہیں ہے اور نہ ہی ایسے شخص کی عدالت و ثقاہت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اصول حدیث سے متعلق اپنی تصنیف "الکفایۃ" میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے: باب فی المحدث المشهور بالعدالة والثقة والامانة لا يحتاج الى تزكية المعدل. (یہ باب اس بیان میں ہے کہ جو محدث عدالت، ثقاہت اور امانت میں مشہور ہو وہ کسی معدل (عدالت بیان کرنے والے) کے تزکیہ کا محتاج نہیں ہے)۔

پھر علامہ موصوف اس باب کے ذیل میں چند ایسے مشہور محدثین کے نام گنانے کے بعد لکھتے ہیں:

"ليس بجرابي ضبح امرهم في نباهة الذكر واستقامة الامر والاشتهار

www.besturdubooks.wordpress.com

بالصدق والبصيرة والفهم لايسأل عن عدالتهم، وانما يسأل عن عدالة من كان في عداد المجهولين، او اشكل امره على الطالبين۔[1]

اسی طرح وہ لوگ جو اپنی شرافت اور روزمرہ کے معاملات میں ان مذکورہ محدثین کی طرز پر ہوں، اور وہ ان ہی کی طرح راست گوئی، بصیرت اور فہم و فراست میں شہرت رکھتے ہوں تو ایسے لوگوں کی بھی عدالت و ثقاہت کے متعلق سوال نہیں کیا جاتا کیونکہ سوال اس شخص کی عدالت سے متعلق ہوتا ہے جو مجہول قسم کے راویوں میں سے ہو، یا اس کا معاملہ طالبانِ حدیث پر مشتبہ ہو۔

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) لکھتے ہیں:

عدالة الراوي تارةً تثبت بتنصيص المعدلين على عدالته وتارةً تثبت بالاستفاضة، فمن اشتهرت عدالته بين اهل النقل او نحوهم من اهل العلم، وشاع الثناء عليه بالثقة والامانة استغنى فيه بذلك عن بينة شاهدة بعدالته تنصيصا۔[2]

راوی کی عدالت کبھی ائمہ تعدیل کی عدالت بیان کرنے کی وجہ سے ہوتی ہے، اور کبھی اس کی عدالت اس کی شہرتِ عام کی بدولت ثابت ہو جاتی ہے، لہٰذا جس شخص کی عدالت ناقلینِ حدیث یا دیگر اہلِ علم میں مشہور ہو اور اس کی ثقاہت و عدالت عام و شائع ہو تو ایسے شخص کی عدالت کسی ایسی دلیل کی محتاج نہیں ہے جس میں اس کی عدالت کی تصریح ہو۔

امام اعظمؒ کسی کی توثیق کے محتاج نہیں ہیں

مذکورہ بالا اصول کے پیشِ نظر حضرت امام صاحبؒ کا شمار بھی ان حضرات میں ہوتا ہے جو کبار محدثین کی توثیق و تعدیل کے محتاج نہیں ہیں، بلکہ آپ کا مقام ان حضرات سے بھی بڑھ کر ہے کیونکہ آپ کی عدالت، امانت داری، علمی برتری اور تقویٰ و طہارت نہ صرف یہ کہ مشہور ہے

[1] الکفایۃ فی علم الروایۃ (ص ۸۶، ۸۷) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[2] مقدمۃ ابن الصلاح مع شرح التقیید والایضاح (ص ۱۳۶)

بطریق تواتر سے ثابت ہے۔

نامور محقق حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) آپ کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

انه ثبت بالتواتر فضله وعدالته وتقواه وامانته.[1]

بے شک امام ابوحنیفہؒ کی فضیلت، عدالت، پرہیزگاری اور امانت داری تواتر سے ثابت ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وقد تواتر علمه وفضله، وأجمع عليه.[2]

آپ کے علم اور فضل و کمال کا ثبوت تواتر سے ہے، اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

علمائے غیر مقلدین کے سرخیل مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ) نے بھی اپنی کتاب "رَفْعُ الاِلْتِبَاسِ عَنْ بَعْضِ النَّاسِ" میں آپ کے بارے میں یہ اعتراف کیا ہے کہ:

آپ کے فضائل کا شہرہ مشارق و مغارب میں ہو چکا ہے اور آپ کے فضل و کمال کے سورج تمام اطراف و جوانب ارض کو روشن کر چکے ہیں، حتیٰ کہ ان کا بیان صحراء و بیابانوں کے مسافروں اور گھروں کی پردہ نشین کی زبان زد ہو چکا، تمام آفاق کے لوگوں نے ان کو نقل کیا اور اہل شام و عراق نے ان کا اقرار و اعتراف کیا۔ غرض وہ امام جلیل، عالم، فقیہ نبیہ، سب سے بڑے فقیہ تھے کہ ان سے خلق کثیر نے تفقہ حاصل کیا، متورع، عابد، زکی، تقی، زاہد فی الدنیا، راغب فی الآخرۃ تھے۔[3]

آپ کی روایت کو آپ کی عدالت سے متعلق سوال کیے بغیر قبول کرنا واجب ہے۔

اب جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس عظیم مقام پر فائز ہیں کہ آپ کی عدالت و ثقاہت اور دیگر کمالات کو شہرت عام حاصل ہے، اور اس کو تواتر اور اجماع امت سے ثابت مانا جا رہا ہے۔ ایسی صورت میں آپ کی عدالت و ثقاہت پر ثبوت مانگنا اور آپ کی روایت کو قبول کرنے میں پس و پیش

1۔ الروض الباسم (۳۰۸/۱) 2۔ ایضاً (۱/۳۱۵)

3۔ بحوالہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور (۲۷ ستمبر ۲۰۰۲ء ص ۲۸، ۲۹)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کرنا انتہائی غلط ہے، بلکہ اصول حدیث کی رُو سے ضروری ہے کہ آپ کی عدالت سے متعلق بحث کیے بغیر آپ کی روایت کو قبول کیا جائے۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابواسحاق شیرازی شافعیؒ (م ۴۷۶ھ) راوی کی اقسام بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وجملة ان الراوی لایخلوا ما ان یکون معلوم العدالة، او معلوم الفسق او مجهول الحال، فان کانت عدالته معلومة کالصحابة رضی الله عنهم، او افاضل التابعین کالحسن وعطاء والشعبی والنخعی، او اجلاء الائمة کمالک وسفیان وابی حنیفة والشافعی واحمد واسحق ومن یجری مجراهم، وجب قبول خبره ولم یجب البحث عن عدالته۔[1]

راوی کی حالت تین حال سے خالی نہیں ہے: یا تو اس کی عدالت معلوم ہوگی، یا اس کا فسق معلوم ہوگا، اور یا وہ مجہول ہوگا۔ پس اگر وہ معلوم العدالت ہے، جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، یا جیسے فضلاء تابعین مثلاً حسن بصریؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، عامر شعبیؒ، اور ابراہیم نخعیؒ ہیں، یا جیسے اجلّہ ائمہ مثلاً مالکؒ، سفیان ثوریؒ، ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور ان جیسے دیگر ائمہ کرام ہیں، تو اس طرح کے راوی کی حدیث کو قبول کرنا واجب ہے اور اس کی عدالت کے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے۔

امام برہان الدین ابراہیم بن عمر جعبریؒ (م ۷۳۲ھ) نے راوی کی عدالت سے متعلق اصول بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ویثبت بالنص... والاستفاضة کالاربعة۔[2]

راوی کی عدالت (کسی محدث کی اس سے متعلق) تصریح سے ثابت ہوتی ہے اور یا راوی کی عام شہرت کی وجہ سے ثابت ہوتی ہے، جیسا کہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) ہیں۔

---

[1] اللمع فی اصول الفقہ (ص ۷۷)، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

[2] رسوم التحدیث فی علوم الحدیث (ص ۱۰۶)، طبع دار ابن حزم، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ان دو اقتباسات سے واضح ہو گیا، امام ابو حنیفہؒ جیسے حضرات کی روایت ہر حال میں واجب القبول ہے، اور یہ آپ جیسے لوگ کسی کی توثیق و تعدیل کے محتاج نہیں ہیں۔

امام اعظمؒ کی عدالت وثقاہت کو کوئی جرح بھی متاثر نہیں کر سکتی۔

سابقہ تفصیل کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام اعظمؒ اور دیگر ائمہ متبوعین کی عدالت وثقاہت مہر نیمروز کی طرح واضح اور روشن ہے، اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان حضرات کو یہ شرف بخشا ہے کہ ان کو پوری امت کا مقتدا بنا دیا ہے، اور پوری امت کو ان کی اقتداء وتقلید پر جمع کر دیا ہے۔ امت مسلمہ (جس میں بڑے بڑے رجال علم بھی ہیں) کا ان حضرات پر یہ اعتماد ان کی عدالت وثقاہت پر ایک ایسی ٹھوس اور واضح دلیل ہے کہ اس کے بعد نہ تو ان کی تعدیل وتوثیق پر کسی اور دلیل کو ذکر کرنے کی ضرورت ہے، اور نہ ہی کسی شخص (خواہ وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) کی ان حضرات کے خلاف جرح وقدح ان کی عدالت وثقاہت کو کچھ متاثر کر سکتی ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے محدثین ان ائمہ متبوعین کو ان رُواتِ حدیث کے زمرے میں شمار قرار دیتے ہیں کہ جن کے بارے میں یہ فقرہ بولا جاتا ہے "قد قفزوا القنطرة" کہ یہ لوگ پل پار کر چکے ہیں۔

یعنی یہ لوگ عدالت وثقاہت کی اس آخری لائن کو عبور کر چکے ہیں کہ اس کے بعد اب ان کے خلاف کوئی بھی کلام ان کی عدالت وثقاہت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ جیسا کہ حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نے اپنے استاذ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) سے امام اعظمؒ کے خلاف امام نسائیؒ کی جرح کا جواب نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> وفی الجملة ترک الخوض فی مثل هذا اولیٰ، فان الامام وامثاله ممن قفزوا القنطرة، فما صار یؤثر فی احد منهم قول احد، بل هم فی الدرجة التی رفعهم الله الیها من کونهم متبوعین مقتدیٰ بهم، فلیعتمد هذا۔[1]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس طرح کے معاملے میں گفتگو کرنا ہی بہتر ہے، اس لیے کہ امام

---

[1] الجواہر والدرر فی ترجمۃ شیخ الاسلام ابن حجرؒ (۲/۹۴۷) للسخاویؒ، حاشیۃ تعلیقات الراغب المعنی فی ختم النسائی (ص ۲۰) للسخاوی۔

(ابوحنیفہؒ) اور ان جیسے دیگر حضرات ان لوگوں میں سے ہیں کہ جو پل کو عبور کر چکے ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی کے بارے میں کسی شخص کی جرح کچھ بھی مؤثر نہیں ہو سکتی، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے درجے پر فائز کیا ہے کہ ان کو لوگوں کا پیشوا اور مقتدا بنا دیا ہے، لہٰذا اسی بات پر اعتماد کرنا چاہیے۔

نامور محدث حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی شافعیؒ (م ۷۶۱ھ) نے اس بات کو اور زیادہ وضاحت سے بیان کیا ہے، چنانچہ موصوف امام اعظمؒ کے خلاف وارد جرح کا جواب دیتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

واما الكلام في الامام ابي حنيفة، فهو مما يتعين الاعراض عنه، وعدم الاعتداد به، كما لا يلتفت الى ما قيل في غيره من الائمة الكبار، لان ذلك كان من اقران لهم معاصرين، ثم ان ما صنعه الله تعالى لهم من العظمة في قلوب الناس ورفع القدر والمنزلة وجمع القلوب على تقليدهم دافع لجميع ماقيل فيهم، مع ما لهم من الفضائل الباهرة والمناقب الكثيرة رحمة الله عليهم. والمفكر العاقل في نفسه ان خلقا كثيرا من الائمة المتقدمين كانوا مجتهدين، ووضعوا في العلم عدة تصانيف، ولم يجعل الله لاحد منهم ما جعل لهذه الائمة الاربعة رضي الله عنهم من العظمة في القلوب، والاتفاق على تقليدهم، والرجوع اليهم، فهذه ولاية من الله تعالى لا يتطرق اليها عزل ولا تتخدش بما يروى من الاقوال التي لا تجزى شيئا، فهذا هو الذي يتعين اعتباره شرعا.[۱]

امام ابوحنیفہؒ اور دیگر ائمہ کبار کے بارے میں جو جرح کی گئی ہے، اس سے اعراض کرنا، اور اس کو غیر معتبر سمجھنا ہی متعین ہے، اس لیے کہ یہ جرح (زیادہ تر) ان کے اقران و معاصرین سے مروی ہے (جو اصولاً غیر معتبر ہے)۔ نیز اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں میں ان حضرات کی جو عظمت، بلند مرتبت اور منزلت بٹھا دی ہے، اور (لوگوں کے) قلوب کو ان کی تقلید پر جمع کر دیا ہے، اس کے ساتھ ساتھ

۱۔ فتاوی العلائی (ص ۳۴۵، ج ۲) [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

ان حضرات کے جو واضح فضائل اور بکثرت مناقب ہیں، یہ سب کچھ ان کی بابت وارد ہر قسم کی جرح کو دفع کر دیتے ہیں۔ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِمْ. اور پھر ایک عقل مند خود یہ غور و فکر کرے کہ (ائمہ اربعہ کے علاوہ بھی) بکثرت ائمہ متقدمین گزرے ہیں جو درجہ اجتہاد پر فائز تھے، اور انہوں نے علم میں متعدد کتب بھی تصنیف کی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ائمہ اربعہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ کے لیے لوگوں کے دلوں میں جو عظمت، اور ان کی تقلید پر اتفاق، اور امت کا ان کی طرف رجوع پیدا کیا، وہ دیگر ائمہ متقدمین کو نصیب نہیں ہو سکا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (ائمہ اربعہ کے لیے) ایسی ولایت ہے کہ کمزوری جس کے قریب بھی نہیں بھٹک سکتی، اور نہ ہی (ائمہ اربعہ کے خلاف) منقول اقوال کی وجہ سے اس میں کچھ خلل آ سکتا ہے، (کیونکہ پوری امت کے اتفاق کے مقابلے میں چند اشخاص کی ذاتی آراء کیا حیثیت رکھتی ہیں؟) پس یہی بات شرعی طور پر متعین ہے۔

نامور غیر مقلد عالم اور سابق امیر جمعیت اہلحدیث پاکستان مولانا محمد اسماعیل سلفیؒ (م ۱۳۸۷ھ) بھی امام اعظمؒ کے خلاف امام بخاریؒ کی ذکر کردہ روایات کا دفاع کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

حقیقت یہ ہے کہ ان روایات سے مشاہیر ائمہ کی رفعتوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔[۱]

الغرض امام اعظمؒ عدالت و ثقاہت کے اس عظیم مقام پر فائز ہو چکے ہیں کہ اس کے بعد تو آپ کو کسی کی تعدیل و توثیق کی ضرورت ہے، اور نہ ہی آپ کے خلاف وارد کوئی کلام آپ کے اس مقام کو نقصان پہنچا سکتا ہے۔ ان شاء اللہ اس کی مزید تفصیل حصہ دوئم میں آئے گی۔

امام اعظمؒ عند الجمہور ثقہ ہیں۔

حضرت امام صاحبؒ کی توثیق و تعدیل نقل کرنے کی اگرچہ ضرورت تو نہیں ہے، کیونکہ بالتفصیل گزرا ہے کہ آپ جیسے لوگوں کی روایت کو بلا چوں و چرا قبول کرنا واجب ہے، اور ان کی عدالت و ثقاہت سے متعلق بحث کرنا غیر ضروری ہے، لیکن بایں ہمہ آپ کے حاقدین کی تسلی کے لیے عرض ہے کہ آپ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں، اور محدثین کے جم غفیر نے روایت حدیث

[۱] حجیت حدیث (ص ۵۲۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں آپ کو صراحتاً ثقہ و قابل اعتماد قرار دیا ہے۔

حافظ المغرب علامہ ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

الذین رووا عن ابی حنیفة ووثقوه واثنوا علیه اکثر من الذین تکلموا فیه.[1]

جن محدثین نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کی ہے اور آپ کی توثیق و تعریف کی ہے، وہ ان لوگوں سے بہت زیادہ ہیں جنہوں نے آپ کی بابت (بلاوجہ) کلام کیا ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

وقد اثنی علیه جماعة من العلماء وفضلوه.[2]

اہل علم کی ایک پوری جماعت نے آپ کی تعریف کی ہے اور آپ کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔

کثیر التصانیف محدث امام علاء الدین مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

ابو حنیفة وقد اثنی علیه وزکاه الجماء الغفیر من الائمة والعلماء المتاخرین.[3]

ائمہ (کبار) اور علمائے متاخرین کے جم غفیر نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف و توثیق کی ہے۔

محدث جلیل امام علی بن عثمان ماردینیؒ المعروف بہ ابن الترکمانی (م ۷۴۵ھ) نے بھی آپ کے متعلق تصریح کی ہے:

وان تکلم فیه بعضهم فقد وثقه کثیرون، واخرج له ابن حبان فی صحیحه واستشهد به الحاکم ومثله فی دینه وورعه وعلمه لایقدح فیه کلام اولئک.[4]

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲/ ص ۱۴۸، ۱۴۹)   [2] ایضاً

[3] اکمال تہذیب الکمال (ج ۱۲/ ص ۵۲)

[4] الجوہر النقی مع السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۷/ ص ۳۰۲) طبع مکتبہ المعارف الریاض.

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کے بارے میں اگرچہ بعض محدثین نے کلام کیا ہے لیکن اکثر محدثین نے آپ کی توثیق کی ہے۔ امام ابن حبانؒ نے اپنی "صحیح" میں آپ سے حدیث کی تخریج کی ہے اور امام حاکمؒ نے "المستدرک" میں آپ کی حدیث سے استشہاد (یعنی اس کو بطور شہادت پیش) کیا ہے، لہٰذا آپ جیسے دیندار، پارسا اور اہل علم شخص کے بارے میں ان بعض لوگوں کا کلام کرنا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ) نے بھی اقرار کیا ہے کہ:

ایک خلق کثیر نے امام صاحبؒ کے فضائل و کمال اور محامد و محاسن کا اعتراف کیا ہے، حتیٰ کہ مادحین کی تعداد مذمت کرنے والوں سے، تحسین کرنے والوں کی تعداد تنقیص کرنے والوں سے، تزکیہ کرنے والوں کا شمار متہم کرنے والوں سے، تعدیل کرنے والوں کا عدد جرح کرنے والوں سے زیادہ ہے۔[۱]

آپ کی بابت کبار محدثین وائمہ رجال کے توثیقی اقوال

آپ کی توثیق جن ائمہ حدیث و رجال نے کی ہے، ان سب کے اقوال کا احاطہ تو یہاں مشکل ہے، البتہ بطور "مشتے از خروارے" ان میں سے صرف ان بعض حضرات کے توثیقی اقوال پیش خدمت ہیں جو علم حدیث و اسماء الرجال میں بہت زیادہ بصیرت رکھتے ہیں۔

۱۔ امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)

آپ علم حدیث اور فن اسماء الرجال کے عظیم سپوت ہیں۔ آپ کی منقبت کے لیے امام اہل سنت احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا یہی قول کافی ہے:

كل حديث لا يعرفه ابن معين فليس هو بحديث.[۲]

جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہیں پہچانتے وہ حدیث ہی نہیں ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

كان ابن معين أعلمنا بالرجال.[۳]

۱۔ ہفت روزہ الاعتصام لاہور (۱۲/ جنوری ۱۹۹۰ء، ص ۲۹)

۲۔ تہذیب التہذیب (۱/ ۲۸۰، ترجمہ امام ابن معینؒ)

۳۔ ایضاً۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جانتے تھے۔

امام یحییٰ بن معینؒ ہم میں سے سب سے زیادہ فن رجال کو جانتے تھے۔

حضرت امام اعظمؒ کی توثیق کرنے والوں میں سے یہ امام عالی شان بھی ہیں۔

امام صفی الدین احمد بن عبداللہ الخزرجیؒ (م ۹۲۳ھ) امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وثقہ ابن معین۔[۱]

امام یحییٰ بن معینؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو ثقہ کہا ہے۔

امام ابن معینؒ سے بڑی تعداد میں امام اعظمؒ کے بارے میں توثیقی کلمات منقول ہیں، جن میں سے چند اقوال یہاں نقل کیے جاتے ہیں۔

(۱) شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل امام ابن معینؒ کے شاگرد حافظ احمد بن ابراہیم الدورقیؒ (م ۲۴۶ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سئل یحیی بن معین وانا اسمع عن ابی حنیفۃ فقال ثقۃ ما سمعت احدا ضعفہ۔[۲]

امام یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق پوچھا گیا اور میں سن رہا تھا کہ انہوں نے فرمایا امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں اور میں نے کسی سے ان کو ضعیف کہتے ہوئے نہیں سنا۔

(۲) نیز علامہ ابن عبدالبرؒ نے امام ابن معینؒ کے دوسرے ثقہ شاگرد حافظ عباس بن محمد دوریؒ (م ۲۷۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت یحیی بن معین یقول اصحابنا یفرطون فی ابی حنیفۃ واصحابہ فقیل لہ اکان ابوحنیفۃ یکذب فقال: کان انبل من ذلک۔[۳]

میں نے امام یحییٰ بن معینؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ساتھی امام ابوحنیفہؒ اور ان کے تلامذہ کے بارے میں زیادتی کرتے ہیں۔ ان سے کہا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہؒ جھوٹ بولتے تھے؟ انہوں نے فرمایا، وہ تو اس سے بہت زیادہ معزز تھے

---

[۱] خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال (ص ۴۰۸) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

[۲] الانتقاء (ص ۱۲۷)

[۳] جامع بیان العلم وفضلہ (۲/۱۴۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

(پھر وہ کیسے جھوٹ بول سکتے ہیں)۔

(۳) علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کے استاذ اور ثقہ محدث امام ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابن معینؒ کے شاگرد حافظ علی بن حبانؒ سے امام ابن معینؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

واما ابوحنيفة فقد حدث عنه قوم صالحون، واما ابويوسف فلم يكن من اهل الكذب، كان صدوقا، فقيل له: فابوحنيفة كان يصدق في الحديث؟ قال: نعم، صدوق۔[۱]

امام ابوحنیفہؒ سے صالح لوگوں نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابویوسفؒ اہل کذب میں سے نہیں تھے، بلکہ صدوق (نہایت راست باز) تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا امام ابوحنیفہؒ حدیث میں صدوق تھے؟ فرمایا، ہاں، وہ حدیث میں صدوق تھے۔

(۴) علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اپنی سند کے ساتھ حافظ محمد بن سعد العوفیؒ سے ناقل ہیں کہ:

سمعت يحيى بن معين يقول: كان ابوحنيفة ثقة لايحدث بالحديث الا ما يحفظ ولا يحدث بما لايحفظ۔[۲]

میں نے یحییٰ بن معینؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ ثقہ تھے۔ آپ وہی حدیث بیان کرتے تھے جو آپ کو (اچھی طرح) یاد ہوتی تھی، اور جو حدیث آپ کو یاد نہیں ہوتی تھی اس کو آپ بیان نہیں کرتے تھے۔

(۵) اسی طرح امام ابن معینؒ کے ایک اور شاگرد حافظ احمد بن محمد بن قاسم محرزؒ فرماتے ہیں کہ:

سمعت يحيى بن معين يقول: كان ابوحنيفة لاباس به وكان لايكذب. وسمعت يحيى يقول مرة اخرى: ابوحنيفة عندنا من اهل الصدق ولم يتهم بالكذب، ولقد ضربه ابن هبيرة على

---

[۱] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۶)۔ [۲] تاریخ بغداد (۱۳/۴۱۹)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

القضاء فابی ان یکون قاضیا۔[۱]

میں نے امام یحییٰ بن معینؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ میں کوئی خرابی نہیں تھی اور آپ کذب بیانی نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح میں نے امام یحییٰ کو ایک مرتبہ یہ بھی فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ ہمارے نزدیک اہل صدق میں سے ہیں اور آپ پر جھوٹ کی تہمت نہیں لگائی گئی۔ ابن ہبیرہ نے آپ کو عہدہ قضاء قبول کرنے کے لیے زدوکوب بھی کیا، لیکن آپ نے پھر بھی قاضی بننے سے انکار کر دیا۔

(۶) امام ابن معینؒ کے شاگرد رشید امام ابراہیم بن جنیدؒ (م ۲۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے امام یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی رائے (فقہ) کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

ما اری لمسلم ان ینظر فی رای الشافعی، ینظر فی رای ابی حنیفة احب الی من ان ینظر من رای الشافعی۔[۲]

میں کسی مسلمان کے لیے امام شافعیؒ کی رائے میں نظر کرنا پسند نہیں کرتا، البتہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے میں نظر کرنا مجھے امام شافعیؒ کی رائے سے زیادہ پسند ہے۔

اسی طرح امام ابن الجنیدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابن معینؒ کے سامنے ذکر کیا گیا کہ حماد بن سلمہ نے امام ابوحنیفہؒ کو برائی سے ذکر کیا ہے، تو انہوں نے فرمایا:

اساء، اساء۔[۳]

حماد بن سلمہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی برائی بیان کر کے برا کیا ہے، برا کیا ہے۔

(۷) مؤرخ اسلام امام ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے امام اوزاعیؒ (م ۱۵۷ھ) کے ترجمہ میں امام ابن معینؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

۱۔ معرفة الرجال لابن معین، روایة ابن محرز البغدادی (ص ۱۱، ۱۵ ت ۲۳۰) طبع مجمع اللغة العربیة دمشق، تاریخ بغداد (۱۳/۴۲۱)

۲۔ سؤالات ابن الجنید لابن معین (ص ۱۸۰ ت ۶۹۲) طبع الفاروق الحدیثیة القاہرۃ

۳۔ ایضاً (ص ۴۲۰ ت ۱۱۴)، نیز دیکھیے تاریخ بغداد (۱۳/۵۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

العلماء اربعة: الثوری، وابو حنیفة، ومالک والاوزاعی.[1]

علماء چار ہیں: امام سفیان ثوریؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ۔

حافظ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابن معینؒ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

الفقهاء اربعة: ابو حنیفة، وسفیان، ومالک، والاوزاعی.[2]

فقہاء چار ہیں: امام ابوحنیفہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام مالکؒ اور امام اوزاعیؒ۔

(۷) امام ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) سند متصل کے ساتھ حافظ حسین بن حبانؒ تلمیذ امام یحییٰ بن معینؒ سے ناقل ہیں کہ:

کان یحیی بن معین اذا ذکر له من یتکلم فی ابی حنیفة یقول:

حسدوا الفتی اذ الم ینالوا سعیه فالقوم اضداد له وخصوم

کضرائر الحسناء قلن لوجهها حسدًا وبغیا انه لدمیم[3]

امام یحییٰ بن معینؒ کے سامنے جب ذکر کیا جاتا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں تنقید کرتا ہے تو آپ (اس کے جواب میں) یہ اشعار پڑھتے: (اشعار کا ترجمہ) لوگ جب اس جوان کی طرح مقام حاصل نہ کر سکے تو وہ اس کے ساتھ حسد کرنے لگے۔ چنانچہ اس وجہ سے وہ اس کے دشمن اور مخالف ہو گئے۔ جیسا کہ خوبصورت عورت کی سوکنیں اس کے ساتھ حسد اور دشمنی کی وجہ سے اس کو بدصورت کہتی ہیں۔

قارئین! حدیث اور اسماء الرجال کی بلند پایہ شخصیت امام یحییٰ بن معینؒ کے امام اعظمؒ کے بارے میں توثیقی اقوال میں سے صرف یہ چند اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔ ان سے آپ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی نظر میں امام اعظمؒ کا محدثانہ مقام کس قدر بلند تھا؟ اور آپ ان کے نزدیک ثقاہت کے کس اعلیٰ مقام پر فائز تھے؟

ان مذکورہ اقوال میں سے پہلے قول سے تو یہ بھی واضح ہو گیا کہ کم از کم امام یحییٰ بن معینؒ کے زمانے تک کسی نے امام اعظمؒ کو ضعیف نہیں کہا تھا۔

۱۔ البدایہ والنہایہ (۱۰/۱۰۷)
۲۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۲) ۳۔ ایضاً (ص ۱۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

آخر میں یہ بھی ملحوظ رہے کہ امام ابن معینؒ سے امام صاحبؒ کے متعلق صرف توثیق اقوال ہی ثابت ہیں اور ان سے آپ کے بارے میں جرح کا کوئی ادنیٰ سا کلمہ بھی ثابت نہیں۔ جیسا کہ جماعت غیر مقلدین کے بزرگ عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ نے بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

امام یحییٰ بن معینؒ جرح میں متشددین میں سے ہیں، باوجود اس کے وہ امام ابوحنیفہؒ پر جرح نہیں کرتے۔[1]

۲۔ استاذ المحدثین امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ)

یہ بھی علم حدیث و اسماء الرجال کے بلند پایہ اور عظیم المرتبت امام ہیں۔ تمام مشہور ائمہ حدیث، امام بخاریؒ، امام نسائیؒ اور امام ابوداؤدؒ وغیرہ ان کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) فرمایا کرتے تھے:

ما استصغرت نفسي عند احد الا عند علي بن المديني.[2]

میں نے اپنے آپ کو سوائے امام علی بن مدینیؒ کے کسی کے سامنے کمتر نہیں سمجھا۔

امام موصوف بھی امام اعظمؒ کی توثیق کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے ان سے نقل کیا ہے کہ:

ابو حنيفة روى عنه الثوري وابن المبارك وحماد بن زيد و هشيم و وكيع بن الجراح و عباد بن العوام وهو ثقة لا بأس به.[3]

امام ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوریؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، حماد بن زیدؒ، ہشیم بن بشیرؒ، وکیع بن جراحؒ اور عباد بن عوامؒ جیسے ائمہ نے حدیث روایت کی ہے اور امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں اور ان میں کوئی خرابی نہیں ہے۔

۳۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام شعبہ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ)

امام شعبہؒ کا پایہ علم حدیث میں اس قدر بلند تھا کہ محدثین میں یہ "امیر المؤمنین فی الحدیث" کے لقب سے یاد کیے جاتے تھے۔

۱۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۱۰۸)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۱۵)
۳۔ جامع بیان العلم و فضلہ (ج ۲ ص ۱۴۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرماتے ہیں کہ اگر شعبہؒ نہ ہوتے تو عراق میں حدیث معروف ہی نہ ہوتی۔

امام صالح جزرہؒ (م ۲۹۳ھ) فرماتے ہیں کہ اسماء الرجال میں سب سے پہلے امام شعبہؒ نے کلام کیا، پھر امام یحییٰ قطانؒ نے اس میں ان کی پیروی کی۔

امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ شعبہؒ حدیث اور اسماء الرجال کی معرفت میں گویا ایک پوری امت تھے۔

حدیث اور اسماء الرجال کے اس عظیم المرتبت امام کو امام ابوحنیفہؒ سے خصوصی لگاؤ تھا، اور یہ آپ کی بڑی تعریف وتوصیف کیا کرتے تھے۔ چنانچہ امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے امام یحییٰ بن آدمؒ (م ۲۰۳ھ) سے ان کا یہ قول باسند نقل کیا ہے:

كان شعبة اذا سئل عن ابي حنيفة اطنب في مدحه و كان يهدي اليه في كل عام طرفة.[1]

امام شعبہؒ سے جب امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ آپ کی بہت زیادہ تعریف کرتے اور ہر سال وہ آپ کی طرف کوئی تحفہ بھیجتے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے امام صاحبؒ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ:

ثقة ما سمعت احدا ضعفه، هذا شعبة بن الحجاج يكتب اليه ان يحدث ويامره و شعبة شعبة.[2]

امام ابوحنیفہؒ ثقہ ہیں، میں نے کسی آدمی سے بھی امام ابوحنیفہؒ کو ضعیف کہتے ہوئے نہیں سنا۔ یہ شعبہ بن حجاجؒ ہیں جو ان کو لکھ رہے ہیں اور ان سے کہہ رہے ہیں کہ وہ حدیث بیان کریں، اور شعبہؒ تو شعبہؒ ہی ہیں۔

یعنی امام شعبہؒ جیسے عظیم المرتبت امام جس شخص کو حدیث بیان کرنے کا کہہ رہے ہیں، کیا وہ بحر تحریر یا علم حدیث میں کوئی معمولی شخص ہو سکتا ہے؟

اسی طرح حافظ ابن عبدالبرؒ اور حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے امام شعبہؒ کے شاگرد

---

[1] مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۰۲) للمکیؒ
[2] الانتقاء (ص ۱۲۷)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام شبابہ بن سوارؒ (م ۲۰۴ھ)، جو ثقہ حافظ الحدیث تھے[1]، سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

کان شعبة حسن الرائی فی ابی حنیفة وکان ینشدنی ابیات مساور الوراق:

اذا ما الناس یوما قایسونا ... بآبدة من الفتیا طریفة

رمیناهم بمقیاس مصیب ... صلیب من طراز ابی حنیفة

اذا سمع الفقیه به وعاه ... واثبته بحبر فی صحیفه[2]

امام شعبہؒ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے اور وہ مجھے آپ کی مدح میں مساور وراقؒ کے یہ اشعار سنایا کرتے تھے۔ ان اشعار کا ترجمہ ہے: جب لوگ ہمارے عجیب اور عمدہ مسئلہ کا قیاس سے مقابلہ کرتے ہیں تو ہم ان پر امام ابوحنیفہؒ کے طرز پر ایسا درست اور مضبوط قیاس پھینکتے ہیں کہ جب ایک فقیہ اس کو سنتا ہے تو اس کو یاد کر لیتا ہے اور سیاہی سے اس کو اپنے دفتر (رجسٹر) میں لکھ لیتا ہے۔

نیز امام ابوالقاسم بن کاس نخعیؒ (م ۳۲۴ھ) نے امام شبابہ بن سوارؒ کا بیان یوں نقل کیا ہے:

کان شعبة حسن الرای فی ابی حنیفة کثیر الترحم علیه.[3]

امام شعبہؒ امام ابوحنیفہؒ کی بابت اچھی رائے رکھتے تھے اور وہ آپ کے لیے دعائے رحمت کیا کرتے تھے۔

حافظ ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے امام شعبہؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

انا اعلم ان العلم جلیس النعمان کما اعلم ان النهار لہ ضوء یجلو ظلمة اللیل.[4]

میں علم (علم سے یہاں مراد علم حدیث ہے، کیونکہ شعبہؒ حدیث کے امام ہیں۔ ناقل) کو امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا ہم نشین ایسا ہی جانتا ہوں جیسا کہ میرے علم میں

۱۔ تقریب التہذیب (۱/۳۵۰)

۲۔ ایضاً (ص ۱۲۶)؛ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲ ص ۱۴۹)؛ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۲۹)۔

۳۔ عقود الجمان (ص ۲۰۳)۔

۴۔ عقود الجمان (ص ۲۰۲)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے کہ دن روشن ہے اور اس کی روشنی رات کے اندھیرے پر چھا جاتی ہے۔

علاوہ ازیں امام شعبہؒ نے امام اعظمؒ سے روایت حدیث بھی کی ہے، جیسا کہ امام اعظمؒ کے تلامذہ کے بیان میں بحوالہ گزر چکا ہے۔ امام شعبہؒ کا امام اعظمؒ سے روایت کرنا بھی باقرار غیر مقلدین ایک مستقل دلیل ہے کہ امام شعبہؒ کے نزدیک امام اعظمؒ روایت حدیث میں ثقہ ہیں، کیونکہ امام شعبہؒ صرف ثقہ راوی سے ہی روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ مولانا عبدالرؤف سندھو غیر مقلد لکھتے ہیں:

> شیخ احمد شاکر (مشہور غیر مقلد عالم) فرماتے ہیں کہ محمد بن مہران سے شعبہ نے بھی روایت لی ہے اور وہ ثقہ ہی سے روایت لیتے ہیں۔[1]

نیز آپ شروع کتاب میں پڑھ چکے ہیں کہ امام شعبہؒ نے امام صاحبؒ کی وفات پر آپ کے علمی مقام کو زبردست خراج تحسین پیش کیا تھا اور فرمایا تھا کہ امام ابوحنیفہؒ کی وفات سے کوفہ سے علم کا نور گل ہو گیا، اور اب کوفہ والے ان جیسا شخص نہیں دیکھیں گے۔

الحاصل، امام شعبہؒ کی نظر میں امام صاحبؒ کا علم حدیث میں مقام بہت بلند تھا اور ان کے نزدیک آپ روایت حدیث میں ثقہ تھے۔

۲۔ سید الحفاظ امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)

امام ثوریؒ کی امامت، جلالت شان اور علمی کمالات پر سب کا اتفاق ہے۔ امام شعبہؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ محدثین ان کو "امیر المومنین فی الحدیث" قرار دیتے ہیں۔[2]

آپ امام صاحبؒ کے تلامذہ کے بیان میں پڑھ چکے ہیں کہ امام ثوریؒ نے امام صاحبؒ کے معاصر ہونے کے باوجود آپ سے حدیث اور فقہ دونوں علوم میں استفادہ کیا، اور موصوف علمی مسائل میں بھی امام صاحبؒ کی اس قدر اتباع کرتے تھے کہ امام صاحبؒ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ سفیان ثوریؒ مجھ سے بھی زیادہ امام ابوحنیفہؒ کی اتباع کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں انہوں نے آپ کی علم حدیث میں توثیق بھی کی ہے۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اور حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے سند متصل کے ساتھ امام عبداللہ بن

---

[1] القول المقبول بشرح صلوٰۃ الرسول (ص ۳۸۹)

[2] ان کے مناقب کے لیے دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۵۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کا یہ ارشاد نقل کیا ہے:

سمعت سفیان الثوری یقول کان ابو حنیفة شدید الاخذ للعلم ذابا عن حرم للہ ان تستحل یاخذ بما صح عنده من الاحادیث التی کان یحملها الثقات وبالآخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبما ادرک علیہ علماء الکوفة ثم شنع علیہ قوم یغفر اللہ لنا ولهم.[1]

میں نے امام سفیان ثوریؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابو حنیفہ علم (حدیث) کو نہایت مضبوطی سے تھامنے والے تھے، اور حدود اللہ کی بے حرمتی کی بہت روک تھام کرنے والے تھے۔ آپ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو آپ کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہو، اور جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل مذکور ہو۔ نیز جس حدیث پر آپ نے علماء کوفہ کو عمل پیرا ہوتے ہوئے پایا تھا۔ لیکن پھر بھی کچھ لوگوں نے آپ پر (بلا وجہ) تنقید کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اور ان لوگوں کی مغفرت فرمائے۔

غور فرمائیں! حضرت امام ثوریؒ نے کس اعلیٰ پیرایہ میں امام صاحبؒ کے محدثانہ مقام کو اجاگر کیا ہے اور کتنے عمدہ الفاظ میں آپ کی توثیق بیان فرمائی ہے۔ جَزَاهُ اللّٰهُ عَنَّا اَحْسَنَ الْجَزَاءِ.

نیز قاضی ابو القاسم بن کاسؒ (م ۳۲۴ھ) اپنی سند کے ساتھ امام ثوریؒ کے شاگرد امام محمد بن مہاجرؒ سے نقل کرتے ہیں کہ:

سمعت سفیان الثوری یقول: ان الذی یخالف ابا حنیفة یحتاج ان یکون اعلیٰ منه قدرا او اوفر علما، و بعید ما یوجد ذلک.[2]

میں نے امام سفیان ثوریؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص امام ابو حنیفہؒ کی مخالفت کرتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ آپ سے اونچے درجے کا ہو اور آپ سے زیادہ علم والا ہو، لیکن کسی میں اس خوبی کا پایا جانا بعید ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحبؒ غیر مقلد اور ان کے شاگرد مولانا عبیداللہ رحمانیؒ

۱۔ الانتقاء (ص ۱۴۲)؛ اخبار ابی حنیفہ (ص ۹۹)

۲۔ عقود الجمان (ص ۱۹۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

نیز متعلد لکھتے ہیں:

حفاظ حدیث میں سے یحییٰ بن معینؒ، ابن المدینیؒ، شعبہؒ اور سفیان ثوریؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی توثیق کی ہے۔[1]

۵۔ امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)

حضرت ابن المبارکؒ کا ترجمہ امام صاحبؒ کے تلامذہ حدیث کے بیان میں گزر چکا ہے۔ انہوں نے بھی اپنے جلیل القدر استاذ امام ابوحنیفہؒ کی زبردست توثیق کی ہے اور ان سے آپ کے فضائل و محامد میں بکثرت روایات مروی ہیں۔ چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وعن ابن المبارک روایات کثیرة فی فضائل ابی حنیفة.[2]

امام ابن المبارکؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں بہت سی روایات مروی ہیں۔

ان روایات کثیرہ میں سے چند روایات ہم امام موصوف کے ترجمہ میں نقل کر چکے ہیں، اب چند مزید روایات ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

حافظ ابن عبدالبرؒ نے سند متصل کے ساتھ امام ابن المبارکؒ کے شاگرد امام احمد بن محمد السراجؒ سے نقل کیا ہے کہ:

امام ابن المبارکؒ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہؒ پر تنقید کی تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

اُسکت واللہ لو رأیت اباحنیفة لرأیت عقلا و نبلا.[3]

خاموش ہو جا۔ اللہ کی قسم! اگر تو امام ابوحنیفہؒ کو دیکھ لیتا تو یقیناً آپ کو ایک عقل مند اور اونچے درجے کے شخص پاتا۔

امام ابومحمد حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے امام حبان بن موسیٰؒ (م ۲۳۳ھ) سے روایت کیا ہے کہ ایک دن امام عبداللہ بن مبارکؒ حدیث کا درس دے رہے تھے اور دوران درس فرمایا، حدثنی النعمان بن ثابت. (مجھ سے نعمان بن ثابتؒ نے حدیث بیان کی)۔ اب پر مجلس میں سے کسی

۱۔ الانتقاء (ص ۱۳۲)
۲۔ ایضاً
۳۔ تحفة الاحوذی ... (ج ۲ ص ...) ... (ص ...)

www.besturdubooks.wordpress.com

شخص نے کہا، اے ابوعبدالرحمٰن! نعمان بن ثابت سے کون شخص مراد ہیں؟ فرمایا، میری مراد امام ابوحنیفہؒ ہیں، جو ایک برگزیدہ عالم تھے۔ آپ نے جب یہ کہا تو کچھ لوگوں نے حدیث لکھنا بند کر دیا۔ آپ یہ منظر دیکھ کر کچھ دیر خاموش رہے اور پھر فرمایا:

ایہا الناس ما اسوا ادبکم، وما اجہلکم بالائمۃ وما اقل معرفتکم بالعلم واہلہ، لیس احد ان یقتدی بہ من ابی حنیفۃ، لانہ کان اماما تقیا نقیا ورعا عالما فقیہا، کشف العلم کشفا لم یکشفہ احد ببصر وفہم وفطنۃ وتقی، ثم خلف ان لا یحدثہم شہرا۔[1]

اے لوگو! تم کتنے بے ادب ہو؟ ائمہ کے مقام سے کس قدر ناواقف ہو؟ اور علم و اہلِ علم کی کتنی کم معرفت رکھتے ہو؟ کوئی شخص بھی امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ اقتداء کے لائق نہیں ہے اس لیے کہ وہ امام تھے، متقی تھے، نقی تھے، پرہیزگار تھے، عالم اور فقیہ تھے۔ انہوں نے علم کو بصیرت، سمجھداری، فطانت اور تقویٰ سے ایسے کھول کر بیان کیا کہ اس طرح کوئی نہیں کر سکا۔ پھر قسم اٹھائی کہ میں ایک مہینہ ان سے حدیث بیان نہیں کروں گا۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ امام ابراہیم بن عبداللہ الخلالؒ (م ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام عبداللہ بن مبارکؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ ایک آیت (نشانی) تھے۔ اس پر شرکاءِ مجلس میں سے ایک شخص نے کہہ دیا، اے ابوعبدالرحمٰن! وہ خیر میں آیت تھے یا شر میں؟ امام ابن المبارک نے فرمایا:

اُسکت یا ہذا فانہ یقال: غایۃ فی الشر، وآیۃ فی الخیر ثم تلا ہذہ الآیۃ وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً. (المؤمنون: ۵۰)[2]

اے فلانے! خاموش ہو جا (آیت کا لفظ تو خیر میں ہی بولا جاتا ہے اور شر کے لیے غایت کا لفظ استعمال ہوتا ہے) جیسا کہ کہا جاتا ہے، "غایۃ فی الشر" (شر میں انتہا) اور "آیۃ فی الخیر" (خیر میں نشانی)۔ پھر استدلال میں یہ آیت پڑھی، "ہم نے عیسیٰ ابن مریم اور ان کی ماں کو نشانی بنایا۔"

۱؎ عقود الجمان (ص ۱۸۹)

۲؎ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ)، جو علامہ خطیب بغدادیؒ وغیرہ محدثین کے استاذ ہیں، علامہ خطیبؒ ان کو صدوق اور حافظ ذہبیؒ ان کو ثقہ اور صاحب حدیث کہتے ہیں،[1] نے امام محمد بن مقاتل عباد انیؒ (م ۲۰۶ھ) سے، جو صدوق اور عابد تھے،[2] باسند نقل کیا ہے کہ:

ایک مرتبہ امام محمد بن واسع خراسان تشریف لے گئے۔ وہاں کے لوگوں کو جب ان کی آمد کا پتہ چلا تو وہ ان کے ارد گرد جمع ہو گئے اور ان سے فقہی مسائل دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے کہا کہ فقہ تو کوفہ کے ایک نوجوان، جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے، کا فن ہے۔ لوگوں نے کہا، وہ حدیث نہیں جانتے۔ وہاں امام عبداللہ بن مبارکؒ موجود تھے۔ انہوں نے ان لوگوں کو جواب دیا:

کیف تقولون انہ لایعرف الحدیث، لقد سئل عن الرطب بالتمر فقال لاباس بہ فقالوا حدیث سعید فقال ذاک حدیث شاذ لایؤخذ بروایۃ زید بن ابی عیاش، فقال فمن تکلم بھذا لم یکن یعرف الحدیث۔[3]

تم لوگ کیسے کہتے ہو کہ امام ابوحنیفہؒ حدیث نہیں جانتے؟ ایک دفعہ آپ سے رطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا، ایسا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس کے جواب میں لوگوں نے حضرت سعیدؒ کی حدیث پیش کی (جس میں رطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے) تو آپ نے جواب دیا، یہ حدیث شاذ ہے، اس کو زید بن ابوعیاش راوی کی وجہ سے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ امام ابن المبارکؒ نے فرمایا، جو شخص ایسی بات کرے، کیا وہ حدیث نہیں جانتا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ امام اسماعیل بن داؤدؒ سے نقل کیا ہے کہ:

کان ابن المبارک یذکر عن ابی حنیفۃ کل خیر و یزکیہ و

---

[1] ایضاً (ج ۸ ص ۷۷) العبر (ج ۲ ص ۲۳۷)
[2] تقریب التہذیب (ج ۲ ص ۲۰۶)
[3] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۲۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

وکان ابو الحسن الفزاری یکرہ اباحنیفۃ یقرضہ، ویثنی علیہ وکانوا اذا اجتمعوا لم یجتری ابواسحٰق ان یذکر اباحنیفۃ بحضرۃ ابن المبارک بشئی.[1]

امام ابن المبارکؒ جب امام ابوحنیفہؒ کا تذکرہ کرتے تو آپ کی ہر خوبی کا ذکر کرتے اور آپ کی توثیق اور تعریف وتوصیف میں رطب اللسان رہتے، جناب ابوالحسن فزاریؒ، امام ابوحنیفہؒ کو پسند نہیں کرتے تھے، لیکن جب یہ لوگ اکٹھے ہوتے تو ابواسحاق کو امام ابن المبارکؒ کی موجودگی میں یہ جرأت نہیں ہو سکتی تھی کہ وہ امام ابوحنیفہؒ کی کوئی برائی بیان کریں۔

اسی طرح حافظ ابن عبد البرؒ نے امام سنید بن سلیمان مروزی (م ۲۰۳ھ) سے باسند روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

قلت لابن المبارک وضعت من رأی ابی حنیفۃ ولم تضع من رأی مالک قال لم اره علما.[2]

میں نے امام ابن المبارکؒ سے پوچھا کہ آپ نے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ تو لکھی ہے لیکن امام مالکؒ کی فقہ کیوں نہیں لکھی؟ انہوں نے فرمایا، میں نے اس کو علم ہی نہیں سمجھا۔ یعنی امام مالکؒ کی فقہ کا مرتبہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ سے بہت کم ہے۔

نیز ابن عبد البرؒ نے نقل کیا ہے کہ امام ابن المبارکؒ کو کہا گیا کہ فلاں شخص امام ابوحنیفہؒ کی برائی بیان کرتا ہے تو انہوں نے اس کے جواب میں ابن الرقیات شاعر کا یہ شعر پڑھا:

حسدوک ان رآوک فضلک اللہ
لہ بما فضلت بہ النجباء[3]

لوگ آپ (امام ابوحنیفہؒ) سے حسد کرتے ہیں، جب وہ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فضیلت عطا کی ہے جو فضیلت معزز لوگوں کو عطا کی جاتی ہے۔

حافظ صیمریؒ نے باسند متصل ان سے نقل کیا ہے کہ:

۱۔ الانتقاء (ص ۱۳۲)

۲۔ جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲، ص ۱۵۷)

۳۔ ایضاً (ج ۲، ص ۱۶۱، ۱۶۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

ما رأیت نفسی فی مجلس اذل منها فی مجلس ابی حنیفة.[1]

میں اپنے آپ کو جتنا امام ابوحنیفہؒ کی مجلس میں کمتر سمجھتا تھا، اتنا میں نے کسی مجلس میں اپنے کو کمتر نہیں سمجھا۔

نیز حافظ صیمریؒ ان سے بہ سند نقل کرتے ہیں کہ:

لو کان لاحد من اهل الزمان ان یقول برأیه فابو حنیفة احق ان یقول برأیه.[2]

اگر اہلِ زمانہ میں سے کسی کو اپنی رائے سے بات کرنے کی اجازت ہے تو پھر امام ابوحنیفہؒ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ وہ اپنی رائے سے بات کریں۔

۱۔ امام المحدثین حافظ وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ)

آپ امام وکیعؒ کا ترجمہ امام صاحبؒ کے تلامذہ کے بیان میں ملاحظہ کر چکے ہیں کہ یہ علم حدیث میں کس قدر بلند مقام رکھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود ان کا امام صاحبؒ سے اتنا گہرا تعلق تھا کہ فقہی مسائل میں یہ آپ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے اور آپ سے انہوں نے احادیث بھی بڑی تعداد میں سن رکھی تھیں، جو سب کی سب ان کو زبانی یاد تھیں۔

دراصل ان کا امام صاحبؒ کی احادیث سے یہ اس قدر اعتنا اس لیے تھا کہ انہوں نے بڑے بڑے محدثین سے احادیث کا سماع کیا تھا۔ لیکن روایت حدیث میں جو احتیاط انہوں نے آپ میں دیکھی، ایسی احتیاط انہوں نے کسی میں نہیں پائی۔ چنانچہ امام حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) اپنی سند کے ساتھ ان سے نقل کرتے ہیں:

لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیره.[3]

جو احتیاط حدیث میں امام ابوحنیفہؒ سے پائی گئی ہے، ایسی احتیاط کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

امام وکیعؒ جب امام صاحبؒ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو فرماتے:

حدثنا ابو حنیفة وکان ورعا عالما.[4]

---

[1] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۱۳۹)۔ [3] ایضاً (ص ۱۳۰)

[2] مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۶۷) للمکی [4] ایضاً (ص ۱۰۴)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پرہیزگار اور عالم تھے۔

ہم سے امام ابوحنیفہؒ نے یہ حدیث بیان کی، اور آپ پرہیزگار اور عالم تھے۔

امام حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

کان وکیع جید الرائی فی ابی حنیفة و کان یصفه بالورع و صحة الدین.[1]

امام وکیع بن جراحؒ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں اچھی رائے رکھتے تھے اور آپ کو پرہیزگاری اور صحتِ دین کے ساتھ موصوف کرتے تھے۔

نیز امام صیمریؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام احمد بن محمد بغدادیؒ (م ۳۱۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ میں نے امام یحییٰ بن معینؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا:

عدل ثقة ماظنک بمن عدله ابن المبارک و وکیع.[2]

آپ سراپا عدل اور ثقہ ہیں، تیرا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جس کو عبداللہ بن مبارکؒ اور وکیع بن جراحؒ نے ثقہ قرار دیا ہے۔

۷۔ حافظ الحدیث امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ)

امام ابن عیینہ ایک مشہور محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو "الحافظ" اور "شیخ الاسلام" کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) فرمایا کرتے تھے کہ اگر امام مالکؒ اور امام سفیان بن عیینہؒ نہ ہوتے تو حجاز سے علم جاتا رہتا۔

امام عبدالرحمن بن مہدیؒ (م ۱۹۸ھ) فرماتے تھے کہ سفیان بن عیینہؒ اہل حجاز کی احادیث کے سب سے بڑے عالم تھے۔[3]

اس عظیم اور جلیل القدر محدث کے بارے میں آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ان کو سب سے پہلے بطور محدث متعارف کرانے والے امام ابوحنیفہؒ ہیں، اور یہ آپ کے اس احسان کا ہمیشہ اقرار کرتے رہے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کا اپنا بیان نقل کیا ہے:

اوّل من صیّرنی محدثا ابو حنیفة.[4]

سب سے پہلے جنہوں نے مجھے محدث بنایا، وہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

۱۔ ایضاً (ص ۷۸)

۲۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۰۱) للصیمری

۳۔ دیکھئے تذکرة الحفاظ (ج ۱ ص ۲۹۱)

۴۔ الجواہر المضیئہ (ج ۱ ص ۲۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کی تعریف میں ان سے نقل کیا ہے کہ:

ماقلت عینی مثل ابی حنیفة۔[1]

میری آنکھ نے امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص نہیں دیکھا۔

حافظ ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) ان کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

العلماء اربعة: ابن عباس فی زمانه، والشعبی فی زمانه، وابو حنیفة فی زمانه، والثوری فی زمانه۔[2]

علماء چار ہیں: حضرت عبداللہ بن عباسؓ اپنے زمانے میں، امام شعبیؒ اپنے زمانے میں، امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے میں اور امام سفیان ثوریؒ اپنے زمانے میں۔

حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے مشہور محدث امام اسحاق بن ابی اسرائیلؒ (م ۲۴۵ھ) سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ امام ابن عیینہؒ کی مجلس میں کسی شخص نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ کہہ دیے تو انہوں نے اس کو ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

مه: کان ابو حنیفة اکثر الناس صلاۃ، واعظمهم امانة، واحسنهم مروءۃ۔[3]

اس سے باز آ جا! امام ابوحنیفہ تو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے، سب سے بڑے امانتدار اور سب سے اچھے اخلاق والے تھے۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) سند متصل کے ساتھ امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ:

سمعت سفیان بن عیینة یقول کان ابو حنیفة له مروءۃ و کثرۃ صلاۃ۔[4]

میں نے امام سفیان بن عیینہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ امام ابوحنیفہؒ اچھے اخلاق اور کثرت سے نماز پڑھنے والے تھے۔

---

[1] مناقب ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۱۹)
[2] اخبار ابی حنیفة واصحابه (ص ۸۲)۔
[3] فضائل ابی حنیفة (ص ۴۸)، مناقب ابی حنیفة وصاحبیه (ص ۲۰)۔
[4] الانتقاء (ص ۱۳۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

۸۔ امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن سعید قطانؒ (م ۱۹۸ھ)

ان کا ترجمہ بھی آپ امام صاحبؒ کے تلامذہ کے تعارف میں ملاحظہ کر چکے ہیں اور وہاں آپ نے پڑھا ہے کہ فن اسماء الرجال کو سب سے پہلے انہوں نے ہی مدون کیا تھا۔

فن اسماء الرجال کے یہ عظیم سپوت بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کی زبردست توثیق کرتے ہیں، جیسا کہ ماقبل عنوان "امام اعظم قرآن وحدیث کے سب سے بڑے عالم تھے" کے ذیل میں بحوالہ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) ان کا یہ بیان گزرا ہے کہ:

انه واللّٰه لاعلم هذه الامة بما جاء عن اللّٰه و رسوله.

بخدا! امام ابو حنیفہؒ اس امت میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ وارد ہوا (یعنی قرآن وحدیث) اس کے سب سے بڑے عالم تھے۔

اسی طرح امام ابراہیم بن جنیدؒ (م ۲۶۰ھ) نے اپنے استاذ امام یحییٰ بن معینؒ (جو امام قطانؒ کے شاگرد ہیں) سے نقل کیا ہے کہ:

سمعت یحیی بن سعید یقول: انا لا نکذب اللّٰه، ربما بلغنا الشئی من قول ابی حنیفة فنستحسنه، فناخذ به.[1]

میں نے امام یحییٰ بن سعید قطانؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! میں جھوٹ نہیں بولتا، ہم (محدثین) کو بسا اوقات امام ابو حنیفہؒ کا کوئی قول مل جاتا ہے تو ہم اس کو اچھا سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

نیز آپ ان کے ترجمہ میں یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے خود اعتراف کیا ہے کہ ہم نے امام ابو حنیفہؒ سے احادیث سنی تھیں۔

جب کہ محدث امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور محدث امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے ان کو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے روایت حدیث کرنے والوں میں شمار کیا ہے۔[2]

مشہور غیر مقلد عالم مولانا ابو یحییٰ محمد شاہجہان پوریؒ (م ۱۳۳۸ھ) حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

۱۔ سوالات ابن الجنید لابن معین (ص ۳۳۳)

۲۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۹۲)، عقود الجمان (ص ۱۵۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

اور چونکہ امام صاحب اپنے وقت کے مشہور علماء میں سے تھے اور وکیع بن الجراح اور یحییٰ بن سعید کے طبقہ سے متقدم تھے، لہٰذا انہوں نے ان کے قول و مذہب کو لیا اور اس پر فتویٰ دیا۔ خصوصاً جبکہ ان کو امام صاحب سے کچھ عادۃً تلمذ کا بھی تھا۔[1]

اور مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحب غیر مقلد نے تصریح کی ہے کہ امام قطان صرف ثقہ راوی سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ بحوالہ امام عجلی لکھتے ہیں:

کان نقی الحدیث لایحدث الا عن ثقة.[2]

امام یحییٰ قطان حدیث کی بڑی چھان بین کرتے تھے اور صرف ثقہ راوی سے ہی حدیث روایت کرتے تھے۔

بنابریں امام قطان کا امام صاحب کے فقہی اقوال کو قبول کرنا اور آپ سے احادیث کی سماعت اور روایت کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امام صاحب ان کے نزدیک ثقہ ہیں۔

۱۔ شیخ الاسلام امام ابو یوسف قاضی (م ۱۸۲ھ)

آپ ان کے ترجمہ میں بحوالہ محدثین پڑھ چکے ہیں کہ یہ ایک جلیل القدر محدث، بلند پایہ حافظ الحدیث اور تمام مشہور ائمہ حدیث کے استاذ ہیں۔

امام موصوف علم حدیث میں اس قدر عظیم مقام رکھنے کے باوجود امام ابو حنیفہ کو اپنے سے زیادہ حدیث کا ماہر سمجھتے تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادی (م ۴۶۳ھ) اور ان کے استاذ امام ابو عبداللہ صیمری (م ۴۳۶ھ) نے امام ابو یوسف سے امام صاحب کے بارے میں نقل کیا ہے:

وکان هو ابصر بالحدیث الصحیح منی.[3]

امام ابو حنیفہ مجھ سے زیادہ صحیح حدیث کی بصیرت رکھتے تھے۔

امام ابن ابی العوام (م ۳۳۵ھ) اور علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) امام ابو یوسف سے نقل کرتے ہیں کہ:

کنا نختلف فی المسئلة فیاتی ابو حنیفة فنسأله فکانما یخرجها من کمه فیدفعها الینا قال وما رایت احدا اعلم بتفسیر الحدیث

۱۔ الارشاد الی سبیل الرشاد (ص ۷۴ و ۷۵) ۲۔ مقدمہ تحفۃ الاحوذی (ص ۲۳۴)
۳۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۰) و اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ (ص ۲۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہمارا بسا اوقات (امام ابو حنیفہؒ کی غیر موجودگی میں) کسی مسئلہ میں اختلاف پیدا ہو جاتا اور امام ابو حنیفہؒ جب تشریف لے آتے تو ہم وہ مسئلہ آپ سے پوچھتے۔ آپ اس مسئلہ کو اس طرح حل کر دیتے گویا آپ نے وہ مسئلہ اپنی جیب سے نکال کر ہمارے حوالے کر دیا ہے۔ نیز امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو حدیث کی تفسیر کو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ جانتا ہو۔[1]

حافظ ابو عبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام ابو یوسفؒ سے نقل کیا ہے کہ:

من جعله بينه و بين الله تعالى فقد استبرأ لدينه.[2]

جو شخص امام ابو حنیفہؒ کو اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بنالے گا وہ اپنے دین کے بارے میں بری الذمہ ہو جائے گا۔

۱۰۔ شیخ المحدثین امام حسن بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۷ھ)

یہ کوفہ کے جلیل القدر محدث، عظیم الشان عابد اور بلند پایہ فقیہ تھے، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کے ترجمے کا آغاز: الامام، القدوۃ، الفقیہ اور العابد کے القاب سے کرتے ہیں۔[3]

موصوف امام اعظمؒ کے معاصر ہیں لیکن اس معاصرت کے باوجود انہوں نے آپ سے روایت حدیث کرنے کے علاوہ آپ سے فقہ کی تعلیم بھی حاصل کی، جیسا کہ امام اعظمؒ کے تلامذہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

نیز انہوں نے علم حدیث میں آپ کی توثیق بھی بڑے عمدہ الفاظ میں کی ہے۔ چنانچہ امام حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور حافظ المغرب علامہ ابن عبدالبر مالکی (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ ان کا یہ بیان نقل کیا ہے:

كان النعمان بن ثابت فهما، عالما، متثبتا في علمه اذا صح عنده الخبر عن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يعده الى غيره.[4]

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۲۷،۲۸) الانتقاء (ص ۱۲۹)
۲۔ اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ (ص ۸۳)
۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۱۶)
۴۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۹۸) الانتقاء (ص ۱۲۸)

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت عقلمند، عالم اور اپنے علم میں پختہ تھے۔ جب آپ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث صحیح ثابت ہو جاتی تو پھر آپ کسی اور طرف توجہ نہیں دیتے تھے۔

حافظ ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے ان سے نقل کیا ہے کہ:

كان الامام ابو حنيفة رضي الله عنه شديد الفحص عن الناسخ من الحديث والمنسوخ، فيعمل بالحديث اذا ثبت عنده عن النبي صلى الله عليه وسلم وكان عارفا بحديث اهل الكوفة[1]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حدیث کے ناسخ اور منسوخ کی جانچ میں بہت شدت سے کام لیتے تھے۔ اور جب آپ کے ہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث ثابت ہو جاتی تو آپ اس پر ضرور عمل پیرا ہوتے تھے۔ نیز آپ اہل کوفہ کی احادیث کے عالم بھی تھے۔

۱۔ امام دارالہجرت امام مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ)

حضرت امام مالکؒ کی عظیم شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آپ مشہور ائمہ متبوعین میں دوسرے بڑے امام اور محبوب دو عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت گاہ اور آخری قرار گاہ "مدینہ منورہ" کے کبار محدثین اور فقہاء میں سے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ عنقریب وہ زمانہ آئے گا کہ لوگ طلب علم میں اپنے اونٹ ہنکائیں گے، لیکن مدینہ منورہ کے عالم سے بڑھ کر کسی کو عالم نہیں پائیں گے۔[2]

امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) وغیرہ محدثین کے نزدیک اس نبوی پیشین گوئی کے مصداق امام مالکؒ ہیں۔ امام مالکؒ کے متعلق آپ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت حدیث بھی کی تھی اور آپ کی کتب سے فائدہ مند بھی ہوئے تھے، جو کہ ان کی طرف سے امام صاحبؒ کے علم پر اعتماد اور آپ کی ثقاہت پر واضح دلیل ہے۔

نیز جب امام صاحبؒ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا و کرامۃ میں امام مالکؒ کے پاس تشریف لاتے تو وہ آپ کی نہایت تعظیم و توقیر بجا لاتے اور آپ کے علم کی بہت تعریف کرتے

[1] اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ (ص ۱۵) [2] جامع الترمذی (رقم الحدیث ۲۶۸۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

چنانچہ امام ابوعبداللہ صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

میں امام مالکؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک صاحب تشریف لائے، جن کو انہوں نے اونچی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ تشریف لے گئے تو اپنے طلبہ سے فرمایا تم جانتے ہو یہ کون شخص تھے؟ طلبہ نے کہا نہیں۔ فرمایا، یہ امام ابوحنیفہ عراقی تھے۔ اگر یہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ایسا ہی ہو جاتا۔ ان کو فقہ میں ایسی توفیق دی گئی ہے کہ اس میں ان کو کوئی زیادہ محنت نہیں کرنی پڑتی۔ اس کے بعد امام سفیان ثوریؒ تشریف لائے تو امام مالکؒ نے ان کو امام ابوحنیفہؒ سے کم درجہ کی جگہ پر بٹھایا۔ جب وہ چلے گئے تو فرمایا، یہ امام سفیان ثوری تھے۔ اور پھر ان کے فقہ اور ورع کا ذکر کیا۔[1]

اسی طرح قاضی ابوالقاسم بن کاسؒ (م ۳۲۴ھ) اور علامہ ابن عبدالبر (م ۴۶۳ھ) نے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) سے روایت کیا ہے کہ:

میں نے امام مالکؒ سے پوچھا کہ آپ نے عثمان بتیؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا، ہاں! درمیانے درجے کے عالم تھے۔ میں نے پوچھا آپ نے ابن شبرمہؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا، ہاں! فصیح اور عالم تھے۔ میں نے پوچھا آپ نے امام ابوحنیفہؒ کو دیکھا ہے؟ فرمایا سبحان اللہ! لم ار مثلہ، تاللہ لو قال ابو حنیفۃ ان الاسطوانۃ من ذھب، لاقام الدلیل القیاسی علی صحۃ قولہ۔[2]
سبحان اللہ! میں نے ان جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم اگر امام ابوحنیفہ کہہ دیتے کہ یہ ستون سونے کا ہے تو وہ ضرور اپنی اس بات کو کسی دلیل قیاسی سے صحیح ثابت کر دیتے۔

۱۳۔ مجدد قرن ثانی حضرت امام محمد بن ادریس شافعیؒ (م ۲۰۴ھ)

امام مالکؒ کے بعد امام شافعیؒ ہی امت مسلمہ کے سب سے بڑے امام ہیں، اور تمام علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ دوسری صدی ہجری کے مجدد تھے۔ نیز آپ کی جلالت قدر، علو مرتبت اور

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۱)

۲۔ عقود الجمان (ص ۱۸۶)، الانتقاء (ص ۱۴۳، ۱۴۴)

علمی کمالات پر بھی سب کا اتفاق ہے۔ امام موصوف بھی حضرت امام اعظم رحمہ اللہ کے علمی مقام کے بڑے معترف تھے اور تمام لوگوں کو فقہ میں امام صاحبؒ کا محتاج قرار دیتے تھے۔ چنانچہ امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے بہ سند ان سے نقل کیا ہے کہ:

الناس عیال علیٰ ابی حنیفۃ فی الفقہ۔[۱]

تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے خوشہ چین ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

من اراد ان یتبحر فی الفقہ فھو عیال علیٰ ابی حنیفۃ، ویقول کان ابوحنیفۃ ممن وفق لہ الفقہ۔[۲]

جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہتا ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کا محتاج ہے۔ اور فرمایا، امام ابوحنیفہؒ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ کی توفیق (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) دی گئی تھی۔

امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل امام شافعیؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے:

قول ابی حنیفۃ اعظم من ان یدفع بالھوینا۔[۳]

امام ابوحنیفہؒ کا قول بہت عظیم المرتبت ہے، اس کو ہم اپنی خواہشات سے رد نہیں کر سکتے۔

نیز امام صیمریؒ نے اپنی سند کے ساتھ امام شافعیؒ سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ:

من لم ینظر فی کتب ابی حنیفۃ لم یتبحر فی الفقہ۔[۴]

جو شخص امام ابوحنیفہؒ کی کتابیں نہیں دیکھے گا اس کو فقہ میں تبحر حاصل نہیں ہو سکے گا۔

مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں:

ہم بھی امام صاحب (امام ابوحنیفہؒ) کے فضائل کے منکر نہیں ہیں۔ اور شدید امام

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۷)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۵)؛ الانتقاء (ص ۱۳۶)
۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۶)
۳۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۷)
۴۔ ایضاً

www.besturdubooks.wordpress.com

شافعی کو امام ابوحنیفہؒ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ خود امام شافعی نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحب کا عیالی قرار دیا ہے۔[1]

اسی طرح امام شافعیؒ اپنے اشعار کے ذریعے بھی امام صاحبؒ کے فقہی اور محدثانہ مقام کی مدح سرائی کرتے ہیں۔ چنانچہ اپنی ایک نظم میں فرماتے ہیں:

لقد زان البلاد و من علیها	امام المسلمین ابو حنیفة
باحکام و آثار و فقه	کآیات الزبور علی الصحیفة
فما بالمشرقین له نظیر	ولا بالمغربین ولا بکوفة
فرحمة ربنا ابدا علیه	مدی الایام ما قرئت صحیفة[2]

(ترجمہ) تمام شہروں اور ان پر بسنے والے لوگوں کو مسلمانوں کے امام، امام ابوحنیفہؒ نے زینت بخشی ہے۔

احکامِ شرعیہ، احادیثِ نبویہ اور فقہ کے ساتھ جیسا کہ قرآن مجید کی آیتیں اوراق پر سجی ہوئی ہیں۔

آپ کی نظیر نہ مشرقی شہروں میں ہے، نہ مغربی شہروں میں اور نہ ہی کوفہ میں ہے۔

آپ پر ہمارے رب کی رحمتیں سدا بہار برستی رہیں، اور جب تک کہ اللہ کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت ہوتی رہے۔

۱۳۔ امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ)

آپ مشہور ائمہ متبوعین میں سے چوتھے امام اور علمِ حدیث وفقہ کے عظیم سپوت ہیں، اور آپ وہ بزرگ ہیں کہ جن کی پوری زندگی اعلاءِ کلمۃ اللہ اور تحفظِ مسلکِ اہلِ سنت میں بسر ہوئی اور دنیا جن کو امام احمد بن حنبلؒ کے نام سے جانتی ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا ترجمہ ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

شیخ الاسلام وسید المسلمین فی عصره، الحافظ الحجة.[3]

۱۔ ماہنامہ الاقصام، لاہور (۲۷ ستمبر ۲۰۰۰ء، ص ۲۸)

۲۔ دیوان الامام الشافعی (ص ۷۷)، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲، ص ۱۵، ۱۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے تھے کہ:

اللہ تعالیٰ نے دو شخصوں سے اس دین کی حفاظت کروائی۔ ایک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے کہ جس دن قبائل عرب دین سے مرتد ہوئے، اور دوسرے امام احمد بن حنبلؒ کے ذریعہ سے کہ جب فتنہ خلق قرآن برپا کر کے امت مسلمہ کو امتحان میں مبتلا کیا گیا۔[1]

امام موصوف بھی امام ابوحنیفہؒ کی طرح حکومتِ وقت کے ظلم وستم کا نشانہ بنے اور جس طرح امام صاحبؒ سلطان جابر کی بات نہ ماننے کی پاداش میں کوڑوں سے زدوکوب کیے گئے، ایسے ہی امام احمدؒ کو بھی فتنہ خلق قرآن کے وقت حق بات کہنے کی وجہ سے کوڑوں سے اپنا جسم لہولہان کرانا پڑا۔ جب آپ کو فتنہ خلق قرآن میں کوڑوں سے پیٹا جاتا تھا تو اس وقت آپ امام صاحبؒ کی سزا کو یاد کر کے اپنے غموں کو ہلکا کرتے تھے اور آپ کے لیے دعائے رحمت مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ:

وکان احمد بن حنبل اذا ذکر ذلک بکی و ترحم علی ابی حنیفة، و ذلک بعد ان ضرب احمد۔[2]

امام احمد بن حنبلؒ جب امام ابوحنیفہؒ کی سزا کو یاد کرتے تو رو پڑتے اور ان کے لیے دعائے رحمت کرتے۔ یہ امام احمدؒ کے کوڑوں سے زدوکوب ہونے کے بعد کی بات ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام احمدؒ کے شاگرد امام ابوبکر مروزیؒ (م ۲۹۲ھ)، جو ثقہ حافظ الحدیث تھے،[3] سے نقل کیا ہے کہ:

میں نے امام احمد بن حنبلؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لم یصح عندنا ان ابا حنیفة رحمه الله قال: القرآن مخلوق۔

ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے قرآن کو مخلوق کہا ہے۔

میں نے کہا، اے ابوعبداللہ! (امام احمدؒ کی کنیت) امام ابوحنیفہؒ تو علم میں بہت اونچے

[1] ایضاً

[2] تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۲۸)

[3] تقریب التہذیب (ج ۱ ص ۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

درجے پر فائز تھے۔ امام احمدؒ نے اس پر فرمایا: سبحان اللّٰہ ھو من العلم والورع والزھد وایثار دار الآخرۃ بمحل لایدرکہ فیہ احد، ولقد ضرب بالسیاط علی ان یلی القضاء لابی جعفر فلم یفعل۔[1]

سبحان اللہ! آپ واقعی علم، پرہیزگاری، دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دینے میں ایسے مقام پر فائز تھے کہ جس پر کوئی نہیں پہنچ سکا۔ آپ کو ابوجعفر منصور کے زمانے میں عہدہ قضا قبول کرانے کے لیے کوڑوں سے زخمی کیا گیا لیکن پھر بھی آپ اس کے لیے آمادہ نہیں ہوئے۔

نیز امام محمد بن حسنؒ کے ترجمہ میں بحوالہ امام سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ)، امام احمدؒ کا یہ ارشاد نقل ہو چکا ہے کہ جب امام ابوحنیفہؒ، امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول کسی مسئلہ میں مل جائے تو پھر کسی کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں کرنی چاہیے۔

۱۴۔ حافظ کبیر امام ابوعبدالرحمٰن عبداللہ بن یزید المقری (م ۲۱۳ھ)

یہ ایک ثقہ محدث اور جلیل القدر حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کا تعارف: الامام، المحدث اور شیخ الاسلام کے القاب سے شروع کرتے ہیں۔[2]

علم حدیث کے تمام مشہور اور کبار ائمہ، امام بخاریؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اسحاق بن راہویہؒ وغیرہ کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے اور یہ سب ان کی توثیق و تعریف کرنے والوں میں سے ہیں۔[3] جبکہ یہ خود امام اعظم ابوحنیفہؒ کے خصوصی تلامذہ حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام صاحبؒ کے ترجمہ میں ان کو آپ کے خصوصی تلامذہ حدیث کی فہرست میں ذکر کیا ہے۔[4]

اسی طرح حافظ ذہبیؒ نے امام مقریؒ کے ترجمہ میں ان کے جو آٹھ کبار اساتذہ حدیث کے نام گنائے ہیں، ان میں انہوں نے امام صاحبؒ کے اسم گرامی کو بھی گنایا ہے۔[5]

۱۔ مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ (ص ۲۷)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۲۶۹)
۳۔ دیکھئے: تہذیب التہذیب (ج ۶، ص ۸۳، ۸۴، ترجمہ امام مقری)
۴۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۶۸)
۵۔ ایضاً (ج ۱، ص ۲۶۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی طرح دیگر محدثین حافظ ابن حجرؒ وغیرہ بھی ان کو امام صاحبؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار کرتے ہیں۔[1]

امام مقریؒ کو حضرت امام صاحبؒ سے خصوصی لگاؤ تھا اور یہ آپ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف تھے۔

چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بالسند نقل کیا ہے کہ جب یہ امام ابوحنیفہؒ کی سند سے کوئی حدیث بیان کرتے تو فرماتے: حدثنا شاهنشاه.[2]

ہم سے اس شخص نے حدیث بیان کی ہے جو سب محدثین کا شہنشاہ یعنی سرخیل تھا۔[3]

نیز امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور حافظ ابن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے نقل کیا ہے کہ جب امام مقریؒ امام صاحبؒ کی سند سے حدیث بیان کرتے تو فرماتے:

حدثني العالم الفقيه ابو حنيفة.[4]

مجھ سے عالم اور فقیہ امام ابوحنیفہؒ نے حدیث بیان کی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام مقریؒ کے شاگرد امام محمد بن اسماعیل صائغؒ، جو صدوق تھے،[5] سے روایت کرتے ہیں کہ:

1۔ تہذیب التہذیب (ج ۳، ص ۳۰۲؛ ج ۵، ص ۶۲۰)

2۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۴۴)

3۔ واضح رہے کہ حدیث میں کسی کو مطلق "شہنشاہ" کہنے کی ممانعت آئی ہے، لیکن یہاں امام ابوعبدالرحمان مقریؒ نے امام اعظمؒ کو جو "شہنشاہ" کہا ہے، اس سے ان کی مراد آپ کا مطلق "شہنشاہ" ہونا نہیں ہے، بلکہ ان کی مراد یہ ہے کہ آپ تمام اہلِ علم کے شہنشاہ ہیں، جیسا کہ بعض محدثین کو "امیر المؤمنین فی الحدیث" کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مشہور محدث و فقیہ امام اسحاق بن راہویہؒ کو بھی محمد بن اسحاق ثقفیؒ نے شہنشاہ کہا ہے۔ (الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث: ص ۳۶۵) امام خلیلیؒ نے اس کا مطلب "شہنشاہ الحدیث" اور "شہنشاہ العلماء" بیان کیا ہے۔ (ایضاً: ص ۱۱۹، ۳۲۴) لہٰذا یہاں بھی امام مقریؒ نے امام اعظمؒ کو جو "شہنشاہ" کہا ہے، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ آپ حدیث میں تمام محدثین کے شہنشاہ اور سرخیل ہیں۔ فلا اشکال۔

4۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۲)؛ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۶۷) للمقدسی

5۔ تقریب التہذیب (ج ۲، ص ۵۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

ایک دفعہ امام ابوعبدالرحمٰن مقریؒ کی مجلسِ درس میں بعض لوگوں نے ان سے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث سنانے کی فرمائش کی، جبکہ کچھ لوگوں نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ امام مقریؒ نے ان مخالفین سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

ویحکم اتدرون من کان ابو حنیفة، ما رأیت احدا مثل ابی حنیفة.[1]

تم لوگوں پر تعجب ہے، تم جانتے ہی نہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کون تھے؟ میں نے تو امام ابوحنیفہؒ جیسا شخص کوئی نہیں دیکھا۔

۱۵۔ فخر المحدثین امام عبیداللہ بن محمد المعروف بابن عائشہؒ (م ۲۲۸ھ)

یہ بھی ایک بلند پایہ محدث اور امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوحاتم رازیؒ، امام ابوزرعہؒ اور امام ابراہیم حربیؒ وغیرہ جیسے کبار ائمہ حدیث کے استاذ ہیں۔

امام ابراہیم حربیؒ (م ۲۸۵ھ) فرماتے تھے کہ میری آنکھوں نے ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔ امام ابوحاتمؒ ان کو صدوق اور ثقہ کہتے ہیں۔ امام ساجیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ یہ بلااختلاف اہلِ بصرہ کے سردار تھے۔ امام ابن حبانؒ ان کو مستقیم الحدیث قرار دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں کہ یہ حافظ الحدیث اور انسابِ عرب کے عالم تھے۔[2]

ائمہ حدیث کے یہ محبوب اور عظیم المرتبت استاذ بھی حضرت امام صاحبؒ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف تھے اور کسی سے وہ آپ کی مخالفت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ امام احمد بن عبدہؒ (م ۲۴۵ھ) قاضی "رے" نے اپنے والد امام عبدہؒ سے، جو کہ امام ابن عائشہؒ کے شاگرد ہیں، روایت کیا ہے کہ:

ایک دفعہ ہم امام ابن عائشہؒ کی مجلسِ درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی سند سے ایک حدیث بیان کی۔ اس پر مجلس میں سے کسی شخص نے کہہ دیا کہ ہمیں ان کی حدیث نہیں چاہیے۔ امام ابن عائشہؒ نے اس کو جواب میں فرمایا:

اما انکم لو رأیتموہ لاردتموہ، وما اعرف لہ ولکم مثلاً الا ما قال

۱۔ الانتقاء (ص ۱۳۷)

۲۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۷ ص ۴۵ تا ۴۷ ترجمہ ابن عائشہؒ)

www.besturdubooks.wordpress.com

الشاعر:

تم لوگوں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا نہیں ہے، اگر تم ان کو دیکھ لیتے تو ضرور ان کو چاہنے لگتے تمہاری اور ان کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شاعر نے کہا ہے:

اقلوا علیہ ویحکم لا ابالکم

من اللوم او سدو المکان الذی سدا[1]

تمہارے لیے بُرا ہو اور تمہارے والدین مر جائیں، اس پر ملامت کرنا کم کردو، یا اس جگہ کو پُر کرو جس کو اس نے پُر کیا تھا۔

یعنی وہ کام کر کے دکھاؤ جو انہوں (امام اعظمؒ) نے کر دکھایا۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اس حوالہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

سبحان اللہ! کیسے عجیب پیرائے میں اعلیٰ درجہ کی تعریف کی ہے۔[2]

۱۴۔ محدث کبیر امام عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ (م ۲۱۳ھ)

موصوف حدیث کے جلیل القدر امام اور عظیم المرتبت حافظ الحدیث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز: الحافظ، الامام اور القدوۃ کے القاب سے کیا ہے۔ دیگر تمام مشہور محدثین نے بھی ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ استاذ المحدثین امام وکیعؒ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ:

امام خریبیؒ کے چہرے کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔[3]

امام خریبیؒ جیسے محدث کبیر نے اپنے متعدد بیانات میں امام اعظمؒ کی زبردست الفاظ میں توثیق کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے امام یحییٰ بن اکثمؒ (م ۲۴۲ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

ان الخریبی قیل لہ رجع ابو حنیفۃ عن مسائل کثیرۃ، قال: انما یرجع الفقیہ اذا اتسع علمہ.[4]

---

[1] تاریخ بغداد (ج ۱۳ص ۳۶۵)؛ تہذیب التہذیب (ج ۵ص ۶۳۰) وغیرہ
[2] تاریخ اہل حدیث (ص ۸۲)
[3] دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۲۴۷)؛ تہذیب التہذیب (ج ۳ص ۱۲۲)
[4] تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ص ۲۴۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام خریبیؒ سے کہا گیا کہ امام ابوحنیفہؒ نے بہت سے مسائل سے رجوع کر لیا تھا۔ اس پر انہوں نے فرمایا فقیہ رجوع اس وقت کرتا ہے جب اس کا علم وسیع ہوتا ہے (لہٰذا امام ابوحنیفہؒ کا ان مسائل سے رجوع کرنا آپ کے وسیع العلم ہونے کی دلیل ہے)۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بھی امام خریبیؒ سے اسی طرح کا قول بہ سند متصل نقل کیا ہے۔[1]

نیز علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور ان کے استاذ امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بہ سند متصل خود امام خریبیؒ سے نقل کیا ہے کہ:

الناس فی ابی حنیفة حاسد و جاهل ، و احسنهم عندی حالا الجاهل.[2]

امام ابوحنیفہؒ پر تنقید کرنے والے لوگ دو طرح کے ہیں: ایک حاسدین ہیں جو حسد کی وجہ سے آپ پر تنقید کرتے ہیں، دوسرے وہ جاہل لوگ جو آپ کے مرتبہ سے ناواقف ہیں۔ اور میرے نزدیک حاسد سے جاہل اچھی حالت میں ہے۔

اسی طرح امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) سند متصل کے ساتھ امام سعد بن روحؒ سے ناقل ہیں کہ ایک شخص نے امام خریبیؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے ناقدین کے متعلق دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا:

واللّٰه ما عابوا علیه فی شیء الا انه قال فاصاب و قالوا فاخطأوا ولقد رأیته یسعی بین الصفا والمروة والامعة و کانت الاعین محیطة به.[3]

اللہ کی قسم! ان لوگوں نے امام ابوحنیفہؒ پر جس چیز میں بھی نکتہ چینی کی ہے اس میں امام ابوحنیفہؒ درست تھے اور یہ لوگ غلطی پر تھے۔ میں اور امام صاحبؒ اکٹھے صفا اور مروہ کے درمیان سعی کر رہے تھے۔ اس دوران میں نے لوگوں کو دیکھا کہ سب

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۵)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۹) اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ (ص ۸۵)

۳۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۶) الجواہر المضیئہ (ج ۱ ص ۳۷۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

کی نظریں آپ پر جمی ہوئی تھیں (یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو لوگوں میں بڑی مقبولیت دے رکھی تھی، جس کی وجہ سے حاسدین آپ پر حسد کرتے تھے)۔

نیز امام صیمریؒ نے اپنی سند کے ساتھ ان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ:

کان واللہ ابو حنیفة انفع للمسلمین منهما. یعنی حماد بن سلمة و حماد بن زید۔[1]

اللہ کی قسم! امام ابو حنیفہؒ امام حماد بن سلمہؒ اور امام حماد بن زیدؒ (یہ دونوں جلیل القدر محدث ہیں۔ ناقل) سے بھی زیادہ امت مسلمہ کے لیے نفع مند تھے۔

۱۷۔ عابد الحرمین امام فضیل بن عیاضؒ (م ۱۸۷ھ)

یہ جلیل القدر محدث اور مشہور ولی اللہ ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو الامام، القدوۃ اور شیخ الاسلام کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[2] نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وکان اماما، ربانیا، صمدانیا، فاتنا، ثقة، کبیر الشان۔[3]

موصوف امام اعظمؒ کے تلامذہ میں سے ہیں، جبکہ امام شافعیؒ وغیرہ ان کے تلامذہ میں داخل ہیں۔ حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) بحوالہ حافظ ابو عبد اللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) لکھتے ہیں:

انه احد من اخذ الفقه عن ابی حنیفة و روی عنه الامام الشافعی فاخذ عن امام عظیم واخذ عنه امام عظیم وهو امام عظیم نفعنا اللہ بهم آمین.[4]

امام فضیلؒ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے علم فقہ کی تحصیل کی، جبکہ خود ان سے امام شافعیؒ روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح انہوں نے ایک عظیم الشان امام (امام ابو حنیفہؒ) سے علم حاصل کیا، اور خود ان سے ایک عظیم الشان امام (امام شافعیؒ) نے اخذِ علم کیا اور یہ خود بھی عظیم الشان امام ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان سب سے فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

موصوف حضرت امام اعظمؒ کے بڑے مداح ہیں اور انہوں نے آپ کے علمی مقام کو بڑا

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۸۵)
۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۱۸۰)
۳۔ ایضا
۴۔ الجواہر المضیئۃ (ج ۱، ص ۴۰۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

سراہا ہے۔ چنانچہ امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) وغیرہ محدثین نے ان سے نقل کیا ہے کہ:

کان ابو حنیفة رجلا فقیها معروفا بالفقه مشهورا بالورع، واسع المال معروفا بالافضال علی کل من یطیف به صبورا علی تعلیم العلم باللیل والنهار، حسن اللیل کثیر الصمت قلیل الکلام حتی ترد مسئلة فی حرام او حلال، وکان یحسن یدل علی الحق هاربا من مال السلطان واذا وردت علیه مسئلة فیها حدیث صحیح اتبعه، وان کان عن الصحابة والتابعین، والا قاس فاحسن القیاس.[1]

امام ابوحنیفہؒ ایک فقیہ تھے۔ علم فقہ کے ساتھ معروف اور ورع وتقویٰ کے ساتھ مشہور تھے، بڑے مالدار تھے، اپنے پاس آنے والے حاجت مندوں پر سخاوت کرنے میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ رات دن تعلیم علم میں مصروف رہتے، رات کو عبادت کرتے، اکثر خاموش رہتے اور بہت کم بات کرتے تھے۔ لیکن جب کوئی حلال یا حرام کا مسئلہ ان کے سامنے پیش ہوتا تو پھر بہت اچھی طرح سے حق بات پر دلیل قائم کرتے۔ بادشاہوں کے مال سے دور بھاگنے والے تھے۔ جب کوئی ان کے سامنے مسئلہ پیش ہوتا تو اگر اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث وارد ہوتی تو اس کی پیروی کرتے۔ اگر صحیح حدیث نہ ملتی تو پھر صحابہ اور تابعین میں سے کسی کا قول مل جاتا تو اس کو لے لیتے، ورنہ قیاس کرتے اور قیاس کرنے میں بڑی عمدگی دکھاتے تھے۔

غور فرمائیں! کس قدر عمدہ پیرائے میں امام فضیلؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے تمام علمی و عملی کمالات کو اجاگر کیا ہے، اور کس احسن انداز میں واضح کیا ہے کہ آپ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بلند پایہ محدث بھی تھے کہ آپ صحیح حدیث کو پہچان کر اس پر عمل پیرا ہوتے۔ اور اگر صحیح حدیث نہ ملتی تو پھر صحابہؓ و تابعینؒ کے آثار کی پیروی کرتے۔ اور اگر ان کے آثار بھی نہ ملتے تو تب جا کر قیاس کرتے اور قیاس بھی آپ کا بڑا عمدہ ہوتا تھا۔

اب کسی شخص کے محدثانہ مقام کو اس سے بہتر کیسے بیان کیا جا سکتا ہے؟

---

[1] تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۰)، تہذیب الانساب (ج ۲ ص ۲۹۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

۱۷۔ حافظ الحدیث امام عیسیٰ بن یونس بن ابی اسحاق سبیعیؒ (م ۱۸۷ھ)

امام عیسیٰ مشہور حافظ الحدیث اور نہایت بلند پایہ محدث ہیں۔ ان کے بھائی امام اسحاق بن یونس، والد امام یونس بن ابی اسحاقؒ اور دادا امام ابو اسحاق سبیعیؒ (استاذ امام ابو حنیفہؒ) بھی جلیل القدر ائمہ حدیث ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو الامام، القدوۃ اور الحافظ کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[۱]

امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) فرماتے ہیں کہ:

محدثین میں ایک جماعت ابناء کی ایسی ہے جو ہمارے نزدیک اپنے آباء سے بھی اثبت (زیادہ پختہ کار) ہیں جن میں سے ایک عیسیٰ بن یونسؒ بھی ہیں۔[۲]

امام موصوف نے اس جلالت قدر کے باوجود امام ابو حنیفہؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے اور آپ سے حدیث اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ چنانچہ امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

اكثر عن ابي حنيفة الرواية في الحديث والفقه.[۳]

انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے حدیث اور فقہ کی بکثرت روایت کی ہے۔

"سنن النسائی" میں امام صاحبؒ کی جو حدیث مروی ہے، اس کو بھی آپ سے روایت کرنے والے یہی ہیں، جیسا کہ عنقریب آرہا ہے۔

نیز امام مکیؒ نے ان کے شاگرد امام محمد بن داؤد (م ۲۵۰ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

ایک دفعہ ہم عیسیٰ بن یونسؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی ایک کتاب نکالی، جس کا درس دینا چاہتے تھے۔ اس پر اہل مجلس میں سے ایک شخص نے ان سے کہہ دیا کہ آپ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں؟ انہوں نے اس سے فرمایا:

رضيت به حيا الا ارضى به بعد الموت.[۴]

یعنی جب امام صاحبؒ سے آپ کی زندگی میں راضی رہا تو اب آپ کی وفات کے

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۷۹) ۲۔ الجواہر المضیۃ (ج ۱ ص ۴۰۲)
۳۔ مناقب ابی حنیفہ (ج ۲ ص ۲۱۱) للمکی ۴۔ ایضاً

بعد کہیں تو آپ سے راضی رہوں گا۔

حافظ ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ موصوف کے شاگرد حافظ سلیمان شاذکونیؒ (م ۲۳۴ھ) سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے امام عیسیٰ بن یونسؒ نے فرمایا:

لا تتکلمن فی ابی حنیفة بسوء ولا تصدقن احدا یسیئ القول فیه، فانی واللہ مارایت افضل منه ولا اورع منه ولا افقه منه۔[1]

تم امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ہرگز کوئی بری بات زبان پر نہ لانا، اور نہ ہی کسی ایسے شخص کی تصدیق کرنا جو امام صاحب کو برائی سے یاد کر رہا ہو، اس لیے کہ بخدا! میں نے کوئی شخص آپ سے افضل نہیں دیکھا، اور نہ ہی کوئی آپ سے بڑا پارسا اور آپ سے زیادہ فقیہ دیکھا ہے۔

۱۹۔ سید الحفاظ والمحدثین امام ابوعبد الرحمٰن نسائیؒ (م ۳۰۳ھ)

علم حدیث و اسماء الرجال کے یہ مشہور اور عظیم الشان امام ہیں۔ ان کا مجموعہ حدیث، جو "سنن نسائی" کے نام سے مشہور ہے، صحاح ستہ میں شامل ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور ترجمے کا آغاز: الحافظ، الامام، شیخ الاسلام..... صاحب السنن کے الفاظ سے کیا ہے۔[2]

امام موصوف شروع میں امام ابوحنیفہؒ سے کچھ بدظن تھے، اور اسی بدظنی میں آپ پر تنقید بھی کر ڈالی۔ لیکن بعد میں جب آپ کا عظیم علمی مقام ان پر واضح ہوا تو انہوں نے اپنی اس جرح سے رجوع کر لیا، اور آپ کی روایت کو اپنی "سنن" میں بھی نقل کیا۔ چنانچہ "باب من وقع علیٰ بھیمة" کے ذیل میں فرماتے ہیں:

أخبرنا علی بن حجر قال: انا عیسیٰ بن یونس عن النعمان، یعنی ابن ثابت ابی حنیفة عن عاصم هو ابن عمر عن ابی رزین عن عبد اللہ بن عباس قال: لیس علی من اتی بھیمة حد۔

ترجمہ: ہم سے علی بن حجر نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے عیسیٰ بن یونسؒ نے بیان کیا، وہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت سے روایت کرتے ہیں، وہ عاصم یعنی ابن عمر

---

[1] الانتقاء (ص ۱۴۱، ۱۴۲)۔

[2] تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۱۹۴)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے، وہ ابو رزین سے، اور وہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، جو شخص چوپائے کے ساتھ بدفعلی کرے، اس پر حد نہیں ہے۔

اس حدیث کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ھذا غیر صحیح، و عاصم بن عمر ضعیف فی الحدیث۔[1]

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اس حدیث کا راوی عاصم بن عمر روایت حدیث میں ضعیف ہے۔

امام موصوف نے اس حدیث کے غیر صحیح ہونے کی وجہ امام صاحبؒ کے شیخ عاصم بن عمر کا ضعیف ہونا قرار دیا ہے۔ جناب اگر ان کے نزدیک امام صاحبؒ بھی ضعیف اور غیر ثقہ ہوتے تو پہلے وہ آپ کو ضعیف قرار دیتے، پھر آپ کے شیخ کو۔ معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ ان کے نزدیک ثقہ

---

[1] السنن الکبریٰ، ابواب التعزیرات والشہود، رقم الحدیث (۷۳۰۰)

[2] امام نسائی کا یہ تسامح ہے کہ اس روایت میں امام ابو حنیفہؒ کے شیخ عاصم سے مراد عاصم بن عمر مدنی ہیں، جو کہ روایت حدیث میں ضعیف ہیں۔ (تقریب التہذیب، رقم ۱، ص ۲۸۵) بلکہ یہ عاصم بن بہدلہ ابی النجودؒ ہیں، جو قراء سبعہ میں سے ایک امام ہیں، اور حدیث میں بھی صدوق ہیں۔ اگرچہ ان کے بعض اوہام ہیں۔ (ایضاً، ص ۲۸۵) اس پر دلیل یہ ہے کہ امام صاحبؒ کی اپنی تصنیف "کتاب الآثار" بروایت امام محمدؒ "باب درء الحدود" کے ذیل میں بھی یہ حدیث مذکور ہے اور اس کی سند میں عاصم بن ابی النجود کی تصریح ہے۔ (دیکھئے: ص ۱۸۵، حدیث نمبر ۶۲۵)

نیز حافظ مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں عاصم بن عمر نام کا کوئی شخص ذکر نہیں کیا۔ البتہ عاصم بن ابی النجودؒ کو آپ کے اساتذہ میں شمار کیا ہے، اور ان کے نام کے آگے لفظ "س" کی علامت لگائی ہے۔ (تہذیب الکمال، ج ۱۹، ص ۱۰۲) جس کا مطلب ہے کہ سنن نسائی میں امام صاحبؒ کی جو حدیث مروی ہے، اس کو آپ نے عاصم بن ابی النجودؒ سے روایت کیا ہے۔ حافظ ذہبیؒ وغیرہ نے بھی آپ کے اساتذہ حدیث میں عاصم بن بہدلہ ابی النجود کو ہی ذکر کیا ہے۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶، ص ۳۹۰) حافظ ابن حجرؒ کی تہذیب التہذیب (ج ۵، ص ۶۳۱) میں سنن النسائی کی یہ روایت مع السند مذکور ہے۔ اس میں عاصم بن ابی رزین مذکور ہے، جو کہ عاصم بن ابی النجود کی تصحیف ہے۔ اس تفصیل سے واضح ہو گیا، یہاں عاصم سے مراد عاصم بن ابی النجود ہیں، نہ کہ عاصم بن عمر۔ اور عاصم بن ابی النجود کو خود امام نسائیؒ نے "لیس بہ بأس" کہا ہے، اور دیگر کئی محدثین نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۲، ص ۳۹) لہٰذا امام نسائی کا اس حدیث کو غیر صحیح کہنا ان کا تسامح ہے۔

نسخہ

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ اور اس سے پہلے انہوں نے اپنی کتاب "الضعفاء والمتروکین" میں آپ پر جو جرح کی تھی، اس سے رجوع کرلیا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

۲۰۔ ناقد الرجال امام ابواحمد عبداللہ بن عدیؒ (م ۳۶۵ھ)

امام ابن عدیؒ فن اسماء الرجال کے جلیل القدر امام ہیں اور ان کی تصنیف "الکامل" فن اسماء الرجال کی ایک مشہور و معروف کتاب ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے بارے میں الامام، الحافظ الکبیر اور اَحَدُ الْاَعْلَام جیسے عظیم القاب استعمال کرتے ہیں۔[1]

موصوف شروع میں امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے سخت مخالف تھے اور اپنی کتاب "الکامل" میں علمائے احناف کے خلاف سخت تعصب کا مظاہرہ کیا، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کو بھی ضعیف کہہ ڈالا۔[2] لیکن جب مصر گئے اور وہاں سرخیل احناف امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی شاگردی اختیار کی تو پھر علمائے احناف کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی اور انہوں نے اپنے سابقہ نظریات سے رجوع کرلیا، اور امام صاحب کے بارے میں جو سخت ریمارکس دیے تھے، ان کے کفارہ میں آپ کی روایت کردہ احادیث کو "مسند ابی حنیفہ" کے نام سے تالیف کیا۔[3]

موصوف جس زمانہ میں امام صاحبؒ کے کٹر مخالف تھے اور اس مخالفت میں آپ کو ضعیف تک کہہ دیا تھا، لیکن اس مخالفت کے زمانے میں بھی انہوں نے یہ تسلیم کیا تھا کہ:

ابو حنیفة له احادیث صالحة[4]

امام ابوحنیفہؒ کی احادیث درست ہیں۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۰۱)

۲۔ نامور غیر مقلد عالم مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمیؒ نے امام اعظمؒ کے خلاف امام نسائی کی جرح کی طرح امام ابن عدیؒ کی اس جرح کو بھی ان کے تعنت (تشدد) کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: ظاہر ہے کہ نسائی کی طرح ابن عدی کی اس جرح کو بھی کم از کم امام صاحب کے متعلق تو تعنت ہی قرار دیا جائے گا۔ (انوار المصابیح ص ۱۱۱)

۳۔ تانیب الخطیب (ص ۲۰۹) للعلامۃ الکوثریؒ

۴۔ الکامل لابن عدیؒ بحوالہ توضیح الکلام (ج ۲ ص ۲۶۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد ایک راوی، جس کے متعلق امام ابن عدیؒ کے یہی الفاظ منقول ہیں، کے بارے میں لکھتے ہیں:

سوال یہ ہے کہ اگر اس کی حدیث مطلقاً ضعیف ہے تو احادیث صالحۃ کا کیا فائدہ؟

ع کوئی بتلائے کہ ہم انہیں سمجھائیں کیا[1]

کیا امام اعظمؒ کے بارے میں بھی ہم غیر مقلدین حضرات سے ایسے ہی فیصلے کی توقع رکھ سکتے تھے؟ فیا للعجب۔

۲۱۔ عُمدۃُ المُؤرخین امام تقی الدین احمد بن علی المقریزیؒ (م ۸۴۵ھ)

امام مقریزیؒ ایک بلند پایہ محدث و مؤرخ ہیں۔ امام ابن العماد حنبلیؒ نے ان کا تعارف: "عمدۃ المؤرخین وعین المحدثین" سے شروع کیا ہے۔[2] امام موصوف بھی اگرچہ احناف کے خلاف تعصب رکھتے ہیں، جیسا کہ امام ابن العمادؒ نے تصریح کی ہے،[3] لیکن اس تعصب کے باوجود ان کو بھی یہ تسلیم ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے خلاف جرح مردود ہے، اور آپ کی توثیق ہی راجح ہے، چنانچہ انہوں نے امام ابن عدیؒ کی کتاب "الکامل" کی جو تلخیص کی ہے، اس میں انہوں نے امام صاحبؒ کی عظمت شان کے پیش نظر آپ کے ترجمہ کو عمداً حذف کر دیا ہے، کیونکہ اس میں امام ابن عدیؒ نے امام صاحبؒ کے خلاف جرح نقل کی ہے۔[4]

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ ثقہ ہیں، اور ابن عدی نے آپ کے خلاف جو جرح نقل کی ہے وہ کالعدم ہے۔

۲۲۔ حافظ کبیر امام ابو حاتم محمد بن حبانؒ (م ۳۵۴ھ)

امام ابن حبانؒ، جو کہ "حدیث و اسماء الرجال" کی عظیم شخصیت ہیں، حافظ ذہبیؒ ان کو الحافظ، الامام اور العلامۃ جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[5] انہوں نے کئی یادگار کتابیں لکھی ہیں جن میں سے ایک ان کا مجموعہ حدیث بھی ہے جو "صحیح ابن حبان" کے نام سے مشہور ہے۔

امام ابن حبانؒ نے اپنی اس "صحیح" میں امام ابو حنیفہؒ کی روایت سے حجت پکڑی ہے۔ جیسا

۱۔ توضیح الکلام (۱/۲۸۸،۲۸۹)

۲۔ شذرات الذھب (۷/۲۵۴،۲۵۵)

۳۔ ایضاً

۴۔ مختصر الکامل (ص ۲۵۴) مع الحاشیہ

۵۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۸۹)

تعقیب

www.besturdubooks.wordpress.com

کر امام ابن الترکمانیؒ کے حوالے سے گزرا ہے۔ اور ان کا اپنی صحیح میں امام صاحبؒ سے احتجاج کرنا، باقرار غیر مقلدین امام صاحبؒ کے صحیح الحدیث اور ثقہ ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ مولانا وحید الزمانؒ اور مولانا محمد شاہجہانپوریؒ وغیرہ علمائے غیر مقلدین نے تصریح کی ہے کہ امام ابن حبانؒ نے اپنی "صحیح" میں صحت کا التزام کیا ہے، اور اس میں ذکر کردہ سب احادیث صحیح ہیں۔[1]

نیز حافظ زبیر علی زئی غیر مقلد لکھتے ہیں:

> اصحاب صحیح کا کسی راوی سے صحیح میں اخراج اس راوی کی ان کے نزدیک توثیق ہوتی ہے۔[2]

لہٰذا امام ابن حبانؒ کا اپنی "صحیح" میں امام ابوحنیفہؒ کی حدیث کی تخریج کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان کے نزدیک صحیح الحدیث اور ثقہ ہیں۔ اور اس سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب "المجروحین" میں امام اعظمؒ پر جو جرح کی ہے، وہ ان کی توثیق کے مقابلے میں مرجوح ہے، کیونکہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا ارشاد الحق اثری نے تصریح کی ہے کہ:

> ایک ہی امام کے قول میں اختلاف ہو تو ترجیح توثیق کو ہوتی ہے۔[3]

۲۳۔ محدث شہیر امام محمد بن عبداللہ الحاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ)

امام حاکمؒ کی شخصیت علم حدیث میں کسی تعریف کی محتاج نہیں ہے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز ان القاب سے کیا ہے: الحافظ الکبیر امام المحدثین صاحب التصانیف۔[4]

موصوف نے امام ابوحنیفہؒ کی زبردست توثیق کی ہے اور آپ کو کوفہ کے ثقہ اور مشہور ائمہ حدیث میں شمار کیا ہے۔[5]

اسی طرح انہوں نے اپنی مشہور کتاب "المستدرک" (جس کے متعلق بزرگ غیر مقلد عالم مولانا سلطان محمود صاحبؒ کا حوالہ گزر چکا ہے کہ اس کتاب میں امام حاکمؒ نے صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی شرائط کو ملحوظ رکھتے ہوئے صحیح احادیث کو جمع کیا ہے) میں امام صاحبؒ کی احادیث کو

۱۔ نخلات الحدیث (جلد ۵، کتاب ص، ص ۲۳) ارشاد الی سبیل الرشاد (ص ۲۲۹)
۲۔ تعداد رکعات قیام رمضان (ص ۷۱)
۳۔ توضیح الکلام (۱/۵۴۴)
۴۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۳، ص ۱۶۲)
۵۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۲۴۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

استدلال اور استشہاد دونوں اعتبار سے ذکر کیا ہے، جس کی تفصیل آگے کتاب میں آ رہی ہے۔

نیز امام حاکمؒ ایک حدیث کی تحقیق میں لکھتے ہیں:

وقد وصل هذا الحديث عن ابى اسحاق جماعة من ائمة المسلمين غير من ذكرناهم منهم ابو حنيفة النعمان بن الثابت، ورقبة بن مصقلة العبدى، ومطرف بن طريف الحارثى، وعبدالحميد بن الحسن الهلالى، وزكريا بن ابى زائدة.[1]

اس حدیث کو مذکورہ محدثین کے علاوہ ائمہ مسلمین کی ایک جماعت نے بھی موصولاً بیان کیا ہے، جن میں امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ، امام رقبہ بن مصقلہ عبدیؒ، امام مطرف بن طریف حارثیؒ، امام عبدالحمید بن الحسن الہلالیؒ، امام زکریا بن ابی زائدہ وغیرہ شامل ہیں۔

اس بیان میں امام حاکمؒ نے امام صاحبؒ کی حدیث سے نہ صرف یہ کہ استشہاد کیا ہے، بلکہ آپ کو ان ائمہ مسلمین میں شمار کیا ہے جن پر تحقیقات حدیث میں اعتماد کیا جاتا ہے، اور پھر ان ائمہ مسلمین میں بھی آپ کو سرفہرست ذکر کر کے گویا انہوں نے یوں کہا ہے:

میری انتہائے نگارش یہی ہے
تیرے نام سے ابتدا کر رہا ہوں

۱۴۔ مؤرخ کبیر امام احمد بن عبداللہ العجلیؒ (م ۲۶۱ھ)

امام عجلی تیسری صدی کے عظیم محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے اور ان کے ترجمے کا آغاز: الامام، الحافظ اور القدوۃ کے القاب سے کرتے ہیں۔[2]

انہوں نے اپنی "تاریخ الثقات" (جس میں انہوں نے ثقہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں حضرت امام صاحبؒ کے ثقہ ہونے کی تصریح کی ہے۔[3]

۱۵۔ محدث جلیل امام عمر بن احمد المعروف بابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ)

امام ابن شاہین ایک جلیل القدر محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کو الحافظ، الامام، المفید،

۱۔ المستدرک علی الصحیحین (ج ۲ ص ۱۸۷)۔

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/ ۱۰۷) ۳۔ تاریخ الثقات (رقم الترجمہ ۱۸۵۸ ج ۲ ص ۳۱۳)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

الحافظ اور محدث العراق کے القاب سے یاد کیا ہے۔[1]

امام موصوف بھی حضرت امام اعظمؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابو یوسفؒ کو "ثقات" (ثقہ راویوں) میں شمار کرتے ہیں۔[2]

نیز امام حمزہ بن یوسف سہمیؒ (م ۴۲۷ھ) نے اپنی "تاریخ جرجان" کے آخر میں چند رواۃ سے متعلق امام ابن شاہینؒ کی آراء نقل کی ہیں۔ وہاں انہوں نے ابان بن ابی عیاش کے بارے میں امام ابن شاہینؒ سے نقل کیا ہے کہ ان سے کئی ثقہ راویوں نے روایت کی ہے، اور پھر ان ثقہ راویوں میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ کو بھی شمار کیا ہے۔[3]

۲۶۔ عظیم المرتبت محدث امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ)

امام قرشیؒ، حافظ عراقیؒ وغیرہ جیسے نامور محدثین کے استاذ ہیں۔ حافظ تقی الدین الفاسی المکیؒ نے ان کو حفاظِ حدیث میں شمار کیا ہے، اور ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ یہ فقہ، حدیث اور دیگر علوم کے ماہر اور صاحبِ فضیلت شخص تھے۔[4] امام موصوف بھی امام ابو حنیفہؒ کو ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ آپ کی ایک روایت کے متعلق لکھتے ہیں:

والاسناد اسناد صحیح و ابو حنیفة ابو حنیفة.[5]

اس حدیث کی سند صحیح ہے، اور امام ابو حنیفہؒ تو پھر ابو حنیفہؒ ہیں۔

یعنی امام صاحبؒ کی ثقاہت وجلالتِ شان ہر قسم کے شک وشبہ سے بالا ہے۔

نیز امام قرشیؒ نے آپ کی ایک اور حدیث کو بھی صحیح کہا ہے اور لکھا ہے کہ:

کلہ علماء اخیار.[6]

اس سند کے سارے راوی باکمال اہل علم ہیں۔

۲۷۔ مورخ اسلام علامہ شمس الدین احمد بن خلکان شافعیؒ (م ۶۸۱ھ)

1۔ تذکرة الحفاظ (۳/۱۲۹)

2۔ تاریخ اسماء الثقات (رقم الترجمة ۱۵۰۶، ص ۳۰۹)

3۔ تاریخ جرجان (ص ۴۹۵) طبع دار الکتب العلمیة بیروت

4۔ ذیل التقیید (۲/۱۳۰) طبع دار الکتب العلمیة بیروت

5۔ الحاوی فی بیان آثار الطحاوی (۱/۳۰۲)

6۔ ایضاً (۲/۳۰۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

علامہ ابن خلکانؒ ایک جلیل القدر عالم اور مشہور مورخ ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

وکان کریما، جوادا، سریا، ذکیا، اخوریا، عارفا بایام الناس.[1]

یہ کریم، نہایت سخی، صاحب مروّت، ذہین، ماہر اور تاریخ کے عالم تھے۔

ممدوح نے اپنی شاندار کتاب "وفیات الاعیان"، جو تاریخ ابن خلکان کے نام سے مشہور ہے، میں امام اعظمؒ کا بڑا عمدہ اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور اس ترجمہ میں دیگر ائمہ سے آپ کے مناقب نقل کرنے کے ساتھ ساتھ خود بھی ان الفاظ سے آپ کی توثیق و توصیف کی ہے:

وکان عالما، عاملا، زاهدا، ورعا، تقيا، كثير الخشوع، دائم التضرع الى الله تعالى.[2]

امام ابوحنیفہؒ عالم، باعمل، زاہد، پرہیزگار، متقی، بہت خشوع کرنے والے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے والے تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

ومناقبه و فضائله كثيرة... فمثل هذا الامام لايشك في دينه ولا في ورعه و تحفظه.[2]

آپ کے مناقب اور فضائل بہت زیادہ ہیں۔ آپ جیسے امام کے دیندار، پارسا اور متقی ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

۱۱۔ شیخ المتاخرین امام ابوالحجاج یوسف بن زکی المزیؒ (م ۷۴۲ھ)

امام مزیؒ تمام مشہور متاخرین محدثین: ذہبیؒ، ابن کثیرؒ وغیرہ کے استاذ ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے:

شيخنا الامام، العالم، الحبر، الحافظ الأوحد، محدث الشام.[3]

امام مزیؒ نے راویان حدیث کے حالات پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب "تہذیب الکمال" میں امام ابوحنیفہؒ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کی توثیق متعدد محدثین سے نقل کی ہے، اور آپ

۱۔ العبر (ج ۳ ص ۳۲۷) ۲۔ وفیات الاعیان فی انباء ابناء الزمان (ج ۴ ص ۴۰۹)

۲۔ ایضاً (ج ۳ ص ۴۰۵) ۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۱۴۹۳/۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

کے خلاف کسی قسم کی جرح ذکر نہیں کی۔[1]

معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ کی توثیق ہی راجح ہے۔

۲۹۔ محدث شہیر امام صفی الدین احمد بن عبد اللہ الخزرجیؒ (م ۹۲۳ھ)

امام خزرجیؒ مشہور محدث ہیں۔ انہوں نے امام ذہبیؒ کی کتاب "تذھیب تحذیب الکمال" کی تلخیص لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے ترجمے کا آغاز: "امام العراق وفقیہ الامۃ" کے القاب سے کیا، اور پھر کئی محدثین سے آپ کی توثیق نقل کی، اور آپ کے خلاف ادنیٰ سی جرح بھی ذکر نہیں کی۔[2]

اور یہ بات خود غیر مقلدین کو بھی تسلیم ہے کہ امام خزرجیؒ جس کے خلاف جرح نقل نہ کریں وہ ان کے نزدیک ثقہ ہوتا ہے۔[3]

۳۰۔ مورخ شہیر، محدث کبیر علامہ عماد الدین اسماعیل بن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ)

علامہ ابن کثیرؒ کی عظیم علمی شخصیت سے کون ناواقف ہوگا؟ آپ تفسیر، حدیث اور تاریخ تینوں علوم میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان کے عظیم الشان ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ خود ان کے اپنے اساتذہ ان کے مقامِ علمی کی تعریف کرنے والوں میں شامل ہیں۔ مثلاً حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)، جو ان کے مشہور استاذ ہیں، اپنے اس باکمال شاگرد کا تذکرہ ان الفاظ سے کرتے ہیں:

الامام، المحدث، المفتی، البارع.....[4]

موصوف کی تصنیف "البدایۃ والنہایۃ"، جو تاریخ ابن کثیر کے نام سے مشہور ہے، ایک لاجواب کتاب ہے اور عوام و خواص میں یکساں مقبول ہے۔ اس کتاب میں علامہ موصوف نے امام اعظم ابو حنیفہؒ کا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور آپ کے مناقب و فضائل میں متعدد جلیل القدر محدثین کے اقوال نقل کیے ہیں اور خود بھی بڑے اعلیٰ الفاظ میں آپ کی توثیق و توصیف کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

۱۔ تحذیب الکمال (۱۹/۲-۱۱۸-۱)

۲۔ خلاصۃ تذھیب تحذیب الکمال (۳/۱۸۰) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۔ ماہنامہ الحدیث (ش ۴۹ ص ۴۴)

۴۔ معجم محدثی الذہبی (ص ۵۶)

هو الامام ابو حنيفة واسمه النعمان بن الثابت التيمي مولاهم الكوفي، فقيه العراق، واحد ائمة الاسلام، والسادة الاعلام، واحد اركان العلماء، واحد الائمة الاربعة اصحاب المذاهب المتبعة۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت تیمی کوفی ہے۔ آپ عراق کے فقیہ، ائمہ اسلام اور علماء کے سرداروں میں سے ایک، بلند پایہ علماء میں سے ایک، اور ائمہ اربعہ کہ جن کے مذاہب کی پیروی کی جاتی ہے، میں سے ایک ہیں۔

۲۱۔ محدث بحر امام جمال الدین عبداللہ بن یوسف زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ)

امام زیلعیؒ ایک متبحر اور کثیر الاستحضار محدث ہیں۔ اور یہ ان اہل علم میں سے ہیں کہ جن کی غیر جانبداری اور عدم تعصب سب کو تسلیم ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ان کے محدثانہ مقام کی بڑی تعریف کی ہے۔[2]

امام موصوف کے نزدیک بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ ثقہ اور پختہ کار محدث ہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی روایت کردہ کم از کم دو احادیث کی اسناد کو جید قرار دیا ہے۔[3]

معلوم ہوا ان کے نزدیک امام صاحبؒ روایت حدیث میں ثقہ اور جید الحدیث ہیں۔

۲۲۔ علامۃ الدہر امام محمد بن عبداللہ الخطیب تبریزیؒ (م ۷۴۸ھ)

موصوف اپنے وقت میں حدیث کے علماء اور فصاحت و بلاغت کے امام تھے۔ آپ کی تصانیف میں زیادہ مشہور "مشکوٰۃ المصابیح" ہے، جو کہ حدیث کی نہایت مقبول و متداول کتاب ہے اور درس نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔ کئی علمائے کبار، مثلاً ملا علی قاریؒ، علامہ حسن طیبیؒ وغیرہ نے اس کی شروحات لکھی ہیں۔

انہوں نے رجال مشکوٰۃ پر بھی ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "الاکمال فی اسماء الرجال" ہے، جو کہ مشکوٰۃ کے آخر میں بھی طبع ہے اور علیحدہ بھی چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام صاحبؒ کا بھی ترجمہ لکھا ہے، حالانکہ مشکوٰۃ میں وہ آپ کی کوئی حدیث نہیں لائے۔ چنانچہ وہ

---

[1] البدایہ والنہایہ (ج ۷ ص ۸۷)   [2] الدرر الکامنہ (۲/۱۸۸، ۱۸۹)
[3] نصب الرایہ (۳/۳۰۲، ۴/۵۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کے تذکرے میں آپ کے فضائل ومناقب بیان کرتے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

فانه کان عالما، عاملا، ورعا، زاهدا، عابدا، اماما فی علوم الشریعة، والغرض بایراد ذکره فی هذا الکتاب، وان لم نرو عنه حدیثا فی المشکاة للتبرک به لعلو مرتبته و وفور علمه.[1]

امام ابوحنیفہؒ عالم، باعمل، پرہیزگار، زاہد، عابد اور علوم شریعت میں امام تھے۔ اگرچہ ہم نے "مشکوٰۃ المصابیح" میں آپ کی کوئی حدیث نقل نہیں کی، لیکن اس کتاب (اکمال) میں ہم آپ کا تذکرہ اس لیے کر رہے ہیں تاکہ آپ سے تبرک حاصل کیا جائے، کیونکہ آپ عالی المرتبت اور وافر العلم (کثیر العلم) تھے۔

۴۳۔ محدث جلیل امام محمد بن احمد بن عبدالہادی المقدسیؒ (م ۷۴۴ھ)

موصوف جو کہ "ابن عبدالہادی" سے مشہور ہیں، حافظ ابن کثیرؒ نے ان کا تعارف "الشیخ الامام العالم، العلامة، الناقد اور البارع" جیسے عظیم القاب سے کرایا ہے۔[2]

یہ عظیم الالقاب بزرگ بھی امام اعظمؒ کے محدثانہ مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ائمہ اربعہ کے مناقب میں ایک بڑی عمدہ کتاب "مناقب الائمة الاربعة" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب کو سب سے پہلے لکھا اور آپ کے تعارف کا آغاز: "احد الائمة الاعلام اور فقیہ العراق" کے القاب سے کیا۔[3] اور پھر تفصیل سے آپ کے مناقب بیان کیے۔

نیز انہوں نے "محدثین وحفاظ حدیث" کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب "طبقات علماء الحدیث" میں بھی آپ کا بڑا عمدہ ترجمہ لکھا، اور آپ کے ترجمے کا آغاز انہوں نے الامام، فقیہ العراقین کے القاب سے کیا۔ نیز آپ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وکان اماما، ورعا، عالما، عاملا، متعبدا، کبیر الشان، لایقبل جوائز السلطان بل یتجر ویکتسب.[4]

۱۔ الاکمال فی اسماء الرجال مع مشکوٰۃ المصابیح (۲/۶۲۴)

۲۔ البدایۃ والنھایۃ (۱/۲۶۵)

۳۔ مناقب الائمۃ الاربعۃ (ص ۵۸-۲۸) طبع دار المؤید، ریاض

۴۔ طبقات علماء الحدیث (۱/۲۶۰) طبع مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ امام، پارسا، عالم، عامل، عبادت گزار اور کبیر الشان تھے۔ آپ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

۴۴۔ محدث ناقد حافظ شمس الدین الذہبیؒ (م ۷۴۸ھ)

حافظ ذہبیؒ حدیث، اسماء الرجال اور تاریخ وغیرہ علوم کے عظیم سپوت ہیں، اور ان علوم میں ان کو جو تبحر اور فضل و کمال حاصل ہے، اس کی نظیر متاخرین محدثین میں ملنی مشکل ہے۔

مولانا عبدالرحمن مبارکپوریؒ صاحب غیر مقلد ارقام فرماتے ہیں:

حافظ ذہبیؒ، جن کی نسبت حافظ ابن حجرؒ "شرح نخبہ" میں لکھتے ہیں: هو من اهل الاستقراء التام فی نقد الرجال. "یعنی حافظ ذہبی ان لوگوں میں سے ہیں جو رجال کے پرکھنے میں کامل استقرا رکھنے والے ہیں۔"[1]

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

علامہ ذہبی کا مقام مسلم (ہے) نہیں اعتراف ہے (کہ) متاخرین سب ہی ان کے خوشہ چیں ہیں۔[2]

یہ علوم حدیث کے علامہ بھی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے عظیم محدث و متقی ہونے کو بہت سراہتے ہیں، اور انہوں نے اپنے متعدد رسائل میں آپ کی زبردست توثیق کی ہے۔ مثلاً گزشتہ ابحاث میں گزرا ہے کہ انہوں نے امام صاحبؒ کو محدثین کے طبقے میں شمار کیا ہے، اور یہ بھی تسلیم کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے بڑے اہتمام سے علم حدیث کو حاصل کیا تھا۔ اور طلب حدیث میں دیگر بلادِ اسلامیہ کی طرف رخت سفر بھی باندھا تھا۔

علاوہ ازیں حافظ ذہبیؒ نے علم حدیث میں آپ کی عظمت شان کو تسلیم کرتے ہوئے آپ کو امام بخاریؒ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے قرار دیا، اور جیسے انہوں نے امام بخاریؒ وغیرہ ائمہ کو اپنی کتاب "میزان الاعتدال" (جس میں آپ نے صرف ضعیف اور متکلم فیہ راویوں کا تذکرہ کیا ہے) میں ذکر نہیں کیا، اسی طرح انہوں نے اس کتاب میں امام اعظم کا بھی کوئی تذکرہ نہیں کیا۔

چنانچہ بزرگ غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ نے امام صاحبؒ کے تذکرے میں لکھا ہے کہ:

[1] تحقیق الکلام (ج ۲/ص ۱۳۷) [2] توضیح الکلام (ج ۱/ص ۲۴۴)۔

حافظ ذہبیؒ آپ کی جلالت شان کے بدل (دل سے) قائل ہیں، چنانچہ اپنی مایہ ناز کتاب "میزان الاعتدال" کے شروع میں فرماتے ہیں:

اور اسی طرح میں اس کتاب میں ان ائمہ کا ذکر نہیں کروں گا جن کی احکام شریعت (فروع) میں پیروی کی جاتی ہے، کیونکہ ان کی شان اسلام میں بہت بڑی ہے اور مسلمانوں کے دلوں میں ان کی عظمت بہت ہے، مثلاً امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ اور امام بخاریؒ۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ حافظ ذہبیؒ کے نزدیک امام صاحبؒ امام بخاریؒ وغیرہ جیسے ائمہ کے زمرے میں سے ہیں، اور آپ ان لوگوں میں شمار ہوتے ہیں جن کو ضعیف اور متکلم فیہ راویوں میں ذکر کرنا غیر مناسب ہے۔

نیز حافظ موصوف نے محدثین اور حفاظ حدیث کے حالات پر جو کتابیں لکھی ہیں، ان میں سے تقریباً ہر کتاب میں انہوں نے امام صاحبؒ کا ترجمہ لکھا ہے، اور بڑے شاندار الفاظ میں آپ کی توثیق و توصیف کی ہے۔

مثلاً موصوف نے حفاظ حدیث پر مشتمل اپنی لاجواب کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں آپ کا بہترین ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز انہوں نے آپ کے بارے میں یہ القاب کہہ کر کیا ہے:

الامام الاعظم، فقیہ العراق.....

اور آپ کے بارے میں انہوں نے یہ بھی لکھا ہے:

وکان اماما، ورعا، عالما، عاملا، متعبدا، کبیر الشان لایقبل جوائز السلطان بل یتجر و یکتسب۔[2]

آپ امام (دین کے پیشوا) تھے، نہایت پرہیزگار تھے، عالم باعمل تھے، عبادت گزار اور بڑی شان والے تھے، اور آپ بادشاہوں کے انعامات قبول نہیں کرتے تھے، بلکہ خود تجارت کر کے روزی کماتے تھے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد اس حوالہ کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

---

[1] تاریخ اہل حدیث (ص ۷۹) بحوالہ میزان الاعتدال (۳/۱)
[2] تذکرۃ الحفاظ (۱۶۸/۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

سبحان اللہ! کیسے مختصر الفاظ میں کس خوبی سے ساری حیات طیبہ کا نقشہ سامنے رکھ دیا ہے، اور آپ کی زندگی کے ہر علمی و عملی شعبہ اور قبولیت عامہ اور غنائے قلبی اور احکام وسلاطین سے بے تعلقی وغیرہ فضائل میں کسی بھی ضروری امر کو چھوڑ کر نہیں رکھا ہے[1]

اسی طرح ذہبیؒ نے اپنی تصنیف لطیف "سیر اعلام النبلاء" میں بھی امام صاحبؒ کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، اور اس میں دیگر ائمہ سے آپ کے بارے میں توثیقی اقوال نقل کرنے کے علاوہ خود بھی آپ کو ان اوصاف سے یاد کیا ہے:

ابو حنیفة الامام، فقیه الملة، عالم العراق.[2]

اور آپ کے ترجمہ کے آخر میں لکھا ہے کہ:

وسیرته تحتمل ان تفرد فی مجلدین رضی الله عنه ورحمه.[3]

امام ابو حنیفہؒ کی سیرت مستقل دو جلدوں میں ہی بیان کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ پر رحم فرمائے۔

نیز ذہبیؒ نے آپ کو ان دس کبار ائمہ میں سے قرار دیا ہے جن پر علم حدیث کا مدار ہے۔ جیسا کہ امام اعظمؒ کے تفوق حدیث کے بیان میں بحوالہ گزرا ہے۔

اسی طرح حافظ موصوف نے اپنی کتاب "العبر" میں بھی آپ کا ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز "فقیہ العراق اور الامام" جیسے القاب سے کیا ہے، اور آپ کے بارے میں تصریح کی ہے:

وکان من اذکیاء بنی آدم، جمع الفقه والعبادة والورع والسخاء.[4]

امام ابو حنیفہؒ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے، اور آپ فقہ، عبادت، ورع اور سخاوت کے جامع تھے۔

حافظ موصوف کے استاذ حافظ ابو الحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) نے رواۃ حدیث کے حالات پر ایک بے نظیر کتاب بنام "تہذیب الکمال" لکھی ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے اس کا اختصار "تذہیب تہذیب الکمال" کے نام سے کیا ہے۔ اس کتاب میں بھی انہوں نے امام صاحبؒ کا ترجمہ لکھا ہے اور اس میں انہوں نے متعدد ائمہ سے آپ کی توثیق نقل کی ہے، اور آخر میں لکھا ہے:

---

[1] تاریخ اہل حدیث (ص ۷۹ ۔ ۸۰)
[2] سیر اعلام النبلاء (ص ۳۹۰/۶)
[3] ایضاً
[4] العبر فی خبر من غبر (۱/۱۶۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

فلذا احسن شیخنا ابوالحجاج حیث لم یورد شیئا یلزم منه التضعیف۔[1]

ہمارے شیخ حافظ ابوالحجاج مزیؒ نے یہ بہت اچھا کیا کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں کوئی ایسا قول نقل نہیں کیا جس سے آپ کا ضعیف ہونا لازم آئے۔

گویا حافظ ذہبیؒ کے نزدیک آپ پر جرح کالعدم ہے۔

نیز حافظ موصوف نے امام صاحبؒ کے مناقب میں مستقل ایک رسالہ لکھا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے آپ کے دو نامور تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ کے مناقب میں بھی علیحدہ علیحدہ رسالے تصنیف کیے ہیں۔ یہ تینوں رسالے یکجا ''مناقب ابی حنیفۃ وصاحبیہ'' کے نام سے مطبوعہ ہیں۔ اس رسالہ میں انہوں نے امام صاحبؒ کے مناقب وفضائل بسط سے لکھے ہیں۔ جزاہُ اللہ أحسنَ الجزاء۔

مزید برآں حافظ صاحبؒ نے امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) کی کتاب ''المستدرک'' کا جو خلاصہ بنام ''تلخیص المستدرک'' لکھا ہے، اس میں انہوں نے آپ کی حدیث کو نقل کرکے اس پر سکوت کیا ہے اور کسی قسم کی جرح نہیں کی ہے۔[2]

اور غیر مقلدین حضرات کے محدث مولانا عبدالقدر روپڑی نے تصریح کی ہے کہ:

جس حدیث پر ذہبی مختصر (تلخیص المستدرک) میں سکوت کرتے ہیں، وہ ان کے نزدیک صحیح ہوتی ہے۔[3]

لہٰذا ذہبی کا امام صاحبؒ کی حدیث پر سکوت کرنا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ ان کے نزدیک صحیح الحدیث ہیں۔

اسی طرح حافظ ذہبیؒ نے آپ کی کئی احادیث کو نقل کرکے ان کی اسناد کو عالی قرار دیا ہے۔ مثلاً وہ آپ کی ایک حدیث کو بہ سند روایت کرنے کے بعد ارقام فرماتے ہیں:

ھذا اسنادہ متصل عال۔[4]

۱۔ تذہیب تہذیب الکمال (۲۲۵/۹) طبع الفاروق الحدیثیہ، القاھرۃ

۲۔ حاشیہ المستدرک (۲/۳۳۷، ح ۵۰۰۵)

۳۔ فتاویٰ اہل حدیث (۱۳۵/۱)

۴۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۱۵) ترجمہ امام ابو یوسفؒ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس حدیث کی سند متصل اور عالی ہے۔

نیز وہ آپ کی ایک اور حدیث، جس کو آپ سے امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ نے روایت کیا ہے کو بہ سند نقل کرنے کے بعد اس کو بھی سند عالی سے تعبیر کرتے ہیں۔[1]

اور "سند عالی" کی تعریف کیا ہے؟ اس بارے میں مشہور غیر مقلد عالم و ادیب مولانا محمد حنیف ندویؒ کا بیان ملاحظہ کریں، جس میں وہ سند عالی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

سند کے عالی ہونے کے معنی وہ نہیں جو عوام کے ذہن میں ہیں، یعنی یہ کہ سلسلہ روایت جس قدر مختصر ہوگا اور رواۃ کی تعداد جس قدر کم ہوگی، اسی نسبت سے اس میں علو ابھرآئے گا۔ اس کے برعکس علو سے مراد یہ ہے اس کو ایسے جلیل القدر محدث کا قرب حاصل ہے کہ جس کی ثقاہت، تثبت اور نقد حدیث امور مسلم میں سے ہو، چاہے رواۃ کی تعداد زیادہ ہی ہو۔[2]

اس بیان سے یہ حقیقت بالکل آشکارا ہوگئی کہ حافظ ذہبیؒ کے نزدیک حضرت امام اعظمؒ کی ثقاہت، تثبت (علم حدیث میں پختگی) اور نقاہت حدیث امور مسلم میں سے ہیں۔

۴۵۔ مؤرخ باکمال امام جمال الدین ابن تغری بردیؒ (م ۸۷۴ھ)

موصوف تاریخ و اسماء الرجال کے ایک بے مثل و باکمال عالم ہیں۔ امام ابن العماد حنبلیؒ نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز ان القاب سے کیا ہے: الامام، العلامة.....[3]

امام موصوف بھی امام ابوحنیفہؒ کے علمی مقام کے بڑے معترف ہیں، چنانچہ انہوں نے ان کا تعارف "الامام الاعظم" کے عظیم لقب سے کرایا ہے، اور آپ کے بارے میں لکھا ہے:

برع في الفقه والرأى، و ساد اهل زمانه بلا مدافعة في علوم شتى.[4]

امام ابوحنیفہؒ نے فقہ اور رائے میں کمال حاصل کیا، اور آپ متعدد علوم میں اپنے تمام معاصرین کے سرخیل ہیں۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۱۵۶/۷)
۲۔ مطالعہ حدیث (ص ۷۷)
۳۔ شذرات الذهب (۳۱۷/۷)
۴۔ النجوم الزاهرة في ملوك مصر والقاهرة (۱۲/۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

۳۶۔ حافظ الدنیا امام ابن حجر العسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ)

حافظ ذہبیؒ کے بعد علوم حدیث میں جس شخص نے زیادہ شہرت کمائی وہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ہیں۔ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ان کو: شیخ الاسلام، امام الحفاظ فی زمانہ (اپنے زمانے میں حفاظ حدیث کے امام)، حافظ الدیار المصریہ اور حافظ الدنیا جیسے عظیم القاب سے ملقب کرتے ہیں۔[1]

حافظ موصوف بھی امام صاحبؒ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں، چنانچہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے امام صاحبؒ کی توثیق بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

> حافظ ذہبیؒ کے بعد خاتمۃ الحفاظ حافظ ابن حجرؒ کو بھی دیکھئے! علوم حدیثیہ وتاریخیہ میں ان کے تبحر وفضل وکمال اور احوال رجال سے آگاہی کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ "تہذیب التہذیب" میں جو اصل میں امام ذہبیؒ کی کتاب "تہذیب" کی تہذیب ہے۔[2] امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں آپ کی دینداری اور نیک اعتقادی اور صلاحیت عمل میں کوئی بھی خرابی اور کسر بیان نہیں کرتے۔ بلکہ بزرگان دین سے آپ کی از حد تعریف نقل کرتے ہیں اور فرماتے ہیں: "الناس فی ابی حنیفۃ حاسد و جاہل۔" "یعنی حضرت امام ابوحنیفہؒ کے متعلق (بری رائے رکھنے والے) لوگ یا تو حاسد ہیں اور یا جاہل ہیں۔ سبحان اللہ! کیسے اختصار سے دو حرفوں میں معاملہ صاف کر دیا ہے۔[3]

مولانا سیالکوٹی نے حافظ ابن حجرؒ کی جس کتاب "تہذیب التہذیب" کا حوالہ دیا ہے اس میں حافظ موصوف نے امام صاحبؒ کی توثیق وتوصیف میں متعدد ائمہ حدیث کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں لکھا ہے کہ:

ومناقب الامام ابی حنیفۃ کثیرۃ جدا، فرضی اللہ عنہ واسکنہ

۱۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۵۲)

۲۔ یہ مولانا سیالکوٹی کا تسامح ہے کہ "تہذیب التہذیب" امام ذہبیؒ کی "تہذیب" کی تہذیب ہے، بلکہ یہ اصل میں حافظ مزیؒ کی "تہذیب الکمال" کی تہذیب ہے۔ ہ ق

۳۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۸۱،۸۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

الفردوس۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کے مناقب بہت زیادہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور آپ کو جنت الفردوس میں ٹھکانہ نصیب فرمائے۔ آمین

نیز ماقبل بحوالہ حافظ سخاویؒ گزرا ہے کہ حافظ ابن حجرؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے خلاف امام نسائی کی جرح کو کالعدم قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ امام صاحبؒ ان لوگوں میں سے ہیں جو پل عبور کر چکے ہیں۔ یعنی اب آپ کی توثیق ہی راجح ہے اور آپ کے خلاف جرح کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ امام سخاویؒ نے حافظ ابن حجرؒ کے اس کلام کو ''توثیق ابی حنیفہ'' کے عنوان سے بیان کیا ہے۔

نیز حافظ موصوف نے اپنی دوسری مشہور کتاب ''لسان المیزان'' میں سابق بن عبداللہ الرقی کے ترجمہ کے تحت لکھتے ہیں:

لان الرقي احاديثه مستقيمة عن مطرف و ابي حنيفة.[2]

امام رقیؒ نے امام مطرفؒ اور امام ابوحنیفہؒ سے درست (صحیح) احادیث روایت کی ہیں۔

معلوم ہوا کہ حافظ ابن حجرؒ کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ احادیث درست اور صحیح ہیں، کیونکہ اگر آپ کی احادیث صحیح نہیں تھیں تو پھر امام رقیؒ نے آپ سے احادیث مستقیمہ کیسے روایت کرلی ہیں؟

اور مولانا عبدالمنان نورپوری غیر مقلد نے یہ تصریح کی ہے کہ جب کسی حدیث کو صحیح کہا جاتا ہے تو اس کے ضمن میں اس کے راویوں کی توثیق بھی آجاتی ہے۔[3]

لہٰذا حافظ ابن حجرؒ کا امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کو مستقیمہ (جو احادیث صحیحہ کے حکم میں ہیں) قرار دینے سے ان کے نزدیک آپ کا ثقہ ہونا بھی ثابت ہوگیا۔

۱۲۔ محدث جلیل و فقیہ نبیل امام بدرالدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ)

امام عینیؒ حدیث، فقہ، تاریخ اور اسماء الرجال وغیرہ علوم کے عظیم امام اور ''صحیح بخاری'' اور ''ہدایہ'' وغیرہ کتب کے بلند مرتبت شارح ہیں۔ علامہ ابن العمادؒ نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے

---

[1] تہذیب التہذیب (۱۳۱/۵) [2] لسان المیزان (۲/۳)

[3] ضیاء تراویح (ص ۴۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

جس کا آغاز انہوں نے آپ کے شاگرد امام ابن تغری کے ان الفاظ سے کیا ہے:

العلامة، فريد عصره، وحيد دهره، عمدة المؤرخين، مقصد الطالبين۔[1]

امام عینی جیسے عظیم المرتبت بھی امام ابو حنیفہؒ کو اعلیٰ درجہ کا ثقہ قرار دیتے ہیں، چنانچہ وہ آپ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

الزيادة من الثقة مقبولة و لا سيما مثل ابي حنيفة۔[2]

ثقہ کی زیادت مقبول ہے، بالخصوص جب وہ ثقہ امام ابو حنیفہؒ جیسے شخص ہو۔

اس سے واضح ہو گیا کہ امام ابو حنیفہؒ ثقاہت کے اس اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں کہ آپ کی روایت ہر حال میں مقبول ہے۔

۳۸۔ محدث و مورخ امام صلاح الدین خلیل بن ایبک صفدیؒ (م ۷۶۴ھ)

امام صفدیؒ حدیث اور تاریخ وغیرہ علوم کے نامور امام ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) جو ان کے استاذ ہیں وہ بھی ان کی تعریف کرتے ہیں، اور ان کو: الامام العالم، الادیب البلیغ الاکمل، کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔[3]

انہوں نے اپنی تاریخ میں امام اعظمؒ کا بڑا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز الامام الاعظم (علم کے پہاڑ) سے کیا ہے۔

اور پھر آپ کے حق میں متعدد محدثین کے توثیقی اقوال نقل کیے ہیں، اور خود بھی آپ کے علمی مقام، اور آپ کے دیگر کمالات کو خوب بیان کیا ہے، اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

و لم يكن في ابي حنيفة رضي الله عنه ما يُعاب به غير اللحن۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی شخصیت میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جو آپ کو عیب دار بنائے سوائے کلام میں ایک غلطی کے۔

پھر انہوں نے آپ کا وہ کلام ذکر کر کے خود ہی اس کا عالمانہ جواب دیا، اور آپ کے

۱۔ شذرات الذہب (۲۸۶/۷)

۲۔ البنایہ فی شرح الہدایہ (۱۲۳/۱) طبع مکتبہ امدادیہ ملتان

۳۔ معجم محدثی الذہبی (ص ۶۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

موثق کو درست قرار دیا۔[1]

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام صاحبؒ میں (روایت حدیث میں ضعف وغیرہ کا) کوئی عیب نہیں ہے۔

۳۹۔ محدث فاضل امام محمد بن عبدالرحمان ابن الغزیؒ (م ۱۱۶۷ھ)

امام موصوف شافعی المذہب محدث مؤرخ ہیں۔ امام محمد بن خلیل مرادیؒ (م ۱۲۰۶ھ) نے ان کا تعارف ان الفاظ سے کرایا ہے:

عالم، فاضل، محدث نحریر۔[2]

امام موصوف بھی امام صاحبؒ کی توثیق کرنے والوں میں سے ہیں، چنانچہ وہ آپ کو ان عظیم القاب سے ملقب کرتے ہیں:

اَلْحَبْر (بہت بڑے عالم)، اَلْبَحْر (علم کے سمندر)، المجتہد، الامام الاعظم، الورع (پارسا)، الزاھد (پرہیزگار)، العابد (عبادت گزار)، التابعیُّ الجلیل (جلیل القدر تابعی)......[3]

اب اس سے بڑی وزنی توثیق اور کیا ہو سکتی ہے؟

۴۰۔ محدث علامہ اسماعیل العجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ)

علامہ عجلونیؒ ایک جلیل القدر محدث اور عظیم المرتبت شافعی عالم ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب عِقْدُ اللَّآلِیْ وَالْمَرْجَانِ فِیْ تَرْجَمَةِ الْإِمَامِ أَبِیْ حَنِیْفَةَ النُّعْمَانِ میں امام ابوحنیفہؒ کی بابت لکھا ہے:

فهو رضي الله عنه حافظ، حجة، فقيه۔[4]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ حافظ الحدیث، روایت حدیث میں حجت اور فقیہ ہیں۔

اس بیان میں علامہ عجلونیؒ نے امام صاحبؒ کو حافظ الحدیث قرار دینے کے علاوہ "حُجَّةٌ بِالْحَدِیْثِ" بھی کہا ہے جو کہ ان کی طرف سے آپ کی ایک زبردست توثیق ہے، کیونکہ لفظ "حجۃ"

۱۔ الوافی بالوفیات (۸۹/۱۷-۹۵) ۲۔ سلک الدرر فی القرن الثانی عشر (۵۲/۴)

۳۔ دیوان الاسلام (۱۵۲/۴)

۴۔ مقدمۃ الاربعون العجلونیۃ (ص ۲۰) طبع دار البشائر الاسلامیۃ بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

الفاظ توثیق میں سے ہے، اور یہ لفظ "ثقہ" سے بھی اعلیٰ ہے، چنانچہ حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ ھ) بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ ھ) لکھتے ہیں:

الحجة فوق الثقة.[1]

حجت الحدیث ثقہ سے اعلیٰ ہوتا ہے۔

قارئین! حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں ائمہ حدیث اور ارباب جرح و تعدیل کے یہ چیدہ چیدہ توثیقی اقوال نقل کیے گئے ہیں، ورنہ اس طرح کے سینکڑوں اقوال کتب رجال میں منقول ہیں، جن کو اختصار کے سبب ذکر نہیں کیا گیا، اس لیے کہ ایک انصاف پسند شخص ان مذکورہ اقوال سے ہی یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ امام ہمام کا روایت حدیث میں کس قدر بلند مقام تھا اور آپ کی ثقاہت و حجیت کتنی زیادہ بلند تھی؟ رہا ضدی اور متعصب تو اس کے لیے دلائل کے دفتروں کے دفتر بھی بے کار ہیں، کیونکہ

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے

اس میں بھلا قصور ہے کیا آفتاب کا!

[1] طبقات الحفاظ (ص ۲۸۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

علمائے غیر مقلدین سے آپ کی توثیق

گذشتہ صفحات میں آپ محدثین وائمہ رجال سے امام اعظمؒ کی توثیق ملاحظہ کر چکے ہیں۔ اس کے بعد اب علمائے غیر مقلدین میں سے چند مشہور حضرات کے آپ کی توثیق سے متعلق اقوال پیش کیے جاتے ہیں کیونکہ:

ع وَالْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْأَعْدَاءُ

ماقبل آپ مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ) کا بیان پڑھ چکے ہیں، جس میں انہوں نے امام صاحبؒ کی بڑے عمدہ الفاظ میں تعریف کی ہے اور صاف اقرار کیا ہے کہ آپ اکثر محدثین کے نزدیک ثقہ ہیں۔

اسی طرح مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ (جو جماعت غیر مقلدین میں "امام المسلمین" کے لقب سے مشہور ہیں) سے بھی امام صاحبؒ کے بارے میں متعدد توثیقی اقوال گزر چکے ہیں۔

مولانا عبدالقادر سندھیؒ غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی، جو شیخ بن بازؒ کے معتمد ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے، یہ بھی صاف اقرار کرتے ہیں کہ:

امام ابوحنیفہ ثقہ، عادل، عظیم امام اور حجت ہیں۔[1]

مشہور صاحب التصانیف غیر مقلد عالم مولانا محمد جوناگڑھیؒ (م ۱۳۶۰ھ) بھی تصریح کرتے ہیں کہ:

امام صاحب پختہ اہل حدیث تھے۔[2]

غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلویؒ ارقام فرماتے ہیں:

باقی کسی ثقہ کا کسی سے روایت کرنا مروی عنہ کے ثقہ ہونے کی دلیل نہیں ہو

۱۔ مسئلہ رفع الیدین مترجم (ص ۹۲)　　۲۔ طریق محمدی (ص ۶۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

عکس ہے جیسا رَوی اَبُوْ حنیفة عَنْ جَابِرِ الْجُعْفِی۔ (جیسا کہ امام ابوحنیفہؒ نے جابر جعفی سے روایت کی ہے)......[1]

مولانا گوندلویؒ کے اس قول کا صاف مطلب یہ ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ثقہ ہونے کے باوجود جابر جعفی سے روایت لی ہے جو کہ جعفی کی توثیق کو مستلزم نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ مولانا گوندلویؒ کے نزدیک خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ ثقہ ہیں۔

دمشق کے مشہور غیر مقلد عالم شیخ محمد جمال الدین قاسمیؒ (م ۱۳۳۲ھ) نے بھی امام اعظمؒ کی بڑے عمدہ الفاظ میں توثیق وتعریف کی ہے۔ چنانچہ موصوف آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

وکان عالما، عاملا، زاھدا، ورعا، تقیا، کثیر الخشوع، دائم التضرع۔[2]

امام ابوحنیفہؒ عالم، باعمل، زاہد، صاحب ورع، پرہیزگار، کثیر الخشوع اور ہمیشہ عاجزی کرنے والے تھے۔

آخر یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام اعظمؒ سے جن محدثین نے روایت حدیث کی ہے وہ اس قدر زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہو سکتا، جیسا کہ امام اعظمؒ کے تلامذہ کے بیان میں بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ محدثین گزر رہا ہے۔ یہ بھی باقرار غیر مقلدین امام اعظمؒ کی توثیق پر ایک مستقل و ٹھوس دلیل ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے نامور مناظر مولانا عبداللہ لائلپوری نے تمنا عمادی (منکر حدیث) کے قول "زہری کے ہزاروں شاگرد تھے" کے ذیل میں لکھا ہے کہ:

زہری کی توثیق کے لیے یہی کافی ہے۔[3]

بنابریں امام اعظمؒ سے بھی بے شمار محدثین کا روایت حدیث کرنا بھی آپ کی توثیق کے لیے کافی ہے، لہٰذا آپ کی ثقاہت پر غیر مقلدین کے اعتراض کا باطل ہونا خود ان کے اپنے نامور مناظر سے ثابت ہو گیا و للہ الحمد علی ذلک۔

۱۔ التحقیق الراسخ (ص ۲۳۳)

۲۔ الفضل المبین علی عقد الجوہر الثمین (ص ۲۴۹)

۳۔ حاشیہ مقالات حدیث (ص ۱۰۴) از: مولانا اسماعیل سلفی غیر مقلد

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظم کا بلند پایہ حافظہ اور ضبطِ حدیث

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظم کا بلند پایہ حافظہ اور ضبط حدیث

سابقہ تفصیلی بحث میں آپ نے بحوالہ محدثین وائمہ رجال ملاحظہ کر لیا کہ امام اعظمؒ حدیث میں نہایت ثقہ اور عظیم محدثانہ شان کے مالک تھے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ملحوظ رہے کہ آپ بلند پایہ حافظ الحدیث بھی تھے اور الفاظِ حدیث کے حفظ اور ضبط کے لیے آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔

ذیل میں آپ کے حفظِ حدیث سے متعلق کچھ دلائل ملاحظہ ہوں۔

امام اعظمؒ کے حفظ اور ضبطِ حدیث سے متعلق چند دلائل

(۱) آپ پڑھ چکے ہیں کہ امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام مکیؒ، امام ابن شاہینؒ اور امام حاکمؒ وغیرہ ائمہ حدیث نے بالتصریح امام صاحب کو ثقہ کہا ہے جو کہ باقرار علمائے غیر مقلدین آپ کے قوی الحافظۃ اور ضابط الحدیث ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ غیر مقلدین کے محقق اعظم مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ (م ۱۳۵۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

> ثقہ اس راوی کو کہتے ہیں جو عادل اور ضابط ہو۔ پس جو راوی عادل ہو اور ضابط نہ ہو یا ضابط ہو عادل نہ ہو تو اس کو ثقہ نہیں کہیں گے۔[1]

مولانا مبارکپوریؒ صاحب کی اس تصریح کے مطابق جن ائمہ حدیث نے امام صاحبؒ کو ثقہ کہا ہے ان کے نزدیک آپ ضابط الحدیث (حدیث کو یاد رکھنے میں پختہ) بھی ہیں۔

(۲) امام صاحبؒ روایتِ حدیث میں کیسے قوی الحفظ تھے، حالانکہ روایتِ حدیث کے لیے آپ نے یہ شرط عائد کر رکھی تھی کہ آدمی کو صرف وہی حدیث بیان کرنی چاہیے جس کو اس نے سماع کے وقت سے لے کر روایت کرنے کے وقت تک برابر یاد رکھا ہو۔ چنانچہ حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ محدثین نے آپ کے شاگرد رشید امام

---

[1] تحقیق الکلام (ج ۱ ص ۸۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) سے آپ کا یہ قول نقل کیا ہے:

لا ینبغی للرجل ان یحدث من الحدیث الا بما حفظه یوم سمعه الی یوم یحدث به۔[1]

آدمی کو اس وقت تک حدیث بیان نہیں کرنی چاہیے جب تک کہ وہ حدیث اس کو سننے کے دن سے لے کر بیان کرنے کے دن تک برابر یاد نہ ہو۔

(۳) آپ نے اس مذکورہ شرط پر عمل بھی کر کے دکھایا اور کوئی ایسی حدیث بیان نہیں کی جس کے آپ حافظ نہ تھے۔ چنانچہ امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کا یہ بیان امام صاحب کی توثیق میں گزر چکا ہے کہ:

کان ابو حنیفة ثقة، لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظ۔

امام ابو حنیفہؒ حدیث میں ثقہ تھے، اور آپ صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جو آپ کو حفظ ہوتی تھی، اور جو حفظ نہیں ہوتی تھی آپ اس کو بیان نہیں کرتے تھے۔

امام یحییٰؒ کے مذکورہ بیان سے یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ امام صاحبؒ اپنی تمام مرویات کے حافظ تھے۔

(۴) اَمِیْرُ الْمُؤمِنِیْن فِی الْحَدِیْث امام شعبہ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ)، جن کو علم حدیث واسماء الرجال میں وہ مقام حاصل ہے کہ جس کے سامنے سب محدثین کی نظریں نیچی ہیں۔ علم حدیث کے یہ جبل علم بھی روایت حدیث میں امام صاحب کے "جَیِّدُ الْحِفْظ" ہونے کی گواہی دیتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابو عبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے موصوف کا امام صاحبؒ کے بارے میں یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

وکان واللّٰه حسن الفهم، جید الحفظ حتی شنعوا علیه بما هو واللّٰه اعلم به منهم۔[2]

اللہ کی قسم! امام ابو حنیفہؒ عمدہ فہم اور پختہ حافظہ کے مالک تھے۔ اللہ کی قسم! آپ کے

۱۔ الانتقاء (ص ۱۳۹) لابن عبدالبر۔ سیر اعلام النبلاء (ج ۶، ص ۳۹۶) للذہبیؒ

۲۔ اخبار ابی حنیفة واصحابه (ص ۲۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

مخالفین نے آپ پر جو طعن و تشنیع کی ہے، آپ اس کو ان سے بہتر جانتے تھے۔

(۵) جلیل القدر محدث امام اسرائیل بن یونس بن ابی اسحاقؒ (م ۱۶۲ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) حافظ، حجۃ، صالح، خاشع اور وعاء العلم کے القاب سے یاد کرتے ہیں،[1] ان سے علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے سند متصل کے ساتھ یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

کان نعم الرجل النعمان، ما کان احفظه لکل حدیث فیه فقه، واشد فحصه عنه، واعلمه مما فیه من الفقه، وکان قد ضبط عن حماد فاحسن الضبط عنه.[2]

امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ کیا ہی اچھے انسان تھے کہ ہر وہ حدیث جو فقہ سے متعلق تھی، آپ کو اچھی طرح حفظ تھی اور اس حدیث کی آپ کو بے حد جستجو رہتی تھی، اور اس میں جو کچھ فقہی نکات ہوتے تھے، ان کو بھی آپ اچھی طرح جانتے تھے۔ آپ نے اپنے استاذ امام حمادؒ سے احادیث یاد کی تھیں اور خوب ان کو ضبط کیا تھا۔

(۶) شیخ المحدثین امام حسن بن صالح بن حیؒ (م ۱۶۷ھ) بھی امام صاحبؒ کو حافظ الحدیث تسلیم کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابو عبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے ان سے امام صاحبؒ کے بارے میں یہ قول روایت کیا ہے:

وکان حافظا لفعل رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم الذی قبض علیه مما وصل الی اهل بلده.[3]

امام ابوحنیفہؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری دور سے متعلق وہ تمام احادیث حفظ تھیں، جو آپ کے شہر کوفہ والوں تک پہنچی تھیں۔

نیز امام صاحبؒ کی توثیق میں امام حسن بن صالحؒ کا طویل بیان گزر چکا ہے، جس میں یہ بھی تھا کہ امام ابوحنیفہؒ "متثبت فی العلم" (پختہ کار عالم) تھے۔ یہ بھی ان کی طرف سے امام صاحبؒ کے جید الحفظ ہونے کی قوی شہادت ہے، کیونکہ اگر آپ کا حافظہ قوی نہیں تھا تو پھر آپ کا علم پختہ

---

[1] تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۲۱۴)۔ [2] تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۹)۔

[3] اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۲۵)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کیسے ہو گیا؟

(۷) مشہور حافظ الحدیث امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ)، جن کے ترجمہ میں آپ امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ (م ۲۳۴ھ) کا یہ بیان پڑھ چکے ہیں کہ میں نے اپنی زندگی میں ان سے بڑا حافظ الحدیث کوئی نہیں دیکھا، حافظ ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے ان کے شاگرد امام نعیم بن معصرؒ (م ۲۲۴ھ)، جو ثقہ اور ضابط تھے[1] کے حوالہ سے ان کا یہ بیان نقل کیا ہے:

كان ابو حنيفة نقيا زاهدا عالما، صدوق اللسان، احفظ اهل زمانه.[2]

امام ابوحنیفہ متقی، پاکباز، دنیا سے بے رغبت، نہایت راست باز اور اپنے زمانہ میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔

غور کیجیے کہ جس شخص کو امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ سب سے بڑے حافظ الحدیث قرار دیتے ہیں، وہ امام صاحبؒ کے بارے میں گواہی دے رہے ہیں کہ آپ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔ اس عظیم حافظ الحدیث کی گواہی کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے "اَحْفَظُ الْحَدِيث" ہونے میں کیا شبہ رہ جاتا ہے؟

(۸) استاذ المحدثین امام مکی بن ابراہیم بلخیؒ (م ۲۱۵ھ)، جو امام بخاریؒ کے کبار اساتذہ میں سے ہیں، اور امام بخاریؒ نے اپنی "صحیح" میں بائیس ثلاثیات میں سے گیارہ ثلاثیات ان ہی کی سند سے روایت کی ہیں، یہ محدث جلیل بھی امام صاحبؒ کو صرف حافظ الحدیث ہی نہیں بلکہ اَحْفَظُ الْحَدِيث قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابواحمد عسکریؒ (م ۳۸۲ھ) نے اپنی سند کے ساتھ ان سے یہ قول نقل کیا ہے کہ:

كان ابو حنيفة تقيا زاهدا عالما راغبا فى الآخرة صدوق اللسان احفظ اهل زمانه.[3]

امام ابوحنیفہ متقی، زاہد، عالم، آخرت کی طرف راغب، بڑے راست باز اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔

۱۔ تقریب التہذیب (ج۲ ص ۳۰۶)

۲۔ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۲۸)

۳۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۹۰ للمکی)

www.besturdubooks.wordpress.com

(۹) محدث کبیر اور عابد شہیر امام عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ (م ۲۱۳ھ)، جن کا مختصر تعارف اور ان کے عظیم علمی مقام سے متعلق محدثین کی شہادتیں امام اعظمؒ کی ثقاہت کے بیان میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں، موصوف بھی امام صاحبؒ کے حافظ الحدیث اور قوی الحفظ ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) بسند متصل ان سے یہ بیان نقل کرتے ہیں:

یجب علی اہل الاسلام ان یدعوا اللہ لابی حنیفۃ فی صلاتہم، قال و ذکر حفظہ علیہم السنن والفقہ۔[۱]

اہل اسلام پر واجب ہے کہ وہ اپنی نمازوں میں اللہ تعالیٰ سے امام ابوحنیفہؒ کے لیے دعا کریں، کیونکہ آپ نے اہل اسلام کے لیے سنن (احادیث) اور فقہ کو محفوظ کر دیا ہے۔

اس بیان سے امام صاحبؒ کا حافظ الحدیث ہونا بالکل واضح معلوم ہوتا ہے، کیونکہ اگر آپ احادیث کے حافظ نہیں تھے یا آپ کا حافظہ قوی نہیں تھا تو پھر آپ نے احادیث کو محفوظ کیسے کر لیا؟

(۱۰) محدث شہیر امام ابوالحسن دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، جن کا مجموعہ حدیث ''سنن الدارقطنی'' کے نام سے اہل علم میں مشہور و متداول ہے، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کا تعارف الامام، شیخ الاسلام، حافظ الزمان، ابوالحسن الشہیر کے القاب سے کراتے ہیں۔[۲]

موصوف اگرچہ امام صاحبؒ کے کٹر مخالفین میں شمار ہوتے ہیں، یہاں تک کہ اپنی ''سنن'' میں آپ کو ضعیف تک کہہ دیا۔[۳] لیکن اس مخالفت کے باوجود وہ آپ کے حافظ الحدیث ہونے کا انکار نہ کر سکے، چنانچہ ایک حدیث کے ذیل میں لکھتے ہیں:

خیلان بن جامع و ھشیم بن بشیر و ھما احفظ من ابی حنیفۃ

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳، ص ۳۴۴) ۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۳، ص ۱۳۲)

۳۔ مولانا محمد گوندلوی غیر مقلد، امام دارقطنیؒ کی امام صاحبؒ پر اس جرح کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ان (امام دارقطنیؒ) کو امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے چونکہ ایسی باتیں پہنچی تھیں، اس لیے وہ معذور تھے، کیونکہ وہ امام ابوحنیفہؒ کو قریب سے نہیں دیکھ سکے۔ جیسے یحییٰ بن معین نے امام شافعیؒ کو ضعیف کہا۔ (خیر الکلام، ص ۱۷۵) با شکریہ تجلیات صفدر، گوجرانوالہ)۔ یعنی جیسے امام ابن معینؒ کی جرح امام شافعیؒ کے خلاف کالعدم ہے، ایسے ہی امام دارقطنیؒ کی امام اعظمؒ کے خلاف جرح کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

الاسناد۔[1]

غیلان بن جامعؒ اور ہشیم بن بشیرؒ دونوں امام ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر اسناد الحدیث کے حافظ ہیں۔

اس بیان میں اگرچہ امام دار قطنیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی دشمنی میں آپ کو غیلان بن جامعؒ اور ہشیم بن بشیرؒ (اور خیر سے یہ دونوں امام ابو حنیفہؒ کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں) سے کم درجہ کے حافظ الحدیث بتلایا ہے، جو کہ سراسر مغالطہ ہے۔ کیونکہ ماقبل کبار ائمہ حدیث کی یہ تصریحات گزر چکی ہیں کہ آپ اپنے زمانہ میں سب سے بڑے حافظ الحدیث تھے۔ لیکن اگر ان کی یہ بات تسلیم بھی کر لی جائے تو کم از کم اتنی بات تو اس سے ضرور ثابت ہوتی ہے کہ وہ آپ کو حافظ الحدیث تسلیم کرتے ہیں، اگرچہ حفظ میں وہ آپ کو غیلانؒ اور ہشیمؒ سے کم درجہ بتاتے ہیں۔ اسی موقع کے لیے کہا گیا ہے:

ع والفضل ما شهدت به الأعداء

(۱۱) مشہور صاحب التصانیف محدث امام ابوبکر بیہقی شافعیؒ (م ۴۵۸ھ)، جو کہ بقول حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) الامام، الحافظ، العلامۃ، شیخ اور صاحب التصانیف تھے،[2] یہ محدث جلیل بھی امام اعظمؒ کو حافظ الحدیث تسلیم کرتے ہیں اور تحقیق احادیث میں آپ کے حفظ پر پورا اعتماد کرتے ہیں۔ چنانچہ حضرات غیر مقلدین کے استاذ العلماء مولانا محمد گوندلویؒ ایک حدیث کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

> امام بیہقیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے حفظ پر اعتماد کر کے ابو الولید کو اس کی قرار دے کر دو قصوں والی روایت میں مجہول قرار دیا ہے۔[3]

نیز گوندلوی صاحبؒ لکھتے ہیں:

> امام بیہقیؒ نے امام ابو حنیفہؒ کا احترام کرتے ہوئے زیادتی کو تسلیم کرتے ہوئے اعتراض کیا ہے کہ ابو الولید مجہول ہے، اس میں امام ابو حنیفہؒ کا قصور نہیں، جس

۱۔ سنن الدار قطنی (ج ۱ ص ۳۲۲) طبع نشر السنۃ، ملتان

۲۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۳ ص ۲۱۹)۔

۳۔ خیر الکلام (ص ۳۵۶)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

طرح حقیقت تھی، انہوں نے ذکر کر دی۔[1]

اب جس شخص کے حافظہ پر امام بیہقیؒ جیسے محدث کبیر اعتماد کر رہے ہیں، اس کو سیئی الحفظ کہہ کر مطعون کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

(۱۲) امام اعظمؒ کے حافظ الحدیث اور قوی الحفظ ہونے کی اس سے بڑی دلیل اور کیا چاہیے کہ مورخ اسلام، خاتمۃ الحفاظ، محدث ناقد امام ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" (جس میں انہوں نے صرف ان ہی لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو حفاظ حدیث شمار ہوتے ہیں، چنانچہ مولانا اسماعیل سلفیؒ غیر مقلد لکھتے ہیں، تذکرۃ الحفاظ کی چار جلدیں ہیں، جن میں حفاظ کا تذکرہ فرمایا گیا ہے) میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بھی شاندار الفاظ میں تذکرہ کیا ہے۔ اس کے بعض اقتباسات ہم ماقبل ذکر کر چکے ہیں۔ یہ آپ کے حافظ الحدیث اور قوی الحفظ ہونے کی بین دلیل ہے۔

نیز ہم ماقبل حافظ موصوف کی کتاب "العبر" سے امام صاحبؒ کے متعلق ان کا یہ بیان نقل کر چکے ہیں کہ "کان من اذکیاء بنی آدم۔" (امام ابوحنیفہؒ ذہین ترین انسانوں میں سے تھے)۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا کسی سیئی الحفظ یا بدحافظہ شخص کو حافظ ذہبیؒ جیسے محتاط عالم ذہین ترین انسان قرار دے سکتے ہیں؟

(۱۳) حافظ ذہبیؒ کے علاوہ بھی جن محدثین نے حفاظ حدیث کے حالات پر مستقل کتابیں لکھی ہیں، انہوں نے بھی امام صاحبؒ کو حفاظ حدیث میں سے شمار کرتے ہوئے اپنی ان کتب کو آپ کے تذکرے سے مزین کیا ہے۔ مثلاً امام شمس الدین محمد بن احمد بن عبدالہادی مقدسی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے اپنی کتاب "طبقات علماء الحدیث" میں آپ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جیسا کہ امام صاحبؒ کی توثیق میں بحوالہ گزرا ہے۔

موصوف اپنی اس کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

فهذا كتاب مختصر، يشتمل على جملة من الحفاظ من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم والتابعين و من بعدهم، لا يسع من

---

[1] ایضاً
[2] تحریک آزادی فکر (ص ۱۰۰) ناشر مکتبہ محمدیہ چیچہ وطنی، ضلع ساہیوال

www.besturdubooks.wordpress.com

یشغل بعلم الحدیث الجھل بھم.[1]

یہ مختصر کتاب ان حفاظ حدیث کے حالات پر مشتمل ہے جن کا تعلق صحابہ کرامؓ تابعین عظام اور ان کے بعد کے لوگوں سے ہے۔ جو شخص علم حدیث کی طلب میں مشغول ہے، اس کے لیے ان حضرات کے حالات سے بے خبری مناسب نہیں ہے۔

معلوم ہوا کہ امام مقدسیؒ جیسے محدث کے نزدیک امام صاحبؒ حفاظ حدیث میں سے ہیں اور آپ ان بلند پایہ محدثین میں شامل ہیں کہ جن کے حالات سے آگاہی ایک طالب حدیث کے لیے ضروری ہے۔

(۱۴) اسی طرح مورخ الشام علامہ شمس الدین محمد بن ابی بکر الشہیر بہ "ابن ناصر الدین" شافعیؒ (م ۸۴۲ھ) نے بھی حفاظ حدیث کے حالات پر اپنی منظومہ کتاب "بدیعۃ البیان عن موت الاعیان" میں آپ کا تذکرہ کیا ہے۔[2]

امام موصوف نے اپنی اس کتاب کے شروع میں خود تصریح کر دی ہے کہ یہ منظومہ کلام جلیل القدر حفاظ حدیث کے اسماء پر مشتمل ہے۔[3]

(۱۵) محدث امام جمال الدین یوسف بن حسن بن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۹۰۹ھ)، جو "ابن المبرد" کے لقب سے مشہور ہیں، نے بھی اپنی کتاب "طبقات الحفاظ" میں امام صاحب کا ترجمہ کیا ہے۔ جیسا کہ علامہ عبداللطیف بن علامہ مخدوم ہاشم سندیؒ نے اپنی کتاب "ذب ذبابات الدراسات عن المذاھب الاربعۃ المتناسبات" میں ان سے نقل کیا ہے۔[4]

(۱۶) مشہور صاحب التصانیف محدث، شیخ الاسلام امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ)، جن کی علمی شخصیت سے کون شخص ناواقف ہوگا، انہوں نے بھی حفاظ حدیث کے حالات پر مشتمل اپنی کتاب "طبقات الحفاظ" میں امام صاحبؒ کا بڑے عمدہ الفاظ میں ترجمہ لکھ کر آپ کے حافظ

۱۔ طبقات علماء الحدیث (ص ۷۷)

۲۔ بدیعۃ البیان عن موت الاعیان (ص ۹ ، و رقم ۱۱۴) طبع دار ابن کثیر، بیروت

۳۔ ایضاً (ص ۵)

۴۔ مکانۃ الامام ابی حنیفۃ فی الحدیث (ص ۹۳) للعلامۃ النعمانی

www.besturdubooks.wordpress.com

الحدیث ہونے کا کھلم کھلا اقرار کیا ہے۔[1]

(۱۷) امام سیوطیؒ کے مایہ ناز شاگرد، جلیل القدر مورخ علامہ محمد بن یوسف صالحی شافعی (م ۹۴۲ھ) مؤلف "سیرۃ الشامیہ" وغیرہ (جن کا تذکرہ علامہ شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) ان القاب سے کرتے ہیں، الاخ الصالح، العالم الزاھد، الشیخ، المتمسک بالسنۃ المحمدیۃ، مغنی فی العلوم وغیرہ)[2] موصوف نے اپنی مایہ ناز کتاب "عقود الجمان" میں مستقل ایک باب قائم کیا ہے، جس کا عنوان ہے، فی بیان کثرۃ حدیثہ، و کونہ من اعیان الحفاظ من المحدثین (یہ باب اس بیان میں ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کثیر الحدیث اور بلند پایہ حفاظ محدثین میں سے تھے)۔ پھر اس باب کے ذیل میں فرماتے ہیں:

ان الامام ابی حنیفۃ رحمہ اللّٰہ تعالیٰ من کبار حفاظ الحدیث۔[3]

بلاشبہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ بڑے حفاظ حدیث میں سے تھے۔

یہ آپ کے حجت حافظ الحدیث ہونے پر روشن دلیل ہے۔

(۱۸) محقق شہیر علامہ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) بھی امام صاحبؒ کے حافظ الحدیث ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

وقد کان الحافظ المشہور بالعنایۃ فی ھذا الشان۔[4]

امام ابوحنیفہؒ اس فن حدیث کے مشہور حافظ اور ماہر تھے۔

(۱۹) محدث علامہ اسماعیل عجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) کا بیان آپ پڑھ چکے ہیں کہ انہوں نے بھی امام صاحبؒ کو حافظ الحدیث اور حجۃ قرار دیا ہے۔

(۲۰) آخر میں یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ امام صاحبؒ بڑے پختہ حافظ القرآن تھے اور ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ چنانچہ شروع کتاب میں امام صاحبؒ کی "عبادت" کے بیان میں بحوالہ امام مسعر بن کدامؒ (م ۱۵۵ھ)، امام خارجہ بن مصعبؒ (م ۱۶۸ھ) اور امام

[1] دیکھئے: طبقات الحفاظ (ص ۸۰۵) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت
[2] شذرات الذہب (ج ۸ ص ۲۵۰)
[3] عقود الجمان فی مناقب الامام الاعظم النعمان (ص ۳۱۹)
[4] الروض الباسم (ج ۲ ص ۳۱۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) گزرا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ایک رکعت میں پورا قرآن مجید زبانی پڑھ لیتے تھے۔

حافظ صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) لکھتے ہیں:

فتبًا لمن زعم انه كان لايحفظ القرآن وقد صح عنه انه كان يختم في رمضان ستين ختمة، قلت: وقراءته القرآن كله في ركعة۔[1]

اس شخص کے لیے ہلاکت ہو جو یہ خیال کرتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ حافظِ قرآن نہیں تھے، حالانکہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ آپ رمضان میں ساٹھ ختم کرتے تھے اور آپ پورا قرآن ایک رکعت میں پڑھ لیتے تھے۔

اب غور طلب بات ہے کہ جو شخص اس قدر پختہ حافظہ کا ہو کہ ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ رہا ہے، اس کے بارے میں یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ وہ حدیث (جو عموماً چند سطروں سے زیادہ نہیں ہوتی) کو اچھی طرح حفظ نہیں کر سکتا تھا؟

قارئین! ان مذکورہ بالا حوالہ جات سے بخوبی واضح ہو گیا کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ بلند پایہ حافظ الحدیث تھے اور محدثین کے نزدیک روایت حدیث کے لیے جس قدر ضبط اور حافظہ کی ضرورت ہے، آپ کا ضبط اور حفظ اس سے کسی طرح کم نہیں تھا، بلکہ آپ اس معیار سے بھی بہت بلند و بالا تھے۔

ان حقائق کے باوجود اگر کوئی شخص اسی پر مُصر ہو کہ امام صاحبؒ بدحافظ اور سیئی الحفظ تھے یا آپ کا حافظہ محدثین کے معیار پر نہیں تھا تو ایسے شخص کو سوائے متعصب اور کور باطن کے کیا کہا جا سکتا ہے!

ع

تیرا جی ہی نہ چاہے تو بہانے ہیں ہزار

---

[1] عقود الجمان (ص ۱۶۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

علم جرح وتعدیل میں
امام اعظم کا بلند پایہ مقام

www.besturdubooks.wordpress.com

علم جرح وتعدیل میں امام اعظمؒ کا بلند پایہ مقام

علومِ حدیث میں علم جرح وتعدیل کی ایک خاص اہمیت ہے۔ یہ وہ علم ہے جس میں رُواتِ حدیث کے احوال سے بحث کی جاتی ہے۔

"جرح" کہتے ہیں، راوی کے ایسے نقص اور ضعف کو ظاہر کرنا جو اس کی روایت کو مردود قرار دینے کا موجب ہو۔ اور "تعدیل" راوی کی نیکی خوبی اور ثقاہت بیان کرنے کو کہا جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے اس کی روایت کو قابلِ قبول سمجھا جائے۔ ان دونوں کے مجموعہ کا نام "علم جرح وتعدیل" ہے اور اسی کو "فن اسماء الرجال" بھی کہہ دیا جاتا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ دیگر علوم حدیث کی طرح اس علم میں بھی بلند پایہ مقام اور عظیم منصب پر فائز ہیں۔

مؤرخ اسلام اور حدیث و اسماء الرجال کے حجت امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے آپ کو ان لوگوں میں سے قرار دیا ہے جن کے اقوال کو جرح وتعدیل میں قبول کیا جاتا ہے، اور جن کا شمار اس فن کے جہابذہ (وہ ائمہ جو رواۃ حدیث کو جرح وتعدیل کے اصولوں پر پرکھتے ہیں) میں ہوتا ہے۔

چنانچہ ذہبیؒ علم جرح وتعدیل کی تاریخ بیان کرتے ہوئے دوسری صدی ہجری کے احوال پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثم كان في المائة الثانية في اوائلها جماعة من الضعفاء من اوساط التابعين وصغارهم ممن تكلم فيهم من قبل حفظهم، او لبدعة فيهم كعطية العوفي و فرقد السبخي و جابر الجعفي وابي هارون العبدي، فلما كان عند انقراض عامة التابعين في حدود الخمسين و مئة، تكلم طائفة من الجهابذة في التوثيق

www.besturdubooks.wordpress.com

والتضعیف، فقال ابو حنیفة: ما رأیت اکذب من جابر الجعفی، وضعف الاعمش جماعة ووثق آخرین وانتقد الرجال شعبة ومالک.....[1]

پھر جب دوسری صدی ہجری کا آغاز ہوا تو اس کے اوائل میں اوساط اور صغار تابعین میں سے ضعفاء کی ایک جماعت سامنے آئی، جن پر حافظہ کی خرابی یا کسی بدعت میں مبتلا ہونے کی وجہ سے کلام کیا گیا۔ جیسا کہ عطیہ عوفی، فرقد سبخی، جابر جعفی اور ابوہارون عبدی ہیں۔ پھر ۱۵۰ھ کی حدود میں جب آخری تابعین دنیا سے رخصت فرما گئے تو جہابذہ (ائمہ نقدین) کی ایک جماعت نے (راویوں کی) توثیق وتضعیف میں لب کشائی کی۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا:

میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام اعمشؒ نے راویانِ حدیث کی ایک جماعت کی تضعیف کی اور کئی لوگوں کو ثقہ قرار دیا امام شعبہؒ اور امام مالکؒ نے بھی رجالِ حدیث پر نقد کیا۔

حافظ ذہبیؒ کے اس مذکورہ بیان کو حافظ بدر الدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے بھی نقل کیا ہے۔[2]

اس حوالہ سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ حافظ ذہبیؒ جیسے محدث کی نظر میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم جرح وتعدیل کی ایک نابغہ روزگار شخصیت ہیں، اور آپ کو ۱۵۰ھ کی حدود میں رواتِ حدیث پر کلام کرنے والے ائمہ پر تقدم اور برتری حاصل ہے۔

نیز حافظ ذہبیؒ نے اپنی کتاب "تذکرۃ الحفاظ" میں آپ کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جیسا کہ ماقبل بحوالہ گزر چکا ہے۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم جرح وتعدیل میں مجتہدانہ شان رکھتے ہیں، کیونکہ خود حافظ ذہبیؒ نے اپنی اس کتاب کے دیباچہ میں تصریح کی ہے کہ:

هذه تذكرة بمعدلي حملة العلم النبوي ومن يرجع الى اجتهادهم

۱۔ رسالة ذكر من يعتمد قوله في الجرح والتعديل، مشمولہ اربع رسائل فی علوم الحدیث (ص ۱۷۱، ص ۱۷۵)، تحقیق وترتیب: شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ، طبع مکتوبات الاسلامیہ، حلب

۲۔ النکت علی مقدمہ ابن الصلاح (ص ۷۷۸)، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

فی التوثیق والتضعیف والتصحیح والتزییف.[1]

یہ حاملانِ علم نبوی (محدثین) کی عدالت بیان کرنے والوں اور ان لوگوں کا تذکرہ ہے کہ جن کے اجتہاد پر (راویان حدیث) کی توثیق وتضعیف اور (احادیث کی) تصحیح وتزییف (کھوٹ بیان کرنے) میں رجوع کیا جاتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ کے بعد حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ)، جو ایک جلیل القدر محدث ہیں، نے بھی امام صاحبؒ کو ائمہ جرح وتعدیل میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ موصوف اس علم کی تاریخ بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

ولایکاد یوجد فی القرن الاوّل الذی انقرض فی الصحابة و کبار التابعین ضعیف الا الواحد بعد الواحد کالحارث الاعور والمختار الکذاب، فلما مضی القرن الاوّل ودخل الثانی کان فی اوائله من اوساط التابعین جماعة من الضعفاء الذین ضُعّفوا غالبا من قبل تحملهم وضبطهم للحدیث فتراهم یرفعون الموقوف و یرسلون کثیرا ولهم غلط کابی هارون العبدی، فلما کان عند آخرهم عصر التابعین وهو حدود الخمسین ومائة تکلم فی التوثیق والتجریح طائفة من الائمة فقال ابو حنیفة مارایت اکذب من جابر الجعفی، وضعف الاعمش جماعة ووثق آخرین ونظر فی الرجال شعبة ومالک......[2]

پہلی صدی ہجری، جو صحابہؓ اور کبار تابعین کا زمانہ ہے، اس میں حارث اعور اور مختار کذاب جیسے اِکا دُکا شخص کو چھوڑ کر ضعیف راویوں کا تقریباً وجود نہیں تھا۔ پھر جب پہلی صدی ختم ہو کر دوسری صدی شروع ہوئی تو اس کے اوائل میں اوساط تابعین میں سے ضعفاء کی ایک جماعت ظاہر ہوئی، جو زیادہ تر حدیث کو زبانی یاد رکھنے اور اس کو ضبط کرنے کے لحاظ سے ضعیف قرار دی گئی۔ آپ ان کو دیکھیں

---

[1] تذکرۃ الحفاظ (ا/۲)

[2] الإعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ (ص ۱۶۳) طبع دار الکتاب العربی، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

گے کر دہ موقوف کو مرفوع نقل کرتے ہیں اور کثرت سے (متصل احادیث کو)
مرسل بیان کر جاتے ہیں اور روایت حدیث میں ان سے غلطیاں سرزد ہوتی
ہیں، جیسے ابو ہارون عبدی ہے۔

پھر جب ۱۵۰ھ کی حدود میں اوساط تابعین کا زمانہ آیا تو ائمہ (جرح وتعدیل) کی ایک
جماعت نے راویان حدیث کی توثیق وتضعیف میں کلام کیا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا، میں
نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔ امام اعمشؒ نے بعض راویوں کی تضعیف کی اور دیگر
بعض کی توثیق کی، امام شعبہؒ اور امام مالکؒ نے بھی رجال حدیث پر نقد کیا......

حافظ ذہبیؒ اور حافظ سخاویؒ کے علاوہ دیگر محدثین نے بھی اس علم میں امام اعظمؒ کی عظمت
شان اور مہارت کا لوہا تسلیم کیا ہے۔

امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ)، جو حافظ عراقیؒ وغیرہ حفاظ حدیث کے استاذ اور شیخ
محدث ہیں، امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

اعلم ان الامام اباحنیفة قد قبل قوله فی الجرح والتعدیل، وتلقوه
عنه علماء هذا الفن وعملوا به کتلقیهم عن الامام احمد
والبخاری وابن معین وابن المدینی وغیرهم من شیوخ الصنعة،
وهذا یدلک علی عظمته وشانه وسعة علمه وسیادته۔[1]

جان لو کہ امام ابوحنیفہؒ کے قول کو جرح وتعدیل میں قبول کیا گیا ہے، اور اس فن
کے علماء نے اس کو اپنایا ہے اور اس کے مطابق عمل کیا ہے۔ جیسا کہ وہ امام احمد
بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام علی بن مدینیؒ اور اس فن کے دیگر
شیوخ کے اقوال کو اپناتے ہیں، اس سے آپ کو (اس فن میں) امام صاحبؒ کی
عظمت شان، وسعت علمی اور بزرگی کا پتہ چلے گا۔

خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) آپ کے بارے میں رقمطراز ہیں:

وکان رحمه الله تعالی، بصیرا بعلل الحدیث وبالتعدیل
والتجریح، مقبول القول فی ذلک۔[2]

۱۔ الجواہر المضیئہ (۱/۳۰)

۲۔ عقود الجمان (ص ۱۶۷)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ عِلَلِ حدیث (روایت میں پوشیدہ نقائص) اور تعدیل و جرح میں پوری بصیرت رکھتے تھے اور اس علم میں آپ کا قول مقبول ہے۔

محدث جلیل امام محمد مرتضیٰ زبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) امام صاحبؒ کی بابت ارقام فرماتے ہیں:

فان کلامہ مقبول فی الجرح والتعدیل... وقد عقد ابن عبدالبر فی کتاب جامع العلم بابا فی ان کلام الامام یقبل فی الجرح والتعدیل۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کا کلام جرح وتعدیل میں قبول کیا جاتا ہے..... اور امام ابن عبدالبرؒ نے اپنی کتاب "جامع العلم" میں مستقل ایک باب اس بارے میں قائم کیا ہے کہ آپ کی بات جرح وتعدیل میں مقبول ہے۔

راویانِ حدیث سے متعلق آپ کے اقوال وارشادات

درج بالا سطور سے یہ بات آشکارا ہوگئی کہ امام عالی شان "علم جرح وتعدیل" کے بلند پایہ ائمہ میں سے ہیں، اور اس فن میں آپ کی شخصیت ایک استدلالی اور مجتہدانہ مقام رکھتی ہے۔

اب قارئین کے سامنے اہم رواتِ حدیث سے متعلق آپ کے آراء اور ان پر آپ نے جرحاً یا تعدیلاً جو تبصرے فرمائے ہیں، ان کو کچھ نمونۃً پیش کرتے ہیں۔ اس سے واضح ہو جائے گا کہ محدثین اپنی کتب رجال میں کتنے اہتمام سے راویانِ حدیث سے متعلق آپ کے آراء اور تبصروں کو ذکر کرتے ہیں اور ان کو کتنی عظمت اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

(۲،۱) جابر جعفی (م ۱۲۷ھ) کی تکذیب اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) کی توثیق:

جابر بن یزید جعفی کوفی ایک شیعہ اور کذاب راوی گزرا ہے، جبکہ حضرت عطاء بن ابی رباح کا ایک جلیل القدر تابعی اور امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں سے ہیں۔ آپ نے جابر جعفی پر جرح کی ہے اور اس کو وقت کا سب سے بڑا کذاب قرار دیا ہے۔ اس کے بالمقابل آپ نے حضرت عطاء کی توثیق فرمائی اور ان کو "افضل اہل زمانہ" کہا ہے۔

آپ کے یہ دو جملے "علم جرح وتعدیل" میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں اور ان دو جملوں کو

[1] عقود الجواہر المنیفہ (۸/۱) طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی

www.besturdubooks.wordpress.com

محدثین میں اتنی پذیرائی حاصل ہوئی کہ تقریباً تمام محدثین ان میں سے اول جملے کو جابرؒ کے خلاف اور دوسرے جملے کو حضرت عطاءؒ کے حق میں بطور سند اور استدلال پیش کرتے ہیں۔ مثلاً رئیس المحدثین امام ابو عیسیٰ ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) جن کی "جامع" صحاح ستہ میں ایک اہم مقام رکھتی ہے، نے اپنی کتاب "العلل" (جو جامع الترمذی کے آخر میں ملحق ہے) میں آپ کے ان دو جملوں کو بسند ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

حدثنا محمود بن غیلان: حدثنا ابو یحیی الحمانی قال سمعت ابا حنیفة یقول: ما رایت احدا اکذب من جابر الجعفی ولا افضل من عطاء بن ابی رباح.[1]

ہم سے محمود بن غیلانؒ نے بیان کیا کہ ہم سے ابو یحییٰ حمانی نے کہا ہے کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا اور حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام ترمذیؒ جیسے محدث کا آپ کے اس قول کو بسند ذکر کرنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ ان کے نزدیک آپ فن جرح وتعدیل میں ایک مجتہدانہ اور استدلالی شخصیت کے حامل تھے۔

اسی طرح جلیل المرتبت محدث امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے بھی اپنی "صحیح ابن حبان" میں ان جملوں کو بسند ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اخبرنا الحسین بن عبد الله بن یزید القطان بالرقة، قال: حدثنا احمد بن ابی الحواری، قال سمعت ابا یحیی الحمانی یقول: سمعت ابا حنیفة یقول: ما رایت فیمن لقیت افضل من عطاء بن ابی رباح، ولا لقیت فیمن لقیت اکذب من جابر الجعفی، ما اتیته بشیء قط من رایی الا جاء فیه بحدیث وزعم ان عنده کذا وکذا الف حدیث عن رسول الله صلی الله علیه وسلم لم ینطق بها.

فهذا ابو حنیفة یجرح جابرا الجعفی ویکذبه.[2]

---

[1] کتاب العلل مع جامع الترمذی (ص ۸۹۱) طبع دار السلام، ریاض

[2] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان (ج ۱ ص ۲۷) طبع دار الکتب العلمیة، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

ہم کو "رقہ" میں حسین عبداللہ بن یزید قطانؒ نے بتایا کہ ہم سے احمد بن ابی جواریؒ نے روایت کی ہے کہ میں نے ابو یحییٰ حمانیؒ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے خود امام ابوحنیفہؒ سے یہ بات سنی ہے کہ میں جن لوگوں سے بھی ملا ہوں، ان میں عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کوئی شخص نہیں دیکھا، اور میں نے جن لوگوں سے بھی ملاقات کی ہے، ان میں جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کسی شخص کو نہیں پایا۔ میں نے جب کوئی مسئلہ اپنی رائے سے بھی بیان کیا تو اس نے اس کے بارے میں میرے سامنے حدیث بنا کر پیش کر دی اور وہ یہ خیال کرتا تھا کہ میرے پاس مختلف موضوعات پر کئی ہزار حدیثیں موجود ہیں، حالانکہ وہ حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائیں۔ (امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ) یہ امام ابوحنیفہؒ ہیں جو جابر جعفی پر جرح کرتے ہیں اور اس کی تکذیب کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ جابر جعفی کا معاملہ شروع شروع میں بڑے بڑے محدثین پر مخفی رہا جس کی وجہ سے انہوں نے اس کی توثیق کر ڈالی۔ چنانچہ امام شعبہؒ جیسے ناقد الرجال نے اس کو ایک روایت میں "صدوق فی الحدیث" اور دوسری روایت میں اَصْدَقُ النَّاسِ (لوگوں میں سب سے سچا) قرار دیا ہے۔ امام سفیان ثوریؒ تو یہاں تک فرماتے تھے کہ میں نے روایت حدیث میں جابر جعفی سے زیادہ محتاط کوئی شخص دیکھا ہی نہیں ہے۔ امام وکیع بن جراحؒ فرماتے تھے کہ تم لوگ جس چیز میں چاہو شک کرو، لیکن اس میں ہرگز شک نہ کرنا کہ جابر جعفی ثقہ ہے۔[1]

توجہ فرمائیں کہ جابر جعفی کی توثیق کرنے والوں میں یہ کیسے کیسے ائمہ اَجِلّہ ہیں اور اس کا معاملہ کس طرح ان پر مخفی رہا۔ لیکن یہ امام اعظمؒ کا عظیم کارنامہ ہے کہ آپ نے ہی سب سے پہلے محدثین کو اس کے کذاب ہونے کی نشاندہی کرائی اور دنیا پر اس کے دجل وفریب کو آشکارا کیا۔

چنانچہ علامہ ابن حزم ظاہریؒ (م ۴۵۶ھ) باوجود ظاہری المسلک ہونے کے، کھلے لفظوں میں یہ اقرار کرتے ہیں کہ:

جابر الجعفی کذاب، واول من شہد علیہ بالکذب ابو حنیفۃ۔[2]

---

[1] تہذیب التہذیب (ج ۲ ص ۴۷، ۴۸)

[2] المحلی شرح المجلی (ج ۱۰ ص ۲۴۳) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

جابر جعفی کذاب ہے اور سب سے پہلے جس شخص نے اس کے جھوٹا ہونے کی شہادت دی، وہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

امام صاحبؒ نے جب اس کو کذاب قرار دیا تو پھر محدثین پر اس کا معاملہ کھلا اور انہوں نے بھی آپ کی ہمنوائی میں اس کو کذاب کہنا شروع کیا۔ چنانچہ مولانا شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد (م ۱۳۲۹ھ) رقمطراز ہیں:

واما جابر الجعفي: فقال فيه الامام ابو حنيفة: ما رأيت اكذب من جابر الجعفي، ما اتيته بشيء عن رائي الا اتاني فيه باثر، وكذبه ايضا ايوب وزائدة وليث بن ابي سليم والجوزجاني وغيرهم۔[1]

جابر جعفی، جس کے بارے میں امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا، میں نے جابر جعفی سے بڑا کذاب کوئی نہیں دیکھا، میں نے اس کے سامنے اگر کوئی بات اپنی رائے سے بھی کی تو اس نے اس بارے میں ایک حدیث بنا کر میرے سامنے پیش کر دی۔ اسی طرح اس کو ایوب سختیانیؒ، زائدہ بن قدامہؒ، لیث بن ابی سلیمؒ، جوزجانیؒ اور دیگر محدثین نے بھی کذاب قرار دیا ہے۔

جابر جعفی کے بارے میں آپ کی اس جرح کا محدثین کے ہاں ٹھوس اور وزنی ہونے کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امام ابوبکر بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ولم يكن في جابر الجعفي الا قول ابي حنيفة رحمه الله لكفاه به شرا، فانه رآه وجربه وسمع منه مايوجب تكذيبه فاخبر به۔[2]

اگر جابر جعفی کے بارے میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اس قول کے علاوہ کوئی اور جرح نہ بھی ہوتی تو اس کے شر کے لیے امام صاحبؒ کا یہ اکیلا قول ہی کافی تھا۔ کیونکہ آپ نے اس کو دیکھا ہے اور اس کو آزمایا ہے اور اس سے ایسی بات سنی ہے جو اس کو جھوٹا قرار دینے کی موجب تھی، تب ہی جا کر آپ نے اس کے جھوٹا ہونے کی نشاندہی کی۔

۱۔ التعلیق المغنی علی سنن الدارقطنی (ج ۱ ص ۳۰۹) طبع نشر السنۃ ملتان

۲۔ کتاب القراءۃ (ص ۱۳۶) طبع ادارہ احیاء السنۃ گھرجاکھ پاکستان

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین کے نزدیک امام صاحب کا "فن جرح وتعدیل" میں پایہ اس قدر بلند ہے کہ کسی راوی کو ضعیف یا ثقہ ثابت کرنے کے لیے آپ کا اکیلا قول ہی کافی ہے۔

یہ تو محدثین کے ہاں آپ کی جرح کی اہمیت تھی، جو آپ نے جابر جعفی پر کی ہے۔ اب آپ نے حضرت عطاء بن ابی رباحؒ کو جو توثیق کی ہے، محدثین کے ہاں اس کی اہمیت کا حال ملاحظہ کریں۔ امام صاحبؒ کے استاذ حضرت حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) نے ایک دفعہ اہل کوفہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تمہارے بچے بلکہ بچوں کے بھی بچے عطاء بن ابی رباحؒ، طاؤسؒ اور مجاہدؒ سے زیادہ علم رکھتے ہیں۔

امام مغیرہؒ (م ۱۳۶ھ) نے امام حمادؒ کے اس قول کو نقل کر کے اس کا یوں رد کیا ہے، ھـذا بغی منه، کہ امام حمادؒ سے یہ خلاف حق بات صادر ہوئی ہے۔

علامہ ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اس معاملہ میں امام مغیرہؒ کی بات کی تصدیق کی اور استدلال میں امام صاحب کے قول کو پیش کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

صدق مغیرة و قد کان ابو حنیفة و جوا فعد الناس بحماد یفضل عطاء علیه.

امام مغیرہؒ نے سچ کہا ہے کیونکہ امام ابو حنیفہؒ جو امام حمادؒ کے پاس سب سے زیادہ بیٹھنے والے تھے انہوں نے عطاء بن ابی رباحؒ کو امام حمادؒ پر فضیلت دی ہے۔

پھر اس کے بعد انہوں نے حضرت عطاءؒ کے حق میں امام صاحبؒ کے مذکورہ قول کو بہ سند ذکر کیا ہے۔[1]

غور فرمائیں کہ امام صاحبؒ کا قول جرح وتعدیل میں کتنا وزنی ہے کہ امام عطاءؒ اور امام حمادؒ جیسے جبال علم میں کون زیادہ صاحب فضیلت ہیں، اس کا فیصلہ آپ کے قول سے کیا جا رہا ہے۔

مشہور غیر مقلد مولانا عبدالرحمن مبارکپوری صاحبؒ (م ۱۳۵۳ھ) بھی امام صاحبؒ کے قول کو "فن جرح وتعدیل" میں بڑا وزنی سمجھتے ہیں۔ چنانچہ وہ امام عطاءؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

امام عطاء وہ شخص ہیں جن کی شان میں جناب ابو حنیفہ فرماتے ہیں: ما رأیت فیما لقیت افضل من عطاء.

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲ ص ۱۵۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

یعنی میں نے جتنے لوگوں سے ملاقات کی ہے، ان میں سے عطاء سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ امام اعظمؒ کے اس قول سے عطاء کی جلالت شان کا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔[1]

(۳) زید بن عیاشؒ پر جرح

زید بن عیاش ایک مختلف فیہ راوی ہے۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے اس کی روایت کو اپنی "موطا" میں درج کیا ہے، جس کی وجہ سے امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) وغیرہ محدثین نے اس کی توثیق کی ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ اس کو مجہول کہتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اس کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وقال ابو حنيفة: مجهول.[2]

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ یہ مجہول ہے۔

محدثین کی ایک بہت بڑی تعداد نے امام صاحبؒ کے اس فیصلے سے موافقت کی ہے اور زید بن عیاش کو مجہول و غیر ثقہ اور اس کی روایت کو ضعیف کہا ہے۔ چنانچہ علامہ سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

وضعفه ابن المبارك والثوري والبخاري.[3]

زید بن عیاش کو امام عبداللہ بن مبارکؒ، امام سفیان ثوریؒ اور امام بخاریؒ نے بھی ضعیف (یعنی مجہول) کہا ہے۔

امام ابن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) نے بھی "تہذیب الآثار" میں اس کی حدیث کو اس لیے معلول قرار دیا کہ یہ مجہول راوی ہے۔[4]

امام الظاہریہ علامہ ابن حزمؒ (م ۴۵۶ھ) بھی اس بارے میں امام صاحبؒ کے ہمنوا ہیں اور وہ بھی زید بن عیاش کو مجہول اور اس کی روایت کو غیر صحیح قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ اس کی روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

لا يصح، لانه من رواية زيد بن عياش وهو مجهول.[5]

۱۔ تحقیق الکلام (ج ۱، ص ۱۱۰)
۲۔ تہذیب التہذیب (ج ۳، ص ۴۲۴)
۳۔ الانتصار والترجیح (ص ۲۹) طبع ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیۃ کراچی۔ [reading uncertain]
۴۔ عقود الجواہر المنیفہ (۲/۸)
۵۔ المحلی (ج ۵، ص ۱۹۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ زید بن عیاش سے مروی ہے اور وہ مجہول ہے۔

یہاں تک کہ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) اور امام مسلمؒ (م ۲۶۱ھ) نے بھی اس کی جہالت کے خدشہ سے اس کی روایت کو اپنی اپنی "صحیح" میں جگہ نہیں دی۔ چنانچہ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

> والشیخان لم یخرجاہ لما خشیا من جہالۃ زید بن عیاش [1]
>
> شیخین (امام بخاریؒ وامام مسلمؒ) نے اپنی اپنی "صحیح" میں اس حدیث کی تخریج زید بن عیاش کی جہالت کے خوف سے نہیں کی۔

اس سے آپ نے بخوبی اندازہ لگا لیا ہوگا کہ امام صاحبؒ کا قول اس فن میں کتنی اہمیت اور وقعت رکھتا ہے!

(۴) مجالد بن سعید ہمدانیؒ (م ۱۴۴ھ) پر جرح

مجالد بن سعید کی بعض ائمہ نے توثیق کی ہے، لیکن اکثر ائمہ کے نزدیک یہ ضعیف ہے۔ چنانچہ امام یحییٰ قطانؒ، امام عبدالرحمن بن مہدیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ محدثین نے اس کی تضعیف کی ہے۔ [2]

علامہ ابن حزمؒ (م ۴۵۶ھ) کی تصریح کے مطابق امام صاحبؒ نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے اور بقول علامہ ابن حزمؒ، آپ ہی نے سب سے پہلے محدثین پر اس کے ضعف کو آشکارا کیا ہے۔ چنانچہ علامہ موصوف ارقام فرماتے ہیں:

> مجالد ضعیف، اول من ضعفہ ابو حنیفۃ. [3]
>
> مجالد ضعیف ہے، سب سے پہلے اس کو ضعیف قرار دینے والے امام ابو حنیفہؒ ہیں۔

(۵) امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کی توثیق

امام ثوریؒ مشہور فقیہ اور جلیل القدر محدث ہیں۔ یہ امام صاحبؒ کے معاصر ہیں اور معاصرین میں معاصرانہ چشمک تو مشہور ہے، لیکن امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا دامن ہمیشہ اس سے پاک رہا ہے اور آپ نے کبھی بھی اپنے کسی معاصر پر بے جا تنقید نہیں کی، بلکہ آپ نے ہمیشہ

[1] المستدرک علی الصحیحین (۲/۴۵) و تہذیب التہذیب (ج ۳، ص ۴۲۴)
[2] تہذیب التہذیب (ج ۵، ص ۳۴۲) [3] المحلی (ج ۵، ص ۱۶۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

کسی کی بھی کوئی خوبی نظر آئی تو اس کو بیان کرنے میں اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا اور معاصرین میں سے آپ نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ امام ثوریؒ کو چونکہ اللہ تعالیٰ نے علم حدیث میں ایک عظیم مقام نصیب کیا تھا، اس لیے آپ نے ان کی اس خوبی کو ہمیشہ اُجاگر کیا۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) بحوالہ امام عبدالعزیز بن ابی رزمہؒ (م ۲۰۶ھ) نقل کرتے ہیں کہ:

ایک شخص امام ابوحنیفہؒ کی خدمت میں آیا اور آپ سے پوچھا کہ امام سفیان ثوریؒ نے جو احادیث روایت کی ہیں، ان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ آپ نے اس سے فرمایا: اتامرنی ان اقول ان سفیان یکذب فی الحدیث؟ لو ان سفیان کان فی عهد ابراهیم لاحتاج الناس الیه فی الحدیث.[1]

تو مجھ سے یہ کہلوانا چاہتا ہے کہ سفیان ثوریؒ روایت میں جھوٹ بولتے ہیں؟ (سن) اگر سفیان ثوری، امام ابراہیم نخعیؒ کے زمانے میں ہوتے تو پھر بھی لوگ حدیث میں ان کے محتاج رہتے۔

اسی طرح امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) بہ سند متصل امام ابوسعد صغانیؒ سے ناقل ہیں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ آپ سفیان ثوریؒ سے روایت لینے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا:

اکتب عنه فانه ثقة ماخلا احادیث ابی اسحٰق عن الحارث و حدیث جابر الجعفی.[2]

ان سے حدیثیں لکھو، کیونکہ وہ ثقہ ہیں۔ سوائے ان کی ان حدیثوں کے کہ جن کو وہ بروایت ابواسحاق، حارث اعور سے روایت کرتے ہیں، یا جن کو انہوں نے جابر جعفی سے روایت کیا ہے۔

ان بیانات سے "علم جرح و تعدیل" میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بلند پایہ مقام کا اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ امام ثوریؒ جیسے محدث کبیر سے روایت لینے میں آپ سے مشورہ کیا جا رہا ہے، اور پھر آپ نے کس قدر اعلیٰ پیرایہ میں ان کی توثیق بھی کر دی اور ان کی احادیث میں جو علم

---

[1] تاریخ بغداد (ج ۹ ص ۱۶۹)

[2] کتاب القراءۃ (ص ۱۳۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

نے اس کو بھی بڑی خوش اسلوبی سے ظاہر کر دیا۔

(۱) امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) کی توثیق

امام ابن عیینہؒ بھی ایک مشہور اور جلیل القدر محدث ہیں۔ ان کا بیان امام صاحبؒ کی "ثقاہت" میں گزرا ہے کہ مجھے سب سے پہلے جس شخص نے محدث بنایا وہ امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے امام موصوف سے اس واقعہ کی تفصیل یوں نقل کی ہے:

دخلتُ الكوفة ولم يتم لي عشرون سنة، فقال ابو حنيفة لاصحابه ولاهل الكوفة: قد جاءكم حافظ علم عمرو بن دينار، قال فجاء الناس يسألوني عن عمرو بن دينار، فاول من صيّرني محدثا ابو حنيفة۔[1]

میں جب کوفہ میں داخل ہوا اس وقت میری عمر کے بیس سال بھی مکمل نہیں ہوئے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس موقع پر اپنے تلامذہ اور دیگر اہل کوفہ سے میرے بارے میں فرمایا، تمہارے ہاں امام عمرو بن دینارؒ (مشہور محدث) کے علم (احادیث) کا حافظ آیا ہوا ہے۔ اس پر لوگ میرے پاس آنا شروع ہو گئے اور مجھ سے امام عمرو بن دینارؒ (کی احادیث) کے متعلق پوچھنے لگے۔ یوں مجھے سب سے پہلے محدث بنانے والے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

حافظ ابن ناصر الدین دمشقیؒ (م ۸۴۲ھ) نے امام ابن عیینہؒ کے تعارف میں لکھا ہے:

دخل الكوفة وقد ناهز عشرين سنة، فقال الامام ابو حنيفة لاصحابه: جاءكم حافظ علم عمرو بن دينار۔ فجاء الناس اليه يسألونه عن عمرو بن دينار۔ قال ابن عيينة: فاول من صيّرني محدثا ابو حنيفة۔[2]

---

[1] الجواہر المضیۃ (۱/۵۰۲)

[2] مجالس في تفسير قوله تعالى: لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ (ص ۲۹۰) طبع دار البشائر، جدہ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابن عیینہؒ جب کوفہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ کی عمر تقریباً بیس سال تھی۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس موقع پر اپنے اصحاب سے فرمایا: تمہارے پاس امام عمرو بن دینارؒ کے علم کے حافظ آئے ہوئے ہیں، اس پر لوگ امام ابن عیینہؒ کے پاس آنے لگے اور ان سے عمرو بن دینارؒ (کی احادیث سے متعلق) پوچھنے لگے۔ امام ابن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ اس طرح امام ابوحنیفہؒ نے سب سے پہلے مجھے محدث بنایا۔

حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اس واقعہ کو امام ابن عیینہؒ سے بہ سند متصل یوں نقل کرتے ہیں:

اوّل من اقعدنی للحدیث بالکوفہ ابوحنیفہ، اقعدنی فی الجامع وقال: ھذا اقعد الناس بحدیث عمرو بن دینار فحدثتھم۔[1]

مجھے کوفہ میں "مسند حدیث" پر سب سے پہلے بٹھانے والے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ اس کی صورت یوں ہوئی کہ آپ نے مجھے "جامع مسجد کوفہ" میں بٹھا دیا اور لوگوں سے میرے متعلق فرمایا یہ شخص امام عمرو بن دینارؒ کی احادیث کو سب سے زیادہ جانتا ہے (اس پر لوگ میرے پاس آنے لگے) اور میں نے ان کو احادیث سنانی شروع کیں۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور امام صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بھی اس واقعہ کو امام ابن عیینہؒ سے سند متصل کے ساتھ نقل کیا ہے۔[2]

اس واقعہ سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں، اوّل یہ کہ امام صاحبؒ بڑے اعلیٰ ظرف تھے کہ خود آپ امام عمرو بن دینارؒ کے کبار تلامذہ میں سے ہیں، جیسا کہ آپ کے اساتذہ حدیث کے بیان میں گزرا ہے، لیکن اس کے باوجود آپ امام ابن عیینہؒ جیسے نوجوان محدث کو اپنے اوپر برتری دے رہے ہیں، اور ان کو امام ابن دینارؒ کا سب سے بڑا شاگرد کہہ کر ان کی حوصلہ افزائی کر رہے تھے۔ دوسرا اس واقعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا پایہ "علم جرح وتعدیل" میں اس قدر بلند تھا کہ سفیان بن عیینہؒ جیسے محدث کو لوگوں نے محدث اس وقت مانا اور ان سے احادیث تب لکھیں

1۔ الانتقاء (ص ۱۲۸)

2۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۸۹)؛ اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۸۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

جب آپ نے ان کی توثیق کی اور ان کے محدث ہونے کی تصدیق فرمائی۔

امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) نے امام ثوریؒ اور امام ابن عیینہؒ کے متعلق آپ کے مذکورہ اقوال کو ذکر کرنے کے بعد لکھا ہے:

> و بهذا يعلم جلالة مرتبته في الحديث ايضا كيف وهو يستامر في الثوري ويجلس ابن عيينة[1]
>
> ان اقوال سے امام ابوحنیفہؒ کی علم حدیث میں جلالتِ مرتبت کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح امام ثوریؒ کے بارے میں آپ سے مشورہ کیا جا رہا ہے اور امام ابن عیینہ کو آپ مسند حدیث پر بٹھا رہے ہیں۔

(۷) امام شعبہ بن حجاجؒ (م ۱۶۰ھ) کی توثیق

امام شعبہؒ جو علم حدیث میں "امیر المؤمنین" کہلائے جاتے ہیں، اور تمام محدثین ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں، حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ محدثین نے ان کے ترجمہ میں جہاں اور محدثین کے توثیقی اقوال ذکر کیے ہیں، وہاں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے بھی ان کی توثیق نقل کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے امام ابو قطنؒ (جو امام صاحبؒ اور امام شعبہؒ دونوں کے شاگرد ہیں) سے نقل کیا ہے:

> كتب لي شعبة الى ابي حنيفة يحدثني، فاتيته، فقال: كيف ابو بسطام؟ قلت: بخير. قال نعم حشو المصر هو.[2]
>
> امام شعبہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے نام ایک خط لکھا جس میں انہوں نے امام صاحبؒ سے مجھے حدیث بیان کرنے کی استدعا کی۔ جب میں امام صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے امام شعبہؒ کے متعلق پوچھا کہ ابو بسطام کیسے ہیں؟ میں نے کہا، وہ خیریت سے ہیں۔ آپ نے فرمایا، وہ اپنے شہر (بصرہ) کے کتنے اچھے آدمی ہیں۔

(۸) امام ابوالزناد عبداللہ بن ذکوانؒ (م ۱۳۱ھ) کی توثیق

امام موصوف مدینہ منورہ کے عظیم محدث و فقیہ ہیں، اور چونکہ یہ امام مالکؒ کے استاذ کبیر

---

[1] الخیرات الحسان (ص ۳۶)
[2] سیر اعلام النبلاء (ت ۱۰۸۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ربیعہ رائےؒ (م ۱۳۶ھ) کے معاصر ہیں، اس وجہ سے ان دونوں کے درمیان معاصرانہ چشمک رہتی تھی۔

امام ابوحنیفہؒ جو ان دونوں حضرات کے شاگرد ہیں، آپ نے امام ابوالزنادؒ کو فقہ میں امام ربیعہؒ پر فوقیت دی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام ابوالزنادؒ کی توثیق میں امام صاحبؒ کا ان کے حق میں یہ بیان نقل کیا ہے:

رایت ربیعة وابا الزناد، وابو الزناد افقه الرجلین.[1]

میں نے امام ربیعہؒ اور امام ابوالزنادؒ دونوں کو دیکھا ہے، لیکن ان دونوں میں سے امام ابوالزنادؒ زیادہ فقیہ تھے۔

(۹) امام جعفر صادقؒ (م ۱۴۸ھ) کی توثیق

امام جعفرؒ اہل بیت میں سے ایک جلیل المرتبت امام ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کی توثیق کرنے والوں میں امام صاحبؒ کو بھی ذکر کیا ہے، اور ان کی بابت آپ کا یہ قول نقل کیا ہے:

ما رایت افقه من جعفر بن محمد.[2]

میں نے جعفر بن محمدؒ سے زیادہ فقیہ کوئی شخص نہیں دیکھا۔

(۱۰) امام حمزہ بن حبیب الزیاتؒ (م ۱۵۶ھ) کی توثیق

یہ امام صاحبؒ کے شاگرد ہیں، اور ان کا شمار "قراء سبعہ" (سات مشہور قاریوں) میں ہوتا ہے۔ ان پر شروع میں بعض ائمہ نے سخت جرح کی تھی، لیکن امام ابوحنیفہؒ نے قرأت اور علم الفرائض میں ان کی زبردست توثیق کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وقال ابو حنیفة لحمزة: شیئان غلبتنا علیهما، لسنا ننازعک فیهما، القرآن والفرائض.[3]

امام ابوحنیفہؒ نے امام حمزہؒ سے فرمایا تھا، دو چیزوں میں آپ ہم پر غلبہ رکھتے ہیں اور ان دونوں میں ہم آپ کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں کرتے۔ ایک قرأت قرآن میں، اور دوسرا علم الفرائض میں۔

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۱۰۱)
۲۔ ایضاً (۱/۱۲۶)
۳۔ معرفۃ القراء الکبار (ص ۹۸) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام حمزہؒ کے ترجمہ میں امام صاحبؒ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

غلب حمزة الناس علی القرآن و الفرائض.[1]

حمزہؒ قرآن اور فرائض میں سب لوگوں پر غلبہ پاگئے ہیں۔

امام سفیان ثوریؒ نے بھی امام حمزہؒ کی توثیق کی ہے، اور ان دونوں کی توثیق کے بعد امام حمزہؒ کی قرأت کو پوری امت کی طرف سے تلقّی بالقبول حاصل ہوگیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد انعقد الاجماع علی تلقي قراءة حمزة بالقبول.[2]

آخرکار امام حمزہؒ کی قرأت کو امت نے بالاتفاق قبول کرلیا۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرمایا کرتے تھے:

القراءة عندي حمزة و الفقه فقه ابي حنيفة، علی هذا ادركت الناس.[3]

میرے نزدیک قرأت ہے تو حمزہؒ کی قرأت ہے، اور فقہ ہے تو امام ابوحنیفہؒ کی فقہ ہے، اور اسی پر میں نے لوگوں کو پایا ہے۔

(۱۱) عمرو بن عبید (م ۱۴۳ھ) پر جرح

بعض رواتِ حدیث غلط عقیدہ رکھنے کی بناء پر بھی ضعیف الروایہ سمجھے گئے ہیں، ان میں سے ایک عمرو بن عبید بھی ہے۔ یہ شخص علم الکلام کے ذریعے لوگوں میں اپنے غلط عقائد کا پرچار کیا کرتا تھا۔ امام صاحبؒ نے اس پر جرح کرتے ہوئے فرمایا:

لعن الله عمرو بن عبيد فانه فتح الناس بابا الی علم الكلام.[4]

اللہ تعالیٰ عمرو بن عبید پر لعنت کرے کہ اس نے لوگوں کے لیے علم کلام کا دروازہ کھول دیا ہے۔

---

[1] تہذیب التہذیب (ج۳/ص۲۸)۔ [2] ایضاً
[3] تاریخ بغداد (ج۱۳/ص۳۴۹) [4] الجواہر المضیئہ (ج۱/ص۳۱)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

(۱۲) طلق بن حبیبؒ (م ۹۱ھ) پر جرح

طلق بن حبیبؒ ایک مشہور تابعی اور بلند پایہ محدث ہیں۔ لیکن چونکہ یہ قدری خیالات رکھتے تھے اس لیے امام صاحبؒ نے ان پر بھی جرح کرتے ہوئے فرمایا ہے:

طلق بن حبیب کان یری القدر۔[1]

طلق بن حبیب قدری عقیدہ رکھتے تھے۔

(۱۳،۱۴) جہم بن صفوان (م ۱۲۹ھ) اور مقاتل بن سلیمان (۱۰۵ھ) پر جرح

یہ دونوں بھی باطل عقائد کے حامل تھے۔ جہم بن صفوان جہمیہ فرقہ کا بانی ہے، جس فرقہ نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا قطعی انکار کر دیا تھا۔ اور مقاتل بن سلیمان فرقہ مجسمہ کا امام گزرا ہے۔ اس فرقہ کا عقیدہ فرقہ جہمیہ کے عقیدہ کے بالکل متضاد تھا، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات ثابت کرنے میں اس قدر غلو کیا کہ اللہ کے لیے مخلوق کی طرح صفات ثابت کر دیں۔ غرض یہ دونوں فرقے راہ اعتدال سے بہت دور اور افراط و تفریط کا شکار تھے۔

حضرت امام صاحبؒ نے ان دونوں فرقوں اور ان کے بانیوں پر سخت جرح کی ہے، چنانچہ امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) آپ سے ان دونوں فرقوں کے متعلق نقل کرتے ہیں:

اتانا من المشرق رأیان خبیثان: جهم معطل و مقاتل مشبه۔[2]

ہمارے ہاں مشرق سے دو خبیث رائیں آئی ہیں، ایک جہم معطل اور دوسری مقاتل مشبہ۔

اور آپ نے ان دونوں فرقوں کے بانیوں پر جرح کرتے ہوئے فرمایا:

افرط جهم فی النفی حتی قال انه لیس بشیء، وافرط مقاتل فی الاثبات حتی جعل اللہ تعالیٰ مثل خلقه۔[3]

جہم نے اللہ تعالیٰ کی صفات سے انکار کرنے میں غلو کیا۔ یہاں تک کہ کہہ دیا کہ اللہ کی کوئی صفت ہی نہیں ہے، اور مقاتل نے اللہ کے لیے صفات ثابت کرنے

۱۔ ایضاً (ج ۱ ص ۳۰)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۱۶۵) و تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۲۸۳ ترجمہ مقاتل)

۳۔ تہذیب التہذیب (ج ۵ ص ۲۸۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں اتنا غلو کیا کہ اللہ تعالیٰ کو شل مخلوق کے کر دیا۔

شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) تصریح کرتے ہیں:

وثبت عن ابی حنیفة انه قال بالغ جهم في نفي التشبيه حتى قال ان الله ليس بشيء.[1]

امام ابو حنیفہؒ سے یہ ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جہم بن صفوان نے اللہ کی صفات کی نفی کرنے میں مبالغہ کیا یہاں تک کہ یہ کہہ دیا کہ اللہ کی کوئی صفت ہی نہیں ہے۔

(۱۵) امام عمرو بن دینارؒ (م ۱۲۶ھ) کی کنیت کی نشاندہی

فن اسماء الرجال میں راویان حدیث کی کنیتوں کی معرفت بھی نہایت ضروری ہے، کیونکہ بسا اوقات سند میں راوی کی صرف کنیت مذکور ہوتی ہے۔ اب جب تک یہ معلوم نہ ہوگا کہ یہ کنیت کس راوی کی ہے اس وقت تک سند کا معاملہ مشتبہ ہی رہے گا۔

حضرت امام صاحبؒ کو اس فن میں بھی درجہ کمال کی معرفت حاصل تھی اور آپ کا قول اس فن میں محدثین کے ہاں سند کا درجہ رکھتا ہے۔ مثلاً امام عمرو بن دینارؒ کی کنیت سے تمام محدثین ناواقف تھے۔ ان کو ان کی کنیت ''ابو محمد'' امام صاحبؒ سے معلوم ہوئی۔ چنانچہ حافظ ابن ابی العوام (م ۳۳۵ھ) مشہور محدث امام حماد بن زیدؒ (م ۱۷۹ھ) سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

ماعرفنا كنية عمرو بن دينار الابابي حنيفة، كنا في المسجد الحرام و ابو حنيفة مع عمرو بن دينار فقلنا له يا اباحنيفة كلمه يحدثنا فقال يا ابامحمد حدثهم ولم يقل ياعمرو.[2]

ہم (محدثین) عمرو بن دینارؒ کی کنیت نہیں جانتے تھے، ہمیں ان کی کنیت امام ابو حنیفہؒ کے ذریعہ سے معلوم ہوئی۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم مسجد حرام میں تھے اور امام ابو حنیفہؒ امام عمرو بن دینارؒ کے پاس تشریف فرما تھے۔ ہم نے امام صاحبؒ سے کہا کہ آپ ان (عمرو بن دینارؒ) سے کہیں کہ یہ ہمیں حدیث سنائیں۔ آپ نے اُن کا نام عمرو لینے کی بجائے ان کو کنیت سے مخاطب کیا اور فرمایا: اے ابو محمد! ان کو

[1] فتح الباری شرح صحیح البخاری (۱۳/ ۳۴۷)
[2] فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۸۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

حدیث سنائیں۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی امام حمادؒ کا یہ بیان نقل کیا ہے[1]

حافظ ابن حجر (م ۸۵۲ھ) وغیرہ محدثین نے امام صاحبؒ کی تحقیق پر ہی اعتماد کر کے عمرو بن دینار کی کنیت ابومحمد بتلائی ہے۔[2]

(۱۶) امام شعبہؒ (م ۱۶۰ھ) کی کنیت کی نشاندہی

امام شعبہؒ کی توثیق میں گزر چکا ہے کہ ان کی کنیت ابوبسطام ہے۔ ان کی اس کنیت کی نشاندہی بھی امام ابوحنیفہؒ نے کی تھی۔ چنانچہ امام ابوبشر الدولابیؒ (م ۳۱۰ھ)، جو امام بخاریؒ کی بعض کتب کے راوی اور علوم حدیث خصوصاً محدثین کی کنیتوں اور ان کے ناموں کی معرفت میں انتہائی بلند مقام رکھتے ہیں، انہوں نے امام شعبہؒ کی کنیت ابوبسطام ہونے کی دلیل میں امام ابوحنیفہؒ کا قول بسند نقل کیا ہے۔ جس میں آپ نے امام ابوقطنؒ (تلمیذ امام ابوحنیفہؒ و امام شعبہؒ) سے جب امام شعبہؒ کی خیریت پوچھی تو آپ نے امام شعبہؒ کا نام لینے کی بجائے ان کا ذکر ان کی کنیت "ابوبسطام" سے کیا۔[3]

(۱۷) موسیٰ بن ابی عائشہؒ کی کنیت کی نشاندہی

موصوف ایک ثقہ محدث اور صحاح ستہ کے راوی ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے بھی ان سے روایت لی ہے، اور آپ ہی نے ان کی کنیت "ابوالحسن" کی نشاندہی کی ہے۔ چنانچہ امام محمد بن اسحاق ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ) نے ان کی کنیت "ابوالحسن" بیان کرتے ہوئے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

روی عنه الثوری و شعبة و ابوحنیفة و کناه.[4]

ان سے امام ثوریؒ، امام شعبہؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے، اور امام ابوحنیفہؒ نے ان کو ان کی کنیت (ابوالحسن) سے ذکر کیا ہے۔

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

۱۔ الجواہر المضیئہ (ج ۱، ص ۳۱)

۲۔ تقریب التہذیب (ص ۴۲۱، ۵۰۶)، ۳۔ الکنیٰ والاسماء (۱/ ۶۰، ۲۹۰) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۔ فتح الباب فی الکنیٰ والالقاب (ص ۲۱۱) طبع مکتبۃ الکوثر، الریاض

www.besturdubooks.wordpress.com

ابو الحسن الذی یروی عنہ ابو حنیفۃ، ھو موسی بن ابی عائشۃ[۱]

"ابو الحسنؒ، جن سے امام ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے، وہ موسیٰ بن ابی عائشہؒ ہیں۔"

(۱۸) حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے بیٹے کے نام کی نشاندہی

بیعت رضوان میں جو خوش بخت صحابہؓ شریک تھے، اُن میں سے ایک حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں ان کے ایک صاحبزادے بھی ہیں، جن کے نام میں اختلاف ہے۔ بعض نے ان کا نام یزید بتلایا ہے، لیکن محدثین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ان کا نام یزید ہے، اور ان کے اس نام کی نشاندہی بھی جس ہستی نے کی ہے، ان کا نام نامی اسم گرامی امام اعظم ابوحنیفہؒ ہے۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے ترجمہ میں لکھا ہے:

> وابن لہ غیر مسمی یقال اسمہ برید... قلت: سمّی ابو حنیفۃ فی روایتہ یزید.[۲]
>
> ان کے ایک بیٹے ہیں جن کا نام (روایت میں) نہیں لیا گیا، کہا جاتا ہے کہ ان کا نام برید ہے۔ میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنی روایت میں ان کا نام یزید لیا ہے۔

اسی طرح حافظ موصوف اپنی کتاب "تقریب التہذیب" (جس کے دیباچہ میں انہوں نے تصریح کی ہے کہ اس کتاب میں راوی کے متعلق میں وہی حکم لگاؤں گا جو اس کے بارے میں کیے گئے اقوال میں سب سے زیادہ صحیح اور مناسب ہوگا) کے باب "مَن نُسب الی ابیہ" کے ذیل میں لکھتے ہیں:

> ابن عبداللہ بن مغفل، اسمہ یزید.[۳]

۱۔ سوالات مسعود بن علی السجزی للحاکم نیشاپوریؒ (ص ۲۸-۱۳۸) طبع الفاروق الحدیثیۃ، القاہرۃ

۲۔ تہذیب التہذیب (۳/۲۷) ۳۔ تقریب التہذیب (۲/۴۳۳)

ایضاً (۲/۵۲۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے بیٹے کا نام یزید ہے۔

معلوم ہوا کہ حافظ موصوف کے نزدیک اس سلسلے میں کہے گئے اقوال میں سب سے زیادہ صحیح قول حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اس سے قارئین خود اندازہ لگا لیں کہ حضرت امام صاحبؒ کا "فن جرح وتعدیل" میں مقام کس قدر بلند ہے کہ حافظ الدنیا ابن حجر عسقلانیؒ جیسے محدث آپ کی تحقیقات کے سامنے سر خم تسلیم کر رہے ہیں۔

نیز حافظ ابن رجب حنبلیؒ (م ۷۹۵ھ) نے بھی شرح بخاری میں تصریح کی ہے:

وابن عبداللہ بن مغفل، یقال: اسمہ: یزید. وقد روی ھذا الحدیث ابو حنیفۃ عن ابی سفیان عن یزید بن عبداللہ بن مغفل عن ابیہ.[1]

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے بیٹے کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ان کا نام یزید ہے۔ جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے ابو سفیانؒ سے، انہوں نے یزید بن عبداللہ بن مغفلؓ سے، اور انہوں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن مغفلؓ سے حدیث بیان کی ہے۔

(۱۹) ابو یعلی الرواذیؒ کے نام کی نشاندہی

یہ بھی ایک راوی حدیث ہیں کہ جن کے نام میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کی تحقیق میں ان کا نام "الحسن" ہے۔ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) ان کے ترجمہ میں رقمطراز ہیں:

وعنہ الثوری وابو حنیفۃ وسماہ الحسن.[2]

ان سے امام ثوریؒ اور امام ابو حنیفہؒ نے روایت کی ہے۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے ان کا نام "الحسن" بتلایا ہے۔

(۲۰) صحابہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والوں کے متعلق آپ کا شاندار فیصلہ

علمائے اہل سنت والجماعت کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف کس صحابی کو حاصل ہوا؟ چنانچہ بعض علماء نے اولین مسلمان حضرت ابو بکر صدیقؓ کو، بعض نے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کو، بعض نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو، بعض

۱۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری (م ۷۹۵ھ/۳/۴) لابن رجبؒ: الاحادیث والآثار التی تکلم علیھا الحافظ ابن رجب (۴/۲۰۳) طبع مکتبۃ الرشد الریاض

۲۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۵۰۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

نے حضرت زیدؓ کو اور بعض نے حضرت بلالؓ کو قرار دیا ہے۔ لیکن سب سے بہتر قول، جس کو محدثین نے مختار اور پسندیدہ قول کہا ہے، وہ یہ ہے کہ آزاد مردوں میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، بچوں میں حضرت علی المرتضیٰؓ، آزاد کردہ غلاموں میں حضرت زیدؓ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا ہے۔ اس طرح ان سب اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ حافظ سخاوی (م ۹۰۲ھ) اس قول کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

وهو احسن ما قيل لاجتماع الاقوال به.[1]

یہ سب سے اچھا قول ہے کیونکہ اس سے سب اقوال میں تطبیق ہو جاتی ہے۔

آپ یہ جان کر حیران ہوں گے کہ ان سب اقوال میں یہ عمدہ اور دلنشین تطبیق جس ہستی نے دی ہے وہ بھی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ہستی ہے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

قال ابن الصلاح وتبعه المصنف: والاورع ان يقال اول من اسلم من الرجال الاحرار ابوبكر، ومن الصبيان علي، ومن النساء خديجة، ومن الموالي زيد ومن العبيد بلال، قال البرماوي: ويحكي هذا الجمع عن ابي حنيفة.[2]

امام ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں اور مصنف (امام نوویؒ) نے بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ان سب اقوال میں سے زیادہ احتیاط اس قول میں ہے کہ کہا جائے کہ آزاد مردوں میں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ، بچوں میں سے حضرت علی المرتضیٰؓ، عورتوں میں سے حضرت خدیجہؓ، آزاد کردہ غلاموں میں سے حضرت زیدؓ اور غلاموں میں سے حضرت بلالؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ امام برماویؒ فرماتے ہیں کہ یہ تطبیق امام ابوحنیفہؒ سے منقول ہے۔

حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) رقمطراز ہیں:

فروى الحاكم في ترجمة احمد بن عباس بن حمزة الواعظ من تاريخ نيسابور من طريق ابي مسعر، حدثنا سعيد بن عبد العزيز

[1] فتح المغیث (ج ۳ ص ۱۱۱)   [2] تدریب الراوی (ج ۲ ص ۲۰۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

قال: كان ابو حنيفة يقول: اوّل من اسلم من الرجال ابوبكر و من النساء خديجة، ومن الصبيان علي.[1]

امام حاکم نیشاپوریؒ نے "تاریخ نیشاپور" میں احمد بن عباس بن حمزہ واعظ کے ترجمہ میں امام ابومسعرؒ سے روایت کیا ہے کہ ہم سے سعید بن عبدالعزیزؒ نے بیان کیا کہ امام ابوحنیفہؒ فرماتے تھے کہ مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ، عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور بچوں میں حضرت علی المرتضیٰؓ کو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہے۔

مورخ اسلام علامہ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد اجاب ابو حنيفة رضي الله عنه بالجمع بين هذه الاقوال بان اوّل من اسلم من الرجال الاحرار ابوبكر، و من النساء خديجة، ومن الموالى زيد بن حارثة، ومن الغلمان علي بن ابى طالب رضي الله عنهم.[2]

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے ان سب اقوال کو جمع کرتے ہوئے یہ جواب دیا ہے کہ آزاد مردوں میں حضرت ابوبکرؓ، عورتوں میں حضرت خدیجہؓ غلاموں میں حضرت زیدؓ اور بچوں میں حضرت علیؓ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

غور کریں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنی بے مثال ذہانت، بے نظیر فطانت اور باکمال استعداد سے اسماء الرجال کا یہ معرکۃ الآراء مسئلہ کس خوش اسلوبی سے حل کردیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۔ فتح المغیث (ج ۳ ص ۱۱۲)   ۲۔ البدایۃ والنہایۃ (ج ۳ ص ۲۹، ۳۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث کی تصحیح و تضعیف میں امام اعظمؒ کی باکمال مہارت

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث کی تصحیح وتضعیف میں امام اعظمؒ کی باکمال مہارت

آپ جیسے راویانِ حدیث کے احوال کی معرفت میں بلند پایہ مقام کے حامل تھے، ایسے ہی آپ احادیث کو پرکھنے (کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی حدیث ضعیف ہے) میں بھی کمال درجہ کی مہارت رکھتے تھے۔ چنانچہ شروع کتاب میں آپ کے شاگرد امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) کا بیان گزر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ جب کوئی مسئلہ بیان فرماتے تو میں اس کی تائید میں محدثین کوفہ سے کچھ احادیث حاصل کر کے آپ کی خدمت میں پیش کرتا تو آپ ان میں سے بعض احادیث کو قبول کر لیتے اور بعض کو یوں کہہ کر رد کر دیتے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، یا یہ حدیث غیر معروف ہے ..... الخ۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو احادیث جانچنے میں مکمل مہارت تھی۔

نیز چند صفحات قبل بحوالہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) گزرا ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کے اجتہاد پر حدیث کی تصحیح وتجریح (تضعیف) کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

اور حافظ صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) کا حوالہ بھی گزرا ہے کہ آپ "عِلَلُ الْحَدِیْث" میں مکمل مہارت تھی اور اس میں آپ کے قول کو قبول کیا جاتا ہے۔

اسی طرح حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) بھی آپ کو احادیث کی تصحیح وتضعیف میں ماہر تسلیم کرتے ہیں، بلکہ انہوں نے آپ کو اس فن میں امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) وغیرہ جیسے کبار محدثین پر بھی فوقیت دی ہے۔ چنانچہ جب امام طحاویؒ نے ایک حدیث کی تصحیح کی تو حافظ ابن تیمیہؒ نے ان کے رد میں امام ابو حنیفہؒ کا ایک قول نقل کرنے کے بعد لکھا کہ:

ابو حنیفة اعلم والفقه من الطحاوی وامثاله[۱]

امام ابو حنیفہؒ احادیث کو جانچنے میں امام طحاویؒ وغیرہ جیسے محدثین سے بڑھ کر عالم

---

[۱] منہاج السنۃ (ج ۴ ص ۱۹۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

اور فقیہ تھا۔

حالانکہ امام طحاوی بھی کبار ناقدین حدیث میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو ائمہ جہابذہ (ناقدین رجال حدیث) اور ان لوگوں میں شمار کیا ہے جن کا قول علم جرح و تعدیل میں مقبول ہے۔[1]

حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) نے بھی ان کے تذکرہ میں تصریح کی ہے کہ:

وهو احد الاثبات والحفاظ الجهابذة.[2]

امام طحاویؒ پختہ کار محدثین اور حفاظ جہابذہ میں سے ایک ہیں۔

محدث کبیر، فقیہ جلیل، شارح بخاری حافظ بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) نے امام طحاویؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وهو امام مجتهد لا ينازع فيما يقوله.[3]

امام طحاویؒ امام مجتہد (ناقد الرجال) ہیں، اور (حدیث اور روایان حدیث سے متعلق) ان کے قول کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

اب جبکہ نقد حدیث میں امام طحاویؒ کا یہ مقام ہے تو امام صاحبؒ کا اس میں کس قدر بلند مقام ہوگا، جو بقول حافظ ابن تیمیہؒ نقد حدیث میں امام طحاویؒ وغیرہ جیسے محدثین سے بھی بڑے عالم تھے؟

نیز امام محمد مرتضیٰ زبیدیؒ (م ۱۲۰۵ھ) آپ کے بارے میں فرماتے ہیں:

انه كان من صيارفة الحديث.[4]

امام ابوحنیفہؒ حدیث کو جانچنے میں صراف تھے۔

۱۔ اربع رسائل فی علوم الحدیث (ص ۲۰۴)

۲۔ البدایہ والنہایہ (ج ۷ ص ۵۹۷)

۳۔ البنایہ فی شرح الہدایہ (۱/۳۰۳) طبع مکتبہ حقانیہ، ملتان، پاکستان

۴۔ عقود الجواہر المنیفہ (۱/۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث کی تصحیح وتضعیف سے متعلق آپ کے چند اقوال

درج بالا سطور سے یہ حقیقت آشکارا ہوگئی کہ امام صاحبؒ احادیث کی صحت وضعف کو جانچنے میں اعلیٰ درجہ کی معرفت رکھتے تھے۔ اب ''مشتے نمونہ از خروارے'' احادیث کی تصحیح وتضعیف سے متعلق آپ کے چند اقوال بدیہ قارئین کیے جاتے ہیں۔

(۱) حدیث ''مَنْعُ بَیْعِ الرُّطَبِ بِالتَّمْرِ'' کی تضعیف

علامہ ابن الہمامؒ (م ۶۸۱ھ) شارح ہدایہ نے نقل کیا ہے کہ:

امام ابو حنیفہؒ ایک دفعہ بغداد تشریف لے گئے۔ وہاں کے کچھ لوگ آپ سے اس وجہ سے ناراض تھے کہ آپ نے حدیث کی مخالفت کی ہے۔ چنانچہ انہوں نے آپ سے رطب (تازہ کھجور) کو تمر (خشک کھجور) کے بدلے فروخت کرنے کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ رطب دو حال سے خالی نہیں۔ یہ یا تو تمر ہے یا تمر نہیں ہے۔ اگر تمر ہے تو پھر اس کی بیع کے جواز میں کوئی اشکال ہی نہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلتَّمْرُ بِالتَّمْرِ (تمر کو تمر کے بدلے فروخت کرنا جائز ہے)۔ اور اگر یہ تمر نہیں ہے تو پھر بھی ان کی باہم خرید وفروخت جائز ہے، بوجہ حدیث: اِذَا اخْتَلَفَ النَّوْعَانِ فَبِیْعُوْا کَیْفَ شِئْتُمْ (جب دو چیزیں باہم مختلف ہوں تو ان کی جس طرح چاہو خرید وفروخت کرو)۔ اس کے جواب میں ان لوگوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پیش کی، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رطب اور تمر کو باہم بیچنے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے جواب دیا:

ھذا الحدیث دائر علی ابن عیاش، و زید ممن لایقبل حدیثہ [۱]

---

[۱] فتح القدیر شرح الہدایہ

www.besturdubooks.wordpress.com

اس حدیث کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور زید ان لوگوں میں سے ہے جن کی حدیث قبول نہیں کی جا سکتی۔

علامہ سبط ابن الجوزی (م ۶۵۴ھ) نے بھی یہ واقعہ مختصراً نقل کیا ہے۔ [۱]

اسی طرح امام صاحبؒ کی ثقاہت کے بیان میں یہ واقعہ بحوالہ امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) بھی گزر چکا ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ امام صاحبؒ کے علم حدیث میں عظیم المرتبت ہونے پر بطور دلیل پیش کیا تھا۔

(۲) حدیث "لُبْسُ السَّرَاوِيلِ لِلْمُحْرِمِ" کی تضعیف

حالتِ احرام میں حاجی کے لیے شلوار پہننے کے جواز پر ایک مرفوع حدیث ذکر کی جاتی ہے، لیکن وہ حدیث امام صاحبؒ کے نزدیک ضعیف ہے۔ چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) آپ سے ناقل ہیں کہ:

لم یصح عندی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لبس السراویل فافتی بہ۔ [۲]

میرے نزدیک یہ حدیث صحیح نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حالتِ احرام میں) شلوار پہنی تھی، تاکہ میں اس کے مطابق فتویٰ دوں۔

امام ابن ابی العوام (م ۳۳۵ھ) اور امام ابن عبدالبر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بسند متصل داؤد بن محبرؒ (م ۲۰۶ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

قیل لابی حنیفۃ المحرم لایجد الازار یلبس السراویل قال لا ولکن یلبس الازار، قیل لہ لیس لہ ازار قال یبیع السراویل و یشتری بھا ازارا، قیل لہ فان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب و قال: المحرم یلبس السراویل اذا لم یجد الازار. فقال ابوحنیفۃ لم یصح فی ھذا عندی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شئی فافتی بہ و ینتھی کل امری الی ما سمع وقد صح عندنا ان رسول

۱۔ الانتصار لامام ائمۃ الامصار (ص ۲۹۱)۔

۲۔ الجواہر المضیئۃ (ج ۱ص ۳۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم قال "لایلبس المحرم السراویل" فنتھی الی ما سمعنا قیل لہ اتخالف النبی صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم فقال لعن اللّٰہ من یخالف رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم بہ اکرمنا اللّٰہ وبہ استنقذنا۔[1]

امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا گیا کہ اگر محرم کے پاس ازار (تہبند) نہ ہو تو کیا وہ شلوار پہن سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، اس کو ازار ہی پہننی چاہیے۔

آپ سے کہا گیا کہ اگر اس کے پاس تہبند نہ ہو تو پھر وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا، وہ شلوار فروخت کرے اور ان پیسوں سے تہبند خرید لے۔

آپ سے کہا گیا کہ نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے خطبہ میں فرمایا تھا کہ محرم شلوار پہنے، اگر اس کے پاس تہبند نہ ہو۔

آپ نے فرمایا، میرے نزدیک اس موضوع پر کوئی حدیث صحیح نہیں ہے تاکہ میں اس کے مطابق فتویٰ دوں، اور ہر آدمی اسی حدیث کی طرف رجوع کرتا ہے جو اس نے سنی ہوئی ہے۔ اور چونکہ ہمارے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے جس میں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ محرم شلوار نہ پہنے، اس وجہ سے ہم نے اسی حدیث کی طرف رجوع کیا (اور اس کے مطابق فتویٰ دیا)۔ کیونکہ ہم نے یہ حدیث سنی ہوئی ہے۔

پھر آپ سے کہا گیا کہ کیا آپ (یہ بات کر کے) نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت نہیں کر رہے؟

آپ نے فرمایا، اللہ اس پر لعنت کرے جو نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مخالفت کرتا ہے، ہمیں تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کی وجہ سے ہی عزت دی اور آپ ہی کی بدولت ہمیں نجات ملی۔

(۲) سلسلۂ احادیث عمرو بن شعیب عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ کی تصحیح

حضرت عمرو بن شعیبؒ (م ۱۱۸ھ) کے بارے میں امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث کے

[1] فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۸۴)، الانتقاء (ص ۱۴۰، ۱۴۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

تعارف میں بحوالہ حافظ عراقیؒ وغیرہ گزر چکا ہے کہ یہ خود تبع تابعین میں سے ہیں، لیکن اس کے باوجود ان سے تابعین کی ایک بڑی تعداد نے روایت حدیث کی ہے، جن میں امام صاحبؒ بھی شامل ہیں۔

ان کے پاس احادیث کا ایک صحیفہ (مجموعہ) تھا، جس کو یہ اپنے والد شعیب بن محمدؒ سے اور وہ اپنے جد امجد حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے تھے۔ اس صحیفہ کا نام ''صادقہ'' ہے اور کتب حدیث میں ''عمرو بن شعیب عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ'' کی جتنی روایات منقول ہیں وہ سب اسی صحیفہ کی احادیث ہیں۔

بعض محدثین نے اگرچہ اس سلسلہ کی احادیث میں کلام کیا ہے لیکن اکثر محدثین وفقہاء نے ان کی تصحیح کی ہے اور ان سے حجت پکڑی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سمیت تمام ائمہ اربعہ بھی ان کو قابل حجت گردانتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد احتج الائمة الاربعة والفقهاء قاطبة بصحيفة عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده، ولا يعرف في ائمة الفتوى إلا من احتاج اليها واحتج بها وانما طعن فيها من لم يتحمل اعباء الفقه والفتوى كابي حاتم البستوى وابن حزم وغيرهما.[1]

تمام ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) اور کبار فقہاء نے ''صحیفہ عمرو بن شعیب عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ'' سے احتجاج کیا ہے اور ائمہ فتویٰ میں سے کوئی ایسا شخص معلوم نہیں ہے جس کو اس صحیفہ کی ضرورت نہ پڑی ہو اور اس نے اس سے احتجاج نہ کیا ہو۔ البتہ اس صحیفہ پر ان لوگوں نے طعن کیا ہے جو لوگ فقہ اور فتویٰ سے تہی دامن ہیں، جیسے امام ابوحاتم بستویؒ اور علامہ ابن حزم ظاہری وغیرہ علماء۔

مولانا ارشاد الحق اثری غیر مقلد لکھتے ہیں:

حضرت امام ابوحنیفہؒ بھی ''عمرو بن شعیب عَنْ أَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ'' کی حدیث سے احتجاج کرتے ہیں۔ چنانچہ جب ان سے پوچھا گیا کہ مال فروخت کرنے والا

---

[1] اعلام الموقعین (ص ۷۷ج ۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

شرط لگا سکتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ اور جب اس پر ان سے دلیل کا مطالبہ کیا گیا تھا تو انہوں نے جواباً فرمایا:

حَدَّثَنِي عَمرو بن شعيب عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عن بَيْعٍ و شَرْطٍ.[1]

(مجھ سے عمرو بن شعیبؒ نے، انہوں نے اپنے والد شعیبؒ سے، اور انہوں نے اپنے دادا (عبداللہ بن عمروؓ) سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مال بیچتے وقت کوئی شرط لگانے سے منع کیا ہے)۔[2]

۱۔ انجاء الفتاوٰی لرکیع (ج ۳ ص ۴۶) بمعرفت علوم الحدیث (ص ۱۲۸)

۲۔ توضیح الکلام (۱/ ۳۲۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث کے ناسخؒ ومنسوخ جاننے میں امام اعظمؒ کا تفوق

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث کے ناسخ و منسوخ جاننے میں امام اعظمؒ کا تفوق

ایک ہی موضوع سے متعلق جب دو باہم متعارض قسم کی احادیث مروی ہوں اور کسی قرینہ سے ان میں سے ایک کا متقدم ہونا اور دوسری کا مؤخر ہونا معلوم ہو جائے تو متقدم حدیث منسوخ اور مؤخر حدیث ناسخ کہلاتی ہے۔

علوم حدیث میں سب سے مشکل یہی حدیث کے ناسخ و منسوخ کا علم ہے، اس لیے علماء نے تصریح کی ہے کہ اس علم کی معرفت صرف ان ہی محدثین کو حاصل ہوتی ہے جو محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فقیہ بھی ہوں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ چونکہ حدیث اور فقہ دونوں علوم میں یکتائے روزگار تھے اسی وجہ سے آپ کو اس فن کی معرفت میں بھی بلند پایہ مقام حاصل تھا اور اس فن میں آپ کے تفوق کا اعتراف خود آپ کے معاصرین اہل علم نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے معاصر اور حدیث و فقہ کے عظیم سپوت امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) قسم اٹھا کر آپ کے بارے میں فرماتے تھے:

شدید المعرفة بناسخ الحدیث و منسوخه[1]

امام ابوحنیفہؒ حدیث کے ناسخ اور منسوخ کی بہت زیادہ معرفت رکھنے والے ہیں۔

نیز امام ثوریؒ کا یہ بیان امام صاحب کی ثقاہت میں گزر چکا ہے کہ:

امام ابوحنیفہؒ صرف وہی حدیث لیتے تھے جو اُن کے نزدیک صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھی۔ اور جس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل مذکور ہوتا تھا۔

یہ ظاہر ہے کہ ذخیرۂ احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری عمل کا انتخاب

---

[1] عقود الجمان (ص ۱۹۱)، الخیرات الحسان (ص ۷۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

وہی کر سکتا ہے جس کو احادیث کے ناسخ ومنسوخ میں پوری طرح بصیرت ہو۔

اسی طرح آپ کے ایک اور معاصر اور جلیل القدر محدث امام حسن بن صالح بن حی (م ۱۶۷ھ) کا بھی یہ بیان گزر چکا ہے کہ:

کان الامام ابو حنیفۃ رضی اللّٰہ عنہ شدید الفحص عن الناسخ من الحدیث والمنسوخ۔

امام ابوحنیفہ رضی اللّٰہ عنہٗ حدیث کے ناسخ اور منسوخ کی جانچ میں نہایت شدت سے کام لیتے تھے۔

جلیل المرتبت مالکی فقیہ و محدث علامہ ابن رشد قرطبیؒ (م ۵۹۵ھ) ایک مسئلہ کی تحقیق میں رقمطراز ہیں:

واما ابو حنیفۃ فحمل احادیث النھی علی عمومھا، ورأی انھا ناسخۃ لحدیث ذی الیدین، وانہ متقدم علیھا۔[1]

امام ابوحنیفہؒ نے (نماز میں کلام کرنے کی) ممانعت والی احادیث کو اپنے عموم پر رکھا ہے، اور یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ یہ احادیث حضرت ذوالیدینؓ والی حدیث کے لیے ناسخ ہیں، کیونکہ وہ ان سے متقدم (پہلے کی) ہیں۔

امام ابوبکر محمد بن موسیٰ حازمیؒ (م ۵۸۴ھ) نے بھی حدیث کے ناسخ و منسوخ سے متعلق اپنی کتاب میں کئی احادیث کے ناسخ و منسوخ کے بارے میں امام صاحبؒ کی آراء نقل کی ہیں۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ کو احادیث کے ناسخ و منسوخ جاننے میں مکمل مہارت رکھتے ہیں۔

۱۔ بدایۃ المجتہد (ص ۱۱۷) طبع موسسۃ الرسالۃ بیروت

۲۔ مثلاً دیکھئے الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار (ص ۲۳، ۴۳، ۱۵۰، ۲۱۳، ۲۲۵ وغیرہ) دار الکتب العلمیہ بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

تفسیرِ حدیث میں آپ کا مرتبۂ عالیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

تفسیرِ حدیث میں آپ کا مرتبہ عالیہ

علومِ حدیث میں تفسیرِ حدیث کو بھی ایک اہم مقام حاصل ہے، بلکہ حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے بحوالہ امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) لکھا ہے:

تفسیر الحدیث خیر من سماعه۔[1]

حدیث کی تفسیر اس کے سماع سے بہتر ہے۔

امام صاحبؒ حدیث کی تفسیر اور اس کے اندر پوشیدہ فقہی دقائق کو جاننے میں بھی انتہائی بلند مرتبت تھے۔ چنانچہ آپ کے شاگردِ رشید امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ)، جن کو ہشام بن عروہ، یحییٰ بن سعید انصاری، اعمشؒ اور ابو اسحاق شیبانیؒ وغیرہ (جو کہ امام صاحبؒ کے بھی اساتذہ ہیں) جیسے تابعین محدثین کی صحبت نصیب ہوئی، لیکن اس کے باوجود وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو حدیث کی تفسیر اور اس کے فقہی نکات کو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ جانتا ہو۔ چنانچہ امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ)، علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) اور علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) بہ سندِ متصل ان سے نقل کرتے ہیں کہ:

ما رأیت احدا اعلم بتفسیر الحدیث و مواضع النکت التی فیه من الفقه، من ابی حنیفة۔[2]

میں نے کوئی شخص حدیث کی تفسیر اور اس میں موجود نکات (باریکیوں) کو امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ جاننے والا نہیں دیکھا۔

نیز علامہ خطیبؒ نے اپنی سند کے ساتھ جلیل المرتبت محدث امام حسن بن سلیمان قتیبہؒ

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۲ ص ۱۷۵)۔

[2] فضائل ابی حنیفہ (ص ۸۷)؛ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۰)؛ الانتقاء (ص ۱۳۹)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

(م ۲۴۱ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) الحافظ اور ثقہ کہتے ہیں،[1] سے نقل کیا ہے کہ:

انہ قال فی تفسیر الحدیث "لاتقوم الساعة حتی یظهر العلم".

قال: هو علم ابی حنیفة و تفسیره الآثار.[2]

انہوں نے حدیث کہ "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ علم ظاہر نہ ہو جائے" کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے امام ابو حنیفہؒ کا علم اور آپ نے احادیث کی جو تفسیر کی ہے، وہ مراد ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں:

ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرائی فرأی مالک، و سفیان و ابی حنیفة، وابو حنیفة احسنهم وادقهم فطنة، واغوصهم علی الفقه، وهو افقه الثلاثة.[3]

اگر حدیث معروف ہو جائے اور اس میں رائے کی ضرورت پڑے تو پھر امام مالکؒ، امام سفیان ثوریؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی رائے کا اعتبار ہے اور امام ابو حنیفہؒ کی رائے سب سے اچھی ہے، اور آپ ان میں سب سے زیادہ دقیقہ رس، فقہ میں ان سب سے زیادہ غوطہ زن اور ان تینوں میں سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

نیز انہوں نے فرمایا:

لا تقولوا رائی ابی حنیفة ولکن قولوا انه تفسیر الحدیث.[4]

یہ مت کہو کہ یہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے ہے، بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے۔

محدث کبیر امام عبداللہ بن داؤد الخریبیؒ (م ۲۱۳ھ)، جن کا مختصر تعارف ما قبل گزر چکا ہے، فرمایا کرتے تھے:

اذا اردت الآثار فسفیان الثوری، واذا اردت تلک الدقائق فابو

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (ج ۲ ص ۱۵)

۲۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۳۶)

۳۔ ایضاً (ج ۱۳ ص ۳۴۳) و مناقب ابی حنیفہ (ص ۱۹) للذہبیؒ

۴۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۰) لابن ابی العوامؒ بذیل الجواہر المضیئہ (۲/۴۳۰) للملا علی القاریؒ

www.besturdubooks.wordpress.com

حنیفۃ؛[1]

جب تو احادیث (طلب کرنے) کا ارادہ کرے تو اس کے لیے امام سفیان ثوریؒ ہیں، اور جب تو حدیث کی باریکیاں جاننا چاہے تو اس کے لیے امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

امام صاحبؒ کو حدیث کی تفسیر اور اس کے فقہی نکات جاننے میں وہ مقام حاصل تھا کہ خود آپ کے اساتذہ بھی اس فن میں آپ کی طرف رجوع کیا کرتے تھے اور جب بڑے بڑے مشائخ مشکل مسائل کو حل کرنے میں ناکام ہو جاتے تو آپ ان مسائل کا حل فوراً حدیث سے پیش کر کے سب کو حیران کر دیتے۔ چنانچہ حافظ ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) اور حافظ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل امام عبیداللہ بن عمروؒ سے نقل کیا ہے کہ:

ایک بار ہم امام اعمشؒ (م ۱۴۸ھ)، جو مشہور محدث اور امام صاحبؒ کے اساتذہ حدیث میں سے ہیں، کی مجلس میں موجود تھے۔ امام ابوحنیفہؒ بھی وہاں رونق افروز تھے۔ اس دوران کسی نے امام اعمشؒ سے کوئی مسئلہ پوچھا جو اُن سے حل نہ ہو سکا۔ انہوں نے پوری مجلس پر نظر دوڑائی تو اُن کی نظر انتخاب امام ابوحنیفہؒ پر پڑی، اور آپ سے فرمانے لگے، اے نعمان! تم اس مسئلہ کا حل بتاؤ۔

آپ نے جب وہ مسئلہ بتا دیا تو انہوں نے آپ سے پوچھا تم نے یہ مسئلہ کہاں سے بتایا ہے؟

آپ نے فرمایا: فلاں حدیث سے، جو آپ نے ہم سے بیان کی تھی۔

امام اعمشؒ آپ کا یہ جواب اور حدیث سے آپ کا یہ عمدہ استنباط سن کر بہت محظوظ ہوئے اور فرمانے لگے:

نحن الصیادلۃ وانتم الاطباء۔[2]

ہم تو صرف پنساری ہیں اور تم طبیب ہو۔

نیز امام اعظمؒ کے سلسلہ درس و تدریس کے بیان میں بحوالہ امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ) گزرا ہے کہ کبار محدثین مثلاً زکریا بن ابی زائدہؒ، لیث بن ابی سلیمؒ، مطرف بن طریفؒ اور حصین

[1] تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۴)؛ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۱۸) للمکیؒ
[2] فضائل ابی حنیفۃ (ص ۱۰۲)؛ جامع بیان العلم وفضلہ (۲/۱۳۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

بن عبدالرحمانؒ وغیرہ کو جب کسی حدیث میں اشتباہ ہو جاتا تو وہ اس کی تشفی امام اعظمؒ سے کراتے تھے۔

امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) جیسے محدث آپ سے عناد رکھنے کے باوجود تفسیر حدیث میں آپ کے محتاج ہیں۔ چنانچہ حدیث و فی کل رکعتین فسلّم (ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرو) کے ذیل میں لکھتے ہیں:

قال ابو حنیفة: یعنی التشهد.[1]

امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سلام سے مراد تشہد ہے۔ یعنی ہر دو رکعت کے بعد تشہد پڑھو۔

شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے "صحیح البخاری" کی حدیث بقول: اذکر کذا، اذکر کذا لما لم یکن یذکر (جب آدمی نماز میں مشغول ہوتا ہے تو شیطان اس کو کہتا ہے کہ فلاں بات یاد کرو، فلاں بات یاد کرو، اور اس کو وہ بات بھی یاد کرا دیتا ہے کہ جس کو آدمی (نماز شروع کرنے سے پہلے) بھول ہوا ہوتا ہے) کی شرح میں لکھتے ہیں:

و من ثم استنبط ابو حنیفة للذی شکا الیه انه دفن مالا ثم لم یهتد لمکانه ان یصلی و یحرص ان لا یحدث نفسه بشیء من امر الدنیا، ففعل، فذکر مکان المال فی الحال.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے اسی حدیث سے استنباط کرتے ہوئے اس شخص کو کہ جس نے آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ میں اپنا مال زمین میں دفن کر کے بھول گیا ہوں کہ میں نے کہاں دفن کیا ہے؟ فرمایا تھا کہ تم نماز پڑھنی شروع کر دو اور نماز میں اپنے آپ کو دنیا کی کوئی چیز بھی یاد نہ دلاؤ۔ چنانچہ اس نے ایسے ہی کیا تو اس کو فوراً اپنے مدفون مال کی جگہ یاد آ گئی۔ یعنی شیطان نے اس کو فوراً وہ بھولی ہوئی جگہ یاد دلا دی۔

حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے اس واقعہ کو یوں نقل کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اس شخص کو کہ جو اپنے مدفون مال کی جگہ بھول گیا تھا، فرمایا: تم یہ ارادہ کر لو کہ میں پوری رات نماز

---

[1] سنن الدار قطنی (ج ۱ ص ۴۱۸)

[2] فتح الباری شرح صحیح البخاری (۳/۱۰۱ ح ۱۲۰۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

پڑھوں گا۔ وہ شخص رات کو نماز میں مشغول ہو گیا۔ ابھی چوتھائی رات بھی نہیں گزری تھی کہ اس کو وہ جگہ کہ جہاں اس نے اپنا مال دفن کیا تھا، یاد آ گئی۔ وہ شخص جب امام صاحبؒ کی خدمت میں آیا اور اپنا واقعہ سنایا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ مجھے پتہ تھا کہ شیطان تم کو پوری رات نماز نہیں پڑھنے دے گا بلکہ تم کو تمہاری گمشدہ جگہ یاد دلا دے گا، پھر تم نے پوری رات نماز میں کیوں نہیں گزار دی تاکہ اس سے اللہ کا شکر ادا ہو جاتا۔[1]

1. الخیرات الحسان (ص ۷۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

حدیث کے کبار مجتہدین میں امام اعظمؒ کا شمار

اور

آپ کی چند اصطلاحاتِ حدیث

www.besturdubooks.wordpress.com

حدیث کے کبار مجتہدین میں آپ کا شمار

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ جیسے فقہ میں مجتہدانہ مقام رکھتے ہیں، ایسے ہی آپ علم حدیث میں بھی منصب اجتہاد پر فائز ہیں اور آپ کا شمار اس فن کے کبار مجتہدین میں ہوتا ہے۔ چنانچہ مورخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ویدل علی انه من کبار المجتهدین فی علم الحدیث اعتماد مذهبه بینهم، والتعویل علیه واعتباره ردا و قبولا۔[1]

علم حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کے کبار مجتہدین میں سے ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ کا مذہب محدثین میں قابل اعتماد شمار ہوتا ہے اور رداً اور قبولاً اس پر بھروسہ کیا جاتا ہے۔

اس بیان میں علامہ ابن خلدونؒ نے امام اعظمؒ کو نہ صرف یہ کہ علم حدیث کے مجتہد قرار دیا ہے، بلکہ آپ کو وہ علم حدیث کے کبار مجتہدین میں شمار کر رہے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ علامہ موصوف کے ایک ادھورے بیان سے امام اعظمؒ کو حدیث میں قلیل البضاعت ثابت کرنے کی مذموم کوشش کرتے ہیں، ان کو علامہ موصوف کے اس بیان پر بھی ضرور غور وفکر کرنا چاہیے اور یہ سوچنا چاہیے کہ کیا حدیث میں ایک قلیل البضاعت شخص کو علامہ موصوف حدیث کے کبار مجتہدین میں شمار کر سکتے ہیں؟

---

[1] مقدمہ ابن خلدون (ص ۴۵۲) طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

امام اعظمؒ کی چند اصلاحاتِ حدیث

علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) کا بیان ابھی گزرا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ علم حدیث کے کبار مجتہدین میں سے ہیں، اور انھوں نے آپ کے "مُجْتَهِدْ فِي الْحَدِيْث" ہونے پر یہ دلیل ذکر کی ہے کہ اصول حدیث میں آپ کی قائم کردہ اصطلاحاتِ حدیث سے بحث کی جاتی ہے اور ان پر بھروسہ و اعتماد کیا جاتا ہے۔

علامہ موصوف کے اس بیان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ کتب اصول حدیث میں امام صاحبؒ کی اصطلاحاتِ حدیث کو بڑے اہتمام سے ذکر کیا گیا ہے اور محدثین نے اس سلسلے میں آپ کے افکار و آراء سے خصوصی بحث و مباحثہ کیا ہے۔

ذیل میں آپ کی چند اصطلاحاتِ حدیث بحوالہ محدثین پیش کی جاتی ہیں۔

(ا) **قِرَاءَة عَلَى الْمُحَدِّث** (محدث پر حدیث پڑھنا)

اگر کسی محدث کی لکھی ہوئی احادیث طلباء اس کو پڑھ کر سنائیں تو اصطلاحِ حدیث میں اس صورت کو "قِرَاءَة عَلَى الْمُحَدِّث" یا "عَرْض الْكِتَاب" کہا جاتا ہے۔ بعض محدثین نے اگرچہ اس صورت کو مکروہ کہا ہے لیکن اکثر محدثین اس کے جواز کے قائل ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا بھی یہی نظریہ ہے۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل آپ کے شاگرد حدیث امام خارجہؒ (م ۱۶۸ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

سألت أبا حنيفة عن الرجل يقرأ على العالم الحديث يحدث به؟
قال لا بأس بذلك[1]

میں نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عالم پر کوئی حدیث پڑھے تو

---

[1] الکفایہ فی علم الروایہ (ص ۲۶۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا اس کو وہ حدیث آگے بیان کرنا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ ھ) آپ کے شاگرد امام ابوعاصم نبیلؒ (م ۲۱۲ ھ) سے ناقل ہیں کہ:

سمعت اباحنیفة یقول: القراءة جائزة. یعنی عرض الکتاب.[1]

میں نے امام ابوحنیفہؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ "قِرَاءَۃٌ عَلَی الْمُحَدِّث" یعنی "عَرْضُ الْکِتَاب" جائز ہے۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ ھ) نے بھی امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ ھ) کی کتاب "المدخل" سے امام صاحبؒ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔[2]

(۲) "قِرَاءَۃٌ عَلَی الْمُحَدِّث" کو "سِمَاعٌ مِنَ الْمحدث" پر ترجیح ہے۔

"قِرَاءَۃٌ عَلَی الْمُحَدِّث" کے مقابلے میں نقل حدیث کی دوسری صورت "سِمَاع مِنَ الْمُحَدِّث" ہے۔ یعنی محدث خود حدیث پڑھے اور طالب علم اس سے سنے۔ بعض علمائے حدیث نے اس صورت کو "قِرَاءَۃٌ عَلَی الْمُحَدِّث" پر ترجیح دی ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک پہلی صورت (قِرَاءَۃٌ عَلَی الْمُحَدِّث) کو ہی ترجیح ہے۔ امام ابن ابی ذئبؒ (م ۱۵۹ ھ)، امام شعبہؒ (م ۱۶۰ ھ)، امام یحییٰ قطانؒ (م ۱۹۸ ھ) اور دیگر کئی محدثین بھی اس میں امام صاحبؒ کے ہمنوا ہیں۔[3]

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ ھ) کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔[4]

امام صاحبؒ نے اس کی وجہ ترجیح یہ بیان کی ہے کہ اس میں "سِمَاع مِنَ المحدث" سے زیادہ احتیاط ہے۔ چنانچہ حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

فروی السلیمانی من الحدیث الحسن بن زیاد، قال کان ابوحنیفة یقول: قراء تک علی المحدث اثبت واوکد من قراء ته علیک، انه اذا قرأ علیک فانما یقرأ علی ما فی الصحیفة، واذا قرأت.

۱۔ الجواہر المضیۃ (۱/۱۳)　　　　۲۔ تدریب الراوی (۲/۱۳)

۳۔ ایضاً (۲/۱۵)　　　　۴۔ الکفایۃ (ص ۲۷۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہ فقال: حدیث عنی ما قرأت فهو تاکید۔[1]

حافظ سلیمانیؒ نے امام حسن بن زیادؒ سے روایت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا محدث پر حدیث پڑھنا، زیادہ پختہ اور موکد ہے بہ نسبت اس کے کہ محدث تم پر قرأت کرے، اس لیے کہ جب محدث نے تم پر حدیث پڑھی تو یہ صرف اتنا ہے کہ اس کی کتاب میں جو کچھ لکھا تھا، اُس نے وہ تم کو پڑھ کر سنا دیا، لیکن جب تم نے اس پر قرأت کی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تم کو کہہ رہا ہے کہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے، اُس کو میری طرف سے بیان کرو، اور یہی تاکید ہے۔

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) نے بھی لکھا ہے کہ:

فنقل عن ابی حنیفة وغیره ترجیح القراءة علی الشیخ علی السماع من لفظه۔

امام ابوحنیفہؒ وغیرہ سے منقول ہے کہ طالب علم کا اپنے شیخ کو حدیث سنانا یہ خود اس محدث سے حدیث سننے پر راجح ہے۔

حافظ بدرالدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) حافظ ابن الصلاحؒ کے اس بیان کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا حکاه ابن فارس فی کتاب مأخذ العلم عن ابی حنیفة۔[2]

امام ابن فارسؒ نے بھی اپنی کتاب "مآخذ العلم" میں امام ابوحنیفہؒ سے یہ قول نقل کیا ہے۔

(۳) محدث کو حدیث سنا کر اس کو "حدثنی" یا "سمعت" کے الفاظ سے بیان کرنا جائز ہے۔

اگر کسی شخص نے محدث کے سامنے کوئی حدیث پڑھی تو کیا اب اس کو وہ حدیث "حدثنی" (فلاں محدث نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے)، یا "سمعت" (فلاں محدث سے میں نے یہ حدیث سنی ہے) جیسے الفاظ سے بیان کرنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض محدثین نے اگرچہ اس میں کلام کیا ہے، لیکن امام ابوحنیفہؒ اس کو جائز قرار دیتے ہیں۔

۱۔ فتح المغیث (۲/۳۲، ۳۳)

۲۔ النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۳۰۴) للزرکشی

www.besturdubooks.wordpress.com

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل امام لیث بن سعدؒ (م ۱۷۵ھ) سے روایت کیا ہے کہ:

سمعت ابا یوسف قال: سالت اباحنیفة عن رجل عرض علی رجل حدیثا هل یجوز یحدث به عنه؟ قال نعم یجوز ان یقول حدثنی فلان و سمعت فلان، وهذا مثل قول الرجل یقرأ علیه الصک فیقر به فیجوز لک ان تقول اقر عندی فلان بجمیع ما فی هذا الکتاب، وانما سمعت: نعم. قال ابو عبید و کذلک قول ابی یوسف وهو قولی۔[1]

میں نے امام ابو یوسفؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے امام ابو حنیفہؒ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی محدث کو حدیث پڑھ کر سنائے تو کیا اس کو وہ حدیث اس محدث کی طرف سے بیان کرنا جائز ہے؟ آپ نے جواب دیا، ہاں۔ وہ شخص اس حدیث کو یوں بیان کر سکتا ہے کہ فلاں محدث نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے، یا میں نے فلاں محدث سے یہ حدیث سنی ہے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی شخص کے سامنے کوئی دستاویز پڑھی گئی جس کا وہ اقرار کرتا ہے، تو اب تمہارے لیے جائز ہے کہ تم کہو کہ اس کتاب (دستاویز) میں جو کچھ ہے اس کا فلاں شخص نے میرے سامنے اقرار کیا ہے، اور میں نے اس کو یہ اقرار کرتے ہوئے سنا ہے۔ امام ابو عبیدؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو یوسفؒ کا بھی یہی قول ہے اور میں بھی اسی کا قائل ہوں۔

امام ابن ابی خیثمہؒ (م ۲۷۹ھ) نے بھی بہ سند متصل امام ابو قطنؒ سے امام ابو حنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔[2]

(۴) "حَدَّثَنَا" اور "اَخْبَرَنَا" دونوں برابر ہیں۔

بعض محدثین (جن میں امام شافعیؒ بھی ہیں) کا یہ نظریہ ہے کہ اگر طالب علم نے اپنے استاذ سے کوئی حدیث سنی تو اب وہ طالب علم اس حدیث کو جب آگے بیان کرے گا تو یوں کہے گا، حَدَّثَنِیْ فُلَانٌ (فلاں شخص نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی) یا حَدَّثَنَا فُلَانٌ (فلاں شخص نے ہم

---

[1] الکفایۃ (ص ۲۷۹)

[2] التاریخ الکبیر (۲/۳۳۴) لابن ابی خیثمۃ

www.besturdubooks.wordpress.com

سے یہ حدیث بیان کی)۔ لیکن اگر طالب علم خود استاذ کو حدیث سنائے تو اب اس کے لئے مذکورہ الفاظ کے ساتھ یہ حدیث بیان کرنا جائز نہیں، بلکہ اس کو وہ حدیث "أَخْبَرَنِیْ فُلَانٌ" (فلاں محدث نے اس حدیث کی مجھے خبر دی ہے)، یا "أَخْبَرَنَا فُلَانٌ" (فلاں محدث نے اس حدیث کی ہمیں خبر دی ہے) کے الفاظ سے بیان کرنا چاہیے۔[1]

حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ اور دیگر کئی محدثین ان دونوں قسم کے الفاظ میں یہ فرق نہیں کرتے، بلکہ ان کے نزدیک طالب حدیث خود محدث کے سامنے حدیث پڑھے، یا وہ محدث سے اس کو سنے، ان دونوں صورتوں میں اس کو اختیار ہے کہ جب وہ اس حدیث کو آگے بیان کرے تو ان مذکورہ الفاظ میں سے جن الفاظ سے چاہے بیان کرلے۔ چنانچہ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) نے اس موضوع پر مستقل ایک کتاب بنام "اَلتَّسْوِیَةُ بَیْنَ حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا" لکھی ہے، جو محقق شہیر علامہ عبدالفتاح ابوغدہؒ کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔ اس کتاب میں امام طحاویؒ ارقام فرماتے ہیں:

اختلف اهل العلم في الرجل يقرأ على العالم، ويقر له العالم به: كيف يقول فيه؟ اخبرنا أوْ حدثنا. فقالت طائفة منهم: لافرق بين أخبرنا و بين حدثنا، وله ان يقول: اخبرنا و حدثنا. فمن قال ذلك منهم: ابوحنيفة و مالك بن انس وابو يوسف، ومحمد بن الحسن، كما حدثنا احمد بن ابي عمران، حدثنا سلمان بن بكار، حدثنا ابوقطن قال: قال لي ابوحنيفة: اقرأ عليَّ، وقُل: حدثني.[2]

اہل علم کا اس بابت اختلاف ہے کہ اگر ایک آدمی نے کسی عالم کے پاس (حدیث) پڑھی، اور اس عالم کو اس کا اقرار بھی ہے تو اب یہ شخص جب وہ حدیث بیان کرے گا تو اس کو "حَدَّثَنَا" سے بیان کرے گا یا "أَخْبَرَنَا" سے؟ اہل علم کی ایک جماعت اس کی قائل ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اور اس کے لئے "أَخْبَرَنَا" اور "حَدَّثَنَا" کہنا دونوں برابر ہے۔ اس نظریہ کے قائلین میں سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام ابویوسفؒ اور امام محمد بن حسنؒ بھی ہیں۔ جیسا کہ ہم سے احمد بن ابی

۱۔ اخبار الطالب من المحدثین (ص ۷۰) تحقیق الحمیدی، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲۔ خمس رسائل فی علوم الحدیث (ص ۳۲) تحقیق شیخ عبدالفتاح ابوغدہؒ

www.besturdubooks.wordpress.com

عمرانؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے سلیمان بن بکارؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابوقطنؒ نے بیان کیا کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ: "تم مجھ پر حدیث پڑھو اور کہو کہ (امام) ابوحنیفہؒ نے مجھ سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

امام ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) نے بھی بروایت امام طحاویؒ، امام ابوقطنؒ سے امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا ہے۔[1]

اسی طرح علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کے دیگر تلامذہ امام عبداللہ بن مبارکؒ اور امام ابوعاصم نبیلؒ وغیرہ سے بھی آپ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "حدثنا" اور "اخبرنا" میں کوئی فرق نہیں ہے اور ان دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔[2]

(۵) اجازتِ حدیث کا حکم

امام صاحبؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابویوسفؒ کا دیگر جمہور محدثین کی طرح یہ مذہب ہے کہ اگر محدث نے کسی ایسے شخص کو اپنی مروی احادیث روایت کرنے کی اجازت دی جس نے اس سے وہ احادیث نہیں سنیں تو پھر بھی اس کو وہ احادیث روایت کرنا جائز ہے۔ چنانچہ حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) جمہور محدثین سے "اجازتِ حدیث" کا جواز نقل کرنے کے بعد رقم فرماتے ہیں:

وحکاہ الآمدی وابن الحاجب عن ابی حنیفۃ وابی یوسف.[3]

علامہ آمدیؒ اور علامہ ابن الحاجبؒ نے امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ سے بھی "اجازتِ حدیث" کا جائز ہونا نقل کیا ہے۔

حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) بھی بحوالہ علامہ آمدیؒ، امام صاحبؒ اور امام ابویوسفؒ سے "اجازتِ حدیث" کا جواز نقل کرتے ہیں۔[4]

(۶) مناولہ کا مرتبہ

"مناولہ" یہ ہے کہ محدث اپنی لکھی ہوئی احادیث کسی شخص کے حوالے کرے اور اس سے کہے کہ اس کتاب میں درج شدہ احادیث کو تم میری طرف سے روایت کر سکتے ہو۔

۱۔ فضائل ابی حنیفہ (ص ۱۲۵)	۲۔ الکفایۃ (ص ۳۰۳-۳۰۷)

۳۔ فتح المغیث (۲/۴۶)	۴۔ تدریب الراوی (۲/۲۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

بعض محدثین کے نزدیک اس کا حکم بھی ''سماع من الشیخ'' (استاذ سے حدیث سننا) اور ''قراۃ علی الشیخ'' (شیخ کے سامنے حدیث پڑھنا) کی طرح ہے۔ لیکن امام صاحبؒ اور دیگر کئی محدثین کا نظریہ یہ ہے کہ اس کا حکم سماع اور قراءت دونوں سے کمتر ہے، اور یہی صحیح مذہب ہے۔ امام نوویؒ (م ۶۷۶ھ) رقمطراز ہیں:

والصحيح انها منحطة عن السماع والقراءة، وهو قول الثوري، والاوزاعي، وابن المبارك، وابي حنيفة، والشافعي، والبويطي، والمزني، واحمد، واسحق، ويحيى بن يحيى.[1]

صحیح یہ ہے کہ ''مناولہ'' کا درجہ ''سماع من الشیخ'' اور ''قراۃ علی الشیخ'' دونوں سے کم ہے۔ اور یہی سفیان ثوریؒ، اوزاعیؒ، عبداللہ بن مبارکؒ، امام ابوحنیفہؒ، شافعیؒ، بویطیؒ، مزنیؒ، احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور یحییٰ بن یحییٰؒ کا قول ہے۔

(۷) راوی کی توثیق کے لیے صرف ایک محدث کی گواہی بھی کافی ہے۔

بعض محدثین کے نزدیک کسی راوی کے ثقہ ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ کم از کم دو محدثین اس کی ثقاہت وعدالت کی گواہی دیں۔ لیکن جمہور محدثین کی طرح امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے شاگرد رشید امام ابویوسفؒ کے نزدیک راوی کے ثقہ ہونے کے لیے صرف ایک محدث کی گواہی بھی کافی ہے۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) لکھتے ہیں:

ونقل عن ابي حنيفة وابي يوسف الاكتفاء بالواحد في التزكية في الشهادة، وكذا في الرواية، وانما اكتفوا بالواحد لانه ان كان المزكي للراوي ناقلا عن غيره فهو من جملة الاخبار، وان كان اجتهادا من قبل نفسه فهو بمنزلة الحاكم، وفي الحالتين لا يشترط التعدد.[2]

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابویوسفؒ سے منقول ہے کہ گواہ کی طرح راوی کے لیے بھی صرف ایک شخص کا تزکیہ (توثیق) کافی ہے، اس لیے کہ راوی کا تزکیہ کرنے والا (مُوَثِّق) اگر یہ تزکیہ کسی دوسرے شخص سے نقل کر رہا ہے تو اخبار کی اقسام میں سے ہے، اور اگر وہ خود اپنے اجتہاد سے

۱۔ تقریب النواوی مع شرحہ تدریب الراوی (۲/۴۵) ۲۔ شرح شرح نخبۃ الفکر (ص ۷۴۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

راوی کا تزکیہ کررہا ہے تو پھر وہ حاکم کے قائم مقام ہے، اور ان دونوں صورتوں میں تعدد (کثرت) شرط نہیں ہے۔

حافظ بدرالدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے بھی امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا اس بابت یہی مذہب نقل کیا ہے۔[1]

(۸) ثقہ کی زیادتی مقبول ہے۔

اگر کسی راوی نے اپنے استاذ سے حدیث نقل کرتے وقت کوئی ایسی بات زائد نقل کردی جو اس کے دیگر ساتھی نقل نہیں کرتے تو اب اگر یہ راوی ثقہ اور قابلِ اعتماد ہے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اس کی یہ زیادتی قابلِ قبول ہے، امام شافعیؒ بھی اس مسئلہ میں آپ کے ہم نوا ہیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ارشاد فرماتے ہیں:

> الذی فصله امام الحرمین فی البرهان فقال بعد ان حکی عن الشافعی وابی حنیفة رضی الله عنهما قبول زیادة الثقة فقال هذا عندی فیما اذا سکت الباقون، فان صرحوا بنفی مانقله هذا الراوی مع امکان اطلاعهم فهذا یوهن قول قائل الزیادة.[2]

امام الحرمین (ابن الجوینیؒ) نے اپنی کتاب ''البرہان'' میں امام شافعیؒ اور امام ابوحنیفہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا سے ثقہ راوی کی زیادتی کے مقبول ہونے کے قول کو نقل کرنے کے بعد اس کی یہ تفصیل بیان کی ہے کہ میرے نزدیک یہ اس پر محمول ہے کہ جب باقی راوی اس زیادتی کو بیان کرنے سے سکوت کریں، اور اگر وہ صراحتاً اس راوی کی زیادتی کی نفی کردیں اور ان کا اس زیادتی پر مطلع ہونا ممکن بھی ہو تو پھر اس زیادتی کو نقل کرنے والے کا قول ضعیف قرار پائے گا۔

حافظ بدرالدین زرکشیؒ (م ۷۹۴ھ) نے بھی بحوالہ قاضی عبدالوہابؒ، ثقہ کی زیادت کے بارے میں لکھا ہے:

> والیه ذهب کافة المحققین، منهم ابو حنیفة.[3]

۱۔ النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۵۹) للزرکشیؒ

۲۔ النکت علی کتاب ابن الصلاح (ص ۲۸۵) لابن حجرؒ

۳۔ النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۱۱) للزرکشیؒ۔

www.besturdubooks.wordpress.com

تمام محققین جن میں سے امام ابوحنیفہؒ بھی ہیں، کا مذہب ہے کہ ثقہ راوی کی زیادتی قبول ہے۔

(۹) جرح وہی معتبر ہے جس کا سبب بیان کیا گیا ہو۔

امام ابوحنیفہؒ سمیت چاروں ائمہ متبوعین اس پر متفق ہیں کہ کسی راوی کے خلاف جرح اس وقت معتبر ہے جب جارح (جرح کرنے والا) اپنی جرح کا سبب بھی بیان کرے۔

امام محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) لکھتے ہیں:

الصحیح عندھم ان الجرح لایقبل الامبیّن السبب۔ [1]

اہلِ علم کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جرح اسی وقت قابلِ قبول ہوگی جب اس کا سبب واضح ہو۔

علامہ محمد بن اسماعیل المعروف بہ "امیر یمانی" (م ۱۱۸۲ھ) اس قول کی شرح میں رقم طراز ہیں:

ای الصحیح من الاقوال الائمۃ الاربعۃ المعروفۃ۔ [2]

یعنی مشہور ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) کے اقوال میں سے یہی قول صحیح ہے۔

(۱۰) تمام صحابہؓ عادل ہیں۔

اس بات پر بھی چاروں ائمہ متبوعین کا اتفاق ہے کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں، اور اگر کسی روایت میں کسی صحابی کا نام یا اس کی شخصیت غیر متعین ہو تو پھر بھی کوئی مضر نہیں ہے۔

امام ابن الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) اور علامہ امیر یمانیؒ (م ۱۱۸۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ:

(إن کان) مجھول العین (صحابیٌ قبل) لما یاتی من القول بان الصحابۃ کلھم عدول (وھو مذھب الفقھاء) ای الاربعۃ۔ [3]

راوی مجہول العین (غیر متعین) اگر صحابی ہے تو پھر اس کی روایت مقبول ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے کہ تمام صحابہؓ عادل ہیں، اور یہی چاروں ائمہ مذاہب (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) کا مذہب ہے۔

۱۔ تنقیح الانظار فی معرفۃ علوم الآثار (ص ۱۴۰) طبع دار ابن حزم، بیروت

۲۔ توضیح الافکار لمعانی تنقیح الانظار (۲/۹۳) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۳۔ تنقیح الانظار (ص ۱۹۸)، توضیح الافکار (۲/۱۱۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کے نزدیک حدیث کو روایت کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی شرائط

گزشتہ صفحات میں قارئین نے بحوالہ محدثین امام صاحبؒ کی قائم کردہ اصطلاحات حدیث ملاحظہ کی ہیں۔ اس سے قارئین نے یہ اندازہ ضرور لگایا ہوگا کہ محدثین کا اس قدر اہتمام و التزام کے ساتھ امام صاحبؒ کی اصطلاحات حدیث سے بحث کرنا یہ علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) کے اس بیان کی حرف بحرف تائید کرتا ہے کہ حضرت امام صاحب علم حدیث میں عظیم مجتہدانہ مقام رکھتے تھے۔

اس کے بعد اب ہم حدیث کو روایت کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے امام صاحبؒ نے بحیثیت "مُجْتَهِدٌ فِي عِلْمِ الْحَدِيْثِ" جو شرائط مقرر کی ہیں، ان کا کچھ نمونہ پیش کرتے ہیں، تاکہ قارئین کے سامنے امام صاحبؒ کا حدیث میں مجتہدانہ مقام مزید واضح ہو جائے۔

شرط اول: وہی حدیث روایت کرنا جائز ہے جو آدمی کو زبانی یاد ہو۔

امام صاحبؒ کے نزدیک آدمی صرف وہی حدیث بیان کرنے کا مجاز ہے جو اس کو سماعت سے لے کر روایت کرنے کے وقت تک برابر یاد ہو۔ چنانچہ امام صاحبؒ کے حفظ حدیث کی بحث میں بحوالہ محدثین امام ابو یوسفؒ کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ:

> امام ابو حنیفہؒ فرمایا کرتے تھے کہ آدمی صرف وہی حدیث روایت کر سکتا ہے جس کو اس نے جب سنا تھا اس وقت سے لے کر اس کو روایت کرنے کے وقت تک برابر یاد رکھا ہو۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی امام اعظمؒ سے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

لا يحل للرجل ان يروي الحديث الا اذا سمعه من فم المحدث

www.besturdubooks.wordpress.com

فیحفظہ ثم یحدث بہ۔[1]

آدمی کے لیے صرف اسی حدیث کو بیان کرنا جائز ہے جس کو اس نے محدث کے منہ سے سننے کے وقت سے لے کر بیان کرنے کے وقت تک برابر یاد رکھا ہے۔

امام صاحبؒ نے اس معاملے میں یہاں تک احتیاط کی ہے کہ اگر کسی شخص کو خود اپنے ہاتھ کی لکھی ہوئی کوئی حدیث ملی، لیکن وہ اس کو زبانی یاد نہیں ہے تو اب اس کو وہ حدیث روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بہ سند متصل نقل کیا ہے کہ:

قال ابوزکریا یعنی یحیی بن معین، وسئل عن الرجل یجد الحدیث بخطہ لایحفظہ، فقال ابوزکریا: کان ابوحنیفۃ یقول: لایحدث الا بما یعرف و یحفظ۔[2]

ابوزکریا یعنی امام یحیی بن معینؒ سے پوچھا گیا کہ اگر ایک شخص کو اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی حدیث ملی، لیکن وہ اس کو زبانی یاد نہیں ہے تو کیا اس کو وہ حدیث روایت کرنا جائز ہے؟ انہوں نے جواب دیا، امام ابوحنیفہؒ تو یہ فرماتے تھے کہ آدمی صرف وہی حدیث روایت کرے جس کا وہ عارف اور حافظ ہے۔

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) وغیرہ محدثین نے بھی آپ کا یہی مذہب نقل کیا ہے۔[3]

امام صاحبؒ نے روایت حدیث کے لیے یہ جو شرط عائد کی ہے، یہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائط حدیث سے بھی زیادہ کڑی ہے۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے اس کو مذہب شدید قرار دیا ہے، اور لکھا ہے کہ:

فلعل الرواۃ فی الصحیحین ممن یوصف بالحفظ لایبلغون النصف۔[4]

شاید "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" کے راویوں کی نصف تعداد بھی اس حفظ کی شرط پر پوری نہ اترے۔

۱۔ المدخل الی معرفۃ کتاب الاکلیل (ص ۱۱۸) طبع دار ابن حزم بیروت

۲۔ الکفایۃ (ص ۲۳۱)

۳۔ التقیید والایضاح لمقدمۃ ابن الصلاح (ص ۲۱۵)۔

۴۔ تدریب الراوی (ج ۲/ص ۸۶)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) کے حوالے سے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کا بیان گزر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے روایت حدیث کے لیے جو یہ شرط لگائی ہے کہ آدمی کو صرف وہی حدیث بیان کرنا جائز ہے جو اس کو سماع سے لے کر روایت کرنے تک برابر یاد ہو، اس شرط کی وجہ سے آپ کی روایات زیادہ منظر عام پر نہیں آسکیں، ورنہ حقیقت میں آپ کثیر الحدیث تھے۔ نیز حافظ سخاویؒ، حافظ ابن حجرؒ سے ناقل ہیں کہ:

> قلت الروایة عن بعض من قال بهذا مع کونه فی نفس الامر کثیر الروایة۔[1]
>
> اس شرط (کہ صرف وہی حدیث روایت کرنی چاہیے جو زبانی یاد ہو) کی وجہ سے اس کے بعض قائلین (امام ابو حنیفہؒ) کی روایات کم ہو گئی ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ کثیر الحدیث تھے۔

امام ابو اسحاق الجعبریؒ (م ۷۳۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ ائمہ نے احتیاط فی الحدیث کی وجہ سے یہ سخت شرط عائد کی ہے۔[2]

شرط دوم: صرف ثقہ راویوں سے مروی حدیث مقبول ہے۔

امام صاحبؒ کسی حدیث کے مقبول ہونے کے لیے یہ شرط بھی عائد کرتے ہیں کہ اس حدیث کی سند ثقہ راویوں پر مشتمل ہو، اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہ ہو جو غیر ثقہ اور غیر عادل ہو۔ چنانچہ امام صاحبؒ کی توثیق میں آپ کے معاصر امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کا یہ بیان گزر چکا ہے کہ:

> امام ابو حنیفہؒ صرف وہی احادیث لیتے تھے جو صحیح اور ثقہ راویوں سے مروی ہوتی تھیں۔

نیز حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کے حوالے سے خود امام ابو حنیفہؒ کا اپنا یہ بیان نقل کیا ہے کہ:

> آخذ بکتاب اللّٰہ، فما لم یجد فبسنة رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه

---

[1] فتح المغیث (۱۹۸/۲)

[2] رسوم التحدیث فی علوم الحدیث (ص ۱۴۵) طبع دار ابن حزم، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وسلم والآثار الصحاح عنه التي فشت في أيدي الثقات عن الثقات.....[1]

میں (شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ سے لیتا ہوں، اگر اس میں نہ ملے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی ان صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاتھوں میں ثقہ راویوں سے ہی پھیل چکی ہیں۔

امام الربانی علامہ عبدالوہاب شعرانی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وقد كان الامام ابوحنيفة يشترط في الحديث المنقول عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبل العمل به ان يرويه عن ذلك الصحابي جمع اتقياء عن مثلهم وهكذا.[2]

امام ابوحنیفہؒ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث پر عمل پیرا ہونے کے لیے یہ شرط عائد کرتے ہیں کہ اس کو متقی لوگوں کی جماعت اس صحابی (جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ حدیث روایت کی ہے) سے برابر نقل کرتی چلی آئے۔

شرط سوم: حدیث کا کوئی راوی مجہول نہ ہو۔

شرط دوم میں خود امام صاحبؒ اور دیگر محدثین کے بیانات سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ آپ کے نزدیک صرف ثقہ راویوں پر مشتمل حدیث ہی مقبول ہے۔ اس شرط سے جہاں یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک غیر ثقہ اور ضعیف راوی کی حدیث ناقابل اعتبار ہے وہاں اس سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کے نزدیک اس راوی کی حدیث بھی مقبول نہیں، جس کی ثقاہت و عدالت نامعلوم ہو کہ جس کو اصطلاح حدیث میں "مجہول العین" کہتے ہیں۔

بعض اہل علم نے اگرچہ یہ لکھ دیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مجہول راوی کی حدیث مطلق مقبول ہے، لیکن یہ بات خلاف تحقیق ہے، اور خود حضرت امام صاحبؒ کی مذکورہ تصریح سے بھی متصادم ہے۔ نیز اس نظریہ کی تردید اس سے بھی ہوتی ہے کہ ماقبل گزرا ہے کہ حضرت امام صاحبؒ نے حضرت سعدؓ سے مروی حدیث (جس میں رطب کو تمر کے بدلے بیچنے سے منع کیا گیا

---

[1] مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۲۰)
[2] المیزان الکبری الشعرانیہ (۱/۸۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہے) کو محض اس لیے معلول قرار دیا تھا کہ اس حدیث کا راوی زید بن عیاش مجہول ہے۔ اس صاف تصریح کے ہوتے ہوئے یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک مجہول کی روایت مقبول ہے؟!

محدث جلیل علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی حنفیؒ (م ۱۲۰۵ھ) حضرت امام صاحبؒ کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن المواق: یحکی عن الحنفیة قبول روایة المجھول حالا او عینًا علی الاطلاق، انتھٰی. وھذا غریب مارأیت ولا اخالهٗ یصح، فان الامام روی حدیث سعد فی بیع الرطب بالتمر و مدارہ علیٰ زید بن عیاش، و علله بانه مجھول.[1]

ابن المواقؒ نے کہا ہے کہ حنفیہ سے منقول ہے کہ مجہول راوی، خواہ وہ مجہول الحال (مستور) ہو، یا مجہول العین، کی روایت مطلق مقبول ہے۔ لیکن میرے نزدیک یہ ایک انوکھی بات ہے، اور میں اس کو درست خیال نہیں کرتا، کیونکہ خود امام ابوحنیفہؒ نے حضرت سعدؓ سے مروی حدیث جس میں رطب کو تمر کے بدلے فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے، کو روایت کر کے اس کو اس لیے معلول قرار دیا کہ اس کا مدار زید بن عیاش پر ہے اور وہ مجہول ہے۔ (پھر امام صاحبؒ کے مذہب میں مجہول کی روایت کو کیسے مقبول قرار دیا جا سکتا ہے؟)

البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ امام صاحبؒ کے مذہب میں مجہول کی روایت اسی وقت قابل قبول ہو سکتی ہے جب اس کے معارض کوئی صحیح حدیث منقول نہ ہو، اس لیے کہ امام صاحبؒ اور آپ کے ہمنوا دیگر کئی ائمہ کے نزدیک مجہول کی روایت پر عمل کرنا قیاس کرنے سے بہرحال بہتر ہے۔

حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) مجہول راوی کی روایت سے متعلق امام صاحبؒ اور آپ کے ہم فکر علماء کا موقف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

ولا شک انھم انما یقبلونه حیث لا یعارضه حدیث الثقة المعلوم العدالة، لان الترجیح بزیادة الثقة والحفظ عند التعارض امر

[1] عقود الجواہر المنیفہ (۱/ ۸،۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

مجمع علیہ ہے۔[۱]

بلاشبہ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر علماء مجہول راوی کی حدیث اس وقت قبول کرتے ہیں جب اس کے معارض کسی ثقہ معلوم العدالت راوی کی حدیث نہ ہو، کیونکہ تعارض کے وقت ثقہ اور حافظ الحدیث کی روایت کو ترجیح دینے پر سب کا اجماع ہے۔

شرط چہارم: حدیث کا کوئی راوی مستور بھی نہ ہو۔

مستور یا مجہول الحال اس راوی کو کہتے ہیں جس سے کم از کم دو راوی روایت کرنے والے ہوں، لیکن اس کی توثیق کسی سے ثابت نہ ہو۔ جبکہ مجہول العین وہ راوی کہلاتا ہے جس سے آگے صرف ایک راوی نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق بھی نامعلوم ہو۔

حضرت امام صاحبؒ کے نزدیک جیسے مجہول العین کی روایت غیر مقبول ہے، ایسے ہی آپ کے ہاں مستور کی روایت بھی مقبول نہیں، کیونکہ یہ بھی غیر ثقہ راویوں میں شمار ہوتا ہے۔ علامہ مرتضیٰ زبیدیؒ کے گزشتہ بیان سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ حنفیہ کے مذہب میں مجہول الحال (مستور) اور مجہول العین دونوں کی روایت غیر معتبر ہے۔

امام اہلِ سنت حضرت مولانا محمد سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ نے بھی بڑے ٹھوس دلائل سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا صحیح مذہب یہی ہے کہ مستور کی روایت بھی فاسق کی روایت کی طرح مردود ہے۔[۲]

ان حقائق کے باوجود بعض لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک مستور کی روایت مقبول ہے۔ اور پھر سب سے زیادہ تعجب مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد پر ہے جنہوں نے بلاتحقیق امام صاحبؒ پر الزام لگا دیا کہ آپ مجہول الحال (مستور) کی روایت کو مقبول قرار دے کر تفریط کا شکار ہوئے ہیں۔ اور آپ کے خلاف انہوں نے یہ بھی لکھ دیا کہ (امام صاحب نے) راوی کی عدالت کے متعلق نہایت درجہ کی نرمی و آسانی کر دی ہے، یہاں تک کہ راوی مجہول الحال (مستور) کی روایت کو بھی مقبول ٹھہرایا ہے۔[۳]

۱۔ الرد علی الیاس (۲۱۹/۱)

۲۔ احسن الکلام (۱۰۵/۲) طبع چہارم طبع مکتبہ صفدریہ گوجرانوالہ

۳۔ تحقیق الکلام (۱۲۷/۲) طبع عبدالتواب اکیڈمی ملتان

www.besturdubooks.wordpress.com

لیکن شکر ہے کہ مبارکپوری صاحبؒ کی تردید خود ان ہی کے ایک شاگرد مولانا نذیر احمد رحمانی غیر مقلد نے کر کے ہمیں مبارکپوری صاحبؒ کو جواب دینے سے سبکدوش کر دیا۔ چنانچہ رحمانی صاحب لکھتے ہیں:

> یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ حنفیہ کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ مستور راوی کی حدیث اسی طرح مردود اور نا قابلِ حجت ہے جس طرح فاسق کی روایت۔
>
> اور پھر رحمانی صاحبؒ نے کتبِ حنفیہ، حسامی، التحریر لابن الہمام شارح الہدایہ اور اس کی شرح ابن امیر الحاج سے ثابت کیا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستور کی روایت حجت نہیں ہے۔[1]

لہٰذا مبارکپوری صاحبؒ کے قول کا باطل ہونا خود ان کے شاگرد رشید کے قلم سے ثابت ہو گیا۔ وللہ الحمد۔

آخر میں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ مجہول کی روایت مستور کی روایت سے بھی کمتر ہے۔ لہٰذا جب امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مستور کی روایت حجت نہیں تو پھر مجہول کی روایت کو کیسے بھلا حجت باور کیا جا سکتا ہے؟

شرط پنجم: حدیث شاذ نہ ہو، اور آپ کے نزدیک شاذ کی تعریف

امام صاحبؒ کے نزدیک حدیث کے مقبول ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ حدیث شاذ نہ ہو۔ اور حدیث شاذ کی تعریف میں اہلِ علم کا سخت اختلاف ہے۔ امام صاحبؒ نے شاذ کی جو تعریف کی ہے وہ اس کی سب سے جامع تعریف ہے۔ وہ تعریف یہ ہے کہ:

> ہر وہ حدیث جو خبرِ واحد کے درجہ میں ہو، یعنی وہ حدیث متواتر یا مشہور نہ ہو، اس کو اس موضوع سے متعلق دیگر صحیح احادیث اور مطالبِ قرآنیہ پر پیش کیا جائے۔ اگر وہ حدیث اس مجموعی مؤقف کے مطابق ہو تو پھر اس کے مقبول ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے، لیکن اگر وہ حدیث اس مجموعی مؤقف سے متصادم ہے تو پھر یہ حدیث شاذ اور نا قابلِ رد ہے۔

---

[1] انوار المصابیح (ص ۲۰۷) ناشر اشاعت قرآن وحدیث پاکستان

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ الاسلام علامہ ابن عبد البر مالکیؒ (م ۴۶۳ھ) احادیث آحاد کے متعلق امام صاحب کا موقف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

لانه كان يذهب في ذلك الى عرضها ما اجتمع عليه من الاحاديث و معاني القرآن، فما شذ عن ذلك ردّه و سمّاه شاذا.[1]

امام ابو حنیفہؒ کا احادیث آحاد (خبر واحد وجہ کی احادیث) کے بارے میں یہ مذہب تھا کہ ان کو (اس موضوع سے متعلق) دیگر احادیث اور معانی قرآن کے مجموعی موقف پر پیش کیا جائے۔ چنانچہ جو خبر واحد اس مجموعی موقف سے جدا ہوتی آپ اس کو رد کر دیتے اور اس کا نام شاذ رکھتے۔

شرط ششم: حدیث غریب سے حتی الوسع احتراز کیا جائے۔

غریب وہ حدیث کہلاتی ہے جس کی سند میں کوئی راوی منفرد (اکیلا) ہو۔ حدیث غریب کے لیے یہ ضروری نہیں کہ یہ ہر حال میں ضعیف ہو، لیکن چونکہ یہ بعض اوقات (خصوصاً جب یہ احادیث مشہورہ کے خلاف ہو) ضعیف ہوتی ہے، اس لیے ائمہ حدیث اس سے اجتناب کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی اس سے حتی الوسع بچنے کی تاکید فرمائی ہے، اور اس شخص کی سخت مذمت کی ہے جو احادیث مشہورہ کو چھوڑ کر صرف احادیث غریبہ ہی کی طلب میں رہتا ہے۔

چنانچہ حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) نقل کرتے ہیں:

قال ابو حنيفة: من طلبها كذب.[2]

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص (احادیث مشہورہ کو چھوڑ کر) غریب حدیث کا طالب ہے وہ دروغ گو ہے۔

شرط ہفتم: مرسل حدیث بشرطیکہ ارسال کرنے والا ثقہ ہو، حجت ہے۔

مُرسَل وہ حدیث ہے جس کو کوئی تابعی صحابی کا واسطہ چھوڑ کر براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے، یا وہ کسی ایسے صحابی کا کوئی اثر روایت کرے جس سے اسے لقاء حاصل نہیں ہے۔

امام سلیمان بن عبد القوی حنبلیؒ (م ۷۱۶ھ) "حدیث مرسل" کی تعریف میں لکھتے ہیں:

۱۔ الانتقاء (ص ۱۴۹)

۲۔ فتح المغیث (۲/ ۳۴۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

اما مرسل غیر الصحابی، کقول من لم یعاصر النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم: قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم، و من لم یعاصر ابا ھریرۃ، قال ابو ھریرۃ۔[1]

غیر صحابی (تابعی) کی مرسل یہ ہے کہ مثلاً جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ نہیں پایا، وہ یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ یا جس شخص نے حضرت ابوہریرہؓ کا زمانہ نہیں پایا، وہ یہ کہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے نزدیک مرسل روایت مطلق (بلا کسی اضافی قید کے) حجت ہے۔ بشرطیکہ مُرسِل (ارسال کرنے والا) ثقہ ہے۔ امام صاحبؒ کے علاوہ دیگر جمہور ائمہ (امام مالکؒ، امام ثوریؒ، امام احمدؒ وغیرہ) اور تمام تابعین بھی اس کی حجیت کے قائل ہیں۔ البتہ امام شافعیؒ کو اس کی حجیت میں کلام ہے، اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مرسل حدیث کو قابلِ احتجاج ماننے سے انکار کیا۔

امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) فرماتے ہیں:

اجمع التابعون بأسرھم علی قبول المرسل ولم یأت عنھم انکارہ ولا عن احد من الائمۃ بعدھم الی رأس المائتین، قال ابن عبدالبر: کأنہ یعنی الشافعی اوّل من ردّہ۔[2]

تابعین سب کے سب مُرسل روایت کے حجت ہونے پر متفق ہیں، اور ان میں سے کسی نے بھی اس کی حجیت سے انکار نہیں کیا، اور تابعین کے بعد بھی دوسری صدی ہجری تک ائمہ میں سے بھی کوئی امام اس کے قابل حجت ہونے کا منکر نہیں ہے۔ علامہ ابن عبدالبرؒ فرماتے ہیں کہ گویا امام شافعیؒ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے (اس کی حجیت) سے انکار کیا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلد نے امام شافعیؒ کے اس انکار کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

مرسل روایت کو امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ مطلقاً حجت جانتے تھے، کیونکہ ان کے

[1] نزہۃ النظر (ص ۵۰) طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت
[2] تدریب الراوی (۱/۱۶۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

زمانہ میں سلسلہ روایت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک واسطے کم تھے۔ امام شافعیؒ تک واسطے زیادہ ہوگئے [1]

امام شافعیؒ نے اگرچہ مرسل کی حجیت سے انکار کیا ہے، لیکن وہ بھی دو صورتوں میں مرسل کو قابل حجت مانتے ہیں:

۱۔ جب کسی مسئلہ میں مرسل کے علاوہ دوسری کوئی (مسند) حدیث مروی نہ ہو۔ چنانچہ حافظ سخاوی شافعیؒ (م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

وان الشافعی یحتج بالمرسل اذا لم یجد غیرہ. [2]

امام شافعیؒ مرسل سے حجت پکڑتے ہیں، جب وہ اس کے علاوہ دوسری کوئی حدیث نہیں پاتے۔

علامہ ماوردیؒ نے بھی امام شافعیؒ کے بارے تصریح کی ہے کہ:

احتج بالمرسل اذا لم توجد دلیلہ سواہ. [3]

امام شافعیؒ مرسل سے احتجاج کرتے ہیں، جب مرسل کے علاوہ دوسری کوئی دلیل نہ ہو۔

۲۔ جب وہ مرسل معتضد ہو۔ یعنی اس کی تائید کسی دوسری حدیث (مسند یا مرسل) سے ہوتی ہو، اگرچہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ یا وہ مرسل، یا قیاس صحیح یا اکثر اہل علم کے تعامل سے مؤید ہو۔ [4]

امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ولیس مذهب الشافعی رد المرسل مطلقا بل یحتج به اذا اعتضد. [5]

۱۔ تاریخ اہل حدیث (ص ۲۲۳) ۲۔ فتح المغیث (۱/۱۳۲)

۳۔ التحفۃ المرضیہ فی حل بعض المشکلات الاحادیث الشریفہ، طبع مع المعجم الصغیر (۲/۱۸۷) للطبرانی طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

۴۔ شرح نخبۃ الفکر (ص ۲۴)، حجۃ اللہ البالغۃ (۱/۱۴۲) وغیرہ

۵۔ تنویر الحوالک شرح موطا مالک (ص ۱۵۵) طبع دار الفکر، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

امام شافعیؒ کا مذہب مطلق مرسل کو رد کرنا نہیں ہے، بلکہ وہ مرسل معتضد سے حجت پکڑتے ہیں۔

امام شافعیؒ کے بعد دیگر کئی محدثین، جن میں سے اکثر امام شافعیؒ کے مقلدین ہیں، نے بھی عام مرسل کی حجیت سے انکار کیا ہے۔ لیکن وہ بھی امام شافعیؒ کی پیروی میں مُرسل معتضد کو حجت مانتے ہیں۔ چنانچہ حافظ عراقی شافعیؒ (م ۸۰۶ھ) اور حافظ سخاوی شافعیؒ (م ۹۰۲ھ) لکھتے ہیں:

(لكن اذا صح) يعني ثبت (لنا) اهل الحديث خصوصًا الشافعية تبعًا لنص امامهم (مخرجه) اى المرسل (بمسند) يجيء من وجه آخر صحيح او حسن، او ضعيف يعتضد به (او بمرسل) آخر (يخرجه) اى يرسله (من ليس يروى عن رجال) اى شيوخ راوى المرسل (الأول) حتى يغلب على الظن عدم اتحادهما (نقبله)۔[1]

یعنی جب کسی مرسل کا اعتضاد (تائید) کسی مسند حدیث، خواہ وہ مسند صحیح ہو، یا حسن ہو، یا ضعیف ہو، سے ثابت ہو جائے، یا اس کی تائید کسی دوسری ایسی مرسل حدیث سے ہوتی ہو جس کے راوی کے شیوخ اور پہلی مرسل کے راوی کے شیوخ علیحدہ علیحدہ ہوں، یہاں تک کہ ان دونوں مراسیل کے باہم متحد نہ ہونے کا غالب گمان ہو جائے، تو ایسی مرسل معتضد کو محدثین خاص کر شوافع محدثین اپنے امام (شافعیؒ) کی پیروی میں قبول کرتے ہیں۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد نے بھی تسلیم کیا ہے کہ:

مرسل معتضد بالاتفاق حجت ہے۔[2]

نیز مبارکپوری صاحبؒ لکھتے ہیں:

مرسل معتضد کے حجت ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے۔[3]

الغرض، اکابرین امت میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی صورت میں مرسل کی حجیت کا قائل رہا ہے، اور کسی معتبر ہستی نے مطلقاً مرسل حدیث کا انکار نہیں کیا۔

۱۔ فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۱/۱۴۴)۔ ۲۔ ابکار المنن (ص ۱۴۳)۔

۳۔ تحقیق الکلام (۱/۹۵)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

محقق عظیم علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) نے تصریح فرمائی ہے کہ:

والاحتجاج بالمرسل كانت سنة متوارثة جرت عليه الامة في القرون الفاضلة، حتى قال ابن جرير: رد المرسل مطلقا بدعة حدثت في رأس المائتين، كما ذكره الباجي في اصوله، وابن عبدالبر في التمهيد، وابن رجب في شرح علل الترمذي.[۱]

مرسل حدیث سے احتجاج کرنا ایسی متواتر سنت ہے جس پر امت قرون فاضلہ (خیر القرون) میں چلتی رہی ہے، یہاں تک کہ امام ابن جریر طبریؒ نے فرمایا ہے کہ مطلقاً مرسل کا انکار کرنا ایسی بدعت ہے جو دوسری صدی ہجری کے آخر میں پیدا ہوئی ہے، جیسا کہ علامہ باجیؒ نے "اصول حدیث" میں، علامہ ابن عبدالبرؒ نے "التمہید"[۲] میں اور علامہ ابن رجبؒ نے "شرح علل الترمذی"[۳] میں ذکر کیا ہے۔

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد نے بھی تصریح کی ہے کہ:

ذخیرہ حدیث کی حفاظت کے لیے ہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ اور امام مالک رحمۃ اللہ نے مرسل کو قبول کیا۔[۴]

لہٰذا امام اعظم ابوحنیفہؒ نے مرسل حدیث کے متعلق جو موقف اختیار کیا ہے وہ بالکل درست اور مناسب ہے۔

شرط ششم: روایت بالمعنی کے لیے ضروری ہے کہ اس کا اصل مفہوم پوری طرح ادا کیا جائے۔ امام صاحبؒ، دیگر ائمہ ثلاثہ اور جمہور اہل علم کے نزدیک حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ روایت کرنا ہی افضل ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انھوں نے اس شخص کے لیے روایت بالمعنی کی بھی اجازت دی ہے جو حدیث کا اصل معنی و مفہوم پوری طرح ادا کرنے پر قادر ہو۔ چنانچہ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) رقمطراز ہیں:

وقال جمهور السلف والخلف من الطوائف منهم الائمة الاربعة

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۴)   ۲۔ دیکھیے "التمہید" (۱/۳)

۳۔ دیکھیے "شرح علل الترمذی" (ص ۱۷۰) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

۴۔ مقالات حدیث (ص ۲۰۷) ناشر ام القریٰ پبلی کیشنز، گوجرانوالہ، پاکستان۔

www.besturdubooks.wordpress.com

يجوز بالمعنى في جميعه اذا قطع باداء المعنى.[1]

جمہور متقدمین و متاخرین اہلِ علم بشمول ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ) نے تمام صورتوں میں روایت بالمعنی کو جائز قرار دیا ہے، بشرطیکہ اس کا اصل مفہوم قطعی طور پر ادا ہو جائے۔

شرط نمبر ۳ تبرائی شیعہ سے روایت نہ لی جائے۔

حضرت امام صاحبؒ نے اگرچہ ثقہ و عادل اہلِ بدعت سے روایت لینے کو جائز رکھا ہے، (بشرطیکہ ان کی روایت سے ان کی بدعت کو تقویت نہ پہنچتی ہو)، جیسا کہ جمہور محدثین کا مذہب ہے، لیکن آپ غالی اہلِ بدعت خصوصاً ان تبرائی شیعوں سے روایت لینا جائز نہیں سمجھتے جو قرآن و حدیث کے بنیادی ناقلین حضرات صحابہ کرام پر تبرا اور ان کی تضلیل کرتے ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بسند متصل امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

> سأل ابو عصمة ابا حنيفة ممن تأمرني ان اسمع الآثار؟ قال: من كل عدل في هواه الا الشيعة، فان اصل عقيدهم تضليل اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم.[2]
>
> امام ابوعصمہؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا کہ آپ مجھے کن (اہلِ بدعت) سے احادیث سننے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، عادل اہلِ بدعت سے احادیث سن سکتے ہو، سوائے (تبرائی) شیعوں کے، اس لئے کہ ان کا بنیادی عقیدہ ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کی تضلیل ہے۔

شرط نمبر ۴ راوی (خصوصاً صحابی) کا عمل اپنی روایت کے خلاف نہ ہو۔

اگر کوئی حدیث بظاہر صحیح ہے، لیکن اس کے راوی، خاص کر صحابی، کا اپنا عمل اگر اس حدیث کے خلاف ہے تو امام صاحبؒ ایسی حدیث کو بھی ناقابلِ عمل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) آپ کے اس موقف کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> لان الراوي العدل المؤتمن اذا روى حديثا عن رسول الله صلى

---

[1] تدریب الراوی (۹۸/۲)

[2] الکفایہ (ص ۱۲۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ علیہ وسلم وعمل بخلافہ دلّ ذلک علی شئی ثبت عندہ اما نسخ، واما معارضۃ، واما تخصیص او غیر ذلک من الاسباب۔[1]

ایک عادل اور امانتدار راوی جب کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتا ہے اور اس کا اپنا عمل اس حدیث کے خلاف ہے تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے، یا اس کے معارض دوسری کوئی حدیث ہے، یا یہ کسی مخصوص موقع سے متعلق ہے، اور یا اس کے متروک ہونے کا کوئی اور سبب ہے۔

غیر مقلدین کے مشہور محدث مولانا عبداللہ روپڑی نے بھی امام صاحبؒ کے اس مؤقف کی تائید میں لکھا ہے کہ:

راوی کے مخالف ہونے کی صورت میں حدیث کو منسوخ یا متروک کہنا، یہ بے شک حنفیہ وغیرہ کا مذہب ہے۔ لیکن اہل حدیث بھی ایسے دلیر نہیں کہ بے دھڑک قول صحابی کو چھوڑ دیں۔ آپ خیال نہیں کرتے کہ ایک مجلس کی تین طلاق کے مسئلہ میں اکثر متقدمین کیا مسلک رکھتے ہیں؟! ائمہ اربعہ اور جمہور اسی کے قائل ہیں کہ ایک مجلس کی تین طلاق تین ہی ہوتی ہیں۔ حالانکہ مسلم کی حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہوتی ہے۔ ائمہ اربعہ اور جمہور تین طلاق واقع ہونے کے قائل کیوں ہوئے؟ بڑی وجہ اس کی یہی ہے، کہ راوی حدیث ابن عباسؓ کا فتویٰ ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل حدیث قول صحابی کو بے دھڑک نہیں چھوڑتے۔[2]

۱۔ مجموعۃ الجنان (ص ۹۹)

۲۔ فتاویٰ اہل حدیث (۱/۱۰۶) بإشراف ادارہ احیاء السنۃ النبویۃ سرگودھا پاکستان۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی روایت حدیث میں احتیاط

اور آپ کی روایات کا کمال

www.besturdubooks.wordpress.com

روایت حدیث میں امام اعظمؒ کی احتیاط

آپ نے ملاحظہ کر لیا ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے حدیث کو روایت کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے کتنی کڑی شرائط مقرر کی ہیں؟ یہاں تک کہ آپ کی بعض شرائط حدیث امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کی شرائط سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ آپ کی اس سختی کی وجہ سے اگرچہ آپ کی روایات کا دائرہ کم ہو گیا اور آپ کے کثیر الحدیث ہونے کے باوجود آپ کی روایات منظر عام پر زیادہ ظاہر نہیں ہوئیں، جس کی بنیادی وجہ شرائط حدیث میں آپ کا یہ تشدد ہے، جیسا کہ حافظ سخاویؒ (۹۰۲ھ) کے حوالے سے حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کا بیان گزرا ہے۔

مورخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) نے بھی لکھا ہے کہ:

والامام ابو حنيفة انما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل.[1]

امام ابوحنیفہؒ کی روایات اس لیے کم ہیں کیونکہ آپ نے حدیث کی روایت اور تحمل (سماعت) کے لیے جو شرائط مقرر کی ہیں، وہ سخت ہیں۔

اسی طرح دیگر محدثین بھی آپ کے قلیل الروایت ہونے کی یہی وجہ بیان کرتے ہیں۔

دراصل امام صاحبؒ کے نزدیک احادیث کو کثرت سے روایت کرنے سے یہ زیادہ اہم ہے کہ حدیث کو پوری شرائط اور احتیاط کے ساتھ روایت کیا جائے تا کہ کوئی ایسی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نادانستہ بھی منسوب نہ ہو جائے جو آپ نے نہ فرمائی ہو۔ چنانچہ امام ابواسحاق الجبریؒ (م ۳۲۷ھ) کا حوالہ گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور دیگر جن ائمہ نے روایت حدیث کے لیے سخت شرائط مقرر کی ہیں ان کا مقصد احتیاط فی الحدیث ہے۔

---

[1] مقدمہ ابن خلدون (ص ۳۵۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ المحدثین امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ) بھی روایت حدیث میں آپ کی اس احتیاط کو بہت سراہتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

لقد وجد الورع عن ابی حنیفة فی الحدیث مالم یوجد عن غیرہ۔[۱]

حدیث (کو روایت کرنے) میں جو احتیاط امام ابوحنیفہؒ سے پائی گئی، ایسی احتیاط کسی دوسرے سے نہیں پائی گئی۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری صاحبؒ غیر مقلد نے بھی بالآخر یہ تسلیم کیا ہے کہ:

حدیث (کی قیود و شرائط) کے بارے میں جتنی تشدید، پابندی اور احتیاط امام ابوحنیفہؒ نے کی ہے، اور کسی نے اس کا ثبوت نہیں دیا۔[۲]

مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد نے بھی حضرت امام صاحبؒ کو شرائط حدیث میں احتیاط پسند طبیعت قرار دیا ہے۔[۳]

آپ کی روایات کا کمال

احادیث کو جب پوری احتیاط اور سخت شرائط کے ساتھ روایت کیا جائے گا تو یقیناً آدمی کی روایات کم ہو جائیں گی۔ لیکن اس معیار کے مطابق روایت کی گئی احادیث کا جو حسن و کمال ہوتا ہے وہ کسی پر مخفی نہیں ہے۔ مثال کے طور پر صحاح ستہ کو ہی لے لیجیے، ان چھ مشہور کتب کے مؤلفین میں سے جس نے بھی شرائط حدیث میں جتنی زیادہ تشدید کی، اتنا ہی اس کی احادیث کا معیار دوسروں کی احادیث سے بڑھ گیا۔ چنانچہ "صحیح بخاری" اور "صحیح مسلم" کو دیگر "سنن اربعہ" پر جو فوقیت حاصل ہے، اس کی وجہ علامہ ابن خلدون (م ۸۰۸ھ) نے بھی بیان کی ہے کہ ان دونوں کے مؤلفین کی شرائط "سنن اربعہ" کے مؤلفین کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں۔[۴]

حضرت امام ابوحنیفہؒ نے بھی روایت حدیث میں جو احتیاط کی، اور پھر اس کے لیے جس قدر سخت شرائط مقرر کیں، اس کی بدولت آپ کی روایات کا معیار بھی بہت زیادہ بڑھ گیا۔ چنانچہ

۱۔ مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۱۰) للمکی
۲۔ تحفۃ الاحوذی (۱/۱۵) بحوالہ مقام ابی حنیفہ (ص ۱۳۶)
۳۔ مقالات حدیث (ص ۲۷۱)
۴۔ مقدمہ ابن خلدون (ص ۴۴۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کی روایات اس قدر معیاری اور جچی تلی ہوتی تھیں کہ امام بخاریؒ کے استاذ کبیر امام علی بن الجعدؒ (م ۲۳۰ھ) ان کو موتیوں سے تشبیہ دیتے تھے۔

موصوف حضرت امام صاحبؒ سے ایک حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ابو حنیفة اذا جاء بالحدیث جاء مثل الدر[1]

امام ابوحنیفہؒ جب کوئی حدیث بیان کرتے ہیں تو وہ حدیث موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔

یعنی موتی جس طرح صاف اور شفاف ہوتا ہے اسی طرح آپ کی روایت کردہ حدیث بھی ہر قسم کے نقص سے پاک ہوتی ہے۔

---

[1] جامع المسانید (۲/۳۰۸) طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی سند حدیث

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی سند حدیث

امام اعظم ابوحنیفہؒ کے محدثانہ مقام کے مختلف گوشے تفصیل سے آپ کے سامنے آ چکے ہیں، اب ہم امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی سند حدیث سے متعلق کچھ معلومات آپ کے گوش گزار کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ "حدیث" سند (راویان حدیث کی لڑی) اور متن (مضمون حدیث) دونوں کے مجموعے کا نام ہے۔ اور دین میں جیسے متن کی اپنی ایک اہمیت ہے، ایسے ہی دین میں سند کو بھی خاص مقام حاصل ہے، کیونکہ حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا زیادہ تر مدار اس کی سند پر ہی ہوتا ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے اسی مناسبت سے فرمایا ہے:

الإسنادُ مِنَ الدِّيْنِ، وَلَوْلَا الإسْنَادُ لَقَالَ مَنْ شَاءَ مَا شَاءَ.[1]

سند کا تعلق دین سے ہے، اگر سند نہ ہوتی تو ہر شخص جو چاہتا کہہ دیتا۔

نیز سند کی اہمیت اس لیے بھی بہت ہے کیونکہ سند جس قدر جید اور عمدہ ہوگی، اسی قدر حدیث کی قوت اور مرتبت ابھرے گی۔ اور کسی سند کی جودت وعمدگی کا فیصلہ دو اعتبار سے کیا جاتا ہے، ایک اس کے سلسلۂ رواۃ کے لحاظ سے کہ وہ سند کس قدر اعلیٰ اوصاف وکمالات سے آراستہ راویوں پر مشتمل ہے؟ دوسرا اس سند کے علو کے اعتبار سے کہ وہ سند کتنی عالی ہے اور اس میں متن حدیث تک واسطے کتنے کم ہیں؟

سرتاج المحدثین امام ابوحنیفہؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ کی سند حدیث ان ہر دو اعتبار

[1] مقدمہ صحیح مسلم (ص ۱۸)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

سے انتہائی بلند مرتبت ہے۔ چنانچہ آپ کے سلسلہ سند کو محدثین نے ''اَصَحُّ الْاَسَانِیْد'' (صحیح ترین سند) اور ''سِلْسِلَةُ الذَّهَب'' (سونے کی لڑی) سے تعبیر کیا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے آپ کی سند کو اسانید عالیہ کے زمرے میں بھی شمار کیا ہے۔

ذیل میں اس کی تفصیل ملاحظہ کریں۔

(۱) آپ کی سند ''اَصَحُّ الْاَسَانِیْد'' اور ''سِلْسِلَةُ الذَّهَب'' ہے۔

محدثین کی اصطلاح میں ''اَصَحُّ الْاَسَانِیْد'' (صحیح ترین سند) اور ''سِلْسِلَةُ الذَّهَب'' (سونے کی لڑی) اس سند کو کہا جاتا ہے جس کے راویوں کی امامت، ثقاہت اور تثبت (پختگی) اور فقاہت حدیث مشہور اور تسلیم شدہ ہو۔ نیز وہ سند اس موضوع کی دیگر اسانید کی نسبت سب سے زیادہ صحیح اور قوی شمار ہوتی ہو۔

حضرت امام صاحبؒ کی سند حدیث بھی اسی درجہ کی ہے، اور وہ ایسے رجال پر مشتمل ہے جو ان تمام مذکورہ خوبیوں کے جامع ہیں۔ چنانچہ امام الربانی علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) آپ کی سند حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

> فكل الرواة الذين هم بينه و بين رسول الله صلى الله عليه وسلم عدول ثقات اعلام ليس فيهم كذاب و لا متهم بكذب.[۱]
>
> امام ابوحنیفہؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جتنے راوی (واسطے) ہیں وہ سب کے سب عادل، ثقہ اور بلند پایہ لوگ ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی کذاب نہیں اور نہ ہی ان میں سے کسی پر کذب کی تہمت لگی ہے۔

علاوہ ازیں آپ جن لوگوں سے روایت کرتے ہیں، وہ علم حدیث میں عظیم الشان ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ میں بھی بلند پایہ مقام کے حامل ہیں۔ جیسا کہ امام صاحبؒ کے اساتذہ کے تعارف میں بحوالہ ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) گزر چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے اکثر اساتذہ روایت (حدیث) اور درایت (فقاہت حدیث) کے جامع ہیں۔ اور یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ جو سلسلہ سند فقہاء محدثین (جو فقہ و حدیث دونوں کے جامع ہوں) پر مشتمل ہو، اس کو شیوخ محدثین (جو فقہ یا حدیث کی نسبت کم درجہ ہوں) کے سلسلہ سند پر فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ محدث کبیر امام وکیع بن

۱۔ المیزان الکبری الشعرانیہ (۱/۶۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

جراحؒ (م ۱۹۷ھ) سے پوچھا گیا کہ ان دو سندوں "اَعْمَش عَنْ اَبِی وَائِلْ عَنْ عَبْدِ اللّٰہ" اور "سفیان عَنْ منصور عَنْ علقمة عَنْ عبد اللّٰہ" میں سے کونسی سند آپ کو زیادہ پسند ہے؟ انہوں نے فرمایا:

یا سبحان اللّٰہ! الاعمش شیخ، وابو وائل شیخ، وسفیان فقیہ، ومنصور فقیہ، وابراھیم فقیہ، وعلقمة فقیہ، وحدیث یتداولہ الفقہاء خیر من ان یتداولہ الشیوخ۔[1]

سبحان اللہ! (ان دونوں میں کیا موازنہ ہو سکتا ہے؟ حالانکہ) اعمشؒ شیخ (صرف محدث) ہیں، ابو وائلؒ بھی شیخ ہیں، جبکہ ان کے بالمقابل سفیان ثوریؒ (محدث ہونے کے ساتھ) فقیہ ہیں، منصورؒ بھی فقیہ ہیں، ابراہیم نخعیؒ بھی فقیہ ہیں، علقمہؒ بھی فقیہ ہیں، اور جس حدیث کو فقہاء محدثین روایت کریں وہ اس حدیث سے بہتر ہے جس کو (صرف) شیوخ محدثین روایت کرتے ہیں۔

امام اعظمؒ نے سب سے زیادہ امام حماد بن ابی سلیمانؒ (م ۱۲۰ھ) سے احادیث روایت کی ہیں، جیسا کہ ماقبل آپ کے شاگرد رشید امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ) کا بیان گزرا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مرویات کی تعداد چار ہزار تھی، جن میں سے دو ہزار روایات امام حماد بن ابی سلیمانؒ کی سند سے تھیں۔

اسی طرح امام حمادؒ نے سب سے زیادہ امام ابراہیم نخعیؒ سے روایت حدیث کی ہے، جبکہ امام نخعیؒ نے سب سے زیادہ اپنے ماموں امام علقمہؒ سے، اور امام علقمہؒ نے سب سے زیادہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت کی ہے۔

اور یہ چاروں حضرات حدیث اور فقہ دونوں کے جامع تھے، خصوصاً فقہ میں ان کا پایا اتنا بلند تھا کہ یہ چاروں اپنے اپنے زمانہ میں فقہ کے سب سے بڑے امام سمجھے جاتے تھے۔ جیسا کہ امام صاحبؒ کے اساتذہ کے تعارف میں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

الغرض، امام صاحبؒ کی اکثر احادیث کی سند ان عظیم الرتبت ائمہ پر مشتمل ہے، اس لیے آپ کی اس سند کو "اَصَحُّ الْاَسَانِیْد" (صحیح ترین سند) اور "سِلْسِلَةُ الذَّهَب" (سونے کی

[1] معرفۃ علوم الحدیث (ص ۱۱) للحاکم

www.besturdubooks.wordpress.com

رازی) کہا جاتا ہے۔

مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ غیر مقلد (م ۱۳۴۲ھ) امام رازیؒ (م ۶۰۶ھ) کی "مناقب الشافعیؒ" کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہؒ کا جو سلسلہ روایت "سِلْسِلَةُ الذَّهَب" اور بہت ہی اعلیٰ سمجھا جاتا ہے، وہ یہ ہے، (۱) حماد بن ابی سلیمان، (۲) ابراہیم، (۳) علقمہ، (۴) عبداللہ بن مسعود الصحابیؓ۔[1]

خود امام صاحبؒ بھی اپنی اس سند کو افضل سمجھتے تھے، چنانچہ جب "مسئلہ رفع یدین" پر آپ کے اور امام اوزاعیؒ کے درمیان مناظرہ ہوا تو امام اوزاعیؒ نے اپنے موقف کے حق میں "زهري، عَنْ سالم، عَنِ ابْنِ عمرؓ" کی سند سے حدیث پیش کی، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر اولیٰ کے علاوہ رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت بھی رفع یدین کیا کرتے تھے۔

اس کے جواب میں امام صاحبؒ نے اپنی مذکورہ بالا سند (حماد، عَنْ ابراهيم، عَنْ علقمة و أسْوَد، عن عبدالله بن مسعودؓ) کے حوالے سے یہ حدیث ذکر فرمائی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر اولیٰ کہتے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے، اس کے بعد کسی موقع پر بھی آپ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام اوزاعیؒ نے اس پر فرمایا، میں آپ کو "زهري عَنْ سالم عَنْ عبدالله بن عمرؓ" کی سند سے حدیث سنا رہا ہوں، اور آپ مجھے "حماد عَنْ ابراهيم... الخ" کی سند سے حدیث سناتے ہیں (یعنی میرا سلسلہ روایت آپ سے اچھا ہے)۔

امام صاحبؒ نے جواب میں فرمایا:

كان حماد افقه من الزهري، و كان ابراهيم افقه من سالم، و علقمة ليس بدون ابن عمر في الفقه، وان كان لابن عمر صحبة وله فضل صحبة، فالاسود له فضل، و عبدالله بن مسعود هو عبدالله. وسكت الاوزاعي.[2]

---

[1] سیرۃ البخاری (ص ۵۲)
[2] جامع المسانید (۲/۳۵۲، ۳۵۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام حمادؒ امام زہریؒ سے زیادہ فقیہ تھے، اور امام ابراہیم نخعیؒ، امام سالمؒ سے بڑے فقیہ تھے، اور حضرت علقمہؒ حضرت ابن عمرؓ سے فقہ میں کم نہیں، اگرچہ حضرت ابن عمرؓ کو شرف صحابیت کی وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ حضرت اسودؒ بھی صاحب فضیلت ہیں، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ تو عبداللہ بن مسعودؓ تھے۔ امام اوزاعیؒ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔

محدث جلیل حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے "اَصَحُّ الْاَسَانِیْد" کے بیان میں امام اعظمؒ اور امام اوزاعیؒ کے درمیان ہونے والے اس مناظرے کو بطور مثال پیش کیا ہے، اور لکھا ہے:

مناظرة ابی حنیفة مع الاوزاعی معروفة رواها الحارثی۔[۱]

امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کے درمیان ہونے والا مناظرہ مشہور ہے جس کو امام حارثیؒ نے روایت کیا ہے۔

مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) نے بھی اس مناظرہ کا یہ آخری حصہ نقل کیا ہے۔[۲]

اس سند کے علاوہ بھی آپ کی کئی اسانید کو "اَصَحُّ الْاَسَانِیْد" اور "سِلْسِلَةُ الذَّهَب" قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) نے چاروں ائمہ کی "اَصَحُّ الْاَسَانِیْد" کو ذکر کیا ہے۔ امام صاحبؒ کی "اَصَحُّ الْاَسَانِیْد" انہوں نے اس سند کو قرار دیا، جس میں آپ حضرت عطاء بن ابی رباحؒ سے، اور حضرت عطاءؒ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں۔ جبکہ امام مالکؒ کی "اَصَحُّ الْاَسَانِیْد" انہوں نے اس سند کو کہا جس میں وہ حضرت نافعؒ سے، اور حضرت نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت کریں۔[۳]

گویا امام مالکؒ کی اسانید میں جو حیثیت "مالک عن نافع عن ابن عمر" کی سند کو حاصل ہے وہی حیثیت آپ کی اسانید میں "ابو حنیفة، عن عطاء بن ابی رباح، عن ابن عباس" کی ہے۔ بلکہ امام صاحبؒ کی اس سند کو امام مالکؒ کی مذکورہ سند پر برتری حاصل ہے

۱۔ حاشیہ ابن قطلوبغا علی شرح نخبة الفکر (ص ۱۰۵) طبع دار الوطن، الریاض

۲۔ حجة اللہ البالغة (۱/۱۴۴)۔

۳۔ المیزان الکبریٰ الشعرانیة (۱/۱۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

کیونکہ حضرت عطاءؒ حضرت نافعؒ سے افضل ہیں، جیسا کہ خود امام صاحبؒ نے حضرت عطاءؒ کو اپنے تمام اساتذہ (جن میں امام نافعؒ بھی ہیں) سے افضل قرار دیا ہے۔ اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) جیسے محدث نے اس پر آپ کی تائید کی ہے۔[1] اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا علمی پایہ حضرت ابن عمرؓ سے زیادہ ہے۔

نیز بعض علماء نے آپ کی ''اَصَحُّ الْاَسَانِیْد'' میں اس سند کو بھی شمار کیا ہے، جس میں آپ (بشرط ثبوت) امام مالکؒ سے، امام مالکؒ حضرت نافعؒ سے، اور حضرت نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ امام عبدالقادر تمیمیؒ نے امام بخاریؒ کے قول کہ ''اَصَحُّ الْاَسَانِیْد'' وہ ہے جس میں مالکؒ نافعؒ سے، اور نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کریں'' پر بنیاد رکھتے ہوئے فرمایا کہ ''اَجَلُّ الْاَسَانِیْد'' وہ ہے جس میں امام شافعیؒ امام مالکؒ سے، امام مالکؒ حضرت نافعؒ سے، اور حضرت نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کریں۔

حافظ علاء الدین مغلطائیؒ (م ۷۶۲ھ) نے اس پر گرفت کرتے ہوئے فرمایا کہ:
اگر ''اَجَلُّ الْاَسَانِیْد'' کا مدار راوی کی جلالت شان ہے تو پھر ''اَجَلُّ الاسانید'' وہ ہے جس میں امام ابوحنیفہؒ امام مالکؒ سے، امام مالکؒ حضرت نافعؒ سے، اور حضرت نافعؒ حضرت ابن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں، کیونکہ امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

اعترض مغلطائي على التميمي في ذكره الشافعي برواية ابي حنيفة عن مالك، ان نظرنا الى الجلالة۔[2]

یعنی امام مغلطائیؒ نے امام تمیمیؒ پر ان کے امام شافعیؒ کو ''اَجَلُّ الاسانید'' میں ذکر کرنے پر اعتراض کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر ہم راویوں کی جلالت شان پر فیصلہ کریں تو پھر امام ابوحنیفہؒ امام شافعیؒ سے زیادہ جلیل القدر ہیں (لہٰذا ''اَجَلُّ الاسانید'' ابو حنيفة عن مالك عن نافع عن ابن عمرؓ ہے)۔

قاضی القضاۃ حافظ صالح بن سراج بلقینی شافعیؒ (م ۸۶۸ھ) حافظ مغلطائیؒ کے اس بیان

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۵/۸۱)۔ ۲۔ تدریب الراوی (۱/۵۹)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب "محاسن الاصطلاح" میں لکھتے ہیں:

فاما ابو حنیفة فهو وان روى عن مالك كما ذكره الدارقطني، لكن لم تشتهر روايته عنه، كاشتهار رواية الشافعي.[1]

امام ابوحنیفہؒ نے اگرچہ امام مالکؒ سے روایت کی ہے، جیسا کہ امام دارقطنیؒ نے ذکر کیا ہے، لیکن آپ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا اس طرح مشہور نہیں ہے جس طرح امام شافعیؒ کا ان سے روایت کرنا مشہور ہے۔

حافظ عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) ان دونوں (مغلطائیؒ و بلقینیؒ) کے بیانات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رواية ابي حنيفة عن مالك فيما ذكره الدارقطني في غرائبه، وفي المدبج ليست من روايته عن ابن عمر، والمسألة مفروضة في ذلك.[2]

امام ابوحنیفہؒ نے امام مالکؒ سے جو روایت کی ہے، جیسا کہ امام دارقطنیؒ نے اپنی کتاب "غرائب مالک" اور "مدبج" میں ذکر کیا ہے، وہ روایت حضرت ابن عمرؓ سے مروی نہیں ہے، حالانکہ مسئلہ تو حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں پیش ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اس پر اپنا تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

حافظ مغلطائیؒ کا حافظ بلقینیؒ پر امام ابوحنیفہؒ کی وجہ سے اعتراض کرنا ہی درست نہیں، کیونکہ امام دارقطنیؒ نے جن دو روایتوں کی بنیاد پر امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا ذکر کیا ہے، وہ دونوں روایتیں سرے سے ہی صحیح نہیں ہیں، کیونکہ ان کی اسناد میں کلام ہے۔[3]

حافظ صاحبؒ کی یہ عربی عبارت ہم شروع کتاب میں نقل کر آئے ہیں۔

الحاصل، اس ساری تفصیل سے یہ بات آشکارا ہو گئی کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ علم حدیث میں

---

[1] ایضا

[2] ایضا

[3] تفصیل کیلئے دیکھئے النکت علی کتاب ابن الصلاح (ص ۵۳) لابن حجر طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

امام شافعیؒ سے بڑھ کر جلیل القدر ہیں، اور آپ کی سند "اَجَلُّ الاَسَانِید" اور "اَصَحُّ الاَسَانِید" ہے۔ چنانچہ جب حافظ مغلطائیؒ نے آپ کو علم حدیث میں امام شافعیؒ سے زیادہ عظیم القدر کہا اور آپ کی سند (ابو حنیفہ عَنْ مالک عَنْ نافع عَنِ ابْنِ عمرؓ) کو اَجَلُّ الاَسَانِید قرار دیا تو حافظ بلقینیؒ، حافظ عراقیؒ، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور حافظ سیوطیؒ نے حافظ مغلطائیؒ کے جواب میں یہ تو کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا امام مالکؒ سے روایت کرنا مشہور نہیں، یا آپ نے امام مالکؒ سے جو روایت کی ہے وہ غیر ابن عمرؓ سے ہے، یا آپ کا ان سے روایت کرنا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا، لیکن ان میں سے کسی نے (باوجود ان سب کے شافعی المسلک ہونے کے) اس سے انکار نہیں کیا کہ امام ابوحنیفہؒ کی جلالت شان علم حدیث میں امام شافعیؒ سے زیادہ ہے، اور آپ کی سند ان کے مقابلے میں زیادہ "اَجَلُّ الاَسَانِید" ہے۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں باتیں ان حضرات کو بھی تسلیم ہیں۔

آپ کی سند عالی

علوِ سند بھی ایک محدث کے لیے قابلِ فخر وصف ہے، کیونکہ آدمی کی سند جتنی عالی ہوگی اتنا ہی اس کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطے کم ہوں گے اور آپ سے قرب تلمذ میں اضافہ ہوگا اور پھر آپ کے قرب سے اللہ تعالیٰ کا قرب ملے گا۔

حافظ ابن الصلاحؒ (م ۶۴۳ھ) علوِ سند کی فضیلت میں لکھتے ہیں:

لان قرب الاسناد قرب الی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم والقرب الیہ قرب الی اللّٰہ عزوجل[1]

علوِ سند سے جو قرب اسناد حاصل ہوتا ہے اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب نصیب ہوتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب سے اللہ عزوجل کا قرب مل جاتا ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ اجلہ محدثین کو ہمیشہ علوِ سند کا اہتمام رہا اور وہ آخر وقت تک سند عالی کی جستجو میں رہے۔

امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) سے ان کی مرضِ وفات میں کسی نے پوچھا کہ آپ کی کیا خواہش ہے؟ انھوں نے فرمایا:

---

[1] مقدمۃ ابن الصلاح مع شرحہ التقیید والایضاح (ص ۲۵۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

بیت خال و اسناد عال۔[۱]

گھر خالی ہو اور سند عالی ہو۔

حضرت امام ابوحنیفہ کو چونکہ تابعی ہونے کا شرف حاصل ہے، اس لیے آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قربت تلمذ رکھتے ہیں، اور آپ کی سند تمام ائمہ متبوعین اور مشہور ائمہ حدیث کی اسناد سے زیادہ عالی ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی (م ۹۷۳ھ) آپ کے خصائص میں رقمطراز ہیں:

فلا ینبغی لاحد الاعتراض علیہ لکونہ من اجل الائمۃ واقدمھم تدوینا للمذھب واقربھم سندا إلی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم، و مشاھد الفعل اکابر التابعین من الائمۃ رضی اللّٰہ عنھم۔[۲]

امام ابوحنیفہ پر کسی شخص کو اعتراض کرنا زیبا نہیں ہے، اس لیے کہ آپ ائمہ میں سب سے زیادہ جلیل القدر ہیں، اور آپ ان میں سے سب سے پہلے اپنا (فقہی) مذہب مدوّن کرنے والے ہیں، اور آپ ان میں سند کے اعتبار سے سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قربت رکھنے والے ہیں اور آپ اکابر ائمہ تابعین رضی اللہ عنہم کے افعال کا خود مشاہدہ کرنے والے ہیں۔

محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے آپ کی کئی اسناد کو عالی قرار دیا ہے۔ مثلاً امام ابویوسف کے تذکرہ میں "ابو یوسف عن ابی حنیفۃ عن علقمۃ بن مرثد عن سلیمان بن بریدہ عن أبیہ" کی سند سے حدیث روایت کرنے کے بعد رقم فرماتے ہیں:

اسنادہ متصل عال۔[۳]

اس حدیث کی سند متصل اور عالی ہے۔

اسی طرح انہوں نے امام ابوعبدالرحمٰن بن یزید المقری کے تذکرہ میں "ابو عبدالرحمٰن المقری عن ابی حنیفۃ، عن عطاء، عن جابر" کی سند کو بھی عالی قرار دیا ہے۔[۴]

امام شمس الدین یوسف بن خلیل الداری الحنبلی (م ۶۴۸ھ) نے آپ کی عالی السند

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۰۰) للخطیب۔ ۲۔ المیزان الکبریٰ (۱/۹۸) للشعرانی۔
۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۱۵)۔ ۴۔ سیر اعلام النبلاء (۱۰/۱۶۷)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث پر مستقل ایک کتاب "عوالی الامام ابی حنیفة" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کا تعارف ہم آگے کتاب میں بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

متقدمین میں اسناد عالی کی اقسام

متقدمین ائمہ حدیث کی روایات میں اسناد عالی کی عموماً چار اقسام پائی جاتی ہیں:

۱۔ وحدانیات: وہ روایات جن کی سند میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک صرف ایک واسطہ ہو۔ مثلاً کوئی تابعی کسی صحابی سے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

۲۔ ثنائیات: وہ روایات جن کی سند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک دو واسطے ہوں۔ مثلاً تبع تابعین میں سے کوئی شخص کسی تابعی سے، تابعی صحابیؓ سے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

۳۔ ثلاثیات: وہ روایات جن کی سند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تین واسطے ہوں۔ مثلاً کوئی شخص تبع تابعی سے، وہ تابعی سے، وہ صحابی سے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

۴۔ رباعیات: وہ روایات جن کی سند میں چار واسطے ہوں۔ مثلاً کوئی شخص اپنے استاذ سے، وہ تبع تابعی سے، وہ تابعی سے، وہ صحابی سے اور صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے۔

ارباب صحاح ستہ میں سے چار ائمہ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ)، امام ابوداؤد (م ۲۷۵ھ)، امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) اور امام ابن ماجہؒ (م ۲۷۳ھ) کی احادیث میں سب سے عالی روایات ثلاثیات ہیں، جبکہ امام مسلم (م ۲۶۱ھ) اور امام نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) کی احادیث میں کوئی ثلاثی روایات نہیں ہیں، کیونکہ ان کی اتباع تابعین میں سے کسی شخص سے ملاقات نہ ہو سکی۔ اس لیے ان کی سب سے عالی روایات رباعیات ہیں۔

ائمہ اربعہ میں سے امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) اور امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کی احادیث میں بھی سب سے عالی روایات ثلاثیات ہیں۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) چونکہ تبع تابعین میں سے ہیں اس لیے ان کی احادیث میں سب سے عالی ثنائی روایات ہیں، لیکن ان سب میں امام اعظم

www.besturdubooks.wordpress.com

ابوحنیفہؒ کا یہ اعزاز ہے کہ آپ کی سند ان سب سے عالی ہے اور آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیک واسطہ تلمذ رکھنے کا شرف حاصل ہے۔ یعنی آپ کی سب سے عالی روایات وُحدانیات ہیں۔

حافظ شمس الدین سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) ان ائمہ کی اسناد پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واما الثلاثیات ففی مسند امامنا الشافعی وغیره من حدیثه منها جملة، وكذا الكثير في مسند الامام احمد، ومايف عن عشرين حديثا في صحيح البخاري، وحديث واحد عند كل من ابي داؤد والترمذي، وخمسة احاديث في ابن ماجه، لكن من طريق بعض المتهمين، وفي معاجم الطبراني منها اليسير، والثنائيات في موطا مالك والوحدان في حديث الامام ابي حنيفة لكن بسند غير مقبول.[1]

ہمارے امام شافعیؒ کی "مسند" اور ان کی دیگر احادیث میں بعض ثلاثی روایات پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ کی "مسند" میں بھی بکثرت ثلاثیات ہیں۔ "صحیح بخاری" میں بیس سے زائد (یعنی بائیس۔ ناقل) ثلاثیات ہیں۔ "سنن ابی داؤد" اور "سنن ترمذی" میں ایک ایک ثلاثی روایت ہے۔ "سنن ابن ماجہ" میں پانچ ثلاثیات ہیں، لیکن ان کے راوی (جھوٹ سے) مُتہَم ہیں۔ امام طبرانیؒ کی معاجم ثلاثہ میں بھی کچھ ثلاثیات ہیں۔ امام مالکؒ کی موطا میں ثنائیات پائی جاتی ہیں، جبکہ امام ابوحنیفہؒ کی احادیث میں وُحدانیات بھی ہیں، لیکن یہ غیر مقبول اسناد سے مروی ہیں۔

حافظ سخاویؒ نے اگرچہ امام صاحبؒ کی وحدانی روایات کی اسناد کو غیر مقبول قرار دیا ہے لیکن امام صاحبؒ کی تابعیت کے بیان میں بحوالہ گزر چکا ہے کہ کئی آئمہ محدثین، مثلاً امام الجرح والتعدیل حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)، حافظ ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) مؤلف حلیۃ الاولیاء، علامہ ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) وغیرہ نے اقرار

---

[1] فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث (۱۲/۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے بعض صحابہؓ سے سماعِ حدیث کیا ہے۔ لہٰذا ان ائمہ متقدمین کے مقابلے میں حافظ سخاویؒ وغیرہ جیسے متاخرین علماء کا ان روایات کی اسناد پر جرح مبہم کرنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔

آپ کی وحدانی روایات

آپ کی مسانید میں کئی ایسی روایات پائی جاتی ہیں جن کی اسناد میں آپ کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔

بعض محدثین نے تو آپ کی ایسی وحدانی روایات پر مستقل جزء تصنیف کیے ہیں، جن میں امام ابوحامد محمد بن ہارون حضرمیؒ، امام ابوالحسین علی بن احمد بن عیسیٰ نیقیؒ، امام ابومعشر عبدالکریم طبری المقریؒ اور امام ابوبکر عبدالرحمن محمد بن احمد سرخسیؒ کے اجزاء زیادہ مشہور ہیں۔

اول الذکر تین اجزاء کی روایات حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کی مرویات میں سے ہیں۔[۱] اسی طرح یہ تینوں اجزاء "المعجم المفہرس للاوسط" میں حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) کی مرویات میں سے بھی ہیں، جبکہ آخر الذکر جزء کی روایات "الانتصار والترجیح" میں امام سبط ابن الجوزیؒ (م ۶۵۴ھ) کی مرویات میں سے ہیں۔[۲]

امام ابوالحسن نیقیؒ کے جزء کو امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے "جامع المسانید" میں، امام ابومعشر طبریؒ کے جزء کو امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے "تبییض الصحیفہ" میں، اور ان کے شاگرد حافظ صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے "عقود الجمان" میں، اور امام ابوبکر سرخسیؒ کے جزء کو امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) نے "مناقب ابی حنیفہ" میں ذکر کیا ہے۔[۳]

علاوہ ازیں امام ابوالمکارم عبداللہ بن حسین نیشاپوریؒ نے امام اعظمؒ کی ایسی سات وحدانی احادیث پر مشتمل ایک جزء لکھا ہے جو آپ نے سات صحابہؓ سے براہِ راست روایت کی ہیں۔ اس جزء کا نام "الاحادیث السبعۃ عن سبعۃ من الصحابۃ الذین روی عنہم الامام

۱۔ المعجم المفہرس (ص ۲۷۸) للحافظ ابن حجرؒ؛ تانیب الخطیب (ص ۱۹) للامام الکوثریؒ

۲۔ تانیب الخطیب (ص ۱۹) للامام زاہد الکوثریؒ

۳۔ دیکھئے: الترتیب جامع المسانید (۱/۲۳-۲۵)؛ تبییض الصحیفہ (ص ۲۴-۳۲)؛ عقود الجمان (ص ۶۲)؛ مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۴-۳۰) للمکیؒ

www.besturdubooks.wordpress.com

ابو حنیفہؓ" ہے۔ یہ جزء مطبوعہ ہے۔

اسی طرح امام محمد بن عبد الملک ابوعبداللہ قزوینیؒ جو فقیہ، شاعر، ادیب اور فاضل تھے، نے بھی امام اعظمؒ کی تین وحدانی احادیث جو آپ نے حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ اور حضرت عائشہ بنت عجردؓ سے روایت کی ہیں، پر مشتمل ایک جزء لکھا ہے۔ اس جزء کو امام عبدالکریم رافعی قزوینیؒ (م ۶۲۳ھ) نے بھی اپنی تاریخ میں نقل کر دیا ہے۔[1]

محدثین کا امام عالی شانؒ کی وحدانی احادیث سے یہ اس قدر اعتنا، ان کے صحیح اور مقبول ہونے کی بین دلیل ہے۔

ترجمہ جزء ابی معشر مع تبصرہ امام سیوطیؒ

امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے امام صاحب کی وحدانیات پر مشتمل امام ابو معشر طبریؒ (م ۴۷۸ھ) کا جو جزء نقل کیا ہے اور اس کی احادیث پر جو تبصرہ کیا ہے، قارئین کے افادہ کے لیے اس کو مع ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

امام سیوطیؒ لکھتے ہیں:

قال ابو معشر في جزئه: انا ابو عبدالله الحسين بن محمد بن منصور الفقيه الواعظ، ثنا ابو ابراهيم احمد بن الحسن القاضي ثنا ابو بكر محمد بن احمد بن محمد بن حمدان الحنفي، ثنا ابو سعد اسماعيل بن علي السمان، ثنا ابو الحسين بن احمد بن محمد بن محمود البزار، ثنا ابو سعيد الحسين بن احمد بن محمد بن المبارك، ثنا ابو العباس احمد بن الصلت بن المغلس الحماني، ثنا بشر بن وليد القاضي، عن ابي يوسف عن ابي حنيفة سمعت انس بن مالك رضي الله عنه يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: طلب العلم فريضة على كل مسلم. وبه عن انس سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الدال على الخير كفاعله. وبه عن انس رضي الله عنه سمعت

[1] التدوین فی اخبار قزوین (۱/۲۲۴، ۲۲۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یقول: إنّ اللّٰہ یحب اغاثة اللهفان۔

اقول احمد بن المغلس مجروح۔

والحدیث الاول متنہ مشهور، وقد قال النووی فی فتاواه هو حدیث ضعیف وان کان معناه صحیحا. وقال الحافظ جمال الدین المزی: روی من طریق یبلغ رتبة الحسن۔

قلت: وعندی انه یبلغ رتبة الصحیح، لانی وقفت له علی نحو خمسین طریقا وقد جمعتها فی جزء۔

والحدیث الثانی متنہ صحیح، ورد من روایة جمع من الصحابة، واصله فی صحیح مسلم من حدیث ابی مسعود بلفظ: من دل علی خیر فله مثل اجر فاعله۔

والحدیث الثالث متنہ صحیح ورد من روایة جمع من الصحابة، وصححه الضیاء المقدسی فی المختارة من حدیث بریدة رضی اللّٰہ عنه۔

ثم قال ابو معشر: انا ابو عبداللّٰہ، حدثنا ابراهیم، حدثنا ابوبکر الحنفی، حدثنا ابوسعید الحسین بن احمد، ثنا علی بن احمد بن الحسین البصری، ثنا احمد بن عبداللّٰہ بن حرام، ثنا مظفر بن المنهال، ثنا موسی بن عیسی بن المنذر الحمصی، ثنا ابی، ثنا اسماعیل بن عیاش عن ابی حنیفة عن واثلة بن الاسقع ان رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیه وسلّم قال: دع ما یریبک الی ما لا یریبک۔

وبه عن واثلة عن النبی صلّی اللّٰہ علیه وسلّم قال: لاتظهر الشماتة لاخیک فیعافیه اللّٰہ ویبتلیک۔

اقول: الحدیث الاوّل متنه صحیح ورد من روایة جمع من الصحابة، وقد صححه الترمذی وابن حبان والحاکم والضیاء من

www.besturdubooks.wordpress.com

حديث الحسن بن علي بن ابي طالب رضي الله عنهما.

والحديث الثاني اخرجه الترمذي من وجه آخر عن واثلة وحسنه، وله شاهد من حديث ابن عباس رضي الله عنهما.

ثم قال ابو معشر: اخبرنا ابو يوسف عبدالله، حدثنا ابو ابراهيم، حدثنا ابوبكر الحنفي، حدثنا ابو سعيد السمان، حدثنا ابو علي الحسن بن علي بن محمد بن اسحاق اليماني، حدثنا ابو الحسن علي بن بابويه الاسواري، حدثنا ابو داؤد الطيالسي، عن ابي حنيفة قال: ولدت سنة ثمانين وقدم عبدالله بن انيس الكوفة سنة اربع وتسعين ورأيته وسمعت منه وانا ابن اربع عشرة سنة، سمعته يقول. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: حبك الشيئ يعمي ويصم. اقول: هذا الحديث رواه ابو داؤد في سننه من حديث ابي الدرداء رضي الله عنه.

واصعب ماهنا ان يقال: ان عبدالله بن انيس الجهني الصحابي المشهور مات سنة اربع وخمسين، وذلك قبل مولد ابي حنيفة بدهر.

والجواب: ان الصحابة المسمين عبدالله بن انيس خمسة، فلعل الذي روى عنه ابو حنيفة واحد آخر منهم غير الجهني المشهور.

ثم قال ابو معشر: اخبرنا ابو عبدالله، حدثنا ابو ابراهيم انا ابوبكر الحنفي، حدثنا ابو سعد السمان، ثنا محمد بن موسى ثنا محمد بن عياش الجلودي، عن التمام يحيى بن القاسم عن ابي حنيفة سمعت عبدالله بن ابي اوفى يقول: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: من بنى لله مسجدا ولو كمفحص قطاة بنى الله له بيتا في الجنة.

اقول: هذا الحديث معناه صحيح بل متواتر.

وبه الى ابى سعد السمان ثنا ابو محمد عبد الله بن كثير الرازي ثنا عبد الرحمٰن بن ابى حاتم ثنا عباس بن محمد الدوري حدثنا يحيى بن معين عن ابى حنيفة انه سمع عائشة بنت عجرد رضى الله عنها تقول قال: رسول الله صلى الله عليه وسلم: اكثر جند الله في الارض الجراد لا آكله ولا احرمه.

اقول هذا الحديث متنه صحيح، اخرجه ابو داؤد من حديث سلمان، وصحح الضياء في المختارة.[1]

حدیث نمبر۱

ترجمہ: امام ابو معشر طبریؒ اپنے "جزء" میں فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عبداللہ حسین بن محمد بن منصور فقیہؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ابراہیم احمد بن حسن قاضیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بکر محمد بن احمد بن محمد بن حمدان حنفیؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن علی سمانؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو الحسین بن احمد بن محمد بن محمود المروزیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سعید احمد بن محمد بن مبارکؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو العباس احمد بن صلت بن مغلس حمانیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے بشر بن ولید قاضیؒ نے بیان کیا، وہ امام ابو یوسفؒ سے، وہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

حدیث نمبر۲

اسی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نیکی کی طرف بلانے والا نیکی کرنے والے کی طرح ہے۔

حدیث نمبر۳

اسی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ فریاد خواہ کی مدد کرنے کو پسند کرتا ہے۔

۱۔ تعریض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ (ص ۲۹ بتغییر)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ سند میں ایک راوی احمد بن مغلس[1] مجروح ہے۔

حدیث اول کا متن مشہور ہے اور امام نوویؒ نے اپنے "فتاویٰ" میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، اگرچہ اس کا معنی صحیح ہے۔ حافظ جمال الدین مزیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کئی طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے مرتبہ حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ یہ حدیث مرتبہ صحیح کو پہنچی ہوئی ہے کیونکہ میں اس کے پچاس طرق پر مطلع ہوا ہوں، جن کو میں نے ایک جزء میں جمع کر دیا ہے۔

۱۔ اس کا پورا نام ابو العباس احمد بن محمد بن مغلس الحمانی ہے۔ یہ امام ابن ماجہ کے شیخ امام جبارہ بن مغلس کا بھتیجا ہے۔ اگرچہ کئی علماء نے اس پر جرح کی ہے لیکن اس کے اپنے معاصر محدث امام ابن ابی شیبہ اس کی توثیق کرنے والوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے عبداللہ سے فرمایا: اکتب عن هذا الشیخ یا بنی، فانه کان یکتب معنا فی المجلس منذ سبعین سنة۔ تاریخ الخطیب (ص ۱۹۷) بیٹا! اس شیخ (احمد بن مغلس) سے احادیث لکھا کرو کیونکہ یہ ہمارے ساتھ مجلس میں ستر سال سے احادیث لکھ رہا ہے۔

محدث علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) لکھتے ہیں: احمد بن مغلسؒ کی سند عالی تھی اور اس کے شیوخ بھی کثرت سے تھے اور اس سے اس قدر لوگوں نے علم حاصل کیا جن کا شمار نہیں ہو سکتا۔ ان میں سے کئی جلیل القدر ائمہ بھی ہیں۔ لیکن اس شخص کا قصور اتنا ہے کہ اس نے امام ابوحنیفہؒ کے مناقب میں کتاب لکھی ہے جس کی وجہ سے امام صاحبؒ کے مخالفین اس کی مخالفت اور اس کی روایات کو ساقط کرنے کے درپے ہو گئے۔ (ایضاً، ص ۱۶۷، ۱۶۸)

نیز امام صاحبؒ کا حضرت انسؓ سے ملاقات کرنا ثابت ہے، جیسا کہ امام یحییٰ بن ابراہیم سلماسیؒ (م ۵۵۰ھ) وغیرہ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ اسی طرح امام صاحبؒ کی تابعیت کے بیان میں علامہ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) اور حافظ ابن عبدالہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) وغیرہ محدثین سے گزر چکا ہے کہ آپ نے حضرت انسؓ سے متعدد بار ملاقات کی تھی اور حضرت انسؓ کی جب (۹۳ھ یا ۹۲ھ میں) وفات ہوئی تو اس وقت آپ کی عمر تیرہ یا بارہ سال تھی۔ تو اب یہ کیسے ممکن ہے کہ تیرہ یا بارہ سال کا نوجوان ایک صحابی سے بار بار ملاقات کر رہا ہے لیکن اس سے وہ احادیث سننے سے محروم رہا ہو، حالانکہ امام مسلمؒ کے نزدیک اگر ایک معاصر دوسرے معاصر سے لفظ عن سے روایت کرے تو وہ روایت سماع پر محمول ہوگی اور متصل شمار ہوگی۔ اور امام بخاریؒ کے نزدیک معاصرین کے درمیان اگر ایک دفعہ بھی ملاقات ہونا ثابت ہو جائے تو بھی یہ روایت کے سماع اور اتصال پر محمول ہونے کے لیے کافی ہے۔ غرض ان دونوں صورتوں میں امام صاحبؒ کا حضرت انسؓ سے سماع حدیث ممکن ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اور دوسری حدیث کا متن صحیح ہے اور یہ حدیث کئی صحابہ سے مروی ہے، اس حدیث کی اصل صحیح مسلم کی حدیث ہے جو حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں مروی ہے کہ، جو شخص خیر کی طرف بلاتا ہے اُس کے لیے خیر کرنے والے کی طرح اجر ہے۔

تیسری حدیث کا متن بھی صحیح ہے اور یہ بھی کئی صحابہؓ سے مروی ہے۔ اس حدیث کو جو حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، امام ضیاء مقدسیؒ نے مختارہ میں صحیح کہا ہے۔

حدیث نمبر۴

پھر امام ابو معشر طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عبداللہؒ نے بیان کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابراہیمؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بکر حنفیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سعید حسین بن احمدؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے علی بن احمد بن حسین بصریؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے احمد بن عبداللہ بن حرامؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے مظفر بن منبلؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے موسیٰ بن عیسیٰ بن منذر حمصیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے میرے والد عیسیٰ بن منذرؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے اسماعیل بن عیاشؒ نے بیان کیا، وہ امام ابو حنیفہؒ سے، وہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر وہ چیز اپنالو جو تم کو شک میں نہ ڈالے۔

حدیث نمبر۵

اسی مذکورہ سند کے ساتھ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی کا اظہار مت کرو، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس مصیبت سے عافیت دے دے اور تم کو اس میں مبتلا کر دے۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ پہلی حدیث کا متن صحیح ہے جو کہ کئی صحابہؓ سے مروی ہے، اس حدیث کی روایت، جو حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کے طریق سے ہے، کو امام ترمذیؒ، امام ابن حبانؒ، امام حاکمؒ اور امام ضیاء مقدسیؒ نے صحیح قرار دیا ہے۔

اور دوسری حدیث کی امام ترمذیؒ نے تخریج کی ہے، جو ایک دوسرے طریق سے حضرت واثلہؓ سے مروی ہے، اور اس حدیث کو انہوں نے حسن کہا ہے۔ نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما

www.besturdubooks.wordpress.com

کی حدیث بھی اس کے لیے شاہد ہے۔

حدیث نمبر ۶

پھر امام ابو معشر طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو یوسف عبد اللہؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ابراہیمؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بکر حنفیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سعد سمانؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو علی حسن بن علی بن محمد بن اسحاق بجائی نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو الحسن علی بن بابو یہ اسوارئؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے امام ابو داؤد طیالسیؒ نے بیان کیا، وہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں ۸۰ھ میں پیدا ہوا اور ۹۴ھ میں جب میری عمر چودہ سال تھی، حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کوفہ تشریف لائے تو میں نے ان کی زیارت کی اور ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارا کسی چیز سے (بہت زیادہ) محبت کرنا تم کو اندھا اور بہرا کر دیتا ہے۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کو امام ابو داؤدؒ نے اپنی سنن میں بروایت حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے۔

یہاں ایک اشکال ہے، وہ یہ کہ کہا جاتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن انیس جہنی رضی اللہ عنہ، جو مشہور صحابی ہیں، ۵۴ھ میں امام ابو حنیفہؒ کی ولادت سے بہت پہلے وفات پا گئے تھے (تو پھر امام صاحبؒ نے ان سے یہ حدیث کیسے سن لی؟)

اس کا جواب یہ ہے کہ عبد اللہ بن انیس نام کے پانچ صحابی ہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ان میں سے جس عبد اللہ بن انیس نامی صحابی سے حدیث سنی ہے، وہ حضرت عبد اللہ بن انیس جہنی مشہور صحابی کے علاوہ کوئی دوسرے عبد اللہ بن انیس ہوں۔

حدیث نمبر ۷

پھر امام ابو معشر طبریؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو عبد اللہ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو ابراہیمؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو بکر حنفیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو سعد سمانؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن موسیٰؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے محمد بن عیاش جلودیؒ نے بیان کیا، وہ جنادہؒ سے، وہ یحییٰ بن قاسمؒ سے، وہ امام ابو حنیفہؒ سے

www.besturdubooks.wordpress.com

روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ[1] کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اللہ کے لیے کوئی مسجد بنائی، اگرچہ وہ قطات پرندے کے گھونسلا کے برابر ہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کا متن صحیح بلکہ متواتر ہے۔

حدیث نمبر ۸

(امام ابو معشر طبری فرماتے ہیں کہ) ابو سعد سمانؒ تک سند وہی ہے جو ابھی گزری ہے۔ آگے ابو سعد سمانؒ فرماتے ہیں کہ ہم سے ابو محمد عبداللہ بن کثیر رازیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے امام عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رازیؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے امام عباس بن محمد دوریؒ نے بیان کیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم سے امام یحییٰ بن معینؒ نے بیان کیا، وہ امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا[2] سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

۱۔ حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) تلمیذ سیوطیؒ لکھتے ہیں: عبد اللّٰہ بن ابی اوفی رضی اللّٰہ عنہما مات سنۃ سبع و ثمانین او خمس و ثمانین، فلعل الامام سمع منہ وعمرہ سبع سنین او خمس سنین. عقود الجمان (ص ۵۹) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما ۸۵ھ یا ۸۷ھ میں (بمقام کوفہ) فوت ہوئے، لہٰذا ممکن ہے کہ امام ابو حنیفہؒ نے ان سے جب حدیث سنی تھی اس وقت آپ کی عمر سات یا پانچ سال ہو۔

۲۔ حضرت عائشہ بنت عجرد رضی اللہ عنہا کے صحابی ہونے پر بھی بعض علماء نے اعتراض کیا ہے کہ یہ صحابیہ نہیں ہیں، بلکہ مجہول راویوں میں شمار ہوتی ہیں۔ لیکن اس اعتراض کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ امام صاحب کے اساتذہ کے تعارف میں امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) وغیرہ ائمہ حدیث کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ صرف ثقہ راویوں سے حدیث لیتے ہیں، اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ مجہول کی روایت آپ کے ہاں مقبول نہیں ہے، تو پھر جب آپ نے عائشہ بنت عجردؓ سے روایت لی ہے اور ان کی حدیث کو قبول کیا ہے تو پھر یہ مجہولہ کیسے ہیں؟

نیز امام صاحبؒ کی تابعیت کے بیان میں گزر چکا ہے کہ اس مذکورہ حدیث کی بعض روایات میں حضرت عائشہ بنت عجردؓ نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کی تصریح کی ہے۔ اب ان کے صحابیہ ہونے میں کیا تردد رہ جاتا ہے، کیونکہ یہ بات سب کو تسلیم ہے کہ اگر خیر القرون کا کوئی ایسا شخص جس کا صحابی ہونا ممکن ہو وہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کی تصریح کرے تو اسے صحابی ماننے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

پیغمبر کا یہ ارشاد سنا ہے کہ:

زمین میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا لشکر ٹڈیوں کا ہے۔ نہ میں ان کو کھاتا ہوں اور نہ ان کو حرام قرار دیتا ہوں۔

میں (امام سیوطیؒ) کہتا ہوں کہ اس حدیث کا متن صحیح ہے، امام ابوداؤدؒ نے بروایت حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اس کی تخریج کی ہے اور امام ضیاء مقدسیؒ نے "مختارہ" میں اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔

آپ کی ثنائیات

آپ کی روایات میں "وحدانیات" کے بعد "ثنائیات" کا درجہ ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ احادیث جن کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف دو واسطوں (تابعین اور صحابہ) سے روایت کیا ہے۔ آپ کی مرویات میں اس قسم کی احادیث بکثرت ہیں۔

ذیل میں بطور نمونہ آپ کی تصنیف لطیف "کتاب الآثار" بروایت امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے آپ کی ثنائی روایات کی صرف اسناد ذکر کی جاتی ہیں۔

۱۔ ابو حنیفة قال: حدثنا عبدالرحمٰن بن زاذان، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم... [1]

۲۔ ابو حنیفة قال: حدثنا عبداللہ بن ابی حبیبة، قال سمعت ابا الدرداء رضی اللہ عنہ، صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم... [2]

۳۔ ابو حنیفة قال: حدثنا عطاء بن ابی رباح عن عبداللہ بن ابی رواحة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم... [3]

۴۔ ابو حنیفة: عن عطیة العوفی، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم... [4]

۱۔ کتاب الآثار (ص ۱۹، حدیث نمبر ۱۷) طبع ادارۃ الحدیث، ملتان پاکستان۔
۲۔ ایضاً (ص ۳۴، حدیث نمبر ۲۸۸)۔
۳۔ ایضاً (ص ۷۶، حدیث نمبر ۳۴۷)۔
۴۔ ایضاً (ص ۹۰، حدیث نمبر ۴۲۶)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

۵۔ ابوحنیفة: عن شداد بن عبدالرحمٰن، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم... [۱]

۶۔ ابوحنیفة قال: حدثنا ابوالزبیر، عن جابر بن عبداللّٰہ الانصاری رضی اللہ عنہ عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم... [۲]

۷۔ ابوحنیفة قال: حدثنا نافع، عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال: نہی رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلّم... [۳]

۸۔ ابوحنیفة: عن ابی الزبیر، عن جابر بن عبداللّٰہ الانصاری رضی اللہ عنہ، عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم... [۴]

۹۔ ابوحنیفة قال: حدثنا عطیة العوفی، عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ عنہ، عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم... [۵]

۱۰۔ ابوحنیفة: عن عاصم بن کلیب، عن رجل من اصحاب النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم، عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم... [۶]

۱۱۔ ابوحنیفة قال: حدثنا عطاء بن ابی رباح، عن ابی ہریرة رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلّم... [۷]

۱۲۔ ابوحنیفة: عن عون بن عبداللّٰہ، عن رجل من اصحاب النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم، عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم... [۸]

۱۳۔ ابوحنیفة: عن محمد بن عبدالرحمٰن بن سعد بن زرارة، عن ابی امامة عن النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم... [۹]

۱۴۔ ابوحنیفة: عن عطاء بن ابی رباح، عن الفضل بن العباس رضی اللہ

۱۔ ایضاً (ص ۳۰۱، حدیث نمبر ۲۸۲)
۲۔ ایضاً (ص ۳۰۱، حدیث نمبر ۲۸۵)
۳۔ ایضاً (ص ۱۷۷، حدیث نمبر ۳۳۳)
۴۔ ایضاً (ص ۱۸۰، حدیث نمبر ۳۴۴)
۵۔ ایضاً (ص ۱۸۶، حدیث نمبر ۷۰۶)
۶۔ ایضاً (ص ۲۰۹، حدیث نمبر ۸۸۴)
۷۔ ایضاً (ص ۲۱۳، حدیث نمبر ۹۰۷)
۸۔ ایضاً۔
۹۔ ایضاً۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عنهما، عن النبي صلّى الله عليه وسلّم...[1]

۱۰۔ ابوحنيفة: عن مسلم الاعور، عن انس بن مالك رضي الله عنه، عن النبي صلّى الله عليه وسلّم...[2]

۱۱۔ ابوحنيفة: عن محمد بن قيس، عن ابي عامر الثقفي انه كان يهدي للنبي صلّى الله عليه وسلّم...[3]

آپ کی ثلاثیات

آپ کی احادیث میں ثنائیات کے بعد ثلاثیات کا درجہ ہے۔ یعنی وہ احادیث جن کو آپ نے تین واسطوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ ایسی احادیث بھی آپ کی روایات میں بے شمار ہیں۔ ''کتاب الآثار'' بروایت امام محمدؒ میں بھی بکثرت ایسی احادیث موجود ہیں۔[4]

الغرض، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ اور امام ابن ماجہؒ کی احادیث میں جو سب سے عالی روایات ہیں، وہ امام اعظمؒ کی احادیث میں تیسرے درجہ کی روایات ہیں۔ اس سے آپ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی علوِ سند کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

۱۔ ایضاً

۲۔ ایضاً ۳۔ ایضاً

۴۔ مثلاً دیکھئے: کتاب الآثار، حدیث نمبر [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظمؒ کی حدیث میں تصانیف

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث کو فقہی ترتیب دینے کا سہرا آپ کے سر ہے۔

تدوین حدیث کا سلسلہ اگرچہ خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ (م ۱۰۲ھ) کے زور سے شروع ہو گیا تھا، اور ان کے حکم سے امام شہاب زہریؒ (م ۱۲۴ھ) وغیرہ محدثین نے حدیث کے کئی مجموعے تیار کر لیے تھے، لیکن امام ابوحنیفہؒ نے اس سلسلہ میں جو عظیم اور اہم بالشان اضافہ کیا، وہ احادیث کی فقہی ترتیب پر تدوین ہے۔

آپ سے پہلے جتنے لوگوں نے بھی احادیث کی کتابیں لکھی ہیں، ان کی ترتیب فقہی نہیں تھی، بلکہ ان میں بلا ترتیب حدیثیں جمع تھیں۔ اس طرح آپ پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے باقاعدہ احادیث کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ جمع فرمایا اور ابواب فقہ پر اُن کو ترتیب دیا۔ پھر آپ کے بعد جن لوگوں نے بھی اس ترتیب سے کتب حدیث تالیف کیں، انہوں نے ترتیب حدیث میں آپ کی ہی پیروی کی ہے، حتیٰ کہ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) نے اپنی مشہور کتاب "موطا" میں احادیث کی جو ترتیب قائم کی ہے، اس میں وہ بھی امام اعظمؒ کے نقش قدم پر چلے ہیں۔

امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) اور امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

من مناقبه وفضائله التی لم یشارکه فیها من بعده انه اوّل من دوّن علم الشریعة ورتبه ابوابا، ثم تابعه مالک بن انس رضی اللّٰه عنه فی ترتیب المؤطا، ولم یسبق اباحنیفة احد۔[1]

امام ابوحنیفہؒ کے وہ مناقب اور فضائل جن میں آپ کا کوئی شریک نہیں ہے، ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ہی نے سب سے پہلے علم شریعت (احادیث) کو

---

[1] جامع المسانید (۱/۳۴)؛ تبییض الصحیفہ (ص ۱۲۹)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

مدون کیا، اور اس کو (فقہی) ابواب پر ترتیب دیا۔ پھر امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ نے "موطا" کی ترتیب میں آپ ہی کی پیروی کی ہے، اور اس بارے میں امام ابوحنیفہؒ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں۔

حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام ابن حجر مکیؒ (م ۹۷۳ھ) نے بھی تقریباً یہی مضمون ذکر کیا ہے۔[1]

آپ کی تصانیف حدیث

شروع کتاب میں گزر چکا ہے کہ امام اعظمؒ "صاحب التصانیف" بھی ہیں اور مختلف موضوعات پر آپ نے کئی کتابیں بطور علمی یادگار چھوڑی ہیں۔ حدیث میں آپ سے دو طرح کی کتابیں نقل کی جاتی ہیں:

۱۔ احادیث کا وہ مجموعہ جس کو خود آپ نے فقہی ابواب پر ترتیب دیا تھا اور اپنے متعدد تلامذہ کو اس کی املاء بھی کرائی تھی، اس مجموعہ کا نام "کتاب الآثار" ہے، اور قبل از یں امام سیوطیؒ وغیرہ محدثین کے بیانات میں جو گزرا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے ہی سب سے پہلے احادیث کو فقہی ابواب پر مرتب کیا، اس سے ان کی مراد یہی "کتاب الآثار" ہے۔

۲۔ آپ کی روایت کردہ احادیث کے وہ مجموعے جن کو اگرچہ آپ نے خود تالیف نہیں کیا، لیکن آپ کی روایت کردہ احادیث کو آپ کے تلامذہ یا دیگر محدثین نے کتابی صورت میں جمع کیا ہے۔ ان میں سے ہر ایک مجموعہ کو "مسند ابی حنیفہؒ" کہا جاتا ہے۔

علامہ محمد بن جعفر الکتانیؒ (م ۱۳۴۵ھ) "مسانید ابی حنیفہ" کے تعارف میں لکھتے ہیں:

كلها تنسب اليه لكونها من حديثه وان لم تكن من تاليفه.[2]

۱۔ عقود الجمان (ص ۱۸۲)، الخیرات الحسان (ص ۱۸۲)

۲۔ الرسالة المستطرفة (ص ۲۱) طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

یہ تمام مسانید امام ابوحنیفہؒ کی طرف منسوب ہیں، کیونکہ یہ آپ کی احادیث پر مشتمل ہیں، اگرچہ یہ آپ کی اپنی تالیفات نہیں ہیں۔

ذیل میں ان دونوں (کتاب الآثار و مسانید ابی حنیفہ) کا تفصیلی تعارف ملاحظہ کریں۔

(۱) آپ کی تصنیف ''کتاب الآثار'' کا تعارف

احادیث صحیحہ کا وہ مجموعہ جو سب سے پہلے فقہی ابواب پر ترتیب دے کر لکھا گیا، اس کے شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ اس کے مصنف مجتہد مقیم، حافظ الحدیث، استاذ المحدثین والفقہاء، سراج الائمہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) ایک راوی ''عبدالاعلیٰ التیمی''، جن کو حافظ ابوعبداللہ الحسینی نے مجہول قرار دیا، کے بارے میں لکھتے ہیں:

بل هو معروف روى عنه ابو حنيفة في الآثار و مسعر۔[1]

بلکہ یہ ایک معروف راوی ہیں، امام ابوحنیفہؒ نے ''کتاب الآثار'' میں اور امام مسعرؒ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

ملک العلماء امام علاء الدین کاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) بھی ''کتاب الآثار'' کو امام اعظمؒ کی تصنیف قرار دیتے ہیں اور اس کو ''آثار ابی حنیفہ'' سے موسوم کرتے ہیں۔[2]

امام صاحبؒ نے اپنی اس تصنیف لطیف کو چالیس ہزار احادیث سے منتخب کر کے لکھا تھا۔ جیسا کہ امام صاحبؒ کے کثیر الحدیث ہونے کے بیان میں بحوالہ امام محمد بن سماعہؒ (م ۲۳۳ھ) گزر چکا ہے۔

اس کتاب کا موضوع چونکہ احکام فقہ ہیں، اس لیے اس میں صرف وہی احادیث ذکر کی گئی ہیں جن کا تعلق احکام سے ہے۔ دیگر موضوعات کی احادیث، جو صحیحین اور ''جامع الترمذی'' وغیرہ

[1] تعجیل المنفعۃ (ص ۲۲۸)۔

[2] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (۱/۳۰۰)، بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۴۶)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

کتب حدیث میں پائی جاتی ہیں، وہ اس کتاب میں نظر نہیں آئیں گی، کیونکہ ان کا تعلق احکام سے نہیں ہیں۔ اس لیے محدثین کی اصطلاح میں اس کو کتب سنن میں داخل کیا جاتا ہے اور بعض علماء نے اس کو اسی نام سے موسوم کیا ہے۔ کما سیاتی تفصیلہ.

کتاب الآثار کی خصوصیات

کتاب الآثار کو کئی ایسی خصوصیات حاصل ہیں جو کتب حدیث میں کسی کتاب کو حاصل نہیں۔ ذیل میں اس کی چند خصوصیات ملاحظہ کریں۔

(۱) امت مسلمہ کے ہاتھوں میں حدیث کی جو سب سے قدیم کتاب ہے وہ یہی "کتاب الآثار" ہے۔ اس سے پہلے حدیث کی جتنی کتابیں تصنیف ہوئی ہیں، وہ آج سب نایاب ہیں۔ بعض علماء نے اگرچہ "موطا امام مالک" کو سب سے قدیم کتاب قرار دیا ہے، لیکن یہ بات خلاف حقیقت ہے کیونکہ موطا بھی "کتاب الآثار" کے بعد لکھی گئی ہے۔ جیسا کہ امام سیوطیؒ وغیرہ محدثین کے حوالہ سے گزرا ہے کہ امام مالکؒ نے "موطا" کی ترتیب ابواب میں امام ابوحنیفہؒ کی پیروی کی ہے۔ اس کا صاف مطلب ہے کہ امام صاحبؒ کی "کتاب الآثار" "موطا" کی تصنیف سے پہلے منظر عام پر آ چکی تھی۔ بلکہ "موطا" امام صاحبؒ کی وفات کے کئی برس بعد تصنیف ہوئی۔ کیونکہ امام مالکؒ نے خلیفہ ابوجعفر منصور کی فرمائش پر "موطا" کی تصنیف شروع کی تھی، لیکن ابھی یہ کتاب مکمل نہیں ہوئی تھی کہ خلیفہ منصور کا انتقال ہو گیا۔

امام قاضی ابن فرحون مالکیؒ (م ۷۹۹ھ) "موطا" کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

روی ابو مصعب ان ابا جعفر المنصور قال لمالک: ضع للناس کتابا احملهم علیه، فکلمه مالک فی ذلک، فقال: ضعه فما احد الیوم اعلم منک، فوضع الموطا، فلم یفرغ منه حتی مات ابو جعفر.[1]

امام ابو مصعبؒ نے نقل کیا ہے کہ خلیفہ ابوجعفر منصورؒ نے امام مالکؒ سے کہا کہ آپ ایک کتاب لکھیں جس پر میں سب لوگوں کو جمع کر دوں۔ امام مالکؒ نے اس بابت

۱۔ الدیباج المذہب (ص ۲۰) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اس سے کچھ عذر کیا تو اس نے آپ سے کہا، آپ کتاب لکھیں، اس لیے کہ آپ سے بڑا آج کوئی عالم نہیں ہے۔ آخر امام صاحبؒ نے ''موطا'' کی تصنیف شروع کی، لیکن ابھی آپ نے کتاب مکمل نہیں کی تھی کہ منصور کا انتقال ہو گیا۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام مالکؒ نے خلیفہ منصور کی فرمائش پر ''موطا'' کی تصنیف شروع کی تھی اور اس کی وفات کے بعد اس کو مکمل کیا۔ اور خلیفہ منصور نے ۱۵۸ھ میں انتقال کیا۔[1]

گویا یہ کتاب امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی وفات سے کم از کم آٹھ سال بعد معرض وجود میں آئی۔ نیز ''کتاب الآثار'' کو ''موطا'' پر اس لیے بھی تقدم زمانی حاصل ہے کیونکہ ''کتاب الآثار'' کو امام ابوحنیفہؒ سے آپ کے جن تلامذہ نے روایت کیا ہے اُن میں سے ایک امام زفر بن ہذیلؒ بھی ہیں، جو ''موطا'' کی تکمیل سے پہلے ۱۵۸ھ میں انتقال کر چکے تھے۔ تو اب یہ کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ موطا کتاب الآثار سے پہلے لکھی گئی ہے؟

(۲) یہ کتاب حدیث کی پہلی وہ کتاب ہے جس کو فقہی ابواب پر ترتیب دے کر لکھا گیا ہے، جیسا کہ ماقبل گزرا ہے۔

(۳) اس کتاب میں صرف ان ہی احادیث کو نقل کیا گیا ہے جو کہ صحیح ہیں اور ثقہ راویوں کے ذریعے عام پھیل چکی ہیں۔ چنانچہ امام سفیان ثوریؒ وغیرہ محدثین کے بیانات گزر چکے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ صرف وہی احادیث قبول کرتے تھے جو صحیح ہیں اور ثقہ راویوں کے ذریعے ان کی اشاعت ہو چکی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ''کتاب الآثار'' میں بھی انتخاب حدیث میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور اسی وجہ سے بڑے بڑے محدثین نے آپ کی اس تصنیف کی زبردست تعریف کی ہے۔ مثلاً امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے امام صاحبؒ کی مدح میں ایک نظم کہی تھی، جس کے دو اشعار یہ ہیں:

روى آثاره فاجاب فيها

كطيران الصقور من المنيفه

امام ابوحنیفہؒ نے ''آثار'' کو روایت کیا تو ایسی بلند پروازی دکھائی جیسے بلند پرواز پرندے

---

[1] العبر (۱/۱۶۵) للذہبی

www.besturdubooks.wordpress.com

بلندی سے پرواز کرتے ہیں۔

ولم یکن بالعراق لہ نظیر
ولا بالمشرقین ولا بکوفۃ[1]

نہ عراق میں آپ کی کوئی نظیر (مثال) ہے، نہ مشرق و مغرب میں اور نہ کوفہ میں۔

امام ابومقاتل حفص بن سلم سمرقندیؒ (م ۲۰۸ھ)، جو کہ بقول امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) "امام اہل سمرقند"[2] اور بقول امام ابویعلیٰ خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ): سچائی اور علم کے ساتھ مشہور تھے۔[3] اپنی نظم میں "کتاب الآثار" کی بابت فرماتے ہیں:

روی الآثار عن نبل ثقات
غزار العلم مشیخۃ حصیفہ[4]

امام ابوحنیفہؒ نے کتاب الآثار کو معزز ثقات سے روایت کیا ہے، جو کہ وسیع علم اور عمدہ رائے والے تھے۔

عصر حاضر کے عظیم محقق علامہ عبدالرشید نعمانی صاحب ارقام فرماتے ہیں:

> کتاب الآثار میں جو احادیث ہیں وہ "مؤطا" کی روایات سے قوت و صحت میں کم نہیں۔ ہم نے خود اس کے ایک ایک راوی کو جانچا اور ایک ایک روایت کو پرکھا ہے۔ اور جس طرح مؤطا کے مراسیل کے مؤید موجود ہیں، اسی طرح اس کے مراسیل کا حال ہے اس لیے صحت کے جس معیار پر حافظ مغلطائیؒ اور حافظ سیوطیؒ کے نزدیک مؤطا صحیح قرار پاتی ہے ٹھیک اسی معیار پر "کتاب الآثار" صحیح اترتی ہے۔ "مؤطا" کو "کتاب الآثار" سے وہی نسبت ہے جو صحیح مسلم کو صحیح بخاری سے ہے۔[5]

(۴) اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں "ناسخ و منسوخ" کا خصوصی اہتمام کیا گیا ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں محدثین کی شہادتیں گزر چکی ہیں کہ آپ

۱۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۴۶) للمکیؒ ۲۔ ایضاً (ص ۳۴۷)
۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۳۴۹) ۴۔ مناقب ابی حنیفۃ (ص ۳۴۷) للمکیؒ
۵۔ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۳۳،۱۳۲) طبع میر محمد کتب خانہ کراچی

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث کے ناسخ ومنسوخ میں ید طولیٰ رکھتے تھے، اور کل ذخیرہ احادیث میں آپ صرف ان ہی احادیث سے استدلال کرتے تھے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اقوال وافعال مذکور ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس کتاب میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری اقوال وافعال کو بطور بنائے اوّل اور صحابہؓ وتابعینؒ کے فتاویٰ کو بطور بنائے ثانی ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والوں پر مخفی نہیں ہے۔

(۵) اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں اس عہد کی دیگر کتب حدیث کی طرح صرف ایک شہر یا علاقے کی احادیث پر ہی انحصار نہیں کیا گیا بلکہ اس میں تمام مشہور بلاد اسلامیہ کے محدثین کی احادیث جمع ہیں۔

علامہ عبدالرشید نعمانی "کتاب الآثار" کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"کتاب الآثار" کا ایک نمایاں امتیاز یہ ہے کہ اس کی مرویات اس عہد کی دیگر تصانیف کی طرح اپنے ہی شہر اور اقلیم کی روایات میں محدود و منحصر نہیں، بلکہ اس میں مکہ، مدینہ، کوفہ، بصرہ، غرض کہ حجاز وعراق دونوں جگہ کا علم تحریر وتدوین میں یکجا موجود ہے۔

حافظ ابن القیمؒ "اعلام الموقعین" میں لکھتے ہیں:

دین اور فقہ وعلم کی اشاعت امت میں اصحاب عبداللہ بن مسعودؓ، اصحاب زید بن ثابتؓ، اصحاب عبداللہ بن عمرؓ اور اصحاب عبداللہ بن عباسؓ سے ہوئی، اور لوگوں کا عام علم ان ہی چار کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔ چنانچہ مدینے والوں کا علم زید بن ثابتؓ اور عبداللہ بن عمرؓ کے اصحاب سے اور مکہ والوں کا علم عبداللہ بن عباسؓ کے اصحاب سے، اور عراق والوں کا علم عبداللہ بن مسعودؓ کے اصحاب سے لیا ہوا ہے۔[1]

امام مالکؒ نے "موطا" کی تالیف مدینہ منورہ میں کی ہے اور اس میں مدنی شیوخ کے علاوہ اور لوگوں کی برائے نام روایتیں ہیں، لیکن "کتاب الآثار" کے رواۃ میں کوفی یا عراقی کی تخصیص نہیں، بلکہ حجاز، عراق اور شام جملہ بلاد اسلامیہ کے علماء سے اس میں روایتیں موجود ہیں۔ ہم نے کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ سے جس میں دوسرے ائمہ کے نسخوں کی بہ نسبت کم روایتیں

---

[1] اعلام الموقعین (۱/۲۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ امام اعظمؒ کے شیوخ کو جمع کیا تو ایک سو پانچ ہوئے، پھر ان کے اوطان پر نظر ڈالی تو تمیں کے قریب ایسے مشائخ حدیث نکلے جو کوفہ کے رہنے والے نہ تھے۔[1]

کتاب الآثار کے نسخے

کتاب الآثار کو امام اعظمؒ سے آپ کے متعدد تلامذہ نے روایت کیا ہے، جس کی وجہ سے اس کے متعدد نسخے پائے جاتے ہیں، اور ان میں سے ہر ایک نسخہ اس کے راوی کی طرف منسوب ہو گیا ہے۔ ان نسخوں میں باہم اختلاف بھی پایا جاتا ہے کہ بعض نسخوں میں احادیث زیادہ ہیں اور بعض میں کم ہیں۔ جیسا کہ عموماً متقدمین کی کتب میں ہوتا ہے کہ ان کے نسخوں میں کمی و زیادتی پائی جاتی ہے۔ "موطا امام مالک" کو ہی لے لیجیے کہ اس کے بھی متعدد نسخے ہیں اور تمام نسخوں میں اختلاف و تفاوت موجود ہے۔ اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ زمانہ قدیم کا طریقہ تصنیف اور عصر حاضر کے طریقہ تصنیف میں بہت فرق ہے۔ اس زمانہ میں چونکہ آج کی طرح مطابع وغیرہ کا رواج بالکل نہیں تھا، بلکہ اس زمانہ کا رواج تصنیف یہ تھا کہ استاذ اپنی کتاب اپنے تلامذہ کو املاء کرا دیتا تھا اور وہ اس کو لکھ لیتے تھے، پھر چونکہ استاذ اس میں قطع و برید بھی کرتا رہتا تھا، اس لیے ان سے جن شاگردوں نے اس کتاب کو پہلے لکھا تھا، اُن کے نسخوں میں اور بعد میں لکھنے والوں کے نسخوں میں فرق ہو جاتا تھا۔ امام اعظمؒ کی یہ کتاب بھی چونکہ اُس زمانہ میں لکھی گئی ہے اور اس کا طریقہ تصنیف بھی املائی ہے، اس لیے اس کے نسخوں میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس کتاب کے ویسے تو کئی نسخے ہیں لیکن ان میں سے پانچ نسخے جو زیادہ مشہور ہیں، وہ یہ ہیں:

۱۔ نسخہ امام زفر بن ہذیلؒ

۲۔ نسخہ امام ابو یوسفؒ

۳۔ نسخہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ

۴۔ نسخہ امام حسن بن زیادؒ

۱۔ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۴۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

۵:- نسخہ امام حماد بن امام اعظمؒ

یہ پانچوں حضرات اس کتاب کے مشہور راوی ہیں اور آپ کے خصوصی تلامذہ میں سے ہیں۔ آخر الذکر تو آپ کے صاحبزادہ گرامی بھی ہیں۔

ذیل میں ان کے نسخوں کا تعارف ملاحظہ کریں:

(۱) نسخہ امام زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ)

امام موصوف کا شمار امام اعظمؒ کے ممتاز تلامذہ میں ہوتا ہے، اور یہ آپ کے مشہور تلامذہ میں سب سے قدیم الوفات ہیں۔ ان کا قدرے تفصیلی تعارف امام اعظمؒ کے تلامذہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔ پھر امام زفرؒ سے کتاب الآثار کی روایت ان کے متعدد تلامذہ نے کی ہے۔ ان میں سے یہ تین حضرات بھی ہیں جنہوں نے ان سے کتاب الآثار کا علیحدہ علیحدہ سماع کیا تھا:

۱۔ ابو وہب محمد بن مزاحم مروزیؒ (م ۲۰۷ھ)

۲۔ شداد بن حکیم بلخیؒ (م ۲۱۰ھ)

۳۔ حکم بن ایوبؒ

پھر ابو وہب محمد بن مزاحم مروزیؒ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کو بھی آگے ان سے ان کے کم از کم دو تلامذہ نقل کرتے ہیں:

۱۔ احمد بن بکر بن سیف جصینیؒ

۲۔ محمد بن سریجؒ

احمد بن بکر جصینیؒ کے نقل کردہ نسخہ کا ذکر متعدد محدثین نے کیا ہے۔ مثلاً حافظ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ)، حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اور حافظ یاقوت حمویؒ (م ۶۲۶ھ) نے "باب الجصینی" میں احمد بن بکر جصینیؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجصینی ثقة یمیل الی اهل النظر روی عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار۔[1]

احمد بن بکر بن سیف ابوبکر الجصینیؒ، جو ثقہ ہیں اور اہل نظر (فقہائے احناف) کی طرف میلان رکھتے ہیں، انہوں نے ابو وہب مروزیؒ سے، انہوں نے امام زفر

---

[1] الاکمال (۲۹/۲)؛ کتاب الانساب (۲۱۶،۲۱۵/۱)؛ معجم البلدان (۵۹/۲)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

بن ہذیلؒ سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔

حافظ عزالدین ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۳۰ھ) ''باب الجصینی'' کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ینسب الیها ابوبکر احمد بن بکر بن سیف الجصینی ثقة، یروی عن ابی وهب عن زفر بن الهذیل عن ابی حنیفة کتاب الآثار۔[1]

اس نسبت کی طرف ابوبکر احمد بن بکر بن سیف الجصینیؒ منسوب ہیں، جو ثقہ ہیں، اور وہ ابو وہبؒ سے، وہ امام زفر بن ہذیلؒ سے، اور وہ امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار کو روایت کرتے ہیں۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی احمد بن بکر الجصینیؒ کے ترجمہ میں ان کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کی تصریح کی ہے۔[2]

امام ابو وہبؒ کے دوسرے شاگرد محمد بن سریجؒ بخاریؒ کے نقل کردہ نسخہ کا ذکر امام عبدالغنی ازدیؒ (م ۴۰۹ھ) اور حافظ امیر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ محمد بن سریجؒ کے تذکرے میں لکھتے ہیں:

ومحمد بن سریج یروی عن ابی وهب محمد بن مزاحم نسخة زفر بن الهذیل۔[3]

محمد بن سریجؒ نے ابو وہب محمد بن مزاحمؒ سے امام زفرؒ کا نسخہ (کتاب الآثار) روایت کیا ہے۔

امام شداد بن حکیم بلخیؒ کے روایت کردہ نسخہ (جس کی جامع المسانید میں امام اعظمؒ سے بکثرت روایتیں منقول ہیں[4]) کا ذکر امام ابو یعلیٰ خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) نے ''کتاب الارشاد'' میں کیا ہے۔ چنانچہ وہ امام شدادؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ اللباب فی تہذیب الانساب (۱/۱۹۱، ۱۹۲) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۲۔ الجواہر المضیۃ (۱/۲۲)

۳۔ المؤتلف والمختلف للازدیؒ طبع دار الغرب الاسلامی، بیروت؛ تہذیب مستمر الاوہام (ص ۲۷۲) لابن ماکولا طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ امام طبرانی کی المعجم الصغیر (۱/۲۰۳) میں بھی ان سے ایک حدیث مروی ہے۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روی عن الثوری، وابی جعفر الرازی واقرانهما، سمع منه القدماء من شیوخهم وروی نسخة عن زفر بن الهذیل، وهو صدوق.[۱]

شداد بن حکیم بلخیؒ نے امام سفیان ثوریؒ، ابوجعفر رازیؒ اور ان کے معاصرین سے روایت کی ہے۔ جب کہ خود ان سے ان کے قدیم شیوخ نے بھی حدیث کا سماع کیا ہے۔ اور انہوں نے امام زفر بن ہذیلؒ سے (کتاب الآثار کا) نسخہ بھی روایت کیا ہے اور یہ خود صدوق راوی ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی امام شدادؒ کے ترجمہ میں امام خلیلیؒ کا یہ مذکورہ بالا بیان نقل کیا ہے۔[۲]

محدث کبیر امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی اپنی کتاب "معرفت علوم الحدیث" میں امام زفرؒ کے ان دونوں تلامذہ (ابو وہب مروزیؒ اور شداد بن حکیمؒ) کے روایت کردہ نسخوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

نسخة لزفر بن الهذیل الجعفي تفرد بها عنه شداد بن حکیم البلخي، و نسخة ایضا لزفر بن الهذیل الجعفي تفرد بها ابو وهب محمد بن مزاحم المروزی عنه.[۳]

امام زفر بن ہذیلؒ کا (کتاب الآثار کا) ایک نسخہ ہے، جس کو ان سے صرف شداد بن حکیم بلخیؒ نے روایت کیا ہے۔ اسی طرح امام زفرؒ کا (کتاب الآثار کا) ایک اور نسخہ ہے جس کو ان سے صرف ابو وہب محمد بن مزاحم مروزیؒ روایت کرتے ہیں۔

امام زفرؒ کے تیسرے شاگرد حکم بن ایوبؒ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کا ذکر امام عبداللہ بن محمد المعروف بہ "ابوالشیخ انصاری اصبہانیؒ" (م ۳۶۹ھ) نے کیا ہے، اور انہوں نے اس کو "المسند" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ چنانچہ امام موصوف احمد بن رستہ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

احمد بن رستة بن بنت محمد بن المغیرة کان عنده السنن عن محمد عن الحکم بن ایوب عن زفر عن ابی حنیفة.[۴]

۱۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۳۴۴) ۲۔ لسان المیزان (۳/۱۶۹)

۳۔ معرفۃ علوم الحدیث (ص ۲۲۷) ۴۔ طبقات المحدثین باصبہان والواردین علیہا (۳/۴۸۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

احمد بن رشدؒ، جو محمد بن مغیرہؒ کے نواسے ہیں، ان کے پاس ایک "نسخہ" تھی، جس کو وہ اپنے نانا محمد بن مغیرہؒ سے، وہ حکم بن ایوبؒ سے، وہ امام زفر بن ہذیل سے، اور وہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے تھے۔

امام ابوالشیخ نے یہاں کتاب الآثار کو "السنن" کے نام سے ذکر کیا ہے، جس کی وجہ آپ ماقبل پڑھ چکے ہیں کہ اس کتاب میں صرف وہی احادیث نقل کی گئی ہیں جن کا تعلق احکامِ فقہ سے ہے، اس لیے اس کو باصطلاحِ محدثین کتب سنن میں داخل کیا جاتا ہے۔ امام ابوالشیخ نے احمد بن رشدؒ کے ترجمہ میں اس نسخہ کی دو حدیثیں بھی درج کی ہیں۔ اسی طرح انہوں نے حکم بن ایوبؒ کے ترجمہ میں بھی اس نسخہ سے ایک حدیث درج کی ہے۔

امام طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) کی "المعجم الصغیر" میں بھی اس نسخہ کی ایک حدیث مروی ہے۔[1] علامہ عبدالرشید نعمانی صاحبؒ کی تصریح کے مطابق حافظ ابونعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے بھی "تاریخ اصبہان" میں اس نسخہ کی کئی روایتیں نقل کی ہیں۔[2]

(۴) نسخہ امام ابویوسف القاضیؒ (م ۱۸۲ھ)

امام موصوف امام اعظمؒ کے سب سے بڑے اور جلیل القدر شاگرد ہیں۔ ان کا تعارف بھی امام صاحبؒ کے تلامذہ کے بیان میں گزر چکا ہے۔

امام ابویوسفؒ سے متعدد اشخاص نے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے، جن میں سے دو یہ حضرات بھی ہیں:

۱۔ امام یوسفؒ (م ۱۹۲ھ)، جو امام ابویوسفؒ کے صاحبزادے ہیں۔ امام محمد بن خلف المعروف بہ "وکیع" (م ۳۰۶ھ) نے عبداللہ بن عبدالکریم حارثیؒ سے نقل کیا ہے کہ:

كان يوسف بن ابي يوسف عفيفا مامونا صدوقا قرأ عليه ابويوسف اكثر كتبه.[3]

امام یوسفؒ بن ابی یوسفؒ ایک پاکدامن، امانت دار اور راست باز شخص تھے۔

۱۔ المعجم الصغیر (۱/۱۶۲)　　۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۶۲)

۳۔ اخبار القضاۃ (ص ۲۵۴)۔ نیز ان کے حالات کے لیے دیکھئے الطبقات الکبری (۷/۳۳۲)، لسان المیزان (۶/...)، البدایۃ والنہایۃ (۱۰/۲۰۹) [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابو یوسفؒ نے اپنی اکثر کتب ان کو پڑھائی تھیں۔

۲۔ امام عمرو بن ابی عمروؒ، جو امام ابو عمرو بہ الحرانیؒ کے دادا ہیں، اور امام ابو یوسفؒ و امام محمد بن حسنؒ کے خصوصی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔[۱]

امام یوسفؒ کے روایت کردہ نسخہ "کتاب الآثار" کا ذکر حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی کیا ہے، چنانچہ وہ ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی کتاب الآثار عن ابیہ عن ابی حنیفۃ وھو مجلد ضخم.[۲]

امام یوسفؒ نے اپنے والد امام ابو یوسفؒ سے، اور انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے "کتاب الآثار" کو روایت کیا ہے، جو ایک ضخیم جلد میں ہے۔

یہ نسخہ مولانا ابو الوفاء افغانی صدر مجلس احیاء المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن کی تصحیح و تحقیق کے ساتھ چھپ چکا ہے۔

امام عمرو بن ابی عمروؒ کے روایت کردہ نسخہ کتاب الآثار کو امام ابو المؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے اپنی مرتبہ کتاب "جامع المسانید" میں "نسخہ ابی یوسف" کے نام سے نقل کیا ہے اور اس نسخہ کی اسناد بھی امام ابو یوسفؒ تک نقل کر دی ہے۔[۳]

مؤرخ کبیر و محدث جلیل حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے بھی اپنی معجم شیوخ میں اپنی سند کے ساتھ اس نسخہ سے ایک حدیث نقل کی ہے، اور حافظ موصوف اور امام خوارزمیؒ کی سند امام ابو حنیفہؒ تک تقریباً ایک جیسی ہے۔[۴]

(۳) نسخہ امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ)

امام محمدؒ، جو امام اعظمؒ کے مایہ ناز شاگرد اور آپ کے علوم کے مدون و ناشر ہیں، ان کا نسخہ کتاب الآثار کے تمام نسخوں میں سب سے زیادہ مشہور، متداول اور مقبول ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) اس نسخہ کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

والموجود من حدیث ابی حنیفۃ مفردا انما ھو کتاب الآثار التی

۱۔ اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ (ص ۱۲۴) للامام الصیمریؒ، الجواہر المضیۃ (۲/۱۰۹) للامام القرشیؒ
۲۔ الجواہر المضیۃ (۲/۲۲۵). ۳۔ جامع المسانید (۱/۷۵)
۴۔ معجم شیوخ الذہبی (ص ۳۱۸، ۳۱۹) طبع دار الکتب العلمیۃ بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

رواها محمد بن الحسن عنه. [۱]

امام ابوحنیفہؒ کی حدیث پر مستقل جو تصنیف ہے وہ "کتاب الآثار" ہے، جس کو آپ سے امام محمد بن حسنؒ نے روایت کیا ہے۔

امام محمدؒ سے اس نسخہ کو ان کے کئی تلامذہ نے روایت کیا ہے۔ مطبوعہ نسخہ امام ابوحفص کبیرؒ (م ۲۱۷ھ)، جو امام بخاریؒ کے بھی استاذ ہیں، اور امام ابوسلیمان جوزجانیؒ (م ۲۱۱ھ) کا روایت کردہ ہے۔ یہ دونوں امام محمدؒ کے جلیل المرتبت تلامذہ اور ثقہ محدثین میں سے ہیں۔

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی اس نسخہ کو امام ابوحفص کبیرؒ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں، اور انہوں نے اس نسخہ کو ذکر کر کے امام ابوحنیفہؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ [۲] جبکہ حافظ ابوموید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے جامع المسانید میں ابوسلیمان جوزجانیؒ کے روایت کردہ نسخے کی تخریج کی ہے، اور انہوں نے اس نسخہ کو امام اعظمؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔ [۳]

محدث الشام حافظ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے ان دونوں ائمہ (ابوحفص کبیرؒ، ابوسلیمان جوزجانیؒ) کے روایت کردہ نسخوں کی اپنے سے لے کر امام اعظمؒ تک اسناد ذکر کی ہے۔ [۴]

نیز امام ابوحفص کبیرؒ اور امام ابوسلیمان جوزجانیؒ کے علاوہ امام محمدؒ کے ایک اور شاگرد امام اسماعیل بن توبہ قزوینیؒ (م ۲۴۷ھ)، جو کہ بتصریح امام خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) عالم کبیر اور مشہور تھے، اور انہوں نے امام محمدؒ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں، بھی امام محمدؒ سے "کتاب الآثار" کو روایت کرنے والوں میں شامل ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن سعید سنبلکیؒ (م ۱۱۷۵ھ) نے ان کے روایت کردہ نسخہ کی سند اپنے سے لے کر امام اعظمؒ تک نقل کر دی ہے۔ [۵]

امام ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) نے امام اسماعیلؒ کے روایت کردہ اس نسخہ "کتاب الآثار" سے بہ سند متصل ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔ [۶]

۱۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۱۹)

۲۔ المعجم المفہرس (ص ۳۸، ۳۹)، المجمع المؤسس للمعجم المفہرس (ص ۳۹۰)

۳۔ جامع المسانید (۲/۴۷۷) ۴۔ عقود الجمان (ص ۳۳۱-۳۳۲)

۵۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۲۹۵)، نیز دیکھئے "الجواہر المضیئۃ" (۱/۱۴۷)

۶۔ الاوائل السنبلیۃ وذیلہا (ص ۱۴۷) طبع مکتب المطبوعات الاسلامیۃ بحلب۔

۷۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۱۰/۴۴۰۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

علاوہ ازیں امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ کے رواۃ پر مستقل ایک کتاب بھی لکھی ہے، جس کا نام "الایثار بمعرفۃ رُواۃ الآثار" ہے۔ یہ کتاب کتاب الآثار کے ساتھ چھپ چکی ہے، اور علیحدہ بھی دستیاب ہے۔

حافظ موصوف اس کتاب کے مقدمہ میں اس کی وجہ تصنیف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

> فان بعض الاخوان التمس منی الکلام علی رُواۃ کتاب الآثار للامام ابی عبداللّٰہ محمد بن الحسن الشیبانی التی رواھا عن الامام ابی حنیفۃ۔[1]
>
> بعض بھائیوں نے مجھ سے التماس کی کہ میں امام ابوعبداللہ محمد بن حسن شیبانیؒ کی "کتاب الآثار" جس کو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے، کے راویوں پر کلام کروں۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی حافظ ابن حجرؒ کی اس تصنیف کی تصریح کی ہے۔[2]

حافظ ابن حجرؒ کے بعد ان کے شاگرد رشید اور بلند پایہ محدث حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے بھی اس کے رواۃ پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے، جیسا کہ انہوں نے موطا امام مالک بروایت امام محمد بن حسن کے راویوں پر مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ)، جو حافظ ابن حجرؒ اور حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ دونوں کے شاگرد ہیں، ارقام فرماتے ہیں:

> والتزین قاسم الحنفی رجال کل من الطحاوی والموطا للمحمد بن الحسن والآثار لہ۔[3]

حافظ زین الدین قاسم بن قطلو بغا حنفیؒ نے امام طحاویؒ کی "شرح معانی الآثار" اور

---

[1] الایثار کتاب الآثار (ص ۲۱۷) طبع دار الحدیث، ملتان۔
[2] تعلیم الحصان فی اعیان الاعیان (ص ۱۲۸) طبع المکتبۃ العلمیۃ، بیروت۔
[3] الاعلان بالتوبیخ لمن ذم التاریخ (ص ۱۱۷)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام محمد بن حسن شیبانیؒ کی "موطا" اور ان کی "کتاب الآثار" کے راویوں پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔

عصر حاضر کے عظیم محقق علامہ عبدالرشید نعمانی نے بھی اس کے رجال پر مستقل کتاب تصنیف کی، اور اس نسخہ کی احادیث کو مسانید صحابہ پر مرتب کیا، جیسا کہ خود انہوں نے اس کی تصریح کی ہے۔[1]

اسی طرح متعدد اہلِ علم نے اس نسخہ کی احادیث کی بھی شرحیں لکھی ہیں۔ امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) جیسے امام المحدثین بھی اس کے شارحین میں سے ہیں۔ چنانچہ مؤرخ خلیفہ چلپیؒ (م ۱۰۶۷ھ) لکھتے ہیں:

وعليه شرح للحافظ الطحاوي الحنفي.[2]

کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ پر حافظ طحاوی حنفیؒ کی شرح ہے۔

امام طحاویؒ کی یہ "شرح کتاب الآثار" نامور محدث امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) کی مرویات میں سے ہے، اور انہوں نے امام طحاویؒ تک اس شرح کی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[3]

شیخ فراد بن عثمان العمری الموصلیؒ (۱۰۹۳ھ) نے بھی "کتاب الآثار" بروایت امام محمدؒ کی شرح لکھی ہے۔[4]

اسی طرح شیخ ابوالفضل نورالدین علی بن مراد موصلی عمری شافعیؒ (م ۱۱۴۷ھ) بھی اس مبارک کتاب کی شرح لکھنے والوں میں سے ہیں۔[5]

دارالعلوم دیوبند کے سابق مفتی اعظم مولانا مہدی حسن صاحبؒ نے بھی اس کی بلند پایہ شرح لکھی ہے جو تین جلدوں میں مطبوعہ ہے۔

۱۔ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۲۴)

۲۔ کشف الظنون (۱۴۳۸/۲) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت

۳۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی (۲۷۱/۲)

۴۔ ہدیۃ العارفین (۸۱۳/۱) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت، معجم المؤلفین (۲۱۳/۱۱) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت۔

۵۔ سلک الدرر فی اعیان القرن الثانی عشر (۲۲۱/۳)، معجم المؤلفین (۲۲۹/۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

شیخ الحدیث مولانا حبیب اللہ مختار شہیدؒ سابق مہتمم جامعہ اسلامیہ، کراچی نے بھی اُردو زبان میں اس کی ایک مختصر شرح بنام "المختار شرح کتاب الآثار" لکھی ہے۔

مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ نے اس کا ایک حاشیہ لکھا تھا۔ اب مولانا ریاض احمد اور مولانا عبدالرحمٰن نے اس کا حاشیہ لکھا ہے، جو مکتبہ دارالحدیث، ملتان سے کتاب الآثار کے ساتھ طبع ہو چکا ہے۔

امام محمدؒ کے اس نسخہ میں کتاب الآثار کے دیگر نسخوں کی نسبت کم احادیث ہیں۔ چنانچہ اس کی روایات کی کل تعداد ۹۱۲ ہے، جن میں مرفوع (مسند و مرسل)، موقوف (آثار صحابہؓ) اور مقطوع (آثار تابعین) تینوں قسم کی احادیث شامل ہیں۔

امام موصوف نے اپنے اس نسخہ میں ایک بیش بہا اضافہ کیا ہے کہ اس کے ہر باب کے آخر میں اس باب کی احادیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں، وہ بھی ذکر کر دیے، اور ان کے متعلق اپنا اور اپنے استاذ مکرم امام اعظمؒ کا موقف بھی واضح کر دیا۔

اسی طرح انہوں نے اس میں کچھ احادیث (جن کی تعداد بہت کم ہے) امام اعظمؒ کے علاوہ دیگر مشائخ کی اسناد سے بھی نقل کر دی ہیں۔[1]

---

[1] ایک غلط فہمی کا ازالہ: بعض حضرات نے غلط فہمی کی بنا پر کتاب الآثار کو امام ابوحنیفہؒ کی بجائے امام محمد بن حسنؒ کی تصنیف قرار دے دیا۔ ان حضرات کی غلط فہمی کی تین وجوہات ہیں:

۱۔ ان کے زعم میں کتاب الآثار کا صرف یہی ایک نسخہ ہے۔

۲۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کی بجائے امام محمدؒ کی طرف مشہور ہے۔

۳۔ اس میں امام محمدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے علاوہ دیگر شیوخ سے بھی احادیث نقل کی ہیں۔

ذیل میں ترتیب وار ان تینوں وجوہ کی حقیقت ملاحظہ کریں:

(۱) امام محمدؒ کے اس نسخہ کے علاوہ بھی کتاب الآثار کے کئی نسخے ہیں اور ان میں سے امام زفرؒ اور امام ابویوسفؒ کے نسخوں کا تعارف بحوالہ محدثین ہم ذکر کر چکے ہیں اور دیگر بعض نسخوں کا تعارف آگے آ رہا ہے، اس سے یہ حقیقت خوب آشکارا ہو جاتی ہے کہ امام محمدؒ اس کتاب کے مصنف نہیں، بلکہ اس کے راویوں میں سے ایک راوی ہیں۔

(۲) کسی کتاب کا اس کے مصنف کی بجائے اس کے راوی کی طرف منسوب اور مشہور ہو جانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کتاب کو اس کے اصل مصنف کی بجائے اس کے راوی کی تصنیف باور کر لیا۔

www.besturdubooks.wordpress.com

(گزشتہ سے پیوستہ) جائے۔ چنانچہ کتب تاریخ ورجال میں کئی ایسی تصانیف کے نام ملتے ہیں جو اصل مصنفین کی بجائے اپنے راویوں کی طرف منسوب ہو کر مشہور ہو گئی ہیں۔ مثلاً امام شافعیؒ کی ایک تصنیف "کتاب حرملہ" ہے، جو ان کے شاگرد اور اس کتاب کے راوی ابو حفص حرملہؒ کے نام سے مشہور ہو گئی ہے، کیونکہ انہوں نے امام شافعیؒ سے اس کتاب کا جو نسخہ نقل کیا ہے وہ سب سے زیادہ مشہور ہے۔ حافظ ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں: وكتاب حرملة للشافعي منسوب اليه لانه من تلامذته واشتهر بروايته عنه. (کتاب الانساب ۲/۲۷۵) امام شافعیؒ کی "کتاب حرملہ" ان کی طرف منسوب ہے کیونکہ یہ ان کے تلامذہ میں سے ہیں اور ان ہی کی روایت سے یہ کتاب مشہور ہوئی ہے۔

اسی طرح امام یحییٰ بن معینؒ کی تاریخ کو بعض حضرات ان کے شاگرد اور ان کی تاریخ کے راوی حافظ عباس دوریؒ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن الاثیرؒ (م ۶۳۰ھ) اس کو "تاریخ عباس" کے نام سے ذکر کرتے ہیں۔ (الکامل ۱/۱۲۱)

بنا بریں کتاب الآثار کے سب نسخوں میں امام محمدؒ کے نسخہ کے زیادہ مشہور ہونے کی وجہ سے اگر بعض لوگوں نے کتاب الآثار کو ان کی طرف منسوب کر دیا ہے تو اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ یہ امام اعظمؒ کی بجائے امام محمدؒ کی اپنی تصنیف ہے۔

(۳) امام محمدؒ نے کتاب الآثار میں اگرچہ بعض احادیث امام اعظمؒ کی بجائے اپنے دیگر مشائخؒ سے بھی ذکر کی ہیں، لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے، بلکہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ چنانچہ اس نسخہ میں درج شدہ ۹۱۶ روایات میں سے صرف ۲۰ روایات امام اعظمؒ کی بجائے دیگر مشائخؒ سے ہیں اور ۸ بلاغیات ہیں جو بلا سند ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ وہ بھی امام اعظمؒ سے ہی مروی ہیں۔ اس کے بالمقابل امام موصوف نے امام مالکؒ سے مؤطا کا جو نسخہ روایت کیا ہے، اس میں انہوں نے امام مالکؒ کے علاوہ دیگر شیوخ (امام ابو حنیفہؒ وغیرہ) سے جو احادیث روایت کی ہیں، وہ ان احادیث کی نسبت زیادہ ہیں جو انہوں نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہؒ کے علاوہ دیگر شیوخ سے روایت کی ہیں۔ اب چاہیے کہ مؤطا کے اس نسخہ کو بھی امام مالکؒ کی بجائے امام محمدؒ کی تصنیف باور کر لیا جائے، حالانکہ محدثین نے صاف تصریح کی ہے کہ امام محمدؒ مؤطا کے ایک راوی ہیں، نہ کہ اس کے مستقل مصنف۔ چنانچہ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) لکھتے ہیں: محمد بن الحسن الشيباني ممن روى الموطا عن مالك. (معرفت علوم الحديث ص ۱۹۳)

امام محمد بن حسن شیبانیؒ ان محدثین میں سے ہیں، جنہوں نے امام مالکؒ سے مؤطا کو روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: وهو احد رواة الموطا عنه. (تعجیل المنفعۃ ص ۳۶۱)

امام محمدؒ امام مالکؒ سے مؤطا کو روایت کرنے والوں میں سے ایک ہیں۔

امام تقی الدین [illegible] (م [illegible]ھ) بھی امام محمدؒ کو مؤطا مالکؒ کے راوی قرار دیتے ہیں۔

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ کو اس کتاب سے خصوصی لگاؤ تھا اور انہوں نے اپنی کتب میں اس کتاب سے بکثرت استفادہ کیا ہے۔[1]

حافظ جمال الدین زیلعیؒ (م ۷۶۲ھ) نے بھی کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ سے بکثرت احادیث نقل کی ہیں۔[2]

(۴) نسخہ امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ)

امام حسنؒ بھی امام اعظمؒ کے ان جلیل المرتبت تلامذہ میں سے ہیں جنہوں نے آپ سے "کتاب الآثار" کی روایت کی ہے۔ امام موصوف سے آگے اس نسخہ کو ان کے شاگرد رشید امام محمد بن شجاع ثلجیؒ (جن کو بلخی بھی کہا جاتا ہے) روایت کرتے ہیں۔ ان کے نسخہ کا ذکر حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ وہ امام محمد بن ابراہیم البغویؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

(گذشتہ سے پیوستہ) (ذیل التنقید ۱/ ۱۲۷) اب "موطا مالک بروایت امام محمدؒ" میں امام مالکؒ کے علاوہ دیگر مشائخ کی احادیث موجود ہونے کے باوجود اس کو امام مالکؒ کی تصنیف قرار دیا جا رہا ہے تو پھر کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ میں امام اعظمؒ کے علاوہ دیگر مشائخ کی چند احادیث کی وجہ سے اس کو امام اعظمؒ کی تصنیف سے انکار کرنا کہاں کا انصاف ہے؟

الحاصل جن لوگوں نے کتاب الآثار کو امام اعظمؒ کی بجائے امام محمدؒ کی تصنیف قرار دیا ہے، ان کا یہ دعویٰ بالکل غلط اور محض غلط فہمی پر مبنی ہے۔

[1] مثلاً دیکھئے فتح الباری (۹/ ۱۱۸، ۱۲/ ۳۰۲)، الاصابۃ (۷/ ۲۱)، الدرایۃ (۱/ ۳۷، ۱۲۳، ۱۳۱، ۱۶۱، ۱۹۶، ۲۰۹، ۲۲۰، ۲۲۲، ۲۵۵، ۲۸۳، ۲/ ۱۳، ۲۵، ۴۳، ۷۷، ۱۰۰، ۱۷، ۲۱۳، ۲۳۶، ۱۵۹، ۱۶۱، ۱۷۳، ۱۸۶، ۲۰۰، ۲۳۶، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۰، ۲۷۳، ۲۷۸)، تہذیب التہذیب (۱/ ۲۴۳)، تعجیل المنفعۃ (ص ۲۷۸، ۳۶۶، ۳۷۱)۔

[2] دیکھئے نصب الرایۃ فی احادیث الہدایۃ (۱/ ۵۳، ۲۰۱، ۲۲۵، ۲/ ۴، ۲۱، ۵۸، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۷۷، ۱۸۳، ۱۸۴، ۲۲۲، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۳، ۲۶۸، ۲۸۲، ۳۰۲، ۳۰۵، ۳۲۳، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۷۹، ۳۵۸، ۳/ ۳۲۹، ۳۷، ۳۹، ۱۱۶، ۲۰۲، ۲۲۰، ۲۲۵، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۲۲، ۳۲۵، ۳۵۸، ۳۷۴، ۳۸۵، ۴/ ۱۹، ۳۰، ۶۹، ۸۷، ۱۳۱، ۱۳۸، ۲۶۹، ۲۷۳، ۳۰۰، ۳۰۲، ۳۲۹، ۳۷۰، ۳۹۱، ۳۸۹)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روی عن محمد بن شجاع البلخی، عن الحسن بن زیاد اللؤلؤی عن ابی حنیفة کتاب الآثار.[1]

انہوں نے امام محمد بن شجاع بلخیؒ سے، انہوں نے امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ سے اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے کتاب الآثار کو روایت کیا ہے۔[2]

امام خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے بھی "جامع المسانید" میں اس نسخہ کی بعض احادیث کو مذکورہ سند کے ساتھ "مسند ابی حنیفہؒ" کے نام سے نقل کیا ہے اور امام حسن بن زیاد تک اپنی سند بھی ذکر کر دی ہے۔[3]

ترکی کے مایہ ناز عالم ڈاکٹر فواد سیزگین نے بھی اس نسخہ کو "مسند ابی حنیفہؒ" کے نام سے ذکر کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ اس کا مخطوطہ "بغداد" کے مکتبہ الاوقاف میں موجود ہے۔[4]

کتاب الآثار کا یہ نسخہ "کتاب الآثار" کے تمام نسخوں میں سب سے بڑا نسخہ ہے اور اس میں دیگر نسخوں کی نسبت زیادہ احادیث ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی اس نسخہ کی کثرت احادیث کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

لمحمد بن شجاع الثلجي عن الحسن بن زياد اللؤلؤي عن ابي حنيفة روايات كثيرة.[5]

امام محمد بن شجاع ثلجیؒ نے امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ سے، اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ

۱۔ لسان المیزان (۵/۳۰)

۲۔ تنبیہ: واضح رہے کہ "لسان المیزان" کے مطبوعہ نسخوں میں محققین سے مذکورہ عبارت نقل کرنے میں تصحیف ہوگئی ہے۔ چنانچہ مطبوعہ نسخوں میں "عن الحسن بن زیاد اللؤلؤی" اور "عن ابی حنیفة" کے درمیان "عن محمد بن الحسن" کا اضافہ ہوگیا ہے جو یقیناً غلط ہے، اور محمد بن ابراہیم بن حبیش البغوی کی بجائے محمد بن ابراہیم بن حسن البغوی غلط چھپ گیا ہے۔ اسی طرح بعض نسخوں میں محمد بن شجاع کی جگہ محمد بن نجیح غلط چھپا ہوا ہے۔

۳۔ جامع المسانید (۱/۷۳)

۴۔ تاریخ التراث العربی (۳/۳۲)

۵۔ تاریخ بغداد (۷/۳۳۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

علامہ خطیبؒ نے امام حسنؒ کی جن احادیث کثیرہ کا ذکر کیا ہے، ان سے مراد کتاب الآثار بروایت امام حسنؒ کی احادیث ہیں، کیونکہ "کتاب الآثار" کو ان سے روایت کرنے والے بھی امام محمد بن شجاع ہیں، جن کو علامہ خطیبؒ ان کی احادیث کثیرہ کے راوی قرار دے رہے ہیں۔

اس نسخہ کی احادیث کی تعداد سے متعلق ہمیں کوئی تصریح نہیں ملی، لیکن امام اعظمؒ کے کثیر الحدیث ہونے کے بیان میں امام حسن بن زیادؒ کا خود اپنا بیان نقل ہو چکا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی مرویات چار ہزار تھیں، جن میں سے دو ہزار امام حماد بن ابی سلیمانؒ کی سند سے اور باقی دو ہزار دیگر مشائخ کی سند سے تھیں۔

امام موصوف کو چونکہ امام اعظمؒ کی تمام احادیث یاد تھیں، جیسا کہ امام موصوف کے تعارف میں امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۲۶ھ) کی تصریح گزر چکی ہے کہ امام حسن بن زیادؒ امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کے حافظ تھے۔ اس بنا پر قرین قیاس یہی ہے کہ امام موصوف نے امام اعظمؒ کی یہ چار ہزار احادیث، جو ان کو زبانی یاد تھیں، ان سب کو اپنے نسخہ میں روایت کیا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

کتاب الآثار کا یہ نسخہ کئی اجلہ محدثین کی مرویات میں شامل تھا۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کی مرویات میں بھی یہ نسخہ موجود تھا۔ اس نسخہ کی اسانید و اجازات کو محدث علی بن عبدالحسن الدوالیبی الحنبلیؒ نے اپنے "ثبت" میں اور حافظ ابن طولونؒ نے "الفہرست الاوسط" میں، اور حافظ محمد بن یوسف دمشقیؒ مصنف سیرۃ شامیہ نے "عقود الجمان" میں، اور محدث ایوب خلوتیؒ نے اپنے "ثبت" میں، اور خاتمۃ الحفاظ ملا محمد عابد سندیؒ نے "حصر الشارد فی اسانید الشیخ محمد عابد" میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے اور علامہ محدث محمد زاہد کوثریؒ نے ان سب کو "الامتاع" میں جمع کر دیا ہے۔[1]

اسی طرح علامہ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) کے پیش نظر بھی یہ نسخہ موجود تھا اور وہ اپنی کتاب "اعلام الموقعین" میں کئی جگہ اس سے استدلال کرتے ہیں۔ مثلاً ایک جگہ اس نسخہ کی ایک حدیث سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

---

[1] الامتاع بسیرۃ الامامین الحسن بن زیاد وصاحبہ محمد بن شجاع (ص [illegible]) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۷۵)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وقال الحسن بن زياد اللؤلؤى: ثنا ابو حنيفة قال: كنا عند محارب بن دثار... وكان محارب متكئاً فاستوى جالساً ثم قال: ياذا الرجل سمعت ابن عمر يقول: سمعت رسول الله صلّى الله عليه وسلّم يقول: ليأتينّ على الناس يوم تشيب فيه الولدان...[1]

(۵) نسخۂ امام حماد بن امام اعظمؒ (م ۱۷۶ھ)

امام حمادؒ حضرت امام اعظمؒ کے اکلوتے صاحبزادے اور ''اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ'' کے صحیح مصداق تھے۔ امام موصوف بھی اپنے والد ماجدؒ سے کتاب الآثار کی روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ ان سے اس نسخہ کو روایت کرنے والوں میں امام صالح بن محمد بغدادیؒ بھی ہیں۔

امام خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے بھی جامع المسانید میں امام صالحؒ کے روایت کردہ اس نسخہ کی تخریج کی ہے اور اس کو ''مسند ابی حنیفہ'' کے نام سے ذکر کیا ہے، اور امام حمادؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[2]

امام خوارزمیؒ نے امام حمادؒ وغیرہ کے روایت کردہ کتاب الآثار کے نسخوں کو جو مسانید سے تعبیر کیا ہے، اس پر مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانیؒ غیر مقلد، تبصرہ کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

> غالبًا کتاب الآثار از امام ابو یوسف، اور کتاب الآثار (از) امام محمدؒ و کتاب الآثار (از) امام حمادؒ کو ''مسند'' سے تعبیر کر دیا گیا ہو۔[3]

کتاب الآثار کا یہ نسخہ شارح حدیث حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کی مرویات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے اس کو ''نسخۂ حماد بن ابی حنیفہ عن ابیہ'' سے ذکر کر کے امام ابو حنیفہؒ تک اپنا سلسلۂ سند بھی ذکر کر دیا ہے۔[4]

ان مذکورہ پانچ ائمہ کے علاوہ کئی اور حضرات نے بھی امام اعظمؒ سے کتاب الآثار کی روایت

۱۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین (ص ۸۹) طبع جدید و کاملہ فی مجلد واحد

۲۔ جامع المسانید (۱/۷۵،۷۶)

۳۔ حاشیہ حیات حضرت امام ابو حنیفہؒ (ص ۲۲۵)

۴۔ المعجم المفہرس (ص ۲۹۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

کیا ہے، جن میں سے امام محدث محمد بن خالد وہبیؒ (م قبل ۱۹۰ھ) بھی ہیں۔ ان کے نسخہ سے "جامع المسانید" للخوارزمیؒ میں کئی حدیثیں منقول ہیں۔

اسی طرح امام اعظمؒ کے خصوصی شاگرد اور کثیر الحدیث محدث امام اسد بن عمر البجلیؒ (م ۱۹۰ھ) کہ جنہوں نے سب سے پہلے امام اعظمؒ کی تصانیف کو لکھا تھا، جیسا کہ امام اعظمؒ کی تصانیف کے بیان میں گزرا ہے، یہ بھی امام اعظمؒ سے کتاب الآثار کے راوی ہیں۔ چنانچہ ان کے نسخہ کی ایک روایت کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ میں بھی مروی ہے، جس کی سند یوں ہے:

محمد واسد قالا: اخبرنا ابو حنیفة عن سلمة بن کهیل عن المستورد بن الاحنف عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنهما...[1]

نیز امام سابق بن عبداللہ رقیؒ جن کے بارے میں امام اعظمؒ کی توثیق میں حافظ ابن حجرؒ کی تصریح گزر چکی ہے، کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے احادیث مستقیمہ (صحیحہ) روایت کی ہیں، بھی امام اعظمؒ سے کتاب الآثار کو روایت کرنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ مؤرخ اسلام حافظ ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

وحدث عنه محمد بن یزید بن یزید بن سنان الرهاوی نسخة عن ابی حنیفة.[2]

محمد بن یزید بن یزید بن سنان رہاویؒ نے امام سابق رقیؒ سے اور انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے (کتاب الآثار کا) نسخہ روایت کیا ہے۔

۱- کتاب الآثار (ص ۱۳۲) بروایت امام محمد بن حسنؒ

۲- بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۹/۱۵ ص ۲۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

(۲) امام اعظمؒ کی مسانید کا تعارف

آپ امام اعظمؒ کی ''امامت فی الحدیث'' کے بیان میں محدث کبیر امام حاکم نیشاپوری (م ۴۰۵ھ) کا بیان ملاحظہ کر چکے ہیں کہ امام اعظمؒ ان مشہور ثقہ ائمہ حدیث میں سے ہیں، جن کی احادیث مشرق تا مغرب جمع کی جاتی ہیں اور ان سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔ امام حاکمؒ کے اس بیان کی تصدیق کرنی ہو تو امام اعظمؒ کی مسانید کو دیکھ لیجیے کہ شرق سے لے کر مغرب تک ہر طبقہ کے محدثین نے آپ کی احادیث سے اعتناء کیا ہے اور بڑی کثرت سے آپ کی احادیث کے مجموعے مسانید کی صورت میں لکھے ہیں۔

آپ کا یہ شرف ہے کہ جس کثرت سے آپ کی مسانید لکھی گئی ہیں، اتنی کسی امام کی نہیں لکھی گئیں۔ اور پھر جن لوگوں نے آپ کی مسانید لکھی ہیں، وہ سب کے سب بلند پایہ حفاظ حدیث ہیں۔

امام حافظ ابن نقطہ حنبلیؒ (م ۶۲۹ھ) ارقام فرماتے ہیں:

مسند ابی حنیفة جمعه غیر واحد من الحفاظ.[1]

مسند ابی حنیفہ کو کئی حفاظ حدیث نے جمع کیا ہے۔

امام ابن حجر مکی شافعیؒ (م ۹۷۳ھ) امام صاحبؒ کے مناقب میں لکھتے ہیں:

وقد خرج الحفاظ من احادیثه مسانید کثیرة، اتصل بنا کثیر منها کما هو مذکور فی مسندات مشایخنا.[2]

حفاظ حدیث نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کی بڑی کثرت سے مسانید تخریج کی ہیں، اور ان میں سے اکثر کی اسانید ہم تک متصل ہیں، جیسا کہ ہمارے مشائخ

۱۔ التقیید لمعرفة السنن والمسانید (۱/۳۰) طبع دار الحدیث، بیروت۔
۲۔ الخیرات الحسان (ص ۱۴۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

کی مسانید میں مذکور ہے۔

امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے امام اعظمؒ کی ان مسانید کثیرہ میں سے پندرہ مسانید (جن میں کتاب الآثار کے چار مشہور نسخے بھی ہیں، جن کو انہوں نے مسانید سے موسوم کیا ہے) کی "جامع المسانید" میں تخریج کی ہے۔

• اسی طرح مورخ کبیر علامہ محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) مؤلف "السیرۃ الکبری الشامیہ" نے امام اعظمؒ کے مناقب میں آپ کی سترہ مسانید کی نشاندہی فرمائی ہے اور ان کے مولفین تک اپنی اسانید بھی ذکر کر دی ہیں۔[1]

حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) نے بھی "الفہرست الاوسط" میں امام اعظمؒ کی سترہ مسانید کی اسناد اپنے سے لے کر ان کے مؤلفین تک ذکر کر دی ہیں۔[2]

امام ابوالنصر ایوب الخلوتیؒ (م ۱۰۷۱ھ) کے "الثبت" میں بھی سترہ مسانید کی اسانید ان کے مؤلفین تک مذکور ہیں۔[3]

علامہ محمد جمال الدین القاسمی دمشقیؒ (م ۱۳۳۲ھ) کی تصریح کے مطابق علامہ محمد بن سلیمان مغربی (م ۱۰۹۴ھ) کے "ثبت" بنام "صلۃ الخلف" میں بھی امام اعظمؒ کی چار مسانید کی اسانید مذکور ہیں۔[4]

مصر کے مشہور عالم اور مایہ ناز محقق علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) نے امام اعظمؒ کی ۲۱ مسانید کی نشاندہی فرمائی ہے اور اپنی تصنیف "التحریر الوجیز" میں ان مؤلفین تک اپنی اسانید بھی ذکر کر دی ہیں۔[5]

ان مسانید کے علاوہ بھی کئی اور مسانید آپ کی لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض کا تعارف ہم آگے جا کر بیان کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ

مسانید ابی حنیفہ کی چند خصوصیات

کتاب الآثار کی طرح امام اعظمؒ کی مسانید بھی کئی خصوصیات کی حامل ہیں، جن میں سے

۱۔ عقود الجمان (ص ۳۲۳۔۳۲۴)
۲۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۶) للامام الکوثریؒ
۳۔ الرسالۃ المستطرفۃ (ص ۲۱) للامام الکتانیؒ
۴۔ الفضل المبین علی عقد الجوہر الثمین (ص ۲۳۸)
۵۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

چند یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

(۱) مسند ابی حنیفہ (امام اعظمؒ کا ذخیرہ حدیث جس کو کئی حفاظ حدیث نے کتابی صورت میں جمع کیا ہے، اور ان میں سے ہر ایک مجموعہ "مسند ابی حنیفہ" کہلاتا ہے، جیسا کہ ابھی گزرا ہے) ان دس کتب حدیث میں شامل ہے جو اسلام کی اساس ہیں اور جن پر دین کا مدار ہے۔

امام محمد بن جعفر الکتانیؒ (م ۱۳۴۵ھ) ان دس کتب کا تعارف کرانے کے بعد لکھتے ہیں:

> فهذه هي كتب الائمة الاربعة، وباضافتها الى الستة الاولى تكمل الكتب العشرة التي هي اصول الاسلام، وعليها مدار الدين.[۱]
>
> ائمہ اربعہ کی یہ کتب حدیث (مسند ابی حنیفہ، مؤطا مالک، مسند الشافعی، مسند احمد) پہلی چھ کتب (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن النسائی، سنن الترمذی، اور سنن ابن ماجہ) سے مل کر مکمل دس کتب ہو جاتی ہیں، جو اسلام کی بنیادیں ہیں اور جن پر پورے دین کا مدار ہے۔

محدث جلیل حافظ ابو المحاسن الحسینیؒ (م ۷۶۵ھ) نے اسلام کی ان بنیادی دس کتب کے رجال پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے، جس کا نام "التذكرة في رجال العشرة" ہے۔

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) حافظ موصوف کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

> والف التذكرة في رجال العشرة، الكتب الستة، والموطا، والمسند، والمسند الشافعي، ومسند ابي حنيفة.[۲]
>
> امام ابو المحاسنؒ نے "التذكرة في رجال العشرة" لکھی ہے جو صحاح ستہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ) مؤطا، مسند احمد، مسند شافعی اور مسند ابی حنیفہ کے رجال کے حالات پر مشتمل ہے۔

امام موصوف کی یہ کتاب اب زیور طبع سے آراستہ ہو گئی ہے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام حسینیؒ کی اس کتاب سے صحاح ستہ کے رواۃ کو حذف کر کے صرف ائمہ اربعہ کی مسانید کے رواۃ کے حالات الگ ایک کتاب کی صورت میں لکھے ہیں اور اس میں کئی مفید اضافے بھی کیے ہیں۔ اس کتاب کا نام "تعجيل

۱۔ الرسالة المستطرفة (ص ۲۳)۔ ۲۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۳۲)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

المنفعة بزوائد رجال الأئمة الأربعة" ہے۔ اور یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔ امام اعظمؒ کی کی مسانید کے رواۃ کے حالات اس میں آ گئے ہیں۔

حافظ ابن نقطہ حنبلیؒ (م ۶۲۹ھ) نے بھی اپنی کتاب "التقييد لمعرفة الرواة والسنن والمسانيد" میں امام اعظمؒ کی بعض مسانید اور ان کے رواۃ کے احوال لکھے ہیں، جیسا کہ خود انہوں نے اپنی اس کتاب کے خطبہ میں تصریح کی ہے۔[1]

(۲) امام اعظمؒ کی یہ مسانید اور آپ کی تصنیف "کتاب الآثار" فقہ حنفی (جو تقریباً تیرہ سو سال سے امت مسلمہ کی اکثریت کا دستور عمل ہے) کی بنیادی کتب میں سے ہیں۔ چنانچہ مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

مسند ابی حنیفہ و آثار محمد بنائے فقہ حنفیہ است۔[2]

فقہ حنفی کی بنیاد مسند ابی حنیفہ اور کتاب الآثار بروایت امام محمدؒ پر ہے۔

(۳) ان مسانید میں امام اعظمؒ کی اسناد سے جتنی احادیث مذکور ہیں، وہ سب آپ کے فقہی مستدلات ہیں اور آپ کی ان مرویات میں سے ہیں جو آپ کے نزدیک صحیح ہیں۔ حافظ ابو المحاسن الحسینیؒ (م ۷۶۵ھ) اپنی کتاب "التذکرة" کے مقدمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وكذلك مسند الشافعي موضوع لادلته على ماصح عنده من مروياته، وكذلك مسند ابي حنيفة.[3]

جس طرح مسند شافعی ان دلائل پر مشتمل ہے جو امام شافعیؒ کی مرویات میں سے ان کے نزدیک صحیح ہیں، اسی طرح مسند ابی حنیفہ کا بھی حال ہے۔

یعنی مسند شافعیؒ کی طرح مسند ابی حنیفہؒ بھی ان دلائل پر مشتمل ہے جو امام صاحبؒ کی صحیح روایات میں سے ہیں۔

علامہ عبدالوہاب الشعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) امام اعظمؒ کی مسانید پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

---

[1] التقييد (۱/۳)۔

[2] قرة العینین فی تفضیل الشیخین (ص ۱۸۵) بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۲۷)۔

[3] تعجیل المنفعة (ص ۱۸)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

وقد منّ اللّٰہ تعالیٰ علیّ بمطالعۃ مسانید الامام ابی حنیفۃ الثلاثۃ من نسخۃ صحیحۃ علیہا خطوط الحفاظ آخرہم الحافظ الدمیاطی، فرأیتہ لایروی الا عن خیار التابعین العدول الثقات الذین ہم من خیر القرون بشہادۃ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کالاسود و علقمۃ و عطاء و عکرمۃ و مجاہد و مکحول والحسن البصری و اضرابہم رضی اللّٰہ عنہم اجمعین، فکل الرواۃ الذین ہم بینہ و بین رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیہم کذاب و لا متہم بکذب، وناہیک یا اخی بعدالۃ من ارتضاہم الامام ابو حنیفۃ رضی اللّٰہ عنہ لان یاخذ عنہم احکام دینہ مع شدۃ تورعہ و تحرزہ و شفقتہ علی الامۃ المحمدیۃ۔[1]

اللہ تعالیٰ نے مجھ پر احسان کیا کہ مجھے امام ابوحنیفہؒ کی مسانید میں سے تین مسانید کے ان صحیح نسخوں کا مطالعہ کرنے کی توفیق عطا فرمائی، جن پر حفاظ حدیث کی تصدیقی تحریریں درج ہیں۔ ان حفاظ میں سے آخری شخص حافظ دمیاطیؒ (مشہور محدث۔ ناقل) ہیں۔ میں نے ان مسانید کے مطالعہ کے دوران دیکھا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ صرف ان تابعین سے احادیث روایت کرتے ہیں جو جلیل القدر تابعین اور عادل وثقہ ہیں، اور یہ اس زمانہ کے لوگ ہیں جس کے خیر القرون (بہترزمانہ) ہونے کی گواہی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، جیسے اسود نخعیؒ، علقمہ نخعیؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، عکرمہؒ مولیٰ ابن عباسؓ، مجاہدؒ، مکحول شامیؒ، حسن بصریؒ اور ان جیسے دیگر حضرات ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ لہٰذا ان مسانید میں وہ تمام رواۃ جو امام ابوحنیفہؒ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان واسطہ ہیں، وہ سب کے سب عادل، ثقہ اور بلند پایہ بزرگ ہیں۔ ان میں سے کوئی شخص ایسا نہیں جو دروغ گو ہو یا اس پر جھوٹ کی تہمت لگی ہو۔ اے میرے بھائی!

۱۔ المیزان الکبریٰ الشعرانیہ (۱/۸۲،۸۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

تیرے لیے یہی کافی ہے کہ تو ان لوگوں کو عادل سمجھ جن سے امام ابوحنیفہؒ باوجود شدت تقویٰ، احتیاط اور امت محمدیہ پر شفقت رکھنے کے احکام دینیہ لینے پر راضی ہوئے ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

ان كل حديث وجدناه في مسانيد الإمام الثلاثة فهو صحيح لانه لو لا صح عنده ما استدل به.[1]

امام ابوحنیفہؒ کی ان مسانید ثلاثہ میں ہم جو بھی حدیث پاتے ہیں، وہ صحیح ہے۔ کیونکہ اگر وہ حدیث امام صاحبؒ کے نزدیک صحیح نہ ہوتی تو آپ اس سے استدلال ہی نہ کرتے۔

(۴) امام اعظمؒ کی ان مسانید کو محدثین میں بہت پذیرائی ملی ہے، جس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ یہ مسانید محدثین کے زیرِ نظر رہتی ہیں، اور ان کے ہاں ان مسانید کو سماعت اور روایت کرنے کا رواج رہا ہے، جیسا کہ ابھی آپ نے علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) کا بیان پڑھا ہے کہ امام اعظمؒ کی تین مسانید ان کی زیرِ نظر بھی رہی ہیں، اور ان "مسانید ثلاثہ" پر امام دمیاطیؒ وغیرہ جیسے نامور محدثین کی تصدیقی تحریرات بھی ثبت تھیں، جس کا مطلب ہے کہ یہ مسانید ان کے زیرِ مطالعہ بھی رہ چکی ہیں۔

اسی طرح امام اعظمؒ کی کئی مسانید مؤرخ اسلام امام کمال الدین عمر بن احمد المعروف بہ "ابن العدیم" (م ۶۶۰ھ) کی زیرِ نظر بھی رہ چکی ہیں، چنانچہ وہ ایک حدیث کی تحقیق میں رقم طراز ہیں:

وقد نظرت في مسانيد ابي حنيفة رضي الله عنه.[2]

میں نے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی کئی مسانید میں اس حدیث کو دیکھا ہے۔

امام محمد بن سعدؒ (م ۳۰۹ھ)، جو ایک جلیل المرتبت محدث اور دمشق کے قاضی القضاۃ ہیں، ان کے ترجمہ میں امام نجم الدین غزی شافعیؒ (م ۱۰۶۱ھ) اور امام ابن العماد حنبلیؒ (م

---

[1] ایضاً (۱/۳۰)

[2] بغية الطلب في تاريخ حلب (۱۰/۴۷۲۲) طبع دار الفكر، بيروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

۱۰۸۹ھ) نے لکھا ہے کہ:

وسمع بعض مسانيد ابي حنيفة رضي الله عنه علي قاضي القضاة حميد الدين.[1]

انہوں نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بعض مسانید کا سماع قاضی القضات حمید الدینؒ سے کیا تھا۔

نیز حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے امام محمد بن یعقوب ابن الخاںؒ (م ۱۹۵ھ) کے ترجمہ میں اور علامہ شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے رضوان بن محمد عقبی (م ۸۵۲ھ) کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ امام ابو حنیفہ کی بعض مسانید ان کی مسموعات میں سے بھی تھا۔[2]

اسی طرح کی تصریحات کتب رجال میں دیگر محدثین کے بارے میں ملتی ہیں، جن کو ہم آگے امام اعظم کی مسانید کے تعارف میں ان شاء اللہ پیش کریں گے۔

مؤلفین مسانید ابی حنیفہ کا تعارف

امام اعظم کی مسانید کو جن لوگوں نے تالیف کیا ہے، وہ سب علم حدیث کے عظیم ہیوت تھا اور وہ خود اس لائق تھے کہ ان کی مسانید لکھی جاتیں (اور بعض کی لکھی بھی گئی ہیں)، لیکن باایں ہمہ انہوں نے امام اعظم کی احادیث کو فوقیت دی اور ان کو مسانید کی صورت میں لکھ کر امت کے سامنے پیش کیا۔ جزاہم اللہ عنا احسن الجزاء۔

ذیل میں ان حضرات کی شخصیات اور ان کی تالیف کردہ مسانید ابی حنیفہ کا تعارف ملاحظہ کریں۔

(۱) امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ)

امام موصوف جو امام اعظمؒ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ان سے امام اعظمؒ کی احادیث سے منتقل

---

[1] الکواکب السائرۃ (۱/۱۷۱)، شذرات الذھب (۸/۲۴)۔

[2] معجم شیوخ الذہبی (ص ۵۸۹)، البدر الطالع (۱/۲۵۴)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

دو کتابیں مروی ہیں۔ ایک کتاب الآثار ہے، جس کو انہوں نے امام صاحبؒ سے روایت کیا ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں تفصیل سے گزر چکا ہے۔

دوسری "مسند ابی حنیفہ" ہے، جس کی حافظ خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے "جامع المسانید" میں تخریج کی ہے اور اس کو انہوں نے "نسخہ امام محمدؒ" سے تعبیر کیا ہے۔[1]

محدث عظیم علامہ عبدالرشید نعمانی صاحبؒ کی تحقیق یہ ہے کہ:

> یہ نسخہ بھی دراصل کتاب الآثار کی تلخیص ہے اور اس کے ملخص امام محمدؒ کے شاگرد امام عمرو بن ابی عمرؒ ہیں۔ انہوں نے اس نسخہ میں صرف حدیثیں ہی روایت کی ہیں اور فتاویٰ تابعین وغیرہ کو نقل نہیں کیا ہے اور غالباً اسی لیے اس کو "مسند ابی حنیفہ" کہا جاتا ہے۔[2]

(۴) امام ابوعبداللہ محمد بن مخلد الدوریؒ (م ۳۳۱ھ)

امام موصوف علم حدیث کی بلند مرتبت شخصیت ہیں۔ انہوں نے تحصیل حدیث کے لیے امام مسلم بن حجاج صاحب الصحیح وغیرہ جیسے کبار ائمہ حدیث کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیے۔ جبکہ ان کے تلامذہ حدیث میں امام دارقطنیؒ، امام ابن شاہینؒ، امام محمد بن مظفرؒ اور امام ابن عقدہؒ وغیرہ جیسے مشہور حفاظ حدیث بھی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کے ترجمے کا آغاز: الامام، المفید، الثقہ اور محدث بغداد کے القاب سے کرتے ہیں۔[3] نیز ذہبیؒ نے ان کو تین مرتبہ ثقہ کہہ کر ان کی مکرر توثیق کی ہے اور ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

> مشهور، في تاريخ بغداد له ترجمة مليحة... وهو اعلم اهل عصره بالاسناد۔[4]

یہ مشہور محدث ہیں اور تاریخ بغداد میں ان کا شاندار ترجمہ ہے، اور یہ اپنے معاصرین میں اسناد حدیث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے اپنی "تاریخ" میں ان کے بارے میں ائمہ حدیث

۱۔ جامع المسانید (۱/۵۷) ۲۔ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۶۷ ملخصاً)

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۴۲) ۴۔ میزان الاعتدال (۵/۳۶۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

سے توثیقی اقوال نقل کیے ہیں، ان میں سے ایک امام دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) بھی ہیں جو ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

ثقہ مامون، [۱]

یہ ثقہ اور قابلِ اعتماد محدث ہیں۔

خود علامہ موصوف نے ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وکان احد اهل الفهم، موثوقا به فی العلم، متسع الروایة، مشهور بالدیانة، موصوفا بالامانة، مذکور ابا لعبادة۔ [۲]

یہ اہلِ فہم (سمجھ دار لوگوں) میں سے تھے، اور اپنے علم میں ثقہ، کثیر الحدیث، دیانت میں مشہور، امانت کے ساتھ موصوف اور عبادت میں قابلِ ذکر تھے۔

حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) ان کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وکان ثقة، فهما، واسع الروایة، مشکور الدیانة، مشهورًا بالعبادة۔ [۳]

یہ ثقہ، سمجھ دار، کثیر الحدیث، قابلِ قدر، دیانت دار اور مشہور عبادت گزار تھے۔

یہ بلند پایہ محدث بھی امام اعظمؒ کی "مسند" لکھنے والوں میں سے ہیں، بلکہ انہوں نے تو سب سے پہلے آپ کی احادیث کو باقاعدہ ایک مسند کی صورت میں لکھا ہے، جس کا نام "جمع حدیث ابی حنیفہ" ہے۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے بھی ان کی اس مسند کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ محمد بن احمد بن جہم ثلجی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

روی عنه محمد بن مخلد الدوری فی مسند ابی حنیفة الذی جمعه، [۴]

ان سے امام محمد بن مخلد دوریؒ نے اپنی جمع کردہ "مسند ابی حنیفہ" میں روایت لی ہے۔

اسی طرح علامہ خطیبؒ نے احمد بن محمد ثلجی کے ترجمہ میں بھی اس مسند کا تذکرہ کیا ہے۔ [۵]

۱۔ تاریخ بغداد (۸۰/۳)
۲۔ ایضاً
۳۔ البدایہ والنہایہ (۲۰۳/۷)۔
۴۔ تاریخ بغداد (۳۰۲/۱)
۵۔ ایضاً (۱۹/۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے۔ چنانچہ وہ محمد بن الحسن البجالی الوازعیؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

روی عنه محمد بن مخلد الدوری فی جمعه حدیث ابی حنیفة.[1]

ان سے محمد بن مخلد دوریؒ نے اپنی تالیف "جمع حدیث ابی حنیفہؒ" میں روایت لی ہے۔

(۳) امام ابوالعباس احمد بن محمد کوفی المعروف بہ ابن عقدہؒ (م ۳۳۲ھ)

امام ابن عقدہؒ ایک مشہور اور عدیم المثل حافظ الحدیث ہیں۔ امام جعابیؒ، امام طبرانیؒ، امام ابن عدیؒ اور امام دار قطنیؒ وغیرہ، یہ سب نامور محدثین ان کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور اس ترجمے کا آغاز "حافظ العصر" اور "محدث الدہر" کے القاب سے کیا ہے۔[2]

نیز ذہبیؒ نے اُن کے بارے میں لکھا ہے:

وکان الیه المنتهی فی قوة الحفظ وکثرة الحدیث.[3]

قوت حافظہ اور کثرت حدیث کا ان پر خاتمہ تھا۔

اسی طرح ذہبیؒ نے ان کے متعلق یہ تصریح بھی کی ہے:

کان آیة من الآیات فی الحفظ حتی قال الدار قطنی: اجمع اهل بغداد انه لم یُرَ بالکوفة من زمن ابن مسعود رضی الله عنه، الی زمن ابن عقدة احفظ منه.[4]

امام ابن عقدہؒ حفظِ حدیث میں ایک نشانی تھے، یہاں تک کہ امام دار قطنیؒ نے فرمایا ہے کہ تمام اہلِ بغداد کا اس پر اجماع ہے کہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے لے کر ابن عقدہؒ کے زمانہ تک ان سے بڑا حافظ الحدیث نہیں دیکھا گیا۔

خود امام موصوف کا اپنا بیان ہے:

احفظ مئة الف حدیث باسنادها، واذاکر بثلاثمئة الف حدیث،[5]

۱۔ کتاب الانساب (۲/۲۶۳) ۲۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۳۹)
۳۔ ایضاً ۴۔ العبر (۲/۳۳)۔ ۵۔ ایضاً۔

مجھے ایک لاکھ احادیث اسناد سمیت زبانی یاد ہیں، اور تین لاکھ احادیث کا میں نے مذاکرہ کیا ہے۔

امام موصوف نے امام اعظمؒ کی جو مسند لکھی ہے اس کا نام "أَخْبَارُ أَبِي حَنِيفَةَ وَمُسْنَدِهِ" ہے، جیسا کہ امام علی بن انجب المعروف بہ "ابن الساعیؒ" (م ۶۷۴ھ) نے امام ابن عقدہؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے۔[1]

اس کتاب میں انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کے مناقب بھی لکھے ہیں، اور آپ کی روایت کردہ احادیث کو بھی مسند کے نام سے جمع کیا ہے۔ ان کی مؤلفہ اس مسند میں ایک ہزار سے زائد احادیث موجود ہیں۔ چنانچہ مورخ کبیر اور بلند پایہ محدث وفقیہ حافظ بدر الدین عینیؒ (م ۸۵۵ھ) اپنی "تاریخ کبیر" میں تصریح کرتے ہیں:

ان مسند ابی حنیفة لابن عقدة یحتوی وحده علی مایزید علی الف حدیث.[2]

امام ابن عقدہ کی مسند ابی حنیفہ ایک ہزار سے زیادہ احادیث پر مشتمل ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ایک راوی کی تحقیق میں حافظ ابن عقدہؒ کی "مسند ابی حنیفہ" سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والاول اولی فقد صرح به ابو العباس بن عقدة فساقه من طریق الصلت عن ابی حنیفة...[3]

پہلی بات بہتر ہے جیسا کہ ابو العباس ابن عقدہؒ نے تصریح کی ہے اور انہوں نے صلتؒ کے طریق سے امام ابو حنیفہؒ کی روایت نقل کی ہے۔

(۴) امام ابو القاسم عبداللہ بن محمدؒ المعروف بہ "ابن ابی العوامؒ" (م ۳۳۵ھ)

امام ابن ابی العوامؒ بھی علم حدیث کی ایک مثالی شخصیت ہیں۔ موصوف علم حدیث میں امام نسائی صاحب السنن اور امام طحاویؒ وغیرہ محدثین کے شاگرد ہیں۔

خاتمۃ الحفاظ امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) ان کو ثقہ، ثبت (پختہ کار محدث) اور

۱۔ الدُّرُّ الثَّمِيْنُ فِيْ أَسْمَاءِ الْمُصَنِّفِيْنَ (ص ۲۸۵) طبع دار الغرب الاسلامی تونس

۲۔ تانیب الخطیب (ص ۱۶۹)   ۳۔ تعجیل المنفعة (ص ۱۰۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

باقاعدہ حدیث قرار دیتے ہیں، اور ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ علم حدیث پر ان کو بہت زیادہ اطلاع تھی۔[1]

موصوف نے امام اعظمؒ کے مناقب میں ایک کتاب "فضائل ابی حنیفہ" کے نام سے لکھی ہے جو کہ مطبوعہ ہے۔ ان کی مؤلفہ "مسند ابی حنیفہ" اسی کتاب کا ایک بڑا باب ہے۔ جیسا کہ امام صالحیؒ نے تصریح کی ہے۔[2]

حافظ جمال الدین زیلعی (۷۶۲ھ) نے امام ابوحنیفہؒ کی روایت کردہ ایک حدیث کے متعلق لکھا ہے:

رواه ابن ابی العوام فی کتاب "فضائل ابی حنیفة".[3]

اس حدیث کو امام ابن ابی العوامؒ نے "فضائل ابی حنیفہ" میں روایت کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے ان کی مرتبہ "مسند ابی حنیفہ" کی روایت پر اعتماد کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن شعیبؓ کو صحابہؓ کے زمرے میں شمار کیا ہے۔[4]

نیز حافظ ابن حجرؒ ایک حدیث کی تحقیق میں ارقام فرماتے ہیں:

وصله ابن ابی العوام وابن خسرو فی مسند ابی حنیفة.[5]

امام ابن ابی العوامؒ اور امام ابن خسروؒ نے (اپنی اپنی) "مسند ابی حنیفہ" میں اس حدیث کو موصولاً روایت کیا ہے۔

امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے امام اعظمؒ کی دیگر مسانید کے ساتھ اس کی بھی تخریج کی ہے اور امام ابن ابی العوامؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[6]

(۵) امام محمد بن حسن اشنانیؒ (م ۳۳۷ھ)

یہ ابن الاشنانی کے لقب سے مشہور ہیں۔ انہوں نے علم حدیث کی تحصیل اپنے والد حسن

۱۔ عقود الجمان (ص ۳۹)　　۲۔ ایضاً (ص ۳۴۲)
۳۔ نصب الرایہ (۳/۱۴۰)۔
۴۔ الاصابہ فی تمییز الصحابہ (۲/۳۸۱، ت ۴۷۳۹) طبع دار احیاء التراث العربی، بیروت
۵۔ الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ (۲/۳۵) طبع دار المعرفہ، بیروت۔
۶۔ جامع المسانید (۱/۷۷)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

اشنانیؒ، ابراہیم حربیؒ، محمد بن عیسیٰ المدائنیؒ، موسیٰ بن سہلؒ، محمد بن سلمہ واسطیؒ اور ابوبکر بن ابی الدنیاؒ وغیرہ محدثین سے کی، جبکہ ان سے حدیث کرنے والوں میں کئی اجلّہ اور مشہور محدثین جیسے ابن عقدہؒ، محمد بن مظفرؒ، دار قطنیؒ اور ابوحفص بن شاہینؒ وغیرہ بھی ہیں۔ موصوف اپنے استاذ امام ابراہیم حربیؒ (جو ایک مشہور اور جلیل القدر محدث ہیں) کی حیات میں ہی مسند درس پر فائز ہو گئے تھے اور ان کے ہی زمانہ میں روایت حدیث میں ناموری حاصل کر لی تھی، جو ان کے لیے ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔

علامہ خطیبؒ (م ۴۶۳ھ) ان کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

تحديث ابن الاشناني في حياة ابراهيم الحربي له فيه اعظم الفخر واكبر الشرف، وفيه دليل على انه كان في اعين الناس عظيما، ومحله كان عندهم جليلا.[1]

امام ابن الاشنانیؒ کا امام ابراہیم حربیؒ کی زندگی میں احادیث کی روایت کرنا ان کے لیے ایک عظیم فخر اور بہت بڑا شرف ہے، اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگوں کی نظروں میں عظیم مقام رکھتے تھے اور وہ ان کے ہاں جلیل القدر تھے۔

علامہ خطیبؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے:

وقد حدث حديثا كثيرا، وحمل الناس عنه قديما و حديثا.[2]

انہوں نے کثرت سے احادیث روایت کی ہیں، اور متقدمین اور متاخرین سب لوگ ان سے احادیث حاصل کرتے رہے ہیں۔

نیز علامہ خطیبؒ اور امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) دونوں ان کے حق میں یہ گواہی دیتے ہیں کہ:

وهذا رجل من جلة الناس ومن اصحاب الحديث المجودين واحد الحفاظ له وحسن المذاكرة بالاخبار.[3]

یہ شخص (امام ابن الاشنانیؒ) جلیل القدر لوگوں اور بہترین محدثین میں سے تھا۔

۱۔ تاریخ بغداد (۱۱/۲۷۴)
۲۔ ایضاً
۳۔ ایضاً، وکتاب الانساب (۱/۱۱۸)

www.besturdubooks.wordpress.com

نیز یہ حفاظ حدیث میں سے ایک ہیں اور احادیث کا بہت اچھا مذاکرہ کرنے والے ہیں۔

امام دارقطنیؒ کے استاذ امام ابو علی نیشاپوریؒ اور دیگر محدثین نے بھی ان کی توثیق کی ہے۔[1]

امام موصوف نے بھی امام اعظمؒ کی احادیث کی مسند لکھی ہے، اور حافظ خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے امام اعظمؒ کی مسانید میں ان کی مؤلفہ "مسند ابی حنیفہ" کی بھی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[2]

اسی طرح امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے بھی ان کی "مسند ابی حنیفہ" کا ذکر کیا ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[3]

(۶) امام محمد بن ابراہیم بن حبیش بغویؒ (م ۳۴۸ھ)

موصوف ایک بلند پایہ فقیہ اور عظیم المرتبت محدث ہیں۔ انھوں نے فقہ کی تعلیم امام محمد بن شجاع ثلجیؒ (تلمیذ امام حسن بن زیاد لؤلؤیؒ) وغیرہ سے حاصل کی، اور حدیث کا درس امام عباس دوریؒ (تلمیذ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معینؒ) اور اسحاق حربیؒ (تلمیذ امام احمد بن حنبلؒ) وغیرہ محدثین سے لیا۔ جب کہ ان کے تلامذہ حدیث میں امام دارقطنیؒ وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث بھی ہیں۔ امام دارقطنیؒ نے ان کو اپنے شیخ قرار دیا ہے۔[4]

امام موصوف بھی امام اعظمؒ کی مسند لکھنے والوں میں سے ہیں۔ چنانچہ علامہ جمال الدین قاسمی دمشقیؒ (م ۱۳۳۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ علامہ محمد بن سلیمان مغربیؒ (م ۱۰۹۴ھ) نے اپنے ثبت "صلۃ الخلف" میں امام ابو حنیفہؒ کی جن چار مسانید کو ذکر کر کے ان کے مؤلفین تک اپنی اسناد ذکر کی ہیں ان میں سے ایک امام محمد بن ابراہیم بن حبیش بغویؒ کی تالیف کردہ "مسند ابی حنیفہ" بھی ہے۔[5]

(۷) امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاریؒ المعروف بہ "الاستاذ" (م ۳۴۰ھ)

امام حارثیؒ وہ شخص ہیں جنھوں نے علم حدیث میں بلند پایہ مقام رکھنے کی وجہ سے محدثین

۱۔ لسان المیزان (م/۳۳۳)
۲۔ جامع المسانید (۱/۷۳)
۳۔ عقود الجمان (ص ۲۳۷)
۴۔ تاریخ بغداد (۱/۳۴۶)
۵۔ الفضل المبین (ص ۲۸۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

سے "الاستاذ" کا ممتاز لقب حاصل کیا، امام خلیلیؒ (م ۴۴۶ھ) "کتاب الارشاد" میں ان کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

یعرف بالاستاذ، له معرفة بهذا الشان.[1]

یہ "الاستاذ" کے لقب سے مشہور ہیں، ان کو اس فن حدیث کی معرفت حاصل ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

عُرف بالاستاذ، اکثر عنه ابو عبدالله بن مندة.[2]

یہ "الاستاذ" سے مشہور ہیں، امام ابوعبداللہ بن مندہؒ نے ان سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

امام ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ) مشہور اور بلند مرتبت محدث ہیں۔ انہوں نے امام حارثیؒ سے بکثرت روایت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی توثیق بھی کی ہے۔

چنانچہ حافظ ذہبیؒ "تاریخ کبیر" میں امام حارثیؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان ابن مندة حسن الرائی فیه.[3]

امام ابن مندہؒ ان کے حق میں اچھی رائے رکھتے تھے۔

نیز لکھتے ہیں:

وکان ابن مندة یحسن القول فیه.[4]

امام ابن مندہؒ ان کی اچھائی بیان کرتے تھے۔

حافظ ذہبیؒ کا ان کے بارے میں خود اپنا بیان یہ ہے کہ:

وکان محدثا جوّالا، راسا فی الفقه.[5]

یہ محدث اور طلب حدیث میں کثرت سے سفر کرنے والے تھے اور فقہ میں سر (آمد) تھے۔

۱۔ لسان المیزان (۳/۳۴۵)۔ ۲۔ ایضاً

۳۔ تاریخ التراجم (ص ۲۱۰) ۴۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۲۳۴۲)۔

۵۔ العبر (۲/۲۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

نیز ذہبیؒ ان کو درج ذیل القاب سے یاد فرماتے ہیں:

الاستاذ، الشیخ، الامام الفقیہ، المحدث، عالم ماوراء النہر۔[1]

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) فرماتے ہیں:

وکان شیخا مکثرا من الحدیث۔[2]

امام حارثیؒ شیخ اور کثیر الحدیث تھے۔

اس بیان میں امام سمعانیؒ نے امام حارثیؒ کو کثیر الحدیث قرار دینے کے ساتھ ساتھ شیخ بھی قرار دیا ہے جو بتصریح مولانا ارشاد الحق اثری الفاظ توثیق میں سے ہے۔[3]

نیز سمعانیؒ فرماتے ہیں:

رحل الی خراسان والعراق والحجاز وادرک الشیوخ۔[4]

امام حارثیؒ نے طلب حدیث میں خراساں، عراق اور حجاز (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) کی طرف سفر کیا اور وہاں کے شیوخ حدیث سے ملاقات کی۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ان کو حافظ الحدیث قرار دیتے ہیں، چنانچہ ان کے تعارف میں ارقام فرماتے ہیں:

ابو محمد الحارثی: ہو عبداللّٰہ بن محمد بن یعقوب الحافظ الحنفی وہو الاستاذ وہو البخاری۔[5]

اسی طرح حافظ موصوف نے ان کی مؤلفہ "مسند ابی حنیفہ" کے تعارف میں بھی ان کا حافظ الحدیث ہونا تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ وہ رقمطراز ہیں:

وقد اعتنی الحافظ ابو محمد الحارثی، وکان بعد الثلاثمائۃ بحدیث ابی حنیفۃ فجمعہ فی مجلد، ورتبہ علی شیوخ ابی حنیفۃ۔[6]

---

[1] سیر اعلام النبلاء (۳۴۰/۱۵)؛ تذکرۃ الحفاظ (۳۹/۳)

[2] کتاب الانساب (۱۹/۳) [3] توضیح الکلام (۲۸۰/۱)

[4] کتاب الانساب (۱۹/۳)

[5] لسان المیزان (۱۲۳/۷، باب الکنی) [6] تعجیل المنفعۃ (ص ۱۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ ابو محمد حارثیؒ، جو ۳۰۰ ہجری کے بعد ہوئے ہیں، انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث پر خصوصی توجہ دی اور ان کو ایک جلد میں جمع کر دیا، اور اس مسند کو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کے شیوخ پر ترتیب دیا ہے۔

حافظ ابو المؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے ان کی جمع کردہ "مسند ابی حنیفہ" کی تعریف میں لکھا ہے:

من طالع مسنده الذی جمعه للامام ابی حنیفة علم تبحره فی علم الحدیث واحاطته بمعرفة الطرق والمتون۔[1]

جو شخص بھی امام حارثیؒ کی جمع کردہ "مسند امام ابی حنیفہ" کا مطالعہ کرے گا، وہ علم حدیث میں ان کے تبحر اور طرق و متون حدیث پر ان کے احاطہ علمیہ کو جان لے گا۔

محدثین نے امام حارثیؒ کی اس "مسند ابی حنیفہ" پر اعتماد کرتے ہوئے اس سے خصوصی اعتناء کیا ہے۔ چنانچہ محدث جلیل حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے اس کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا، اور کئی محدثین نے اس کے مختصرات اور شروحات لکھے ہیں۔

علامہ محمد جمال الدین قاسمیؒ غیر مقلد (م ۱۳۳۲ھ) لکھتے ہیں:

ورتب المسند المذکور الشیخ قاسم بن قطلوبغا الحنفی بروایة الحارثی علی ابواب الفقه، وله مختصرات و شروح عدة.[2]

اس مسند ابی حنیفہؒ بروایت امام حارثیؒ کو شیخ قاسم بن قطلوبغا حنفیؒ نے ابواب فقہ پر مرتب کیا ہے، اور اس کے کئی مختصرات اور شروح لکھے گئے ہیں۔

امام محدث اسماعیل بن محمد العجلونی شافعیؒ (م ۱۱۶۲ھ) نے اپنی اربعین (چہل حدیث) بنام "عقد الجوہر الثمین" جس میں چالیس نامور ائمہ حدیث میں سے ہر ایک سے ایک ایک حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس میں انہوں نے امام اعظمؒ کی ایک حدیث کی بھی تخریج کی ہے جس کو انہوں نے امام حارثیؒ کی مسند ابی حنیفہ سے نقل کیا ہے۔[3]

۱۔ جامع المسانید (۲/۵۱۵)
۲۔ ایضاً
۳۔ الفضل المبین علی عقد الجوہر الثمین (ص ۲۹۶)

اس سے آپ مسند مذکورہ کی جلالت شان کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

امام محمد بن احمد بن عبد الہادی حنبلیؒ (م ۷۴۴ھ) نے بھی امام حارثیؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' سے استفادہ کیا ہے۔[1]

حافظ الدنیا امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی اس مسند پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کی روایات کو قابل استدلال سمجھتے ہیں۔ چنانچہ رواۃ حدیث سے متعلق امام اعظمؒ کے اقوال کے ضمن میں گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے ایک صاحبزادے کے نام میں اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے ''تہذیب التہذیب'' میں تصریح کی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے اپنی روایت میں ان کا نام یزید بتایا ہے۔ جبکہ حافظ موصوف نے ''تقریب التہذیب'' میں اسی قول کو راجح قرار دیا ہے۔ یہ قول (جس کی نسبت انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف کی ہے، اور اس کو راجح قرار دیا ہے) انہوں نے امام حارثیؒ کی ''مسند ابی حنیفہ'' سے نقل کیا ہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں:

قیل اسمه یزید. قلت: ثبت کذلک فی مسند ابی حنیفة للبخاری.[2]

کہا جاتا ہے کہ (حضرت عبداللہ بن مغفلؓ کے صاحبزادے کا) نام یزید ہے۔ میں (حافظ ابن حجرؒ) کہتا ہوں کہ امام حارثی بخاریؒ کی مسند ابی حنیفہ میں اسی طرح ثابت ہے۔

نیز لکھتے ہیں:

والصواب ما وقع فی مسند ابی حنیفة للحارثی عن یزید بن عبداللہ بن مغفل عن ابیه.[3]

درست وہ ہے جو امام حارثیؒ کی مسند ابی حنیفہؒ میں درج ہے، جس میں یزید بن عبداللہ بن مغفل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔

اس سے یہ حقیقت آشکارا ہو گئی کہ حافظ ابن حجرؒ جس قول کو بالجزم امام ابوحنیفہؒ کی طرف

---

[1] شرح علل ابن ابی حاتم (ص ۱۹۲،۱۷۹) طبع الفاروق الحدیثیہ، القاہرۃ

[2] تہذیب التہذیب (۶/۵۰۱)

[3] الایجاز بعیدیۃ تو اداۃ الا ایجاز (ص ۳۳) طبع مکتبۃ آل اسد

www.besturdubooks.wordpress.com

منسوب کر رہے ہیں اور اس کو رائج بتلا رہے ہیں، جو انھوں نے امام حارثیؒ کی مسند ابی حنیفہ سے نقل کیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک امام حارثیؒ اپنی نقل میں ثقہ ہیں اور ان کی مرتب یہ مسند ایک قابلِ اعتماد کتاب ہے۔

نیز حافظ موصوف ایک اور مقام پر امام حارثیؒ کی مذکورہ مسند سے استدلال کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

لکن الذی فی النسخ الصحیحة منه عن عثمان بن محمد عن طلحة بن عبیداللہ.[1]

بے شک امام حارثیؒ کی مسند ابی حنیفہؒ کے صحیح نسخوں میں یوں مذکور ہے کہ عثمان بن محمد نے یہ روایت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کی ہے۔

علاوہ ازیں امام حارثیؒ کی یہ مسند حافظ ابن حجرؒ کی مرویات میں سے ہے، اور انھوں نے دو طریقوں سے امام حارثیؒ تک اپنی سند ذکر کی ہے، چنانچہ ان کے ایک طریق میں حافظ ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) صاحب "تہذیب الکمال" جیسے محدث شہیر کا نام بھی آتا ہے۔[2]

نیز امام عمر بن فہد مکیؒ (م ۸۸۵ھ) نے بھی اپنی "معجم" میں اپنے کئی اساتذہ مثلاً محمد بن احمد بن الضیاء العمریؒ اور محمود بن احمد بن موسیٰ العنتابیؒ وغیرہ کے تراجم میں تصریح کی ہے کہ امام حارثیؒ کی مؤلفہ "مسند ابی حنیفہ" ان کی مرویات میں سے ہے۔[3]

افسوس کہ امام حارثیؒ جیسے بلند پایہ محدث بھی دیگر ائمہ احناف کی طرح بعض محدثین (جن کو ائمہ احناف سے خدا واسطے کا بیر ہے) کے تعصب کا شکار ہونے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض نے تو ان کو وضع حدیث کے ساتھ متہم کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ چنانچہ حافظ ابن الجوزیؒ نے حافظ ابوسعید رواسؒ سے نقل کیا ہے کہ یہ وضع حدیث کے ساتھ متہم تھا۔

امام عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان دونوں کو اس کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔ چنانچہ موصوف ان کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

عبداللہ بن محمد اکبر واجل من ابن الجوزی ومن ابی سعید

---

[1] الاصابہ (۱۶۸/۵)   [2] المعجم المفہرس (ص ۲۷۱)

[3] معجم الشیوخ (ص ۲۱۴، ۲۹۶) المطبوع دار الیمامہ السعودیہ

www.besturdubooks.wordpress.com

الرواس۔[1]

امام عبداللہ بن محمد حارثیؒ، حافظ ابن الجوزیؒ اور حافظ ابوسعید الرواسؒ دونوں سے (علم حدیث میں) بڑھ کر ہیں، اور ان سے زیادہ جلیل القدر ہیں۔

(۸) امام ابواحمد عبداللہ بن عدیؒ (م ۳۶۵ھ)

امام ابن عدیؒ حدیث اور فنِ جرح و تعدیل کی ایک نامور ہستی ہیں۔ حافظ ذہبیؒ ان کا ترجمہ ان الامام، الحافظ الکبیر اور احد الاعلام کے القاب سے شروع کرتے ہیں۔

حافظ سہمیؒ فرماتے ہیں کہ یہ ایک پختہ کار محدث تھے اور ان کے زمانہ میں ان کے پایہ کا کوئی محدث نہیں تھا۔

امام خلیلیؒ فرماتے ہیں، امام ابن عدیؒ حفظ حدیث اور جلالت شان میں اپنی کوئی نظیر نہیں رکھتے۔

حافظ احمد بن ابی مسلمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی طرح کوئی شخص نہیں دیکھا۔

امام موصوف نے فنِ جرح و تعدیل میں جو کتاب ''الکامل'' کے نام سے لکھی ہے، اس کی محدثین میں مقبولیت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ امام دارقطنیؒ کے شاگرد حافظ حمزہ سہمیؒ نے ایک دفعہ ان سے درخواست کی کہ آپ ضعفاء (ضعیف راویوں) پر ایک کتاب تصنیف کریں۔ امام دارقطنیؒ نے فرمایا، کیا تمہارے پاس ابن عدیؒ کی ''الکامل'' نہیں ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہے۔ فرمایا فیه کفایة لا یزاد علیه۔

یہ کتاب اس فن میں کافی ہے، اس پر مزید اضافہ نہیں ہوسکتا۔[2]

امام ابن عدیؒ فن جرح و تعدیل میں نمایاں مقام رکھنے کے باوجود اپنے مخالفین پر بے جا تنقید کرنے میں بڑے بے باک واقع ہوئے ہیں۔ احناف ان کے تعصب اور طعن و تشنیع کا خصوصی نشانہ بنے ہیں، یہاں تک کہ انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ پر بھی جرح کرنے سے دریغ نہیں کیا۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا نذیر احمد رحمانی اعظمیؒ غیر مقلد نے بھی امام موصوف کو متشدد اور متعصب قسم کا جارح قرار دیا ہے، اور انہوں نے امام اعظمؒ پر جو جرح کی ہے، اس کو مولانا رحمانیؒ نے

---

[1] الجواہر المضیئة (۱/۴۱)۔ [2] ان اقوال کے لیے دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۰۲)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کے تعنت کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام اعظم کی توثیق میں بحوالہ گزر رہا ہے۔
امام موصوف کا احناف کے بارے میں یہ متعصبانہ رویہ ان کے ابتدائی دور کا ہے، جب انہوں نے ''الکامل'' لکھی تھی۔ لیکن جب وہ مصر گئے اور وہاں سرخیل احناف امام ابو جعفر طحاوی (م ۳۲۱ھ) کی شاگردی اختیار کی اور ان کی صحبت کے نتیجے میں فقہ حنفی کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی تو پھر انہوں نے اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا، اور امام صاحبؒ اور دیگر احناف کے بارے میں انہوں نے جو سخت ریمارکس دیے تھے، اس کے کفارہ میں امام صاحبؒ کی ''مسند'' تصنیف کی۔

محدث ناقد علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وكان ابن عدي على بعده عن الفقه والنظر والعلوم العربية طويل اللسان في ابي حنيفة واصحابه، ثم لما اتصل بابي جعفر الطحاوي واخذ عنه تحسنت حالته يسيرا حتى الف مسندا في احاديث ابي حنيفة وهو يقول في صدر مسنده انه كان بين ابي حنيفة والثوري شئ وكان ابو حنيفة اكفهما لسانا.[1]

امام ابن عدیؒ نے نظر اور علم عربیہ سے دور رہنے کی وجہ سے امام ابو حنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے بارے میں زبان دراز تھے۔ پھر جب امام ابو جعفر طحاویؒ سے ملے اور ان سے اخذ علم کیا تو ان کی حالت قدرے اچھی ہو گئی، یہاں تک کہ امام ابو حنیفہؒ کی مسند تالیف کی۔ چنانچہ وہ اس مسند کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے درمیان کچھ رنجش تھی اور ان دونوں میں سے امام ابو حنیفہؒ زیادہ زبان کی حفاظت کرنے والے تھے۔

علامہ کوثریؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) نے اپنی کتاب ''الفہرست الاوسط'' میں امام اعظمؒ کی جن سترہ مسانید کو ذکر کر کے ان کے مولفین تک اپنی اسناد ذکر کی ہیں، ان میں امام ابن عدیؒ کی مؤلفہ ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے، اور ہم سے لے کر حافظ ابن طولونؒ تک ان مسانید کی اسانید ہماری کتاب ''التحریر الوجیز'' میں مذکور ہیں۔[2]

۱۔ تانیب الخطیب (ص ۱۶۹)۔ ۲۔ ایضاً (ص ۱۵۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

غازیٔ اسلام سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے برادر زادے اور ملک شام کے فرمانروا سلطان المعظم عیسیٰ بن ابوبکرؒ (م ۶۲۴ھ) نے علامہ خطیب بغدادیؒ کے رد میں جو کتاب لکھی ہے اس میں بھی انہوں نے امام ابن عدیؒ کی "مسند ابی حنیفہ" کا حوالہ دیا ہے۔[۱]

اسی طرح مورخ اسلام امام ابن العدیمؒ (م ۶۶۰ھ) نے بھی امام ابن عدیؒ کی مؤلفہ "مسند ابی حنیفہ" کا حوالہ دیا ہے۔[۲]

حافظ خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے بھی امام عدیؒ کی مسند ابی حنیفہ کی تخریج کی ہے اور ان تک اپنا اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[۳]

(۹) امام محمد بن مظفر بغدادیؒ (م ۳۷۹ھ)

امام موصوف ایک ثقہ محدث اور پختہ کار حافظ الحدیث ہیں۔ ان کے شرف کے لیے یہی کافی ہے کہ امام دارقطنیؒ، امام ابن شاہینؒ، امام ابونعیم اصفہانیؒ اور امام برقانیؒ جیسے حفاظ حدیث کو ان سے تلمذ پر فخر ہے۔

حافظ ذہبیؒ ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور ان کا تعارف ان الفاظ سے کراتے ہیں: الحافظ الامام الحجۃ محدث العراق۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

کان ابن المظفر فہما حافظا صادقا۔

امام ابن مظفر سمجھدار، حافظ الحدیث اور راست باز شخص تھے۔

محمد بن عمر داؤدیؒ کا بیان ہے کہ:

رایت الدارقطنی یعظم ابن المظفر ویجلہ ولا یستند بحضرتہ۔

میں نے امام دارقطنیؒ کو دیکھا کہ وہ امام محمد بن مظفرؒ کی اتنی تعظیم اور عزت کرتے تھے کہ ان کے سامنے تکیہ سے ٹیک تک نہیں لگاتے تھے۔

حافظ ذہبیؒ نے بحوالہ امام برقانیؒ لکھا ہے کہ امام دارقطنیؒ نے امام ابن مظفرؒ سے کئی ہزار حدیثیں لکھی ہیں۔

[۱] السہم المصیب فی کبد الخطیب (ص ۱۱۲) طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

[۲] بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۱/۲۷۱۰) [۳] جامع المسانید (۱/۷۲،۷۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

ان کے تحت کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امام اعظمؒ کی توثیق میں بحوالہ گزرا ہے۔
امام موصوف کا احناف کے بارے میں یہ متعصبانہ رویہ ان کے ابتدائی دور کا ہے، جب انہوں نے ''الکامل'' لکھی تھی۔ لیکن جب وہ مصر گئے اور وہاں سرخیل احناف امام ابوجعفر طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) کی شاگردی اختیار کی اور ان کی صحبت کے نتیجے میں فقہ حنفی کی صحیح تصویر ان کے سامنے آئی تو پھر انہوں نے اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا، اور امام صاحبؒ اور دیگر احناف کے بارے میں انہوں نے جو سخت ریمارکس دیے تھے، اس کے کفارہ میں امام صاحبؒ کی ''مسند'' تصنیف کی۔

محدث جلیل علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

وكان ابن عدي على بعده عن الفقه والنظر والعلوم العربية طويل اللسان في ابي حنيفة واصحابه، ثم لما اتصل بابي جعفر الطحاوي واخذ عنه تحسنت حالته يسيرا حتى الف مسندا في احاديث ابي حنيفة وهو يقول في صدر مسنده انه كان بين ابي حنيفة والثوري شيء وكان ابو حنيفة اكفهما لسانا.[1]

امام ابن عدیؒ فقہ، نظر اور علم عربیہ سے دور رہنے کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کے بارے میں زبان دراز تھے۔ پھر جب امام ابوجعفر طحاویؒ سے ملے اور ان سے اخذ علم کیا تو ان کی حالت قدرے اچھی ہو گئی، یہاں تک کہ امام ابوحنیفہؒ کی مسند تالیف کی۔ چنانچہ وہ اس مسند کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے درمیان کچھ رنجش تھی اور ان دونوں میں سے امام ابوحنیفہؒ زیادہ زبان کی حفاظت کرنے والے تھے۔

علامہ کوثریؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ حافظ ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) نے اپنی کتاب ''الفہرست الاوسط'' میں امام اعظمؒ کی جن سترہ مسانید کو ذکر کر کے ان کے مولفین تک اپنی اسناد ذکر کی ہیں، ان میں امام ابن عدیؒ کی مولفہ ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے۔ اور ہم سے لے کر حافظ ابن طولونؒ تک ان مسانید کی اسانید ہماری کتاب ''التحریر الوجیز'' میں مذکور ہیں۔[2]

---

[1] تانیب الخطیب: (ص ۱۶۹)
[2] ایضاً: (ص ۱۵۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

وجمع مسند ابی حنیفة۔[1]

حافظ محمد بن مظفرؒ نے مسند ابی حنیفہ کو جمع کیا ہے۔

امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے امام اعظمؒ کی مسانید میں امام موصوف کی مسند کی بھی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[2]

نیز حافظ خوارزمیؒ ان کی اس مسند کے تعارف میں لکھتے ہیں:

وھذا المسند الذی جمعه للامام ابی حنیفة، وھو المسند الثالث من مسانید ھذا الکتاب یدل علی نھایته فی علم الحدیث وحفظه وعلمه بالمتون والطرق۔ جزاہ اللّٰہ عن الاسلام خیرا۔[3]

امام ابن المظفرؒ نے امام ابوحنیفہ کی جو مسند جمع کی ہے، یہ اس کتاب (جامع المسانید) کی تیسری مسند ہے۔ اور یہ مسند اس بات کی دلیل ہے کہ امام ابن المظفرؒ حدیث کے علم، اور اس کے حفظ، اور اس کے متون وطرق کو جاننے میں نہایت بلند مرتبت تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تمام اہلِ اسلام کی طرف سے بہترین جزائے خیر نصیب کرے۔ آمین

واضح رہے کہ امام ابن مظفرؒ، امام طحاویؒ کے شاگرد ہیں اور انہوں نے ہی امام طحاویؒ سے "سنن شافعیؒ" کو روایت کیا ہے، جبکہ امام طحاویؒ اس سنن کو اپنے ماموں امام مزنیؒ کے واسطے سے امام شافعیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ حافظ ابن نقطہؒ (م ۶۲۹ھ) امام ابن مظفرؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وبمصر من احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی۔ سمع منه سنن الشافعی بروایته عن خاله اسماعیل بن یحیی المزنی۔[4]

انہوں نے مصر میں امام احمد بن محمد بن سلامہ طحاویؒ سے احادیث کا سماع کیا تھا نیز انہوں نے امام طحاویؒ سے سنن شافعی کی بھی سماعت کی تھی، جس کو امام طحاوی اپنے ماموں امام اسماعیل بن یحییٰ مزنیؒ سے (اور وہ امام شافعیؒ سے) ان کو

1۔ التقیید (۱/۱۰۳)۔ 3۔ جامع المسانید (۱/۷۰)۔
2۔ ایضاً (۲/۴۰۳)۔ 4۔ التقیید (۱/۱۱۲)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

روایت کرتے ہیں۔

حافظ سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) ابوالقاسم عبیداللہ مصری کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

فسمع مسند الشافعي من ابی الحسين بن المظفر الحافظ، عن الطحاوي، عن المزني عنه.[1]

انہوں نے حافظ ابوالحسین بن مظفرؒ سے، انہوں نے امام طحاویؒ سے، امام طحاویؒ نے امام مزنیؒ سے، اور انہوں نے امام شافعیؒ سے "مسند شافعیؒ" کا سماع کیا تھا۔

(۱۰) امام طلحہ بن محمد الشاہد بغدادیؒ (م ۳۸۰ھ)

امام طلحہؒ ایک جلیل القدر محدث، عظیم فقیہ، بلند پایہ مؤرخ اور علم قرأت کے علاوہ مشہور محدث امام دارقطنیؒ کے معاصر ہیں۔ انہوں نے علم حدیث کی تحصیل ابوالقاسم بغویؒ، احمد بن قاسمؒ، ابوبکر مقریؒ، ابوبکر بن ابی داؤد سجستانیؒ اور یحییٰ بن صاعدؒ وغیرہ جیسے حفاظ حدیث سے کی۔ جبکہ ان سے روایت کرنے والوں میں عمر بن ابراہیم فقیہ، ازہریؒ، ابومحمد الخلالؒ، عبدالعزیز بن علی ازجیؒ، علی بن حسن تنوخیؒ، اور علی بن حسن جوہریؒ اور دیگر کئی نامور محدثین شامل ہیں۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ان کے متعلق ارقام فرماتے ہیں:

طلحة بن محمد الشاهد بغدادي، مشهور في زمن الدارقطني، صحيح السماع.[2]

طلحہ بن محمد الشاہد بغدادیؒ، امام دارقطنیؒ کے زمانہ کے مشہور اور صحیح السماع محدث ہیں۔

نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

الشيخ، العالم، الأخباري، المؤرخ، ابوالقاسم البغدادي المقرئ.[3]

حافظ ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) ان کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان مقدم العدول والثقات الأثبات في زمانه، وصنف المسند لأبي حنيفة على حروف المعجم.[4]

۱۔ کتاب الانساب (۲۴۳/۴)
۲۔ لسان المیزان (۲۵۳/۳)۔
۳۔ سیر اعلام النبلاء (۳۹۸/۱۶)۔
۴۔ جامع المسانید (۲/۴۹۸)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

(۱۱) امام محمد بن ابراہیمؒ المعروف بہ "ابن المقریٔ" (م ۳۸۱ھ)

امام ابن المقریٔؒ حدیث اور قرأت وغیرہ علوم کے امام، اور اپنے زمانہ کے کبار اولیاء اللہ میں سے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز: محدث اصبہان، الامام الرحّال، الحافظ اور الثقہ کے القاب سے کیا ہے۔

ابن مردویہ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ، مامون اور صاحب اصول تھے۔

امام ابونعیم اصفہانیؒ فرماتے ہیں کہ یہ محدث کبیر، ثقہ، صاحب مسانید اور اس قدر کثیر المشائخ تھے کہ ان کے مشائخ کا شمار نہیں ہو سکتا، اور طلب حدیث میں انہوں نے اتنا زیادہ سفر کیا کہ ان کو "امام الرحّال" کہا جانے لگا۔

امام ابن المقریٔؒ کا خود اپنا بیان ہے کہ میں نے مشرق سے لے کر مغرب تک چار دفعہ سفر کیا ہے، اور میں دس مرتبہ بیت المقدس گیا، چالیس حج کیے اور پچیس ماہ مکہ مکرمہ کی مجاورت کی۔

امام حاکم نیشاپوریؒ فرماتے ہیں، امام ابن المقریٔؒ اپنے زمانہ میں قرأت کے امام تھے، اور ہم نے جتنے قراء دیکھے ہیں، ان میں یہ سب سے زیادہ عبادت گزار اور مستجاب الدعوات تھے۔

حافظ ذہبیؒ نے محدث ابونصر بن الحسنؒ کی زبانی ان کی ولایت کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:

> صاحب بن عباد معتزلی سے کسی نے پوچھا کہ آپ معتزلی ہو کر بھی امام ابن المقریٔؒ جیسے محدث سے کیوں محبت کرتے ہیں؟ اس نے کہا، دو وجہ سے۔ ایک اس لیے کہ وہ میرے والد کے دوست رہ چکے ہیں، دوسرے اس لیے کہ میں ایک دن سو رہا تھا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ تو سو رہا ہے اور اللہ کا ایک ولی تیرے دروازے پر کھڑا ہے۔ میں بیدار ہوا اور دربان سے کہا کہ دیکھو دروازے پر کون ہے؟ اس نے جواب دیا، ابوبکر بن المقری ہیں۔[1]

امام ابن المقریٔؒ جیسے علوم اسلامیہ کے سپوت اور عظیم ولی اللہ بھی ان مصنفین میں سے ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ کی مسانید لکھی ہیں۔ چنانچہ امام محمد بن مظفرؒ کے ترجمہ میں حافظ ابن حجر

[1] ان اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (ج ۳/ ۱۲۱) وشذرات (۳/ ۱۵۸)۔

عسقلانی کے حوالے سے امام ابن المقری کی مسند ابی حنیفہ کا تعارف گزر چکا ہے کہ ان کی مسند بھی امام ابن المظفر کی مسند ابی حنیفہ کی طرح صرف مرفوع احادیث پر مشتمل ہے۔

حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) امام ابن المقری کے ترجمہ میں تصریح کرتے ہیں:

وقد صنّف مسند ابی حنیفة.[1]

انہوں نے مسند ابی حنیفہ تصنیف کی ہے۔

حافظ سیوطی (م ۹۱۱ھ) ان کا تعارف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

صاحب المعجم الکبیر و مسند ابی حنیفة والاربعین.[2]

حافظ ابن نقطہ حنبلی (م ۶۲۹ھ) ان کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وجمع مسند ابی حنیفة.[3]

انہوں نے مسند ابی حنیفہ جمع کی ہے۔

نیز موصوف ابوالفتح منصور بن الحسین الثانی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

حدث عن ابی بکر ابن المقری معجم الشیوخ و کتاب المسند لابی حنیفة جمع ابن المقری ایضاً، حدث بهما عنه سعید بن ابی الرجاء الصیرفی.[4]

انہوں نے امام ابوبکر ابن المقری سے ان کی ''معجم شیوخ'' اور ان کی جمع کردہ ''مسند ابی حنیفہ'' کو روایت کیا ہے۔ جبکہ ان سے ان دونوں کتابوں کو سعید بن ابی الرجا صیرفی روایت کرتے ہیں۔

حافظ ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے ناصر بن محمد اصبہانی قطان (م ۵۹۳ھ) کے ترجمہ میں اپنے استاذ ابوالعلاء فرضی سے نقل کیا ہے کہ:

ان ناصر اسمع مسند ابی حنیفة لابن المقری و کتاب معانی الآثار للطحاوی من اسماعیل ابن الاخشید بسماعه للاول من ابن عبد الرحیم، وللکتاب الثانی من منصور بن الحسین عن ابن

---

[1] تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۲۱)۔
[2] طبقات الحفاظ (ص ۳۸۸)۔
[3] التقیید (۱/۱)۔
[4] ایضاً (۲/۲۹۰)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

المقری عنہ.[1]

ناصر قطانؒ نے امام ابن المقریؒ کی "مسند ابی حنیفہ" اور امام طحاویؒ کی "شرح معانی الآثار" کو اسماعیل بن الخشید سے سنا تھا، جب کہ اسماعیل بن الخشید پہلی کتاب (مسند ابی حنیفہ) کو ابن عبدالرحیمؒ سے اور وہ امام ابن المقریؒ سے روایت کرتے ہیں، اور دوسری کتاب (شرح معانی الآثار) کو وہ منصور بن حسینؒ سے، وہ امام ابن المقریؒ سے (اور وہ اس کو امام طحاویؒ سے) روایت کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اس مسند کا سماع امام احمد بن علی بن یوسف دمشقی المعروف بہ "ابن عبدالحق" (م ۸۰۲ھ) سے کیا تھا، اور حافظ موصوف نے اس مسند کے مؤلف (امام ابن المقریؒ) تک اپنا سلسلہ سند بھی ذکر کر دیا ہے۔[2]

امام سالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور علامہ محمد بن سلیمان مغربی (م ۱۰۹۴ھ) نے بھی اس مسند کو ذکر کر کے امام ابن المقریؒ تک اپنی اپنی اسانید ذکر کر دی ہیں۔[3]

حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے اس مسند کے رجال پر مستقل ایک کتاب تصنیف کی ہے، جیسا کہ ان کے شاگرد رشید حافظ سخاوی (م ۹۰۲ھ) نے تصریح کی ہے۔[4]

جب کہ علامہ شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) کی تصریح کے مطابق حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ نے امام ابن المقریؒ کی "مسند ابی حنیفہ" کو (ابواب پر) ترتیب بھی دیا ہے۔[5]

(۱۴) امام ابوالحسن علی بن عمر الدارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ)

امام دارقطنیؒ مشہور محدث اور بلند مرتبت حافظ الحدیث ہیں۔ ان کی تالیف "سنن الدارقطنی" حدیث کی ایک مشہور اور متداول کتاب ہے۔

حافظ ذہبیؒ ان کے ترجمے کا آغاز: الامام، شیخ الاسلام، حافظ الزمان اور الحافظ الشہیر جیسے

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۲۱/۳۰۶)۔

۲۔ المعجم المفہرس (ص ۲۸۴)؛ المجمع المؤسس للمعجم المفہرس (ص ۱۱۴)۔

۳۔ عقود الجمان (ص ۳۲۳، ۳۲۴)؛ صلۃ الخلف (ص ۲۷۸)۔

۴۔ الاعلان بالتوبیخ (ص ۱۱۵)۔ ۵۔ البدر الطالع (۲/۴۸)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

عظیم القاب سے کرتے ہیں۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) جو اُن کے تلامذہ میں سے ہیں، سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ نے امام دار قطنیؒ جیسا کوئی دوسرا شخص دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا، دار قطنیؒ نے خود اپنے جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا تو میں کیسے ان جیسا شخص دیکھ سکتا ہوں۔

نیز فرماتے ہیں کہ امام دار قطنیؒ حفظ و فہم حدیث اور تقویٰ میں یکتائے روزگار تھے، اور اس کے ساتھ ساتھ قراء اور نحویوں کے امام بھی تھے۔

امام ابو الطیب طبریؒ ان کو ''امیر المومنین فی الحدیث'' قرار دیتے ہیں۔[1]

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) امام موصوف کو درج ذیل القاب سے یاد کرتے ہیں:

وکان فرید عصرہ، وقریع دھرہ، ونسیج وحدہ، وامام وقتہ.[2]

امام دار قطنیؒ نے ''سنن'' کے علاوہ کئی اور شاہکار تصانیف بھی لکھی ہیں جن میں سے ایک مسند امام ابوحنیفہؒ بھی ہے۔ ان کی مؤلفہ ''مسند ابی حنیفہ'' مشہور مورخ و محدث علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) کے بھی زیر نظر رہی ہے اور انہوں نے جب دمشق کا سفر کیا تھا تو اس وقت بھی یہ مسند ان کے پاس تھی۔

علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

کان الخطیب نفسہ حینما رحل الی دمشق استصحب معہ مسند ابی حنیفۃ للدار قطنی و مسندہ لابن شاھین، و مسندہ للخطیب نفسہ.[3]

علامہ خطیب نے جب دمشق کا سفر کیا تھا تو اس وقت وہ امام دار قطنیؒ کی مسند ابی حنیفہ، امام ابن شاہینؒ کی مسند ابی حنیفہ اور خود اپنی مؤلفہ ''مسند ابی حنیفہ'' اپنے ساتھ لے کر گئے تھے۔

(۱۳) امام ابو حفص عمر بن احمد بغدادی المعروف بہ ''ابن شاہینؒ'' (م ۳۸۵ھ):

امام ابن شاہینؒ بھی ایک نامور محدث اور امام دار قطنیؒ کے معاصر ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمے کا آغاز: الحافظ، الامام، المفید، الکبیر، (کثیر الحدیث) اور محدث العراق کے القاب

[1] اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۳۲، ۱۳۳).

[2] تاریخ بغداد (۱۲/۳۴)

[3] تانیب الخطیب (ص ۱۵۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

سے کیا ہے۔

حافظ امیر بن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) ان کو ثقہ اور مامون قرار دیتے ہیں۔

حافظ ابن ابی الفوارسؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ اور مامون ہیں اور انہوں نے ایسی عمدہ کتب تصنیف کی ہیں جو کوئی نہیں کر سکا۔[1]

موصوف کی ان جملہ تصانیف میں سے ایک تصنیف "مسند ابی حنیفہ" بھی ہے۔ اور یہ مسند بھی علامہ خطیب بغدادیؒ کے زیر نظر رہی ہے۔ جیسا کہ قبل ازیں علامہ کوثریؒ کے حوالہ سے گزرا ہے کہ علامہ خطیبؒ جب دمشق گئے تھے تو ان کے پاس اپنی اور امام دار قطنیؒ اور امام ابن شاہینؒ کی مؤلفہ مسانید ابی حنیفہ بھی تھیں۔

(۱۴) امام محمد بن اسحاق المعروف بہ "ابن مندہؒ" (م ۳۹۵ھ)

امام ابن مندہؒ ایک نامور اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں، اور ان کا خاندانی تعلق بھی محدثین کے ایک مشہور خاندان سے ہے۔ امام ذہبیؒ ان کو: الامام، الحافظ الجوال اور محدث العصر جیسے عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں۔ نیز حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ میں کسی ایسے محدث کو نہیں جانتا جو ابن مندہؒ سے زیادہ طلب حدیث میں سفر کرنے والا اور ان سے بڑھ کر کثیر الحدیث ہو۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ابن مندہؒ حافظ اور ثقہ بھی تھے، اور ان کے شیوخ کی تعداد ستر وسو ہے۔ دیگر محدثین نے بھی ان کی بڑی تعریف کی ہے۔[2]

امام موصوف نے علوم حدیث میں بڑی عمدہ تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کی تصانیف میں سے ایک تصنیف "مسند ابی حنیفہ" بھی ہے جس کا نام "روایۃ لمسند ابی حنیفۃ" ہے۔ جیسا کہ امام موصوف کی کتاب "فتح الباب فی الکنی والالقاب" کے محقق شیخ نظر محمد الفاریابی نے اس کتاب کے مقدمہ میں اس کی تصریح کی ہے۔[3]

ترکی کے مشہور عالم ڈاکٹر فواد سیزگین کی تصریح کے مطابق اس مسند کا مخطوطہ پایا جاتا تھا۔

۱۔ ان اقوال کے لیے دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۲۹، ۱۳۰)

۲۔ دیکھئے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۰۶) و سیر اعلام النبلاء (۱۷/۲۸)

۳۔ فتح الباب فی الکنی والالقاب (ص ۸) طبع مکتبۃ الکوثر الریاض۔

میں موجود ہے۔[1]

(۱۵) امام احمد بن عبداللہ ابو نعیم اصفہانیؒ (م ۴۳۰ھ)

امام ابو نعیم اصفہانیؒ، جو ایک ثقہ حافظ الحدیث، عظیم القدر صوفی اور مشہور صاحب التصانیف بزرگ ہیں، حافظ ذہبیؒ ان کو الحافظ الکبیر اور محدث العصر کہہ کر ان کے ترجمے کا آغاز کرتے ہیں۔ نیز لکھتے ہیں کہ یہ ۳۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۳۴۲ھ میں، جب ان کی عمر صرف چھ سال تھی، ان کو دنیا بھر کے مشائخ سے اجازتِ حدیث مل چکی تھی۔

پھر ذہبیؒ مختلف بلاد کے متعدد مشائخ حدیث (جنہوں نے امام اصفہانیؒ کو اجازتِ حدیث دی تھی) کے نام گنانے کے بعد لکھتے ہیں:

موصوف پوری دنیا میں ان مشائخ سے اجازتِ حدیث حاصل کرنے میں منفرد ہیں، جیسا کہ ان کو محدثین کی ایک خلق سے سماعِ حدیث میں انفرادیت حاصل ہے۔ اور حفاظِ حدیث ان کے علم، حفظِ حدیث اور علوِ سند کی وجہ سے ان کے آستانہ کی طرف رحلتِ سفر باندھتے رہے ہیں۔

امام حمزہ بن عباس علویؒ فرماتے ہیں کہ اصحابِ حدیث کا یہ کہنا ہے کہ حافظ ابو نعیمؒ کی زندگی کے آخری چودہ سال ایسے تھے کہ دنیا میں ان کا کوئی ہم مثل نہیں تھا اور مشرق تا مغرب کوئی ایسا محدث نہیں پایا جاتا تھا جو ان سے زیادہ عالی السند اور ان سے بڑھ کر حافظ الحدیث ہو۔[2]

ان سب علمی کمالات کے ساتھ موصوف ایک زبردست صاحب التصانیف بھی تھے۔ ان کی کتاب "حلیۃ الاولیاء" کے بارے میں کہا گیا ہے کہ:

لم یصنف مثل کتابہ حلیۃ الاولیاء.

ان کی کتاب "حِلْيَةُ الْأَوْلِيَاءِ" کی طرح اس موضوع پر کوئی کتاب نہیں لکھی گئی۔

---

[1] تاریخ التراث العربی (۱/۲۰۹، ۲/۳۲) طبع ادارۃ الثقافۃ والنشر بجامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیۃ السعودیۃ۔

[2] یہ اقوال کے لیے دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۹۵، ۱۹۶) ۔ ۔ ۔ ۳۲ ۔ تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۹۵)

ان کی دیگر تصانیف میں سے امام اعظمؒ کی مسند بھی ہے۔ چنانچہ مورخ شام امام ابن العدیمؒ (م ۶۶۰ھ) ایک حدیث کی تحقیق میں رقم طراز ہیں:

ومسنده الذى جمعه ابو نعيم الحافظ.[1]

امام ابوحنیفہؒ کی مسانید میں سے ایک مسند جس کو امام ابونعیم الحافظؒ نے جمع کیا ہے، اس میں بھی یہ حدیث ہے۔

حافظ خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے امام صاحبؒ کی مسانید میں امام اصفہانی کی "مسند ابی حنیفہ" کی بھی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[2]

اسی طرح امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے بھی اس مسند کو ذکر کر کے امام ابونعیم تک اپنی سند ذکر کردی ہے۔[3]

علامہ عبدالرشید نعمانی کے صاحبزادے مولانا ڈاکٹر عبدالشہید نعمانی نے امام اصفہانی کی مسند ابی حنیفہ پر ڈاکٹریٹ (Ph.D) کی ڈگری حاصل کی ہے، اور یہ کتاب ان کی تحقیق کے ساتھ چھپ چکی ہے۔

(۱۲) امام ابوعمر احمد بن محمد الکلاعی المقریؒ (م ۴۳۲ھ)

یہ محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فن قرأت کے بھی ایک بلند پایہ امام ہیں۔ انہوں نے حدیث کی سماعت ابوالمطرف القنازعیؒ، قاضی یونس بن عبداللہؒ، ابومحمد ابن حزمؒ، اور مکی بن ابی طالبؒ وغیرہ محدثین سے کی ہے۔

علامہ ابن بشکوالؒ "کتاب الصلۃ" میں ان کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

كان مقرئاً فاضلاً ورعاً عالماً بالقراءات ووجوهها ضابطاً لها.[4]

امام کلاعیؒ قرأت کے مدرس، صاحب فضیلت، پرہیزگار، قرأت اور ان کے طرق کے عالم اور ضابط تھے۔

۱۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۶/۱۰/۲۷)

۲۔ جامع المسانید (۱/۷۲) ۳۔ تحریر ایمان (ص ۴۴۳، ۴۵۰)

۴۔ کتاب الصلۃ (۱/۴۸) بحوالہ مکانۃ الامام ابی حنیفہ بین المحدثین (ص ۲۸۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

امام موصوف نے بھی امام اعظمؒ کی مسند تالیف کی ہے۔

حافظ خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے مسانید امام اعظمؒ میں ان کی مؤلفہ مسند ابی حنیفہ کی بھی تخریج کی ہے، اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[1]

امام محمد بن یوسف صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے، اور انہوں نے امام کلاعی تک اپنی سند بھی ذکر کر دی ہے۔[2]

(۱۷) امام علی بن محمد بن حبیب المعروف الماورديؒ (م ۴۵۰ھ)

یہ شافعی المذہب فقیہ اور علامہ خطیب بغدادیؒ وغیرہ محدثین کے استاذ ہیں۔ علامہ خطیبؒ نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے:

کتبت عنه و کان ثقة۔[3]

میں نے ان سے حدیث لکھی ہے اور یہ ثقہ تھے۔

موصوف صاحب تصانیف کثیرہ ہیں، اور ان کی تصانیف میں سے ایک ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے۔[4]

(۱۸) امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادیؒ (م ۴۶۳ھ)

علامہ خطیب بغدادیؒ کو علوم حدیث اور تاریخ اسلام میں جو مقام حاصل ہے، وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز الحافظ الکبیر، الامام محدث الشام والعراق اور صاحب التصانیف کے القاب سے کیا ہے۔[5]

ان کی تصنیف ''تاریخ بغداد'' تاریخ اسلام کی ایک مشہور اور متداول کتاب ہے۔ انہوں نے علوم حدیث میں بھی کئی تصانیف اپنی علمی یادگار چھوڑی ہیں۔ ان کی جملہ کتب میں سے ایک ''مسند ابی حنیفہ'' بھی ہے، جیسا کہ امام دارقطنیؒ کے تعارف میں بحوالہ امام زاہد الکوثریؒ گزرا ہے۔

(۱۹) امام عبداللہ بن محمد الانصاری الہرویؒ (م ۴۸۱ھ)

یہ میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے

[1] جامع المسانید (۱/۷۷)
[2] عقود الجمان (ص ۳۳۹)۔
[3] تاریخ بغداد (۱۲/۱۰۲)۔
[4] کشف الظنون (۲/۱۶۸۰)۔
[5] تذکرۃ الحفاظ (۳/۲۲۱)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہونے کا شرف رکھتے ہیں، اور ان کا شمار اپنے زمانے کے نامور محدثین وحفاظ حدیث اور کبار اولیاء اللہ میں ہوتا ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے ان کا بڑا شاندار اور مبسوط ترجمہ لکھا ہے، جس کے آغاز میں انہوں نے ان کو ان القاب سے یاد کیا ہے، شیخ الاسلام، الحافظ، الامام، الزاہد۔

نیز ذہبیؒ ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان سيفا مسلولا على المخالفين وجذعا في اعين المتكلمين وطود في السنة لا يتزلزل وقد امتحن مرات.

یہ اپنے مخالفین کے لیے ننگی تلوار، متکلمین کی نظروں میں شہتیر، اور سنت پر مضبوطی سے جمنے والے تھے۔ اگرچہ کئی مرتبہ آزمائشوں میں مبتلا ہوئے، لیکن اپنے موقف سے نہیں ہٹے۔

دیگر کئی محدثین نے بھی ان کی زبردست الفاظ میں توثیق وتعریف کی ہے۔[1]

موصوف حنبلی المسلک ہیں، اور ان کا شمار فقہ حنبلی کے غالی علماء میں ہوتا ہے۔ ان کا یہ شعر ہے:

انا حنبلي ما حييت وان امت
فوصيتي للناس ان يتحنبلوا[2]

میں جب تک زندہ ہوں، حنبلی ہوں اور جب میں مر جاؤں تو لوگوں کو میری وصیت ہے کہ وہ بھی حنبلی ہو جائیں۔

امام موصوف نے حنبلی المسلک ہونے کے باوجود امام اعظمؒ کی احادیث کو قابل اعتناء سمجھا اور ان کو مسند کی صورت میں جمع کر دیا۔ ان کی جمع کردہ مسند ابی حنیفہؒ کا نام "جمع احادیث ابی حنیفہ" ہے۔

امام ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) اس مسند کو ان سے بدو واسطوں سے روایت کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ نصر بن سیار کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

۱۔ دیکھیے: تذکرۃ الحفاظ (۳/۱۱۸۳ تا ۱۱۹۵)

۲۔ ایضاً

www.besturdubooks.wordpress.com

سمعت منه الترمذی بروایته عن القاضی ابی عامر الجراحي عن المحبوبی عنه، وكتاب الاحاديث التي رواها ابو حنيفة رضی اللّٰہ عنه جمع عبد اللّٰہ بن محمد الانصاری لجده القاضی صاعد بروایته عنه.[1]

میں نے ان سے "سنن الترمذی" کا سماع کیا تھا، جس کو یہ قاضی ابوعامر الجراحی سے، وہ امام محبوبی سے، اور وہ امام ترمذیؒ سے روایت کرتے ہیں۔ اسی طرح میں نے ان سے امام عبداللہ بن محمد انصاریؒ کی جمع کردہ کتاب "احادیث الامام ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ" کا سماع بھی کیا تھا، جس کو وہ اپنے دادا قاضی صاعدؒ سے اور وہ امام عبداللہ بن محمد انصاریؒ سے روایت کرتے ہیں۔

(۲۰) امام حسین بن محمد بن خسرو بلخیؒ (م ۵۲۲ھ)

امام موصوف ایک جلیل القدر فقیہ اور کثیر الحدیث محدث ہیں۔ انہوں نے علم حدیث کی تحصیل امام حمیدیؒ وغیرہ جیسے محدثین سے کی ہے۔ جبکہ ان سے شرف تلمذ رکھنے والوں میں حافظ ابن عساکرؒ اور حافظ ابن الجوزیؒ وغیرہ مشہور اور اجلہ محدثین بھی ہیں۔

حافظ ابوسعد سمعانیؒ (م ۵۶۳ھ) "ذیل تاریخ بغداد" میں ان کو "مفید بغداد" قرار دیتے ہوئے ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

سمع الكثير من شيوخه: الحميدی، ومالك البانياسی، وابو الغنائم بن ابی عثمان، وطراد، وعبدالواحد بن فهد العلاف، وجمع كثير.[2]

انہوں نے اپنے شیوخ: حمیدیؒ، مالک البانیاسیؒ، ابوالغنائم بن ابی عثمانؒ، طرادؒ، عبدالواحد بن فہد العلافؒ اور دیگر بہت سے محدثین سے بکثرت احادیث کا سماع کیا ہے۔

حافظ ابن النجارؒ (م ۶۴۳ھ) ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

---

[1] التحبیر فی المعجم الکبیر للسمعانی (۲/۲۵۴)، الجواہر المضیئہ (۲/۱۹۵)۔

[2] لسان المیزان (۲/۳۵۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

فقیہ اهل العراق ببغداد في وقته، سمع الکثیر واکثر عن اصحاب ابی علی بن شاذان وابی القاسم بن بشران، روی لنا عنه ابن الجوزی.[1]

یہ اپنے وقت میں پورے اہل عراق کے فقیہ اور کثیر السماع محدث ہیں۔ اور یہ ابوعلی بن شاذانؒ اور ابوالقاسم بن بشرانؒ کے اصحاب سے بہت زیادہ احادیث روایت کرتے ہیں، جب کہ ہمیں حافظ ابن الجوزیؒ نے ان سے احادیث روایت کی ہیں۔

حافظ ذہبیؒ ارقام فرماتے ہیں:

محدث مکثر، اخذ عنه ابن عساکر.[2]

یہ کثیر الحدیث محدث ہیں، ان سے حافظ ابن عساکرؒ نے اخذِ علم کیا ہے۔

نیز ذہبیؒ ان کے متعلق لکھتے ہیں:

ابن خسرو المحدث العالم، مفید اهل بغداد... الحنفي، جامع مسند ابی حنیفة.[3]

ذہبیؒ نے امام موصوف کی "مسند ابی حنیفہ" کا تذکرہ ابوالفرج ابراہیم بن احمد دمشقی کے ترجمہ میں بھی کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

وسمع منه المحدث عمر بن بدر الموصلي مُسند ابی حنیفة روایة البلخي.[4]

ابوالفرج دمشقیؒ سے محدث عمر بن بدر موصلیؒ نے امام ابن خسروؒ کی روایت کردہ "مسند ابی حنیفہ" کا سماع کیا تھا۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) موصوف کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

سمع الکثیر، وهو جامع المسند لابی حنیفة رضی الله عنه.[5]

۱۔ الجواہر المضیہ (۲۸۸/۱)　　۲۔ لسان المیزان (۲۵۲/۲)
۳۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۳۷۳۷)　　۴۔ الجواہر المضیہ (۳۳/۱)
۵۔ الجواہر المضیہ (۳۳/۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

انہوں نے بہت زیادہ احادیث کا سماع کیا تھا، اور یہ "مسند ابی حنیفہ" کے جامع ہیں۔

حافظ ابن النجارؒ فرماتے ہیں:

وجمع مسند ابی حنیفۃ.[1]

انہوں نے مسند ابی حنیفہ کو جمع کیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ان کی اس مسند کے تعارف میں لکھتے ہیں:

والمسند الذی خرجہ الحسین بن محمد بن خسرو من حدیث الامام ابی حنیفۃ.[2]

وہ مسند جس کی تخریج امام حسین بن محمد بن خسروؒ نے امام ابو حنیفہؒ کی احادیث سے کی ہے۔

حافظ موصوف نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ:

وفی کتابہ زیادات علی ما فی کتابی الحارثی وابن المقری.[3]

ان کی "مسند ابی حنیفہ" میں حافظ حارثیؒ اور حافظ ابن المقریؒ کی مسانید ابی حنیفہ سے زیادہ احادیث ہیں۔

نیز حافظ موصوف ایک راوی کی تحقیق میں امام ابن خسروؒ کی "مسند ابی حنیفہ" سے استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وجزم الحافظ ابو عبداللہ بن خسرو فی مسند ابی حنیفۃ بان بلال بن ابی بلال النصیبی ھو بلال الراوی عن وھب بن کیسان.[4]

حافظ الحدیث ابو عبداللہ بن خسروؒ نے "مسند ابی حنیفہ" میں یقین سے یہ کہا ہے کہ بلال بن ابی بلال النصیبیؒ سے مراد وہ بلال ہیں جو وہب بن کیسانؒ سے روایت کرتے ہیں۔

امام ابن العدیمؒ (م ۶۶۰ھ) نے بھی امام ابن خسروؒ کی "مسند ابی حنیفہ" کا حوالہ دیا ہے۔[5]

۱۔ جامع المسانید (۲/۴۲۵) ۲۔ تعجیل المنفعۃ (ص ۱۰)

۳۔ ایضاً (ص ۱۹) ۴۔ ایضاً (ص ۱۹)

۵۔ بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب (۶/۲۷۱۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ ابوالمحاسن حسینیؒ (م ۷۶۵ھ) نے اپنی کتاب "التذکرۃ" میں دس کبار ائمہ کی کتب حدیث کے رجال کے حالات لکھے ہیں، اس میں انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی جس مسند کا انتخاب کیا ہے وہ حافظ ابن خسروؒ کی یہ مسند ابی حنیفہ ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ارقام فرماتے ہیں:

واما الذی اعتمد الحسینی علی رجاله فهو مسند ابی خسرو۔[1]

حافظ حسینیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی مسانید میں سے جس مسند کے رجال پر اعتماد کیا ہے، وہ امام ابن خسروؒ کی "مسند ابی حنیفہ" ہے۔

واضح رہے کہ حافظ ابن خسروؒ نے اپنی اس "مسند ابی حنیفہ" کی تخریج بھی لکھی ہے جو دو جلدوں میں ہے۔[2]

اسی طرح امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) نے بھی امام اعظم کی مسانید میں حافظ ابن خسروؒ کی مسند ابی حنیفہ کی بھی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[3]

اسی طرح امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) اور امام محمد بن سلیمان مغربیؒ (م ۱۰۹۴ھ) نے بھی اس مسند کو ذکر کر کے امام ابن خسروؒ تک اپنی اپنی سند ذکر کردی ہے۔[4]

مشہور محدث حافظ خلیل بن کیکلدیؒ (م ۷۶۱ھ) نے اپنے شیوخ میں سے زینب بنت احمد مقدسیہؒ (م ۷۴۰ھ) اور قاسم بن مظفرؒ (م ۷۲۳ھ) سے اس کتاب کا سماع کیا تھا۔[5]

نیز یہ مسند علامہ محمد شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) کی مرویات میں سے بھی ہے، اور انہوں نے امام ابن خسروؒ تک اس مسند کی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[6]

(۲۱) امام محمد بن عبدالباقی انصاریؒ المعروف بہ قاضی المرستان (م ۵۳۵ھ)

یہ حضرت کعب بن مالک انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ ان کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں:

۱۔ ایضاً (ص ۱۹)
۲۔ جامع المسانید (۱/۷)
۳۔ حدیقۃ العارفین (۱/۲۱۲)
۴۔ عقود الجمان (ص ۳۲۸)؛ خلاصۃ المنتقل المیمین (ص ۱۴۸)
۵۔ معجم شیوخ العلائی (۱/۴۴۲، ۲/۴۱، ۴۰۴) طبع مکتبۃ العلوم والحکم المدینۃ المنورۃ
۶۔ اتحاف الاکابر باسناد الدفاتر (ص ۴۹) طبع دار ابن حزم بیروت

www.besturdubooks.wordpress.com

قاضي المرستان الشيخ، الامام، العالم المتفنن، الفرضي المعدل، مسند العصر.[۱]

نیز لکھتے ہیں:

وروى الكثير وشارك في الفضائل وانتهى اليه علو الاسناد، وحدث وهو ابن عشرين سنة في حياة الخطيب.[۲]

انہوں نے بکثرت احادیث کی روایت کی ہے، اور متعدد فضائل ان کو حاصل ہیں۔ نیز علو اسناد ان پر ختم تھا اور انہوں نے بیس سال کی عمر میں ہی (اپنے شیخ) علامہ خطیب بغدادی کی حیات میں حدیث بیان کرنا شروع کر دی تھی۔

حافظ ابو سعد سمعانی، جو ان کے شاگرد ہیں فرماتے ہیں:

ما رأيت اجمع للفنون منه.[۳]

میں نے ان سے زیادہ فنون کا جامع کوئی شخص نہیں دیکھا۔

نیز ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

اشهر من ان يذكر. سمعت منه الكثير، وحدث عن شيوخ له لم يحدث عنهم احد في عصره.[۴]

یہ اتنے زیادہ مشہور ہیں کہ ان کا تذکرہ کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ میں نے ان سے بکثرت حدیث کا سماع کیا ہے، اور انہوں نے ایسے شیوخ سے روایت کی ہے جن سے ان کے زمانے میں کسی نے روایت نہیں کی۔

حافظ ابن نقطہ حنبلیؒ (م ۶۲۹ھ) بحوالہ ''تاریخ ابن شافع'' ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهو شيخ اهل العلم واسند من على وجه الارض واسنّ عالم نعرفه.[۵]

یہ اہل علم کے شیخ ہیں، اور روئے زمین پر سب سے عالی السند ہیں، اور ہم جن علماء

۱۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۴۸۷۵)

۲۔ ایضاً

۳۔ کتاب الانساب (۲۲۳/۲)

۴۔ ایضاً

۵۔ التقیید (۱/۴۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

کو جانتے ہیں ان میں یہ سب سے زیادہ معمر ہیں۔

حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں کہ انہوں نے ۹۳ سال کی عمر پائی اور اس عمر میں بھی ان کے ہوش وحواس اور عقل میں تغیر نہیں آیا۔[1]

امام موصوف بھی ان محدثین میں سے ہیں جنہوں نے امام اعظمؒ کی احادیث کو مسند کی صورت میں جمع کیا ہے۔ چنانچہ امام ابوالمؤید خوارزمیؒ (م ۶۶۵ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وهو جمع مسند الابی حنيفة.[2]

انہوں نے مسند ابی حنیفہ کو جمع کیا ہے۔

امام خوارزمیؒ نے "مسانید امام اعظمؒ" میں ان کی "مسند ابی حنیفہ" کی بھی تخریج کی ہے اور ان تک اپنی اسناد بھی ذکر کر دی ہے۔[3]

امام صالحیؒ (م ۹۴۲ھ) نے جن سترہ مسانید کو ذکر کر کے ان کے مؤلفین تک اپنی اسانید ذکر کی ہیں، ان میں یہ مسند بھی شامل ہے۔[4]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے اگرچہ امام ابن خسرو بلخیؒ کے ترجمہ میں مذکورہ "مسند ابی حنیفہ" کا امام ابن عبدالباقیؒ کی تالیف ہونے سے انکار کیا ہے، لیکن ان ہی کے تلمیذ رشید حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) اس کو ثابت مانتے ہیں اور وہ اس مسند کے راوی بھی ہیں۔ چنانچہ علامہ زاہد الکوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ارقام فرماتے ہیں:

تلميذه السخاوى يرويه عن التدمرى، عن الميدومى، عن النجيب، عن ابن الجوزى، عن الجامع قاضى المرستان.[5]

حافظ ابن حجرؒ کے شاگرد حافظ سخاویؒ اس "مسند ابی حنیفہ" کو امام تدمریؒ سے، وہ امام میدومیؒ سے، وہ امام نجیبؒ سے، وہ حافظ ابن الجوزیؒ سے اور وہ قاضی المرستان (امام محمد بن عبدالباقیؒ) سے روایت کرتے ہیں۔

۱۔ البدایۃ والنہایۃ (۲۵۹/۸)

۲۔ جامع المسانید (۴۲۳/۲)

۳۔ ایضاً (۷۱/۱)

۴۔ عقود الجمان (ص ۳۲۵)

۵۔ مقدمہ واصول القدر (ص ۲۴) للامام الکوثریؒ

www.besturdubooks.wordpress.com

(۲۲) امام ابوالقاسم علی بن حسن المعروف بہ ابن عساکر دمشقی (م ۵۷۱ھ)

امام ابن عساکرؒ حدیث اور تاریخ اسلام کی ایک عظیم اور مشہور شخصیت ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا مبسوط ترجمہ لکھا ہے اور ان کو الامام، الحافظ الکبیر، محدث الشام، فخر الائمہ، اور ثقۃ الدین جیسے بلند ین القاب سے یاد کیا ہے۔[1]

نیز ذہبیؒ نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

وكان فهما حافظا متقنا ذكيا بصيرا بهذا الشان.[2]

امام ابن عساکرؒ سمجھدار، حافظ الحدیث، پختہ کار محدث اور علم حدیث میں بصیرت رکھنے والے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

ولا كان له نظير في زمانه[3]

ان کی نظیر ان کے زمانے میں کوئی نہیں ملتی۔

حافظ ذہبیؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ ان کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد سولہ سو سے زائد ہے۔[4]

ان کی تصنیف ''تاریخ دمشق'' تاریخ اسلام کی ایک مایہ ناز کتاب ہے، اور بقول ذہبیؒ سولہ ہزار اوراق پر مشتمل ہے۔[5] اب یہ کتاب مطبوعہ ہے۔

علم حدیث میں بھی ان کی متعدد تصانیف ہیں، جن میں سے ایک ''مسند ابی حنیفۃ و مکحول'' بھی ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے اپنی اسناد کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ اور امام مکحول شامیؒ کی احادیث ذکر کی ہیں۔ یہ کتاب ان کی عمدہ تصانیف میں شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے ان کی تصانیف کے تعارف میں عنوان قائم کیا ہے: ''ومن تواليف ابن عساكر اللطيفة'' (حافظ ابن عساکرؒ کی تالیفات میں سے جو عمدہ کتابیں ہیں)۔ پھر ذہبیؒ نے اس کے ذیل میں ان کتب کی جو فہرست دی ہے اس میں انہوں نے ''مسند ابی حنیفۃ و مکحول'' کو بھی شمار کیا ہے۔[6]

۱۔ تذکرۃ الحفاظ (۸۲/۴)۔ ۲۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۵۱۳۹)۔
۳۔ ایضاً ۴۔ ایضاً
۵۔ ایضاً ۶۔ ایضاً

www.besturdubooks.wordpress.com

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبیؒ کے نزدیک ''مسند ابی حنیفہ دکحول'' حافظ ابن عساکرؒ کی عمدہ تصانیف میں سے ہے۔

اسی طرح امام صلاح الدین صفدیؒ (م ۷۶۴ھ) نے بھی امام ابن عساکرؒ کے ترجمہ میں ان کی اس مسند کا تذکرہ کیا ہے۔[1]

(۲۳) امام علی بن احمد مکی رازیؒ (م ۵۹۸ھ)

موصوف حنفی محدث ہیں۔ حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے، جس کا آغاز: الامام، حسام الدین کے القاب سے کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ انہوں نے ''مختصر القدوری'' کی شرح ''خلاصۃ الدلائل فی تنقیح المسائل'' کے نام سے لکھی ہے۔ اور یہ فقہ میں وہ کتاب ہے کہ جو میں نے حفظ کی ہے، اور میں نے اس میں مندرجہ احادیث کی ایک ضخیم جلد میں تخریج کی ہے، اور اس پر شرح بھی لکھی ہے۔[2]

ترکی کے عالم فاضل ڈاکٹر فواد سیزگین نے تصریح کی ہے کہ امام علی بن احمد رازیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی مسند بھی لکھی ہے، اور اس کا قلمی نسخہ سرائے احمد ثالث کے مکتبہ میں محفوظ ہے۔[3]

(۲۴) امام موسیٰ بن زکریا الحصکفیؒ (م ۶۵۰ھ)

یہ صدر الدین کے لقب سے مشہور ہیں، اور حدیث وفقہ میں بلند پایہ مقام کے حامل تھے۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

الامام العلامة صدر الدين.[4]

حافظ قرشیؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ امام ترمذیؒ سے ان کی ''کتاب الشمائل'' صرف چھ واسطوں سے روایت کرتے ہیں۔[5]

ان سے متعدد ائمہ نے روایت حدیث کی ہے جن میں سے حافظ دمیاطیؒ بھی ہیں، اور حافظ موصوف نے ان کا اپنی ''معجم شیوخ'' میں تذکرہ بھی کیا ہے۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ بھی ایک واسطے سے ان کے شاگرد ہیں۔[6]

۱۔ الوافی بالوفیات (۲۱۴/۲۰)
۲۔ الجواہر المضیئہ (۳۵۳/۱)
۳۔ تاریخ التراث العربی (۴۳/۳)
۴۔ الجواہر المضیئہ (۱۸۶،۱۸۵/۲)
۵۔ ایضاً
۶۔ ایضاً

www.besturdubooks.wordpress.com

علامہ ابن العدیمؒ (م ۶۶۰ھ) نے "تاریخ حلب" میں ان کے تذکرہ میں تصریح کی ہے کہ یہ مصر میں کئی علاقوں کے قاضی رہے، اور متعدد مدارس میں تدریس کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ ان کا انتقال ۶۵۰ھ میں قاہرہ میں ہوا اور حضرت سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا کے جوار میں مدفون ہوئے۔[1]

انہوں نے بھی امام اعظمؒ کی مسند تالیف کی تھی، جس کو انہوں نے امام صاحبؒ کے شیوخ پر ترتیب دیا تھا۔ پھر علامہ محمد عابد سندھیؒ (م ۱۲۵۷ھ) نے اس مسند کو فقہی ابواب پر مرتب کیا، اور یہ مسند اب علامہ سندھیؒ کی ترتیب کے ساتھ مطبوعہ ہے۔

مجدد قرن العاشر ملا علی قاریؒ (م ۱۰۱۴ھ) نے اس کی شرح بنام "سند الانام فی شرح مسند الامام" لکھی ہے۔ اسی طرح علامہ محمد حسن سنبھلیؒ (م ۱۳۰۵ھ) نے بھی اس کی شرح "تنسیق النظام فی مسند الامام" کے نام سے لکھی ہے اور یہ دونوں شرحیں مطبوعہ ہیں۔

(۲۵) امام ابوعلی حسن بن محمد البکریؒ (م ۶۵۶ھ)

موصوف ایک جلیل المرتبت محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز ان القاب سے کیا ہے: الشیخ، الامام، المحدث، المفید، الرحال، المسند، جمال المشائخ، صدر الدین۔[2]

یہ عظیم الالقاب محدث بھی امام اعظمؒ کی مسانید لکھنے والوں میں شامل ہیں۔ جیسا کہ امام زاہد الکوثریؒ نے تصریح کی ہے، اور انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ مشہور محدث حافظ ابن طولونؒ نے "الفہرست الاوسط" اس مسند کی بھی اسناد مصنف تک ذکر کردی ہے۔[3]

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) بھی اس مسند کو روایت کرنے والوں میں سے ہیں، اور انہوں نے امام بکریؒ تک اپنی اسناد بھی نقل کردی ہے۔[4]

امام محمد بن یوسف صالحیؒ نے بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے اور امام البکریؒ تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[5]

۱۔ ایضا
۲۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۵۸۹۲)
۳۔ تانیب الخطیب (ص ۱۵۶)
۴۔ المعجم المفہرس (ص ۲۶۳)
۵۔ عقود الجمان (ص ۳۶۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

اسی طرح علامہ جمال الدین قاسمی دمشقیؒ (م ۱۳۳۲ھ) نے بھی اس مسند کا ذکر کیا ہے، اور تصریح کی ہے کہ علامہ محمد بن سلیمان مغربیؒ (م ۱۰۹۴ھ) نے اپنے ثبت "صلۃ الخلف" میں امام ابوحنیفہؒ کی جن چار مسانید کی اسانید اپنے سے لے کر ان کے مؤلفین تک ذکر کی ہیں، ان چار مسانید میں سے ایک امام ابوعلی البکریؒ کی تالیف کردہ "مسند ابی حنیفہ" بھی ہے۔[1]

(۲۶) امام محمد بن محمد بن محمد بن عثمان بلخی بغدادیؒ (م ۶۵۴ھ)

یہ جلیل القدر حنفی فقیہ اور عظیم محدث ہیں۔ ان کا لقب "النظام" ہے اور یہ اپنے اس لقب سے مشہور ہیں۔ انہوں نے طلب حدیث میں بخارا، سمرقند، رَے، اور حلب وغیرہ متعدد مقامات کی طرف سفر کیا، اور وہاں کے اَجِلّہ محدثین: المؤید الطوسیؒ، مسعود بن مودود الاستر آبادیؒ اور محمد بن عبدالرحیم القاضیؒ وغیرہ سے حدیث کا سماع کیا۔ جبکہ ان کے تلامذہ میں کئی نامور محدثین ہیں، جن میں سے مشہور محدث حافظ دمیاطیؒ بھی ہیں۔ حافظ دمیاطیؒ نے ان کو اپنی "معجم شیوخ" میں بھی ذکر کیا ہے۔[2]

حافظ ذہبیؒ ان کو "مفتی الحنفیہ" قرار دیتے ہیں اور ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ انہوں نے "صحیح مسلم" کا درس دیا ہے۔[3]

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) ان کے صاحبزادے عبدالوہاب کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

ابوہ من کبار الفقہاء الحنفیۃ۔[4]

ان کے والد (امام محمدؒ) کبار فقہائے احناف میں سے تھے۔

انہوں نے بھی امام ابوحنیفہؒ کی مسند لکھی ہے، جس کا نام "جزء ابی حنیفہ" ہے۔ حافظ عبدالقادر قرشیؒ نے اس مسند کا ان کے صاحبزادے امام عبدالوہاب بن محمدؒ (م ۷۰۴ھ) سے سماع کیا تھا۔ چنانچہ حافظ قرشیؒ امام موصوف کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وولدہ عبدالوہاب بن محمد حدث عنہ بجزء ابی حنیفۃ رضی

۱۔ الفضل المبین (ص ۲۹۸)

۲۔ الجواہر المضیہ (۲/۱۲۵)

۳۔ سیر اعلام النبلاء (ت ۵۸۶۲)

۴۔ الجواہر المضیہ (۱/۳۲۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

اللہ عنہ سمعتہ علیہ.[1]

ان کے بیٹے امام عبدالوہاب بن محمدؒ نے ان سے "جزء ابی حنیفہ رضی اللہ عنہ" کو روایت کیا ہے، اور میں نے امام عبدالوہاب سے اس "جزء" کا سماع کیا تھا۔

(۲۷) امام قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ)

امامِ موصوف کا شمار ان متبحر اور کثیر الاستحضار محدثین میں ہوتا ہے جن کی نظیر نہیں ملتی۔ انہوں نے حدیث کا درس امام بدرالدین عینیؒ، امام ابن حجر عسقلانیؒ اور امام ابن الہمامؒ وغیرہ سے لیا، جب کہ آپ سے شرفِ تلمذ رکھنے والے اس کثرت سے ہیں کہ مؤرخ ابن العمادؒ نے لکھا ہے:

واخذ عنہ من لا یحصی کثرۃ.[1]

ان سے اخذِ علم کرنے والے اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا۔

علامہ محمد شوکانی (م ۱۲۵۰ھ) نے بھی ان کی بڑی تعریف کی ہے، اور ان کے بارے میں یہ لکھا ہے کہ:

ولم یخلف بعدہ مثلہ.[2]

انہوں نے اپنے بعد اپنا ہم مثل نہیں چھوڑا۔

شیخ فواد سیزگین کی تصریح کے مطابق انہوں نے امام ابو حنیفہؒ کی مسند بھی لکھی ہے اور اس کا مخطوطہ برلن وغیرہ کے کتب خانوں میں موجود ہے۔[3]

(۲۸) امام شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاویؒ (م ۹۰۲ھ)

امام سخاویؒ علمِ حدیث کی نامور اور بلند مرتبت ہستی ہیں۔ ان کو نویں صدی کے چار مشہور ائمہ حدیث وفقہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، حافظ بدرالدین عینیؒ، حافظ ابن الہمامؒ شارح ہدایہ اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔

علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے، اور ان کے بارے میں تصریح کی ہے کہ ان کو فقہ، لغت عربیہ، قراءت، حدیث اور تاریخ وغیرہ علوم میں بڑی مہارت تھی۔

اور آخر میں لکھا ہے:

۱۔ ایضاً (۱۲۵/۲)
۱۔ البدر الطالع (۲۸۳/۱)
۲۔ شذرات الذہب (۳۲۶/۷)
۳۔ تاریخ التراث العربی (۳۳/۲/۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

ولم یخلف بعدہ مثلہ۔[1]

انہوں نے اپنے بعد اپنا ہم مثل کوئی نہیں چھوڑا۔

امام موصوف نے حدیث اور تاریخ وغیرہ علوم میں کئی یادگار کتابیں تصنیف کی ہیں، چنانچہ ان کی تصانیف میں سے ایک امام اعظمؒ کی مسند بھی ہے، جس کا نام "تحفة المنيفة فيما وقع لهٗ من حديث ابي حنيفة" ہے۔[2]

(۴۹) امام عیسیٰ جعفری ثعالبی مغربیؒ (م ۱۰۸۰ھ)

یہ مسند ہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کے شیخ الشیوخ اور اپنے زمانہ میں حرمین (مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ) کے اکثر مشائخ کے استاذ ہیں۔

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ایک ایسی مسند تصنیف کی ہے جس میں انہوں نے اپنے سے لے کر امام صاحبؒ تک سلسلہ اسناد کو متصل ثابت کیا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ان کے تعارف میں رقمطراز ہیں:

> مسندے برائے امام ابوحنیفہ تالیف کردہ دراں جامعنعن متصلاً ذکر کردہ در حدیث ازاں جا بطلان زعم کسانیکہ گویند سلسلہ حدیث امروز متصل نماندہ واضح تری شود۔[3]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی ایک ایسی مسند تالیف کی ہے جس میں اپنے سے لے کر امام صاحب تک عنعنہ متصلاً ذکر کیا ہے، اور یہاں سے ان لوگوں کے دعویٰ کا غلط ہونا اچھی طرح ظاہر ہو جاتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ حدیث کا سلسلہ آج کل متصل نہیں رہا ہے۔

شیخ فواد سیزگین کی تصریح کے مطابق امام ثعالبیؒ کی یہ "مسند ابی حنیفہ" استنبول کے مکتبہ کوبریلی میں موجود ہے۔[4]

قارئین! یہ ان انچاس (۴۹) حفاظ حدیث کا تذکرہ ہے جنہوں نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی

۱۔ شذرات الذہب (۸/۱۰۹، ۱۷۰)　　۲۔ ہدیۃ العارفین (۲/۲۲۰)

۳۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین (ص ۲) بحوالہ ابن ماجہ اور علم حدیث (ص ۱۸۱)

۴۔ تاریخ التراث العربی (۱/۳/۳۳)

www.besturdubooks.wordpress.com

احادیث کو اپنی اسناد کے ساتھ روایت کیا اور ان کو مسانید کی صورت میں جمع کردیا۔

ان حضرات کا تذکرہ پڑھنے کے بعد آپ پر یہ اچھی طرح واضح ہو گیا کہ یہ وہ حضرات ہیں کہ جن کا علم حدیث میں عظیم مقام آفتاب نیمروز سے بھی زیادہ روشن ہے، اور ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ اس کے لائق ہے کہ اس کی مسند لکھی جائے، لیکن ان سب فضائل وکمالات کے باوجود ان محدثین کا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی احادیث سے اس قدر دلچسپی لینا اور اتنی بڑی تعداد میں آپ کی مسانید کا لکھا جانا، یہ آپ کی علم حدیث میں برتری، محدثین میں مقبولیت اور آپ کے کثیر الحدیث ہونے کی روشن دلیل ہے۔

آخر میں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ یہاں امام صاحبؒ کی جن انتیس (۲۹) مسانید کا تعارف بیان ہوا ہے، یہ کتاب الآثار کے ان آٹھ نسخوں (جن کا تعارف ہم پہلے بیان کر آئے ہیں) کے علاوہ ہیں۔ اگر ان کو بھی ان مسانید کے ساتھ شامل کیا جائے (جیسا کہ امام خوارزمیؒ وغیرہ محدثین ان کو بھی مسانید کے نام سے ذکر کرتے ہیں) تو پھر آپ کی مسانید کی تعداد سینتیس (۳۷) ہو جاتی ہے۔ اور یہ بھی ہماری معلومات کی حد تک ہے، ورنہ ممکن ہے کہ ان سینتیس کے علاوہ بھی کئی اور آپ کی مسانید لکھی گئی ہوں۔

اس سے امام عالی شان کا کثیر الحدیث اور کثیر المسانید ہونا بخوبی معلوم ہو جاتا ہے۔

امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ (م ۶۵۵ھ)

مؤلف "جامع المسانید" کا تعارف

امام خوارزمیؒ ساتویں صدی کے مشہور فقیہ، فاضل اور محدث کامل ہیں۔ انہوں نے حدیث وفقہ وغیرہ علوم کی تعلیم امام نجم الدین طاہر بن محمد حفصیؒ، حافظ ابن الجوزیؒ، قاضی القضاۃ ابوعلی الحسنؒ، امام تاج الدین احمد بن ابی الحسن العراقیؒ وغیرہ مشائخ سے حاصل کی۔ موصوف خوارزم کے قاضی بھی رہے، اور خوارزم، دمشق اور بغداد میں کافی عرصہ فقہ اور حدیث کا درس بھی دیتے رہے۔[1]

مؤرخ اسلام امام ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) نے امام خوارزمیؒ کے معاصر ہونے کے باوجود ان سے رشتہ تلمذ استوار کیا اور اپنی تاریخ میں انہوں نے امام خوارزمیؒ سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے۔[2]

ان کے علمی کارناموں میں سب سے بڑا علمی کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے امام اعظمؒ کی پندرہ مسانید (جن میں کتاب الآثار کے چار مشہور نسخے بھی ہیں) کو یکجا کر دیا ہے، اور ان میں ابواب اور احادیث کا جو تکرار تھا، اس کو حذف کر کے ان احادیث کو ابواب فقہ پر ترتیب دیا ہے، نیز شروع کتاب میں انہوں نے ایک مقدمہ لکھا ہے جس میں امام اعظمؒ کے مناقب اور ان مسانید کے مؤلفین تک اپنی اسناد ذکر کی ہیں۔ اور آخر کتاب میں ان مسانید کے مؤلفین اور رُوات کے حالات بھی قلمبند کیے ہیں۔ اس کتاب کا نام "جامع المسانید" ہے۔ اور اسی کو "مسانید امام اعظمؒ" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب دو ضخیم جلدوں میں مطبوع ہے اور اہل علم میں متداول ہے۔

1- امام موصوف کے حالات کے لیے دیکھئے: الجواہر المضیئہ (ج ۲ ص ۱۴۴)، حدائق الحنفیہ (ص ۲۶۱)

2- بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

امام خوارزمیؒ شروع کتاب میں اس کتاب کی غرضِ تالیف بیان کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

وقد سمعت بالشام عن بعض الجاهلين مقداره انه ينقصه ويستصغر ويستعظم غيره ويستحقره وينسبه الى قلة رواية الحديث ويستدل باشتهاره المسند الذى جمعه ابو العباس محمد بن يعقوب الاصم للشافعى رحمه الله، وموطا مالك و مسند الامام احمد رحمهم الله تعالى، وزعم انه ليس لابى حنيفة رحمه الله مسند. وكان لا يروى الا عدة احاديث فلحقتنى حمية دينية ربانية و عصبية حنفية نعمانية فاردت ان اجمع بين خمسة عشر من مسانيده التى جمعها له فحول علماء الحديث.[1]

میں نے شام میں بعض لوگوں کو، جو امام ابوحنیفہؒ کے مرتبے سے جاہل ہیں، دیکھا کہ وہ آپ کی تنقیص و تحقیر کر رہے ہیں اور آپ کے مقابلے میں دوسرے ائمہ کی تعظیم بجا لا رہے ہیں، اور وہ آپ کو قلتِ حدیث کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اور اس پر دلیل وہ یہ پیش کرتے ہیں کہ امام شافعیؒ کی مسند موجود ہے جس کو ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصمؒ نے امام شافعیؒ کی احادیث میں سے جمع کیا ہے، اسی طرح امام مالکؒ کی مؤطا ہے اور امام احمدؒ کی مسند ہے، اور ان کے زعم میں امام ابوحنیفہؒ کی کوئی مسند نہیں ہے اور آپ صرف چند احادیث روایت کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھے دینی ربانی کی حمیت اور مذہب حنفیہ نعمانیہ کی عصبیت کا جوش آیا اور میں نے ارادہ کر لیا کہ آپ کی پندرہ مسانید، جن کو جلیل المرتبت محدثین نے ترتیب دیا ہے، ان کو یکجا کر دوں۔

امام خوارزمیؒ نے جن پندرہ مسانید کی تخریج کی ہے، وہ ان کی تصریح کے مطابق درج ذیل مصنفین کی تالیفات ہیں:

۱ امام حافظ ابو محمد عبد اللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری معروف بہ عبد اللہ الاستاذ (م ۳۴۰ھ)

---

[1] جامع المسانید (۱/۴)

۲۔ امام حافظ ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاہد العدلؒ (م ۳۸۰ھ)

۳۔ امام حافظ ابوالحسین محمد بن مظفر بن موسیٰ بن عیسیٰؒ (م ۳۷۹ھ)

۴۔ امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ بن احمد الاصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ)

۵۔ امام حافظ ابوبکر محمد بن عبدالباقی انصاریؒ (م ۵۳۵ھ)

۶۔ امام حافظ ابواحمد عبداللہ بن عدی الجرجانیؒ (م ۳۶۵ھ)

۷۔ امام حافظ حسن بن زیاد اللؤلؤیؒ (م ۲۰۴ھ)

۸۔ امام حافظ عمر بن حسن اشنانیؒ (م ۳۳۷ھ)

۹۔ امام حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن خالد الکلاعیؒ (م ۴۳۲ھ)

۱۰۔ امام حافظ ابوبکر ابوعبداللہ محمد بن حسین بن خسروؒ (م ۵۲۶ھ)

۱۱۔ امام حافظ ابویوسف یعقوب بن ابراہیم انصاریؒ (م ۱۸۲ھ)۔ اور بقول امام خوارزمیؒ ان کی روایت کردہ مسند کا نام "نسخہ ابی یوسف" ہے، جس کو انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔

۱۲۔ امام حافظ محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ)۔ ان کی روایت کردہ مسند کا نام بھی بقول امام خوارزمیؒ "نسخہ امام محمدؒ" ہے، جس کو وہ امام ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہیں۔

۱۳۔ امام حماد بن امام اعظم ابوحنیفہؒ (م ۱۷۶ھ)

۱۴۔ امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۷ھ)۔ امام خوارزمیؒ کی تصریح کے مطابق یہ مسند بھی امام محمدؒ کی جمع کردہ ہے اور اس کو بھی انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت کیا ہے۔ اس میں زیادہ تابعین کے آثار ہیں اور اس کا نام "کتاب الآثار" ہے۔

۱۵۔ امام حافظ ابوالقاسم عبداللہ بن محمد بن ابی العوام السعدیؒ (م ۳۳۵ھ)

اور آخر میں امام خوارزمیؒ لکھتے ہیں:

"ابتغي بجمعه الى جمع هذه المسانيد على ترتيب ابواب الفقه في الترتيب حبه وبسطها في التصنيف عقد بحذف المعاد وتكرار الاسناد"[1]

---

[1] ایضاً (ج ۱ ص ۵)

میں نے ان مسانید کو فقہی ابواب پر ترتیب دیا ہے اور احادیث کو ان کے مناسب ترین باب میں ذکر کیا ہے، البتہ احادیث اور اسانید کے تکرار کو حذف کر دیا ہے۔

امام خوارزمیؒ کی تخریج کردہ پندرہ مسانید میں سے چار "کتاب الآثار" کے مشہور نسخے ہیں، جن کو امام ابوحنیفہؒ سے ان کے چار مشہور تلامذہ (امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسنؒ، امام حماد بن امام اعظمؒ اور امام حسن بن زیادؒ) نے روایت کیا ہے۔ اور چونکہ کتاب الآثار کا شمار باصطلاح محدثین کتب المسانید میں ہوتا ہے، اس لیے امام خوارزمیؒ نے ان کو بھی مسانید کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ امام خوارزمیؒ کی یہ کتاب کئی محدثین کی مسموعات میں سے ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے حیدرہ بن محمد عباسیؒ (م ۷۶۷ھ) جو بغداد کے مشہور مدرسہ "مستنصریہ" میں مدرس رہے ہیں، کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

روی عن صالح بن عبدالله الصباغ عن ابی المؤید محمد بن محمود بن محمد الخوارزمي مسند ابی حنیفة من جمعه سمع منه صاحبنا تاج الدین النعماني قاضي بغداد سنة ۷۶۵ و ذکر ان شیخه هذا توفي ببغداد في جمادی الاخری سنة ۷۶۷ و ذکره ابن الجزری في مشیخة الجنید البلیاني نزیل شیراز و قال انه اجاز للجنید من بغداد۔[1]

انہوں نے صالح بن عبداللہ صباغؒ سے، اور انہوں نے امام ابوالمؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ سے ان کی جمع کردہ "مسند ابی حنیفہؒ" (جامع المسانید) کو روایت کیا ہے۔ جب کہ ان (حیدرہ بن محمد عباسیؒ) سے ہمارے ساتھی قاضی بغداد تاج الدین نعمانی نے ۷۶۵ھ میں اس کتاب کا سماع کیا تھا، اور قاضی موصوف نے ذکر کیا ہے کہ ہمارے اس شیخ (حیدرہ عباسیؒ) نے جمادی الاخریٰ ۷۶۷ھ میں بمقام بغداد وفات پائی ہے۔

نیز امام ابن الجزریؒ نے بھی "مشیخہ جنید بلیانی شیرازیؒ" میں ان (حیدرہؒ) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انہوں نے جنید بلیانی کو بغداد سے (جامع المسانید) کو روایت کرنے کی اجازت دی۔

---

[1] الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۸۹

اجازت دی ہے۔

محدث جلیل حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے بھی "جامع المسانید" کا سماع ان ہی قاضی بغداد تاج الدین نعمانی سے کیا تھا جیسا کہ خود انہوں نے امام ابو المؤید خوارزمیؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

وصنّف مسانید الامام ابی حنیفة فی مجلدین جمع فیها خمسة عشر مصنفا، وقد رویناه عن قاضی بغداد عن عمه عن ابن الصباغ عنه۔[1]

امام خوارزمیؒ نے دو جلدوں میں امام ابو حنیفہؒ کی مسانید کا مجموعہ (جامع المسانید) تصنیف کیا ہے۔ اس تصنیف میں امام خوارزمیؒ نے (امام ابو حنیفہؒ کی) پندرہ مسانید کو جمع کر دیا ہے۔ ہم نے اس کتاب (جامع المسانید) کو قاضی بغداد (تاج الدین نعمانی) سے، انہوں نے اپنے چچا سے، انہوں نے صالح بن عبداللہ صباغؒ سے، اور انہوں نے امام خوارزمیؒ سے روایت کیا ہے۔

امام محمد سعید سنبل مکیؒ (م ۱۱۷۵ھ) سات واسطوں سے اس کتاب کو امام خوارزمیؒ سے روایت کرتے ہیں، چنانچہ ان کا سلسلہ سند یوں ہے:

(۱) محمد ابو الطاہر کورانیؒ، (۲) ابو الاسرار حسن عجیمیؒ، (۳) ابو الوفاء احمد بن محمد العجل یمنیؒ، (۴) یحییٰ بن مکرم طبریؒ، (۵) نور الدین علی بن سلامہ مکیؒ، (۶) ابو المحاسن یوسف بن عبد الصمد بکریؒ، (۷) ابو الفضل محی الدین صالح بن عبداللہ صباغ کوفی ازدیؒ، (۸) ابو المؤید محمد بن محمود خوارزمیؒ صاحب جامع المسانید۔[2]

بہت سے محدثین نے امام خوارزمیؒ کی اس "جامع المسانید" کی کئی شروحات لکھی ہیں اور متعدد محدثین نے اس کے مختصرات و ملخصات کیے ہیں۔

امام حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) جیسے محدث بھی اس کی شرح لکھنے والوں میں سے ہیں۔[3]

مشہور محدث امام جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے بھی اس کی شرح تعلیق لکھی تھی جس کا نام

۱۔ تاج التراجم (ص ۲۴)

۲۔ [illegible]

۳۔ الانتصار [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

"التعليقة المنيفة على مسند ابي حنيفة" ہے۔[1]

امام قاضی القضاۃ محمود بن احمد القونوی الدمشقیؒ (م ۷۷۱ھ) نے اس کا اختصار "المعتمد مختصر مسند ابي حنيفة" کے نام سے کیا ہے۔ اور پھر خود ہی ایک جلد میں اس کی شرح لکھی ہے، جس کا نام "المعتقد شرح المعتمد" ہے۔[2]

امام شرف الدین اسماعیل بن عیسیٰ الاوغانی مکیؒ (م ۸۹۲ھ) نے بھی اس کا اختصار لکھا ہے۔ پھر انہوں نے "اختيار اعتماد المسانيد في اختصار بعض رجال الاسانيد" کے نام سے جامع المسانید کے رجال کے حالات اور امام اعظم کے مناقب بیان کیے ہیں۔[3]

امام ابو البقاء احمد بن ابی الضیاء القرشی المکیؒ نے بنام "المستند مختصر المسند" اس کا مختصر لکھا، جس میں انہوں نے اسانید کو حذف کر کے صرف متونِ حدیث ذکر کیے ہیں۔[4]

امام صدر الدین محمد بن عباد الخلاطیؒ (م ۶۵۲ھ)، جو امام خوارزمیؒ کے معاصر ہیں، انہوں نے بھی امام خوارزمیؒ کی جامع المسانید کا اختصار لکھا ہے۔ ان کے مختصر کا نام "مقصد المسند اختصار مسند ابي حنيفة رضي الله عنه" ہے۔[5]

امام عمر بن احمد بن شجاع شافعیؒ (م ۹۳۹ھ) نے اس کا اختصار "لقط المرجان من مسند النعمان" کے نام سے لکھا ہے۔[6]

امام حافظ الدین محمد بن محمد الکردری معروف بہ "ابن البزازیؒ" (م ۸۲۷ھ) نے "زوائد مسند ابي حنيفة" کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس میں انہوں نے جامع المسانید کی وہ احادیث جمع کی ہیں جو صحاح ستہ سے زائد ہیں۔[7]

بہرحال! اس سے آپ "جامع المسانید" کی محدثین میں مقبولیت کا اندازہ بخوبی لگا سکتے ہیں۔

---

[1] کشف الظنون (۲/ ۱۶۸۱)
[2] دیکھیے: الجواہر المضیۃ (۲/ ۱۵۷)؛ الفوائد البہیۃ (ص/ ۱۹۷)
[3] الضوء اللامع (۲/ ۳۱۵)
[4] کشف الظنون (۲/ ۱۶۸۱)؛ معجم المؤلفین (۲/ ۲۳۵)
[5] ایضاً
[6] الجواہر المضیۃ (۲/ ۱۶)؛ کشف الظنون (۲/ ۱۶۸۱)
[7] الفوائد البہیۃ (ص/ ۲۰۲)؛ الاعلام (۷/ ۴۵)؛ شذرات الذہب (۷/ ۲۱۲)
[8] کشف الظنون (۲/ ۱۶۸۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

اطراف احادیث ابی حنیفہؒ

اطراف حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کسی حدیث کے شروع کا صرف اتنا حصہ کہ جس سے بقیہ حدیث بھی معلوم ہو جائے، ذکر کر کے اس کی تمام سندوں کو جمع کر دیا جائے، یا ان کتابوں کا حوالہ دے دیا جائے جن میں یہ حدیث مروی ہے۔ جیسے امام ابوالفضل محمد بن طاہر مقدسیؒ (م ۵۰۷ھ) کی کتاب "اطراف الکتب الستۃ" اور امام ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) کی "تحفۃ الاشراف بمعرفۃ الاطراف" ہیں۔ ان ہر دو کتب میں صحاح ستہ کے اطراف جمع کیے گئے ہیں۔

ایسے ہی امام محمد بن طاہر مقدسیؒ (م ۵۰۷ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ: الحافظ، العالم، المکثر اور الجوال کے القاب سے یاد کرتے ہیں،[1] نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی احادیث پر اطراف لکھے ہیں، جن کو انہوں نے ایک کتاب میں جمع کر دیا ہے، اس کتاب کا نام "الطراف احادیث ابی حنیفۃ" ہے۔ چنانچہ اسماعیل پاشا بغدادیؒ (م ۱۳۳۹ھ) نے امام مقدسیؒ کی جن کتب کی فہرست دی ہے اس میں انہوں نے ان کی کتاب "اطراف احادیث ابی حنیفۃ" کی بھی تصریح کی ہے۔[2]

عوالی الامام ابی حنیفۃ

عوالی سے مراد وہ احادیث ہیں جن کی اسناد عالی ہوں، یعنی ان میں وسائط کی تعداد کم ہو۔ محدثین نے کبار ائمہ حدیث کی ایسی احادیث کے مستقل مجموعے لکھے ہیں، چنانچہ امام شمس الدین یوسف بن خلیل الادمی حنبلیؒ (م ۶۴۸ھ)، جن کو حافظ ذہبیؒ: الامام، المحدث الصادق، الرحال النقال، شیخ المحدثین اور راویۃ الاسلام جیسے عظیم القاب سے یاد کرتے ہیں،[3] نے متعدد ائمہ حدیث کے عوالی لکھے ہیں، جن میں سے "عوالی الامام ابی حنیفۃ" بھی ہیں، جیسا کہ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے۔[4]

مشہور شافعی محدث امام تاج الدین سبکیؒ (م ۷۷۱ھ) نے اس کتاب کا سماع اپنے والد ماجد امام تقی الدین سبکیؒ (م ۷۵۶ھ) سے کیا تھا، چنانچہ وہ اپنے والد کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

سمعت علیہ... جزء فیہ ما وقع عالیا من حدیث الامام ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ تخریج الامام الحافظ ابی.

1۔ تذکرۃ الحفاظ (۴/۲۴۲)۔
2۔ ہدیۃ العارفین (۲/۸۲)۔
3۔ معجم المطبوعات (؟)۔
4۔ ایضاً۔

www.besturdubooks.wordpress.com

الحجاج یوسف بن خلیل بن عبداللہ الدمشقی لنفسہ، بسماعۃ من إسحٰق بن ابی بکر النحاس عنہ[1]

میں نے امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عالی السند احادیث پر مشتمل جزء، جس کی تخریج امام حافظ ابوالحجاج یوسف بن خلیل دمشقی نے کی ہے، کا سماع اپنے والد سے کیا تھا، جس کو میرے والد اسحاق بن ابوبکر بن نحاسؒ سے اور وہ مصنف (ابوالحجاج دمشقی) سے روایت کرتے ہیں،

پھر امام سبکی نے اس "جزء" سے تین احادیث بھی اپنی سند کے ساتھ نقل کی ہیں۔[2]

یہ کتاب اب شیخ لطیف الرحمان قاسمی کی تحقیق اور اہتمام کے ساتھ طبع ہو چکی ہے۔

اسی طرح متعدد محدثین (امام ابوحامد محمد بن ہارون حضرمی، امام علی بن احمد بن عیسیٰ نہقی، امام ابومعشر عبدالکریم طبری المقری، امام ابوسعید عبدالرحمن بن احمد سرخسی، امام عبداللہ بن حسین نیشاپوری اور امام محمد بن عبدالملک قزوینی وغیرہ) نے امام اعظمؒ کی وحدانی روایات (جن کو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف ایک واسطے سے روایت کیا ہے اور یہ آپ کی سب سے عالی روایات ہیں) پر مستقل جزء لکھے ہیں، جن کی تفصیل ماقبل میں گزر چکی ہے۔

الاربعین من حدیث الامام ابی حنیفہؒ

"اربعین" یا چہل حدیث (چالیس احادیث کے مجموعے) کو کہا جاتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ چالیس احادیث کو جمع کرنے اور ان کو حفظ کرنے کی بہت زیادہ فضیلت بیان فرمائی ہے، اس لیے متعدد محدثین نے مختلف موضوعات اور عنوانات پر چالیس احادیث کے مجموعے اربعین کے نام سے لکھے ہیں۔ اسی طرح کئی محدثین نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کے ذخیرہ احادیث میں سے بھی چالیس احادیث کو منتخب کر کے ان کو علیحدہ کتابی صورت میں جمع کر دیا ہے۔

چنانچہ متعدد محدثین نے آپ کی احادیث کی اربعین لکھی ہیں، ان میں سے ایک امام یوسف بن حسن بن عبدالہادی حنبلی (م ۹۰۹ھ) جو ابن المبرد سے مشہور ہیں، کی بھی ہے۔

مشہور مؤرخ اسلام علامہ ابن العمادؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے امام المبرد کا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور ان

[1] معجم الشیوخ للسبکی (ص ۵۸۱) طبع دار الغرب الاسلامی، بیروت۔
[2] ایضاً (ص ۵۸۹ تا ۵۹۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

کے علمی مقام کو بڑا سراہا ہے۔[1]

امام ابن المبردؒ کی اس اربعین کا نام ''کتاب الاربعین المختارۃ من حدیث الامام ابی حنیفہؒ'' ہے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے شیخ لطیف الرحمان قاسمی صاحب کو جنہوں نے بڑی محنت سے امام اعظمؒ کی احادیث کے تین نادر مجموعے تلاش کر کے ان کو شائع کر دیا ہے۔ ان تین مجموعوں میں سے ایک امام ابن المبردؒ کی امام اعظمؒ کی احادیث سے منتخب کردہ یہ اربعین بھی ہے۔[2]

اسی طرح محدث شام امام محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ (م ۹۴۲ھ) نے بھی امام اعظمؒ کے مناقب میں اپنی تالیف کردہ لاجواب کتاب ''عقود الجمان'' میں آپ کی احادیث سے چالیس ایسی احادیث منتخب کی ہیں جو چالیس صحابہؓ سے مروی ہیں۔ ان چالیس احادیث کو امام صالحیؒ نے امام اعظمؒ سے بسند نقل کیا ہے۔[3]

اسی طرح دمشق کے کثیر التصانیف محدث امام ابن طولونؒ (م ۹۵۳ھ) نے بھی امام اعظمؒ کی روایت کردہ احادیث میں سے چالیس احادیث کا ایک ایسا خوبصورت مجموعہ تیار کیا ہے کہ اس میں درج چالیس احادیث کو انہوں نے اپنے چالیس مشائخ سے (ہر شیخ سے ایک حدیث کو) روایت کیا ہے، اور وہ چالیس احادیث چالیس مختلف ابواب (موضوعات) پر مشتمل ہیں۔[4]

''جزء احادیث ابی حنیفۃ وغیرہ'' للبکائی

مذکورہ بالا مجموعات حدیث تو وہ ہیں جن میں خاص امام اعظمؒ کی احادیث کو جمع کیا گیا ہے؛ لیکن بعض ایسے مجموعے بھی ہیں کہ جو صرف امام اعظم کی احادیث کے لیے ہی مخصوص نہیں ہیں، بلکہ ان میں آپ سمیت دیگر ائمہ مشاہیر کی احادیث بھی جمع کی گئی ہیں۔ مثلاً ثقہ محدث امام علی بن عبدالرحمان بکائیؒ (م ۲۷۶ھ) نے حدیث کا ایسا جزء لکھا ہے جس میں امام اعظمؒ کے علاوہ امام مالکؒ، امام شعبہؒ، امام ثوریؒ وغیرہ محدثین کی احادیث کو بھی انہوں نے جمع کیا ہے۔ یہ جزء حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) کی مسموعات میں سے ہے، اور حافظ موصوف نے اپنے شیخ سے لے کر امام بکائیؒ

۱۔ شذرات الذہب (۸/۴۳)

۲۔ دیکھئے الدرر الغالیۃ فی الثلاثیات الحنفیۃ (ص ۱۴۳-۱۴۴) طبع الجمعیۃ الاحمدیۃ مکۃ المکرمۃ

۳۔ عقود الجمان (ص ۳۲۶-۳۲۵)

۴۔ الفہرست الصغیر للاوسط (۱/۲۷۴) مکتبہ تابی

www.besturdubooks.wordpress.com

تک اپنی اسناد بھی ذکر کردی ہے۔[1]

قارئین! آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ محدثین نے امام ابوحنیفہؒ کی احادیث کی کس قدر اور کن مختلف پیرایوں میں خدمت کی ہے؟ اس سے آپ کو بخوبی یہ اندازہ ہوگیا ہوگا کہ حضرات محدثین میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور آپ کی احادیث کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟

www.besturdubooks.wordpress.com

مشہور کتب حدیث وکتب رجال میں

امام اعظمؒ کی احادیث

www.besturdubooks.wordpress.com

مشہور کتب حدیث و کتب رجال میں امام اعظمؒ کی احادیث

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تمام مشہور محدثین کے بلاواسطہ یا بالواسطہ استاذ حدیث ہیں۔ خصوصاً وہ محدثین جنہوں نے احادیث پر مشتمل کتابیں تصنیف کی ہیں وہ کسی نہ کسی واسطے سے آپ سے رشتۂ تلمذ رکھتے ہیں، وہ ان میں سے بعض نے اپنی کتب حدیث میں آپ سے احادیث بھی لی ہیں۔

صحاح ستہ میں سے امام ابوعیسیٰ ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) اور امام ابوعبدالرحمٰن نسائیؒ (م ۳۰۳ھ) نے آپ کی احادیث سے احتجاج کیا ہے۔ چنانچہ حافظ ابوالحجاج مزیؒ (م ۷۴۲ھ) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) آپ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

لہ فی کتاب الترمذی من روایۃ عبدالحمید الحمانی عنہ قال: ما رأیت اکذب من جابر الجعفی، ولا افضل من عطاء بن ابی رباح، وفی کتاب النسائی حدیثہ عن عاصم بن ابی ذر عن ابن عباس قال: لیس علی من اتی بھیمۃ حد۔[1]

امام ترمذیؒ کی کتاب (جامع الترمذی) میں بروایت امام عبدالحمید الحمانیؒ، امام ابوحنیفہؒ سے یہ روایت ہے کہ میں نے جابر جعفی سے بڑا جھوٹا کوئی شخص نہیں دیکھا، اور نہ عطاء بن ابی رباحؒ سے افضل کسی کو دیکھا ہے۔ امام نسائیؒ کی کتاب (السنن الکبریٰ) میں بھی آپ سے ایک حدیث مروی ہے۔ جس کو آپ نے عاصم بن ابی ذرؒ کے واسطے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی جانور سے بدفعلی کی اس پر حد نہیں ہے (بلکہ اس پر تعزیر ہے)۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) آپؒ کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[1] تہذیب الکمال ([illegible])، تہذیب التہذیب ([illegible])

www.besturdubooks.wordpress.com

فانہ من رجال الترمذی۔[۱]

امام ابوحنیفہؒ ترمذی کے راویوں میں سے ہیں۔

امام خزرجیؒ (م ۹۲۳ھ) نے آپ کے ترجمہ میں ت م ز، اور س کی علامات لگائی ہیں۔ جن کا مطلب، بقول ان کے، یہ ہے کہ آپ شمائل ترمذی، جامع ترمذی اور سنن نسائی کے راوی ہیں۔[۲]

امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے اگرچہ اپنی صحیح میں امام اعظمؒ سے کوئی حدیث بہ سند نقل نہیں کی لیکن انہوں نے جو احادیث معلق (بلا سند) نقل کی ہیں، ان میں سے متعدد روایات کے متعلق شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) نے تصریح کی ہے کہ یہ روایات امام ابوحنیفہؒ کی سند سے مروی ہیں۔

مثلاً امام بخاریؒ نے اپنی ''صحیح'' میں امام اعظمؒ کے استاذ امام حماد بن ابی سلیمان کا ایک اثر تعلیقاً (بلا سند) نقل کیا ہے، حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اس اثر کے متعلق لکھتے ہیں:

وصلہ عبدالرزاق عن ابی حنیفۃ عنہ۔[۳]

اس اثر کو امام عبدالرزاق نے (اپنی مصنف میں) امام ابوحنیفہؒ سے، اور انہوں نے امام حماد سے روایت کیا ہے۔

اسی طرح کئی اور احادیث سے متعلق بھی حافظ ابن حجرؒ نے تصریح کی ہے کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کی سند سے مروی ہیں۔[۴]

امام ابن حبانؒ (م ۳۵۴ھ) نے بھی اپنی ''الصحیح'' میں آپ کی ایک روایت بطور استدلال ذکر کی ہے جیسا کہ روایت حدیث سے متعلق آپ کے اقوال میں یہ ذکر گزر رہا ہے۔

امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے بھی اپنی کتاب ''المستدرک'' میں آپ کی کئی احادیث کو استدلالاً اور استشہاداً دونوں اعتبار سے روایت کیا ہے۔ چنانچہ ان کی ''المستدرک'' میں آپ سے کم از کم ایک حدیث بطور استدلال اور تین احادیث بطور استشہاد ذکر ہوئی ہیں۔[۵]

۱۔ [illegible] (۱/۱۶۸)
۲۔ خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال (ص ۴۰۰)
۳۔ فتح الباری (۱/۳۰۳)
۴۔ مقدمہ تعلیق التعلیق علی البخاری [illegible]
۵۔ دیکھئے المستدرک علی الصحیحین [illegible] [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

نیز امام حاکمؒ نے اپنی دیگر کتب میں بھی امام اعظمؒ سے متعدد احادیث روایت کی ہیں۔[۱]

امام ابو یعلیٰ موصلیؒ (م ۳۰۷ھ) کی مسند میں بھی امام اعظمؒ سے چار احادیث مروی ہیں۔[۲]

امام ابو جعفر طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) بھی اپنی کتب حدیث "شرح معانی الآثار" اور "مشکل الآثار" وغیرہ میں آپ کی متعدد احادیث روایت کرتے ہیں۔[۳]

امام ابو القاسم طبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) نے بھی اپنی "معاجم ثلاثۃ" میں امام صاحب کی کئی احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً ان کی "المعجم الصغیر" میں امام صاحب سے کم از کم دو حدیثیں مروی ہیں۔[۴]

اسی طرح ان کی "المعجم الاوسط" میں بھی آپ کی کئی حدیثیں موجود ہیں۔ چنانچہ ان میں سے تین حدیثیں امام سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے "تحقیق الصحیفۃ" میں بھی نقل کی ہیں۔[۵]

امام علی بن عمر دار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ)، جن کا امام صاحبؒ کے بارے میں تعصب مشہور ہے لیکن اس کے باوجود وہ آپ کی احادیث سے مستغنی نہ رہ سکے اور اپنی "سنن" میں امام صاحبؒ سے انہوں نے کم از کم ۳۳ حدیثیں روایت کی ہیں۔[۶]

۱۔ مثلاً دیکھئے: معرفۃ علوم الحدیث (ص ۱۹۲، ۲۲۱، ۲۵۲، ۲۵۳)؛ تاریخ نیسابور (طبقہ شیوخ الحاکم ص ۲۰۵، ۲۲۷)

۲۔ دیکھئے مسند ابی یعلی الموصلی (ج ۲ ص ۱۸/ رقم الحدیث ۱۳۰۹، ص ۲۲/ رقم الحدیث ۱۹۰۸، ج ۳ ص ۹۳/ رقم الحدیث ۲۰۵، ص ۲۸۰/ رقم الحدیث ۲۳۳۶) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۳۔ مثلاً دیکھئے: شرح معانی الآثار (۱/ ۴۳، ۸۹، ۱۳۹، ۲۱۷، ۲۵۵/ ۲، ۲۹۸، ۲۸۲، ۲۵۰، ۲۹۴، ۳۹۵، [illegible]) طبع ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی؛ نیز دیکھئے: مشکل الآثار (۱/ [illegible]) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۴۔ دیکھئے المعجم الصغیر (۱/ ۲۱۳، ۲۲۳) طبع دار الکتب العلمیۃ، بیروت

۵۔ تحقیق الصحیفۃ (ص ۱۰۲-۱۲۳) تعلیق الشیخ محمد عاشق الٰہی البلند شہری

۶۔ دیکھئے سنن الدار قطنی (ج ۱ ص ۱۰۱/ رقم الحدیث [illegible]) [illegible] طبع نشر السنۃ، ملتان، پاکستان

www.besturdubooks.wordpress.com

امام عبد الرزاق (م ۲۱۱ھ) جو ایک ثقہ محدث اور امام صاحب کے تلامذہ حدیث میں سے ہیں، انہوں نے بھی اپنی "مصنف" میں امام صاحب سے بکثرت احادیث و آثار کو روایت کیا ہے۔[1]

امام ابوبکر بن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵ھ) کی "مصنف" میں بھی آپ کی متعدد روایات ہیں۔[2]

اسی طرح امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) کی کتب حدیث میں بھی آپ سے کئی احادیث مروی ہیں۔[3]

امام ابونعیم اصبہانی (م ۴۳۰ھ) کی "معرفۃ الصحابہ" میں بھی آپ سے متعدد احادیث

۱۔ مثلاً دیکھئے: مصنف عبد الرزاق، (ج ۱ ص ۱۰۱، رقم الحدیث ۳۸۱ [illegible]) [illegible] طبع ادارۃ القرآن کراچی

۲۔ مثلاً دیکھئے: مصنف ابن ابی شیبہ (۱/ [illegible]) [illegible] طبع مکتبہ امدادیہ ملتان۔

۳۔ مثلاً دیکھئے: السنن الکبریٰ (۱/ [illegible]) [illegible] طبع مکتبہ [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

مروی ہیں۔[1]

نیز امام محمد بن حسن شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) نے امام مالکؒ سے موطا کا جو نسخہ روایت کیا ہے، اس میں انہوں نے امام مالکؒ کے علاوہ دیگر بعض محدثین کی بھی کچھ احادیث کا اضافہ کیا ہے، جن میں سے گیارہ احادیث انہوں نے اپنے استاذ مکرم امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہیں۔[2]

مشہور محدث امام ابن شاہینؒ (م ۳۸۵ھ) کی کتاب ''ناسخ الحدیث ومنسوخہ'' میں بھی امام اعظمؒ سے نو احادیث مروی ہیں۔[3]

امام محمد بن جریر طبریؒ (م ۳۱۰ھ) کی کتاب ''تھذیب مسند علی'' میں بھی امام اعظمؒ سے مروی کم از کم ایک حدیث موجود ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ (م ۸۵۲ھ) نے تصریح کی ہے۔[4]

نیز خود حافظ موصوف نے بھی اپنی ''شرح کتاب الاذکار'' میں امام صاحبؒ سے ایک حدیث بہ سند متصل نقل کی ہے۔[5]

نیز مصنفین حدیث کی طرح مصنفین تاریخ و رجال نے بھی اپنی اپنی کتب میں سند متصل کے ساتھ امام اعظمؒ سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔ مثلاً امام محمد بن سعدؒ (م ۲۳۰ھ) نے اپنی ''طبقات'' میں سات،[6] امام محمد بن خلف وکیعؒ (م ۳۰۶ھ) نے ''اخبار القضاۃ'' میں تین،[7] امام ابو بشر دولابیؒ (م ۳۱۰ھ) نے ''الکنی والاسماء'' میں ایک،[8] امام ابو الشیخ انصاریؒ (م ۳۶۹ھ) نے ''تاریخ اصبہان'' میں کم از کم تین،[9] امام محمد بن اسحاق ابن مندہؒ (م ۳۹۵ھ) نے ''فتح الباب''

---

1. مثلاً دیکھئے معرفۃ الصحابہ (۱/ ۸، ۲۰/ ۲۴۳) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت
2. دیکھئے موطا امام محمد (ص ۵۳/ رقم الحدیث ۱۸، ۵۳/ ۱۹، ۲۷/ ۵۶، ۹۸/ ۱۱۷، ۱۲۳/ ۲۰۹، ۲۹۹/ ۳۵۸، ۳۵۹/ ۴۰۰، ۳۲۲/ ۵۳، ۴۲۷/ ۶۰۰، ۴۲۹/ ۹۱۰، ۴۸۵/ ۹۲۵) طبع نور محمد کتب خانہ، کراچی
3. دیکھئے کتاب مذکور (ص ۱۲۸، ۲۴۸، ۲۴۳، ۲۵۹، ۴۵۷، ۵۸۱، ۵۸۲) طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت
4. تھذیب التھذیب (۵/ ۲۹۹، ترجمہ محمد بن مقاتل مروزیؒ)
5. نتائج الافکار فی تخریج احادیث الاذکار (۲/ ۲۰۰) طبع دار ابن کثیر، بیروت
6. طبقات ابن سعد الکبریٰ (۲/ ۳۰۰، ۳۲۱/ ۱۰، ۱۲۹، ۱۲۳، ۱۷۷، ۳۰۴)
7. اخبار القضاۃ (ص ۵۱۰، ۵۱۸، ۵۱۹)
8. کتاب الکنی والاسماء (۲/ ۲۳۴)
9. طبقات المحدثین باصبہان (۱/ ۴۳۶، ۲/ ۹۴، ۴/ ۹۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

میں ایک، [1] امام حمزہ بن یوسف سہمیؒ (م ۴۲۷ھ) نے "تاریخ جرجان" میں پانچ، [2] امام ابو یعلیٰ خلیلی (م ۴۴۶ھ) نے "کتاب الارشاد" میں پانچ، [3] امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے "تاریخ بغداد" میں بتیس، [4] امام ابو سعد سمعانیؒ (م ۵۶۲ھ) نے اپنی "المعجم" میں ایک، [5] امام عبدالکریم رافعیؒ (م ۶۲۳ھ) نے "تاریخ قزوین" میں نو، [6] امام عزالدین ابن الاثیرؒ (م ۶۳۰ھ) نے "اسد الغابۃ" میں پانچ، [7] امام ابن العدیم حلبیؒ (م ۶۶۰ھ) نے "تاریخ حلب" میں چھ [8] اور امام تاج الدین سبکیؒ (م ۷۷۱ھ) نے "معجم الشیوخ" میں تین احادیث امام اعظمؒ سے اپنی سند کے ساتھ روایت کی ہیں۔

اسی طرح امام ابن عبدالبرؒ (م ۴۶۳ھ) اور امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) کی کتب میں بھی آپ کی کئی احادیث بسند مروی ہیں۔ [9]

۱۔ فتح الباب فی الکنی والالقاب (ص ۴۷۷)

۲۔ تاریخ جرجان (ص ۱۱۰، ۲۲۳، ۲۲۵، ۵۱۵، ۴۷۰، ۴۷۶)

۳۔ الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث (ص ۱۰۰، ۲۹۸، ۳۳۶، ۳۴۳، ۴۲۵)

۴۔ تاریخ بغداد (۲/ ۹۵، ۱۸۹، ۲۴۷، ۲۵۴، ۳۱۰/ ۳، ۴۴۴، ۲۸۹/ ۴، ۳۴۱، ۳۴۳، ۳۲۹، ۴۳۸/ ۵، ۱۸۷/ ۲۰۴، ۲۹۳، ۲۹۹/ ۷، ۲۷۸، ۳۴۲، ۳۳۳/ ۹، ۸۰، ۳۱۱، ۳۴۰/ ۱۰، ۱۳۰، ۴۳۹/ ۱۱، ۳۱، ۹۳، ۱۵۸، ۲۸۹/ ۱۳، ۳۳۲/ ۱۳، ۲۹۱/ ۱۴، ۱۱۷، ۴۴۳)

۵۔ المنتخب من معجم شیوخ السمعانی (۱/ ۱۲۳)

۶۔ التدوین فی اخبار قزوین (۱/ ۱۹۲، ۴۹۰، ۴۹۸/ ۲، ۱۸۳/ ۳، ۴۸۲، ۴۹۱/ ۳، ۴۱)

۷۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (۱/ ۴۲۹، ۴۷۰/ ۳، ۵۸۹/ ۴، ۱۰۵/ ۵، ۱۰۶، ۲۱۱)

۸۔ معجم شیوخ السبکی (ص ۲۰۵، ۲۵۶)

۹۔ دیکھئے امام ابن عبدالبرؒ کی کتب جامع بیان العلم وفضلہ (ج ۱ ص ۴۵، ۱۰۶) [illegible] الانتقاء (ص ۱۴۳، ۱۷۴)، التمہید (۵/ ۸۶، ۸/ ۱۸۱)، الاستیعاب (ج ۳ ص ۵، ۶۹۳)، امام ذہبیؒ کی کتب کے لئے دیکھئے تذکرۃ الحفاظ (۱/ ۱۶۸)، سیر اعلام النبلاء (۱۰/ ۱۷۷، ۱۱/ ۵۸۹)، معجم شیوخ الذہبی (۱/ [illegible]) [illegible] مناقب الامام ابی حنیفۃ وصاحبیہ [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

امام اعظم کی فقاہت حدیث

امام اعظم کی فقاہت حدیث

علوم حدیث میں سب سے اہم اور مہتم بالشان علم "فقاہت حدیث" (یعنی حدیث سے مسائل شرعیہ کا استنباط واستخراج) ہے۔ یہ وہ علم ہے جس کو تمام علوم حدیث کا مغز قرار دیا گیا ہے اور جس پر پوری شریعت کا مدار ہے۔

مشہور محدث امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے اپنی مایہ ناز کتاب "معرفت علوم الحدیث" میں فقاہت حدیث کے فضائل پر مستقل ایک نوع قائم کی ہے جس کا عنوان ہے، "معرفۃ فقہ الحدیث"۔

اس نوع کے ذیل میں انہوں نے تصریح کی ہے:

معرفۃ فقہ الحدیث اذھو ثمرۃ ھذہ العلوم و بہ قوام الشریعۃ۔[1]

فقاہت حدیث کا پہچاننا یہ تمام علوم حدیث کا ثمرہ ہے اور اسی پر شریعت قائم ہے۔

حضرت امام اعظمؒ کو ویسے تو تمام علوم حدیث میں مہارت تامہ حاصل ہے لیکن جس علم کے ذریعے آپ کو شہرت عام اور عزت دوام حاصل ہوئی، وہ آپ کی فقاہت حدیث ہے۔ اس فن میں آپ کی امامت عظمیٰ کو بالاتفاق تسلیم کیا گیا ہے اور اس سے انکار کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی روشن دن میں چمکتے سورج کا انکار کر دے۔

محدثیت وتاریخ کے مایہ ناز محدث امام شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے کیا ہی خوب لکھا ہے:

الامامۃ فی الفقہ ودقائقہ مسلّمۃ الی ھذا الامام، وھذا امر لا شک فیہ۔[2]

---

1. معرفۃ علوم الحدیث (ص ۶۳) للحاکم النیسابوری۔

وليس يصح في الاذهان شیٔ
اذا احتاج النهار الی دليل[1]

فقہ اور اس کی باریکیوں (کو جاننے میں) امام ابو حنیفہؒ کی امامت تسلیم شدہ ہے اور اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ (آپ کی امامت فقہ پر دلیل طلب کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے):

ترجمہ شعر: ذہنوں میں کوئی چیز صحیح نہیں ہو سکتی جب دن بھی دلیل کا محتاج ہو جائے۔
یعنی امام اعظمؒ کی فقاہت میں شک وشبہ کرنا ایسا ہے جیسا کہ روشن دن پر کوئی اظہار شک کرے۔

نامور صاحب التصانیف عالم حافظ ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) نے بھی امام صاحبؒ کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

لا يختلف الناس في فهم ابي حنيفة وفقهه۔[2]

امام ابو حنیفہؒ کی فہم اور فقاہت میں لوگوں کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) نے بھی آپ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

فلا يستريب احد في فقهه و فهمه و علمه۔[3]

کوئی شخص بھی امام ابو حنیفہؒ کی فقاہت، اور آپ کے فہم اور علم میں شک نہیں کر سکتا۔

فقاہت حدیث میں امام صاحبؒ کی امامت پر اس سے بڑی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ امام شافعیؒ (م ۲۰۴ھ) جیسے مجتہد معظم نے تمام فقہاء کو آپ کا عیال اور خوشہ چین قرار دیا ہے اور امام دار الہجرت مالک بن انسؒ (م ۱۷۹ھ) نے آپ کی فقاہت کی بہت زبردست تعریف کی ہے۔ ان کے یہ اقوال امام صاحبؒ کی توثیق کے بیان میں بحوالہ گزر چکے ہیں۔

مورخ اسلام علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) آپ کے تذکرہ میں ارقام فرماتے ہیں کہ:

ومقامه في الفقه لا يلحق، شهد له بذلك اهل جلدته و خصوصا[illegible]

۱؎ سیرت امام اعظم [illegible] (ص [illegible])
۲؎ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم (۱۳۴/۸)
۳؎ منہاج السنۃ (۲۵۹/۱)

www.besturdubooks.wordpress.com

مالک والشافعی۔[1]

فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کا مقام اس قدر بلند ہے کہ اس میں کوئی آپ کا ہم پایہ نہیں ہو سکتا۔ خود آپ کے اہم طبقہ (فقہاء) نے اس کی گواہی دی ہے، خاص کر امام مالکؒ اور امام شافعیؒ نے۔

مشہور غیر مقلد عالم مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ (م ۱۳۲۹ھ) اپنی کتاب "دَفْعُ الْاِلْتِبَاسْ عَنْ بَعْضِ النَّاسْ" میں آپ کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہم بھی امام صاحب کے فضائل کے منکر نہیں ہیں۔ اور نہ ہی ہم امام شافعیؒ کو امام ابوحنیفہؒ پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور ایسا ہو بھی نہیں سکتا کیونکہ خود امام شافعیؒ نے اپنے اقرار سے سب لوگوں کو فقہ میں امام صاحب کا عیال قرار دیا ہے اور ایک خلق کثیر نے امام صاحب کے فضائل و کمال اور محامد و محاسن کا اعتراف کیا ہے۔[2]

اسی طرح امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) نے بھی امام صاحبؒ اور آپ کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے فقہی مقام کی بہت تعریف کی ہے، جیسا کہ امام محمد بن حسنؒ کے تعارف میں امام احمد کا حوالہ گزر چکا ہے۔

امیر المؤمنین فی الحدیث امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)، جنہوں نے چار ہزار اساتذہ سے علم حاصل کیا تھا، لیکن ان کی نظر میں بھی جو سب سے بڑے فقیہ ٹھہرے، وہ امام اعظم ابوحنیفہؒ ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) ان سے بہ سند متصل نقل کرتے ہیں کہ:

ما رأیت احدًا افقه من ابی حنیفة۔[3]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر فقیہ ہو۔

نیز امام موصوف فرماتے ہیں:

افقه الناس ابو حنیفة، ما رأیت فی الفقه مثله۔[4]

---

[1] مقدمہ ابن خلدون (ص ۴۵۲)۔

[2] الجنۃ ... الاثیام ... (ص ... ج ۲ ص ۲۰۲)۔

[3] تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۴۲)۔

[4] ... (ج ۱ ص ۱۳/۱۴)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ امام ابوحنیفہؒ ہیں، میں نے فقہ میں ان جیسا شخص نہیں دیکھا۔

امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) آپ سے معاصرت رکھنے کے باوجود آپ کو "اَفْقَهُ اَهْلِ الارض" (روئے زمین کے سب سے بڑے فقیہ) قرار دیتے ہیں۔[1]

حافظ کبیر امام یزید بن ہارونؒ (م ۲۰۶ھ) سے کسی نے پوچھا کہ امام سفیان ثوریؒ اور امام ابوحنیفہؒ میں سے کون بڑے فقیہ ہیں؟

انہوں نے فرمایا:

اَبُو حَنِيفَةَ اَفْقَهُ.[2]

امام ابوحنیفہؒ سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

امام بخاریؒ کے استاذ امام ابو عاصم نبیلؒ (م ۲۱۲ھ) سے بھی اسی طرح کا سوال کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

هو والله عندي افقه من ابن جريج، مارأيت عيني رجلا اشد اقتدارا منه على الفقه.[3]

بخدا! امام ابوحنیفہؒ تو میرے نزدیک امام ابن جریجؒ (جو مشہور محدث وفقیہ ہیں) سے بھی بڑھ کر فقیہ ہیں۔ میری آنکھ نے کوئی ایسا شخص نہیں دیکھا جو امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ فقہ پر قدرت رکھتا ہو۔

امام مسعر بن کدام کوفیؒ (م ۱۵۴ھ)، جو امام صاحبؒ کے ہم سبق ہیں، فرماتے ہیں:

ما أحسد بالكوفة الا رجلين، ابا حنيفة لفقهه، والحسن بن صالح لزهده.[4]

مجھے کوفہ میں صرف دو شخصوں پر رشک آتا ہے: ایک امام ابوحنیفہؒ پر، ان کی فقہ کی وجہ سے دوسرے امام حسن بن صالحؒ پر، ان کے زہد و تقویٰ کی وجہ سے۔

۱۔ تاریخ بغداد (۱۳/۳۴۴)۔
۲۔ تہذیب الکمال (۸/۱۲۴) [illegible] ۴۔ [illegible]
۳۔ ایضاً [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

امام الجرح والتعدیل وسید المحدثین حافظ یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) کا یہ بیان رُواتِ حدیث سے متعلق امام اعظمؒ کے اقوال میں گزر چکا ہے کہ میرے نزدیک اگر قرأت ہے تو وہ امام حمزہؒ کی ہے، اور اگر فقہ ہے تو وہ امام ابو حنیفہؒ کی ہے، اور اسی پر میں نے لوگوں کو پایا ہے۔

قارئین! امام اعظم ابو حنیفہؒ کی امامت وتفوق فی الفقہ پر ائمہ مجتہدین ومحدثین کے یہ چند اقوال بطور مشتے نمونہ از خروارے پیش کیے گئے ہیں، ورنہ اس بارے میں ان ائمہ سے بکثرت ایسے اقوال منقول ہیں۔ لیکن ہمارا مقصد یہاں ان کا استیعاب نہیں ہے، بلکہ صرف ہم اتنا بتانا چاہتے تھے کہ جن ہستیوں کے یہ اقوال نقل کیے گئے ہیں، وہ حدیث اور فقہ دونوں کی جامع ہیں، اور ان علماء سے اکثر امام اعظمؒ کے معاصرین ہیں۔ لیکن اس سب کے باوجود وہ فقہ میں آپ کی امامت و عظمت شان پر بڑی زوردار شہادتیں دے رہے ہیں تو پھر یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ آپ فقاہت حدیث میں کم پایہ تھے یا آپ کی فقہ حدیث سے متصادم ہے؟

بلکہ استاذ المحدثین اور صحیح بخاری کے مرکزی راوی امام سفیان بن عیینہؒ (م ۱۹۸ھ) تو صاف یہ اعلان کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی فقہ سراسر حدیث سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) نے ان سے بہ سند یہ ارشاد نقل کیا ہے:

ما قال ابو حنیفۃ شیئاً الا و نحن نروی فیہ حدیثا او حدیثین.[1]

امام ابو حنیفہؒ نے (فقہ سے متعلق) کوئی ایسی بات نہیں کہی جس میں ہم (محدثین) ایک یا دو حدیثیں نہ روایت کرتے ہوں۔

محدث جلیل امام حبان بن علیؒ (م ۱۷۲ھ) بھی یہ گواہی دیتے ہیں کہ:

کان ابو حنیفۃ لا یفزع الیہ فی امر الدین والدنیا الا وجد عندہ فیہ ذلک الامر حسن.[2]

---

[1] ترجمہ: امام ابو حنیفہؒ کے پاس دین و دنیا کا کوئی ایسا مسئلہ پیش نہ ہوا جس میں آپ (کی) [illegible]

جستجو کی [illegible] [illegible] ایک کتاب بنام "امام اعظم [illegible]"

[illegible]

[2] [illegible] (ج ۱ ص ۱۱۱) [illegible] (ج ۱ ص ۱۹۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

از کم) حسن درجہ کی حدیث نہ رکھتے ہوں۔

امام اعظمؒ کی فقاہت حدیث پر ایک بیّن دلیل یہ بھی ہے کہ حضرت امام شافعیؒ جن کی "فقاہت حدیث" کو امام اعظمؒ کے مخالفین (غیر مقلدین وغیرہ) بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ان کو اس فن (فقاہت حدیث) میں امام اعظمؒ کے جانشین قرار دیا گیا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعیؒ (م ۸۵۲ھ) نے امام شافعیؒ کے مناقب میں لکھا ہے:

قال الحاكم: لا اعلم خلافاً انه وُلد سنة خمسين ومائة وهو العام الذي مات فيه ابو حنيفة. ففيه اشارة الى ان الله يخلفه في فنه۔[1]

امام حاکم نیشاپوریؒ فرماتے ہیں کہ میں نہیں جانتا کہ اس میں کوئی اختلاف ہے کہ امام شافعیؒ ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے، اور اسی سال امام ابوحنیفہؒ کا انتقال ہوا۔ اس (امام شافعیؒ کا سن ولادت اور امام ابوحنیفہؒ کا سن وفات ایک ہونے) میں (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اشارہ ہے کہ امام شافعیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے فن (فقہ) میں ان کے خلیفہ و جانشین ہوں گے۔

پس امام شافعیؒ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے خلیفہ اور جانشین قرار دیے جا رہے ہیں تو اب کیسے ہو سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کی فقہ تو حدیث سے متصادم قرار پائے، جب کہ آپ کے فقہی جانشین امام شافعیؒ کی فقہ کو فقاہت حدیث سے تعبیر کیا جائے؟

ان حقائق کے باوجود جو لوگ امام عالی شان اور آپ کی فقہ کے خلاف جھوٹی پروپیگنڈہ جاری رکھے ہوئے ہیں، ان کے بارے میں یہی کہہ سکتے ہیں:

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
بھلا اس میں قصور ہے کیا آفتاب کا

---

[1] توالی التاسیس لمعالی محمد بن ادریس

www.besturdubooks.wordpress.com

استخراجِ مسائلِ فقہ میں آپ کا طریقہ کار

درج بالا اقتباسات سے امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ میں امامت وعظمت شان بخوبی واضح ہو چکی ہے۔ اس کے بعد اب ہم یہ جائزہ لیتے ہیں کہ آپ کی فقہ، کہ جس کی یہ اَجِلّہ محدثین وفقہاء اس قدر تعریف وتوصیف کر رہے ہیں، یہ کن اصولوں پر مبنی ہے، اور آپ نے اس فقہ کے مسائل کا استخراج کس طرح کیا ہے؟ تو آیئے اس سوال کا جواب بزبان خود امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ملاحظہ کریں۔ چنانچہ علامہ خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) علامہ ابن عبدالبر قرطبیؒ (م ۴۶۳ھ) اور علامہ حسین بن علی صمیریؒ (م ۴۳۶ھ) نے بسند متصل آپ سے نقل کیا ہے کہ:

آخذ بكتاب الله، فما لم أجد فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإن لم أجد في كتاب الله ولا سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذت بقول اصحابه، آخذ بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم، ولا اخرج من قولهم الى قول غيرهم. فاذا انتهى الامر. او جاء. الى ابراهيم، والشعبي، وابن سيرين، والحسن، وعطاء، وسعيد بن المسيب. وعدد رجالا. فقوم اجتهدوا فاجتهد كما اجتهدوا۔[1]

میں (کسی بھی شرعی مسئلہ کا حل) کتاب اللہ (قرآن مجید) سے لیتا ہوں۔ اگر اس میں نہیں پاتا تو پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو لیتا ہوں، اور اگر مجھے اس مسئلہ کا حل کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے کہیں نہیں ملتا تو پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے آثار کو لیتا ہوں۔

[1] تاریخ بغداد (ج ۱۳ ص ۳۶۸)، الانتقاء (ص ۱۴۲-۱۴۳)، اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۲۴)

www.besturdubooks.wordpress.com

ان میں سے جس کا قول (مجھے راجح معلوم ہوتا ہے) لے لیتا ہوں، اور جس کا قول (مرجوح معلوم ہو) اس کو میں چھوڑ دیتا ہوں، البتہ ان کے آثار کی موجودگی میں کسی غیر صحابی کا قول میں قبول نہیں کرتا۔ اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسن بصریؒ، عطاء بن ابی رباحؒ، سعید بن مسیبؒ اور ان جیسے دیگر تابعین تک پہنچ جائے (تو چونکہ وہ بھی میری طرح مجتہدین تھے، لہٰذا) جیسے انہوں نے اجتہاد کیا ہے، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

مورخ اسلام حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے اس سلسلے میں آپ سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

آخذ بكتاب الله، فما لم اجد فبسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم، والآثار الصحاح عنه التي فشت في ايدي الثقات عن الثقات، فان لم اجد فبقول اصحابه آخذ بقول من شئت، واما اذا انتهى الامر الى ابراهيم، والشعبي، والحسن، وعطاء، فاجتهد كما اجتهدوا.[1]

میں (مسائل شرعیہ کا حل) کتاب اللہ سے لیتا ہوں۔ اگر اس میں نہ ملے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کی اُن صحیح احادیث سے لیتا ہوں جو ثقہ راویوں کے ہاتھوں میں ثقہ راویوں کے ذریعے عام پھیل چکی ہیں۔ اور اگر ان دونوں (قرآن وسنت) میں مجھے کوئی حکم نہیں ملتا تو پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی کے قول کو لے لیتا ہوں۔ اور جب معاملہ ابراہیم نخعیؒ، عامر شعبیؒ، حسن بصریؒ اور عطاء بن ابی رباحؒ جیسے مجتہدین تابعین پر آٹھہرتا ہے تو جیسے انہوں نے اجتہاد کیا، میں بھی اجتہاد کرتا ہوں۔

علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) ارقام فرماتے ہیں:

ومما كان كتبه الخليفة ابوجعفر المنصور الى ابي حنيفة: بلغني انك تقدم القياس على الحديث، فقال: ليس الامر كما بلغك يا امير المؤمنين انما اعمل اولاً بكتاب الله، ثم بسنة رسول الله صلى الله

[1] مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ (ص ۲۰، ۲۱)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

علیہ وسلم، ثم بأقضية أبي بكر و عمر و عثمان و علي رضي الله عنهم، ثم بأقضية بقية الصحابة، ثم أقيس بعد ذلك إذا اختلفوا.[۱]

خلیفہ ابوجعفر منصور نے امام ابوحنیفہؒ کی طرف یہ خط لکھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ قیاس کو حدیث پر مقدم کرتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا، اے امیر المومنین! آپ تک جو بات پہنچی ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں سب سے پہلے کتاب اللہ کو لیتا ہوں۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو لیتا ہوں، پھر خلفائے راشدین حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضي الله عنهم کے فیصلوں کو لیتا ہوں، پھر دیگر صحابہؓ کے فیصلوں کو لیتا ہوں۔ اور جب کسی مسئلہ پر صحابہ کا اختلاف ہو جائے تو پھر (ان میں سے کسی ایک کے قول کو ترجیح دینے کے لیے) قیاس کرتا ہوں۔

ان اقتباسات سے دو باتیں اچھی طرح واضح ہو جاتی ہیں:

ایک یہ کہ امام صاحبؒ کو امام حسن بصریؒ، امام ابراہیم نخعیؒ اور امام عطاء بن ابی رباحؒ وغیرہ مجتہدین تابعین کے ہم پایہ مجتہد ہونے کا خود اقرار تھا، اور آپ کی یہ بات بالکل شک وشبہ سے بالا تھی۔

دوسری یہ کہ فقہ حنفی محض امام ابوحنیفہؒ کے قیاسات کا نام نہیں ہے، جیسا کہ آپ کے حاسدین لوگوں کو باور کراتے پھرتے ہیں، بلکہ اس کی بنا ادلہ شرعیہ پر ہے، اور ان ادلہ شرعیہ سے استخراج مسائل کی ترتیب خود امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی زبانی یہ ہے کہ پہلے کتاب اللہ، پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور اگر ان تینوں میں یہ مسئلہ واضح نہ ہو تو پھر ان ادلہ کی روشنی میں قیاس شرعی۔ گویا آپ کے نزدیک قیاس کا مرتبہ سب سے آخر میں ہے اور وہ بھی تب جب ان کا حل ان ادلہ شرعیہ سے نہ نکلے۔ [illegible] پھر ان ادلہ شرعیہ سے جو مسائل مستخرج ہوئے، ان کی درجہ بندی بھی آپ نے ان کی [illegible] سے فرمائی ہے کہ جس مسئلہ کا حکم قرآن سے ثابت ہوا اس کو آپ نے فرض قرار دیا اور [illegible] سنت سے ثابت ہوا اس کو آپ نے واجب [illegible]

---

[۱] [illegible] (ص ۸۰)

امام ربانی علامہ عبدالوہاب شعرانیؒ (م ۹۷۳ھ) آپ کے اس فقہی کمال کو اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فرحم اللّٰہ الامام ابا حنیفۃ حیث غایر بین لفظ الفرض و الواجب و بیّن معناھما، فجعل ما فرضہ اللّٰہ تعالٰی اعلٰی مما فرضہ رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم، وان کان لا ینطق عن الھوٰی ادبا مع اللّٰہ تعالٰی. و نفس رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یمدح الامام ابا حنیفۃ علٰی مثل ذلک لانہ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم یحب رفع رتبۃ تشریع ربہ علٰی تشریعہ ھو ولو کان ذلک باذنہ تعالٰی، ولم ینظر الٰی ذلک من جعل الفرض والواجب مترادفین.[1]

اللہ تعالیٰ کی امام ابوحنیفہؒ پر رحمت ہو کہ آپ نے لفظِ فرض اور لفظِ واجب کے درمیان فرق واضح کیا اور دونوں کا مطلب بھی بیان کر دیا۔ وہ یوں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے ضروری قرار دیا ہے، آپ نے اس کو اس چیز پر فوقیت دی ہے جس کو اللہ کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ضروری کہا ہے، اگرچہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم بھی اپنی مرضی سے کچھ نہیں بولتے (بلکہ صرف وحی الٰہی سے بولتے ہیں)۔ یہ فرق امام صاحبؒ نے محض اللہ تعالیٰ کے ادب کی وجہ سے کیا ہے۔ اور اس پر خود رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کی مدح فرمائی ہے۔ وہ اس طرح کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم یہ پسند کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی تشریع آپ کی تشریع سے بالا ہو، اگرچہ آپ کی تشریع (بیانِ شریعت) بھی اللہ کے حکم سے ہوتی تھی۔ جن لوگوں نے اس نکتہ پر غور نہیں کیا، انہوں نے فرض اور واجب کو مترادف کہہ دیا۔

☆☆☆

یہ تھیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کے فقہی کمالات جن کی وجہ سے تمام ائمہ [illegible] آپ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

[illegible]

[1] ایضاً (۱/۶۵)

www.besturdubooks.wordpress.com

آپ کی فقہ پر محدثین کا اعتماد

امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ کو حدیث کے مخالف و متصادم قرار دے کر مطعون کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ محض جھوٹی الزام تراشی ہے، ورنہ آپ کی فقہ سراسر حدیث سے ماخوذ اور اس کے عین مطابق ہے۔ آپ کی فقہ کا حدیث سے ماخوذ اور اس کے مطابق ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ آپ کی فقہ محدثین (ماہرین حدیث) میں کافی مقبول رہی ہے، اور محدثین کی ایک بڑی تعداد نے اس فقہ کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا ہے اور اس کے ساتھ اپنی وابستگی کا اظہار کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے مقلدین میں دیگر طبقوں کے اہل علم کی طرح حضرات محدثین بھی بڑی کثرت سے ہیں۔

جلیل المرتبت محدث امام محمد بن طاہر مقدسیؒ (م ۵۰۷ھ) نے مادہ "حنفی" (یعنی وہ لوگ جو امام ابو حنیفہؒ کے فقہی مذہب کی طرف منسوب ہیں) کے ذیل میں تصریح کی ہے:

وفیہم کثرۃ من الفقہاء والمحدثین وائمۃ الدین۔[1]

حنفیوں میں فقہاء، محدثین اور ائمہ دین کی کثرت ہے۔

علامہ ابن خلدونؒ (م ۸۰۸ھ) کا بیان بھی پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کو حدیث میں اجتہادی مقام حاصل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آپ کا مذہب محدثین میں قابل اعتماد شمار ہوتا ہے۔

آپ کی فقہ پر کاربند بعض نامور محدثین کا تعارف

آپ سے فقہی تعلق رکھنے والے محدثین دو طرح کے ہیں: ایک وہ حضرات جنہیں آپ کی شاگردی اور آپ سے تلمذ کا شرف حاصل ہے [illegible] اور بالکل صحیح و ثابت ہے، جیسا کہ آپ کے تلامذہ امام ابو یوسفؒ، امام محمدؒ، امام زفرؒ اور امام حسن بن زیادؒ وغیرہ ہیں، جو کہ فقیہ ہونے کے ساتھ [illegible]

[1] الموتلف والمختلف (ص ۵۶)، للمقدسی، دار الکتب العلمیہ، بیروت۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ساتھ علم حدیث میں بھی عظیم المرتبت ہیں۔ اسی طرح ان سے بعد کے محدثین جیسا کہ امام طحاویؒ، امام ابن الترکمانیؒ، امام زیلعیؒ، امام عینیؒ اور امام ابن الہمامؒ وغیرہ حضرات۔ اس قسم کے محدثین کے حنفی ہونے پر حوالجات ذکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔

دوسرے وہ محدثین ہیں کہ جن کے حنفی اور آپ کے متعلقین میں سے ہونے میں بھی اگرچہ کوئی شک وشبہ نہیں ہے، لیکن ان کے حنفی ہونے کو وہ شہرت نہیں ملی جو پہلی قسم کے حنفی محدثین کو حاصل ہے۔ اس طرح کے محدثین بھی اس کثرت سے ہیں کہ ان سب کا احاطہ یہاں مشکل ہے۔ ہم یہاں ان میں سے صرف بیس نامور محدثین کا تعارف اور ان کے حنفی ہونے کا ثبوت بحوالہ محدثین پیش کرتے ہیں۔

(۱) امام لیث بن سعد مصریؒ (م ۱۷۵ھ)

امام لیثؒ، جو کہ مصر کے مشہور امام وفقیہ اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، امام شافعیؒ اور امام یحییٰ بن بکیرؒ ان کو امام مالکؒ سے بھی زیادہ فقیہ قرار دیتے تھے۔[1] انہوں نے مکہ مکرمہ میں امام اعظمؒ کے درس میں شرکت کی اور آپ سے حدیث وفقہ میں تلمذ حاصل کیا۔ جیسا کہ امام اعظمؒ کے "سلسلہ درس وتدریس" کے بیان میں گزرا ہے۔

نیز ان کا شمار حنفی المذہب فقہاء میں ہوتا ہے۔ چنانچہ مورخ اسلام علامہ ابن خلکانؒ (م ۶۸۱ھ) نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ:

ان الليث كان حنفي المذهب.[2]

بلاشبہ امام لیثؒ حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

علامہ زاہد کوثریؒ (م ۱۳۷۱ھ) ان کے بارے میں ارقام فرماتے ہیں:

عدّه كثير من اهل العلم حنفيا، وبه جزم القاضي زكريا الانصاري ايضا في شرح البخاري.[3]

امام لیثؒ کو بہت سے اہل علم نے حنفی قرار دیا ہے۔ قاضی زکریا انصاریؒ بھی اپنی "شرح بخاری" میں ان کو بالجزم حنفی کہتے ہیں۔

---

[1] تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۲۵) [2] الجواہر المضیئۃ (۲/۴۰۹)

[3] تعلیقات الانتقاء و مقدمہ (ص ۱۳۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

مولانا نواب صدیق حسن خان غیر مقلد نے بھی ان کے بارے میں تصریح کی ہے:

وے حنفی مذہب بود۔[1]

کہ یہ حنفی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔

(۴) امام قاسم بن معنؒ (م ۱۷۵ھ)

یہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے جلیل القدر پوتے ہیں۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کو حفاظ میں شمار کرتے ہوئے ان کا تعارف "الامام، العلامۃ اور احد الاعلام" کے القاب سے کرایا ہے۔[2]

نیز ذہبیؒ ان کو: الامام، الثقۃ، المجتہد، قاضی الکوفۃ اور مفتی الکوفۃ فی زمانہ قرار دیتے ہیں۔

اور ان کے بارے میں امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) کا یہ بیان نقل کرتے ہیں کہ:

یہ ثقہ، نحوی، اخباری، کبیر الشان تھے، اور قضاء کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے کوئی معاوضہ نہیں لیتے تھے۔[3]

اسی طرح ذہبیؒ نے ان کے بارے میں امام ابوحاتمؒ (م ۲۷۷ھ) سے نقل کیا ہے کہ:

یہ ثقہ اور تمام لوگوں میں حدیث و اشعار کے سب سے بڑے راوی اور لغت عربی و فقہ کے سب سے بڑے عالم تھے۔[4]

یہ عظیم المرتبت امام بھی امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد اور آپ کے فقہی خوشہ چین ہیں۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمہ میں تصریح کی ہے کہ:

وکان عفیفا صارما من اکبر تلامذۃ الامام ابی حنیفۃ۔[5]

آپ پاکدامن، بہادر اور امام ابوحنیفہؒ کے بڑے تلامذہ میں سے تھے۔

امام احمد بن زہیر نسائی المعروف بہ "ابن ابی خیثمہؒ" (م ۲۷۹ھ) نے ان کو "اصحاب ابی حنیفہ" میں سے قرار دیا ہے، اور اپنی سند متصل کے ساتھ امام حجر بن عبد الجبارؒ سے نقل کیا ہے کہ کسی نے امام قاسم بن معنؒ سے پوچھا کہ آپ کیوں امام ابوحنیفہؒ کی جانب انتساب اختیار کر کے ان کے

[1] ابجد العلوم (ص [illegible])
[2] تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص [illegible])
[3] [illegible]
[4] [illegible]
[5] [illegible]

المناقب للخوارزمی (ج [illegible]) بحوالہ [illegible] (ص [illegible])

الجواہر المضیئۃ (ج ۱ ص [illegible])

سیر اعلام النبلاء (ج ۷ ص [illegible])

ایضاً

ایضاً

www.besturdubooks.wordpress.com

غلاموں میں شمار ہونا چاہتے ہیں تو انہوں نے جواب میں فرمایا:

ما جالس الناس الی احد انفع من مجالسة ابی حنیفة.[۱]

مجھے امام ابوحنیفہؒ کی مجلس سے زیادہ کسی کی مجلس نے نفع نہیں دیا۔

(۳) امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ)

موصوف بلند پایہ فقیہ، مجاہد فی سبیل اللہ، عظیم ولی اللہ اور علم حدیث میں امیر المؤمنین کے درجے پر فائز تھے۔ ان کا قدرے تفصیلی تذکرہ ہم امام اعظمؒ کے تلامذہ کے تعارف میں ذکر کر آئے ہیں، اور وہاں بحوالہ محدثین یہ ذکر ہو چکا ہے کہ امام موصوف نے امام اعظمؒ سے حدیث کی روایت کرنے کے علاوہ فقہ میں بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل کیا، اور یہ آپ کے فقہی تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

نیز امام ابن المبارکؒ کا خود اپنا بیان ہے:

وتعلمت الفقه الذی عندی من ابی حنیفة.[۲]

میرے پاس جو کچھ فقہ ہے وہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے سیکھا ہے۔

نیز فرماتے ہیں:

امامنا فی الفقه ابو حنیفة.[۳]

فقہ میں ہمارے امام (پیشوا) امام ابوحنیفہؒ ہیں۔

غازی اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی کے بھتیجے سلطان المعظم عیسیٰ بن ابی بکر ایوبی (م ۶۲۴ھ) نے امام ابن المبارکؒ کے بارے میں تصریح کی ہے کہ:

وانه مازال علی مذهب ابی حنیفة الی ان مات بروایة الخطیب عنه.[۴]

امام ابن المبارکؒ اپنی وفات تک امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر ہی کار بند رہے تھے، جیسا کہ علامہ خطیبؒ نے روایت کی ہے۔

۱۔ التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمہ (ج/۱ ق/۲ ص۱۰۹)
۲۔ اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ (ص۸۲)
۳۔ ایضاً (ص۱۳۰)
۴۔ السہم المصیب فی کبد الخطیب (ص۱۳)

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) اور علامہ عبدالحی لکھنویؒ (م ۱۳۰۴ھ) نے بھی ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے۔[۱]

(۴) امام قاضی حفص بن غیاثؒ (م ۱۹۴ھ)

قاضی موصوف ایک نامور حافظ الحدیث اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں، اور تمام کتب حدیث ان کی روایات سے مالامال ہیں۔ ہم امام اعظمؒ کے تلامذہ کے تعارف میں ان کا بھی تفصیلی ترجمہ لکھ آئے ہیں، اور وہاں حافظ ابن الصلاحؒ، حافظ سخاویؒ اور حافظ سیوطیؒ وغیرہ محدثین کے حوالے ہم نے نقل کیے تھے کہ قاضی موصوف امام اعظمؒ کے طبقہ اولیٰ کے تلامذہ میں سے ہیں، اور آپ کے ان اصحاب میں شمار ہوتے ہیں جن کو آپ نے اپنے دل کی تسکین اور اپنے غموں کا مداوا قرار دیا تھا۔

علاوہ ازیں امام نووی شافعیؒ (م ۶۷۶ھ) نے ان کے حنفی المذہب ہونے کی صاف تصریح کی ہے۔[۲]

امام محمد بن ابراہیم بن جماعہؒ (م ۷۳۳ھ) بھی ان کو حنفی قرار دیتے ہیں۔[۳]

اسی طرح حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے۔[۴]

(۵) امام یزید بن ہارون واسطیؒ (م ۲۰۶ھ)

یہ بھی ایک نامور محدث اور جلد پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ ان کے مناقب کے لیے یہی کافی ہے کہ امام بخاریؒ کے استاذ امام علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے بڑا کوئی حافظ الحدیث نہیں دیکھا۔ تمام ائمہ صحاح ستہ نے ان سے اپنی کتب میں روایات لی ہیں۔[۵]

امام موفق بن احمد مکیؒ (م ۵۶۸ھ) ان کے متعلق لکھتے ہیں:

اتفق اصحاب الحدیث علی ان واسطا ما اخرجت مثل یزید بن ہارون فی حفظہ واتقانہ وزہدہ وانواع فضلہ روی عن ابی حنیفۃ:

---

[۱] الجواہر المضیئۃ (۱/۲۱۸) والفوائد البہیۃ (ص ۱۰۳)
[۲] تہذیب النواوی مع شرح تدریب الراوی (۲/۵۸)
[۳] المختصر الروی فی تلخیص المنہل الروی (ص ۹۶)
[۴] الجواہر المضیئۃ (۲/۵۴)
[۵] تہذیب التہذیب (۱۱/۳۶۶)

www.besturdubooks.wordpress.com

مع فضله و كبر سنه و مسألة عن مسائل من الفقه، و كان مائلا اليه.[1]

اصحاب حدیث (محدثین) کا اس پر اتفاق ہے کہ سرزمین واسط نے امام یزید بن ہارونؒ، جو کہ حفظِ حدیث، اتقانِ حدیث، زہد و تقویٰ اور دیگر متعدد فضائل کے جامع تھے، جیسا شخص پیدا نہیں کیا۔ لیکن ان سب فضل و کمال اور بڑی عمر رکھنے کے باوجود انہوں نے امام ابوحنیفہؒ سے روایت حدیث کی ہے اور آپ سے مسائلِ فقہ حاصل کیے ہیں، اور یہ (فقہی طور پر) آپ کی طرف میلان رکھتے تھے۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے اور امام اعظمؒ کے بارے میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے:

وَلَوَدِدْتُ ان عندی عنده مائة الف مسئلة، قال و جلست قبل ان يموت بجمعة.[2]

میری خواہش ہے کہ میرے پاس امام ابوحنیفہؒ کے ایک لاکھ مسائل فقہ ہوں، میں امام صاحبؒ کی وفات سے پہلے والے جمعہ میں بھی آپ سے ملا تھا۔

(۲) امام شعیب بن اسحاق دمشقیؒ (م ۱۸۹ھ)

امام شعیبؒ کا شمار ثقہ محدثین اور پختہ کار حفاظِ حدیث میں ہوتا ہے۔ امام احمدؒ، امام ابوداؤدؒ، امام یحییٰ بن معینؒ، امام نسائیؒ، امام ابن حبانؒ اور دیگر محدثین نے ان کی زبردست توثیق و تعریف کی ہے۔ اور امام بخاریؒ وغیرہ ائمہ حدیث نے اپنی کتب حدیث میں ان کی متعدد احادیث کو روایت کیا ہے۔[3]

موصوف ان خوش بخت لوگوں میں سے ہیں جو امام اعظمؒ کے درس حدیث و فقہ میں شریک ہوتے رہے اور ہمیشہ آپ کے مذہب پر ان کا رجحان رہا ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) ان کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

روى عن ابيه و ابى حنيفة، و تمذهب له.[4]

---

[1] [illegible]
[2] [illegible]
[3] [illegible]
[4] [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

انہوں نے اپنے والد (امام اسحاق دمشقیؒ) اور امام ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے، اور امام ابو حنیفہؒ کا مذہب اختیار کیا ہے۔

حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) بھی ان کو حنفی قرار دیتے ہیں اور ان کے بارے میں تصریح کرتے ہیں:

اخذ الفقه عن ابی حنیفة، و كان من ثقات اهل الرأی، متقنا مجود الحدیث.[1]

انہوں نے امام ابو حنیفہؒ سے فقہ حاصل کیا، اور یہ ثقہ اہل رائے (فقہاء) اور پختہ کار اور جید محدثین میں سے تھے۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی ان کو علمائے حنفیہ میں شمار کیا ہے۔[2]

(۷) امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہؒ (م ۱۸۲ھ)

ان کا شمار ان عظیم المرتبت ائمہ حدیث میں ہوتا ہے جن کی ثقاہت و عدالت پر تمام محدثین متفق ہیں، اور جن کی احادیث سے صحاح ستہ اور دیگر کتب حدیث مزین ہوئی ہیں۔

ان کا ترجمہ ہم امام اعظمؒ کے تلامذہ کے تعارف میں لکھ چکے ہیں اور وہاں یہ گزر چکا ہے کہ امام اعظمؒ کے ساتھ ان کا اتنا گہرا تعلق تھا کہ حافظ ذہبیؒ اور علامہ ابن العمادؒ جیسے محدثین ان کو "صاحب ابی حنیفہؒ" سے ملقب کرتے ہیں۔

نیز ان کے ترجمے میں بحوالہ امام طحاویؒ یہ بھی گزرا ہے کہ امام اعظمؒ نے اپنے جن چالیس [illegible] تلامذہ پر مشتمل فقہی مجلس تشکیل دی تھی، ان میں یہ بھی شامل تھے اور اس مجلس میں کتابت کی [illegible] بھی ان ہی کے سپرد تھی۔

(۸) امام وکیع بن جراحؒ (م ۱۹۷ھ)

[illegible] مشہور حفاظ حدیث (امام احمد بن حنبلؒ، امام ابن المدینیؒ اور امام یحییٰ بن معینؒ وغیرہ) [illegible] علم حدیث و اسماء الرجال کے عظیم سپوت ہیں۔ یہ عظیم المرتبت محدث بھی امام اعظمؒ [illegible] ہونے کے علاوہ آپ کے مقلد بھی ہیں اور یہ ہمیشہ آپ ہی کے قول پر فتویٰ دیا کرتے

[1] [illegible] (۳۰۳/۱)۔ [2] [illegible] (۱۷۵/۱)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

امام موصوف کے شاگرد امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ) فرماتے ہیں:

ما رأیت احدًا اقدمه علی وکیع وکان یفتی برأی ابی حنیفة.[1]

میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کو امام وکیعؒ پر ترجیح دوں، اور وہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے (فقہ) پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

نیز فرماتے ہیں:

ویفتی بقول ابی حنیفة.[2]

امام وکیعؒ امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔

حافظ ابوعبداللہ صیمریؒ (م ۴۳۶ھ) ارقام فرماتے ہیں:

فمن اخذ عنه العلم وکان یفتی بقوله وکیع بن الجراح.[3]

امام ابوحنیفہؒ سے جن لوگوں نے علم حاصل کیا اور آپ کے قول پر فتویٰ دیتے رہے، ان میں سے ایک امام وکیع بن جراحؒ بھی ہیں۔

نیز امام صاحبؒ کی توثیق کے بیان میں مشہور غیر مقلد مولانا ابویحییٰ محمد شاہجہانپوری (م ۱۳۳۸ھ) کا حوالہ گزر چکا ہے، جس میں انہوں نے تسلیم کیا ہے کہ امام وکیع بن جراحؒ اور امام یحییٰ بن سعید قطانؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول و مذہب کو لیا ہے اور اسی پر فتویٰ دیا ہے۔

(۹) امام یحییٰ بن سعید قطانؒ (م ۱۹۸ھ)

امام قطانؒ کا حدیث اور اسماء الرجال میں جو بلند پایہ مقام ہے، وہ کسی تعارف کا محتاج نہیں ہے۔

یہ وہی بزرگ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے فن اسماء الرجال کو مدون کیا۔ چنانچہ مولانا عبدالسلام مبارکپوریؒ (م ۱۳۴۲ھ) نے تصریح کی ہے:

فن اسماء الرجال کا سنگ بنیاد یحییٰ بن سعید قطانؒ نے رکھا۔[4]

محدثین میں امام اعظمؒ کی مقبولیت کی اس سے بڑھ کر دلیل اور کیا ہوگی کہ یحییٰ جیسے فن اسماء الرجال کے یہ مدون اول بھی آپ کی فقہ کے مقلد و پیروکار تھے۔ چنانچہ امام یحییٰ بن معینؒ امام

---

[1] جامع بیان العلم وفضلہ (۲/۱۴۹)

[2] تذکرۃ الحفاظ (۱/۲۸۲)

[3] اخبار ابی حنیفہ واصحابہ (ص ۱۳۶)

[4] سیرۃ البخاری (ص ۱۷۷)

www.besturdubooks.wordpress.com

قطانؒ کے بھی شاگرد ہیں، فرماتے ہیں:

وکان یحیٰی القطان یفتی بقول ابی حنیفۃ ایضا[۱]

امام یحیٰی قطانؒ بھی امام ابوحنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا کرتے تھے۔

نیز امام ابن معینؒ تصریح کرتے ہیں:

وکان یحیی بن سعید یذھب فی الفتوی الی قول الکوفیین، ویختار قوله من اقوالهم، ویتبع رأیه من بین اصحابه.[۲]

امام یحیٰی بن سعید قطانؒ فتویٰ دینے میں کوفیوں کے مذہب پر تھے، اور وہ اہلِ کوفہ کے اقوال میں سے امام ابوحنیفہؒ کے قول کو اختیار کرتے تھے، اور امام صاحبؒ کے اصحاب کی بجائے خود امام صاحبؒ کی رائے (فقہ) کی اتباع کرتے تھے۔

مورخِ اسلام حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) امام ابوحنیفہؒ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

وکان یحیی بن سعید یختار قوله فی الفتوی، وکان یحیی یقول: لانکذب الله، ماسمعنا احسن من رأی ابی حنیفة، وقد اخذنا باکثر اقواله.[۳]

امام یحیٰی بن سعید فتویٰ دینے میں امام ابوحنیفہؒ کے قول کو اختیار کرتے تھے، اور امام یحیٰی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی قسم! ہم جھوٹ نہیں بولتے، ہم نے امام ابوحنیفہؒ کی رائے سے بہتر کسی کی رائے نہیں سنی۔ اور بلاشبہ ہم نے آپ کے اکثر اقوال کو لیا ہے۔

محدث ناقد حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) امام قطانؒ کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

وکان فی الفروع علی مذھب ابی حنیفة.[۴]

امام قطانؒ فروعاتِ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر تھے۔

(۲) امام محمد بن جعفر الجارودیؒ (م ۲۹۱ھ)

نیز امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام جارودیؒ کی اولاد میں سے ہونے کی وجہ سے جارودی کہلاتے تھے

[۱] تذکرۃ الحفاظ (ج[illegible] ص[illegible]) [۲] تاریخ بغداد (ج[illegible] ص[illegible])

[۳] البدایہ والنہایہ (ج[illegible] ص[illegible]) [۴] سیر اعلام النبلاء (ج[illegible] ص[illegible])

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا بڑا شاندار ترجمہ لکھا ہے اور ترجمے کا آغاز ان القاب سے کیا ہے:

الامام الأوحد، الحافظ، المتقن الأمجد، صدر خراسان۔[1]

امام حاکم نیشاپوریؒ نے اپنی تاریخ میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے بارے میں یہ القاب لکھے ہیں:

شیخ وقتہ، وعین علماء عصرہ حفظا و کمالا، وقدرۃ ورئاستہ، وثروۃ۔[2]

امام حاکمؒ نے یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام جارودیؒ اور امام مسلمؒ صاحب الصحیح دونوں طلب حدیث میں اکٹھے سفر کرتے رہے ہیں اور ان دونوں کے آپس میں بہت اچھے تعلقات تھے۔

امام موصوف کا علم حدیث میں جو مقام و مرتبہ تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیں جو حافظ ذہبیؒ وغیرہ محدثین نے نقل کیا ہے کہ:

ایک دفعہ امام محمد بن یحییٰ ذہلی، جو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ وغیرہ ائمہ حدیث کے استاذ ہیں، حدیث کا درس دے رہے تھے کہ ایک حدیث کی املاء کے دوران امام جارودیؒ نے ان کو ٹوکا تو امام ذہلیؒ نے ان کو ڈانٹ دیا۔ جب دوسری مجلس شروع ہوئی تو امام ذہلیؒ نے ان سے فرمایا:

الصواب ماقلت، فانی رجعت الی کتابی فوجدتہ علی ماقلت۔[3]

درست بات وہی ہے جو آپ نے کہی تھی، میں نے جا کر اپنی کتاب دیکھی تو اس میں اسی طرح لکھا ہوا تھا جس طرح آپ نے کہا تھا۔

علوم حدیث کے علاوہ علوم عربیہ میں بھی ان کا مرتبہ اس قدر بلند تھا کہ بقول امام حاکمؒ، امام ذہلیؒ جیسے محدث بھی اس فن میں ان سے استفادہ کے لیے ان کو اپنے پاس رات کو ٹھہراتے تھے۔[4]

ان سب کمالات کے باوجود امام ابوحنیفہؒ کے مقلد تھے اور ان کا پورا گھرانہ حنفی تھا۔ امام حاکم نیشاپوریؒ ان کے تذکرہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] تذکرۃ الحفاظ للذہبی (ج ۲ ص ۱۲۹)   [3] ایضاً
[2] ایضاً   [4] ایضاً

اھل بیتہ حنفیون.[1]

ان کے سب گھر والے حنفی ہیں۔

نیز امام حاکمؒ فرماتے ہیں:

وکان ھو و ابوہ وجدہ والنجار وجد ابیہ صاحب ابی حنیفۃ کلھم راھیون.[1]

یہ (محمد بن نصرؒ) ان کے والد، ان کے دادا، اور ان کے پردادا چاروں جو صاحب ابی حنیفہؒ ہیں، یہ سب کے سب اہل الرائے (فقہائے احناف) تھے۔

حافظ ذہبی اور حافظ سیوطی نے بھی ان کو حنفی فقیہ قرار دیا ہے۔[2]

(۱۱) امام یحییٰ بن معینؒ (م ۲۳۳ھ)

موصوف فن جرح وتعدیل کے امام اور تمام حفاظ حدیث کے سردار ہیں۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوریؒ غیر مقلد (م ۱۳۵۳ھ) ان کے متعلق لکھتے ہیں:

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین، جن کی نسبت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں:

کل حدیث لا یعرفہ یحییٰ فلیس بحدیث.

یعنی جس حدیث کو یحییٰ بن معین نہ پہچانیں، وہ حدیث ہی نہیں ہے۔[3]

یہ حدیث واسماء الرجال کے مایہ ناز سپوت بھی تھے یہ کہ حنفی ہیں، بلکہ ان کا شمار غالی حنفیوں میں ہوتا ہے۔

حافظ شمس الدین ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) ارقام فرماتے ہیں:

الحنفی ان ابن معین کان من الحنفیۃ الغلاۃ فی مذھبہ وان کان محدثا.[4]

بلاشبہ امام یحییٰ بن معینؒ ان حنفیوں میں سے ہیں جو اپنے مذہب میں غلو رکھتے تھے۔

---

[1] ایضاً، الجواہر المضیئہ (۲/۱۲۸)

[2] تذکرۃ الحفاظ (۲/۶۵۰)، طبقات الحفاظ (ص ۲۹۶)

[3] تحفۃ الاحوذی (۲/۶۵۰)

[4] الرواۃ الثقات المتکلم فیہم بما لا یوجب ردہم (ص ...)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں، اگرچہ وہ محدث ہیں۔

نیز حافظ ذہبیؒ، امام ابن معینؒ کے ترجمہ میں امام موصوف کے شاگرد امام ابراہیم بن عبداللہ بن جنیدؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

فقلت لیحیی: تری ان ینظر الرجل فی رأی الشافعی، وابی حنیفة؟ قال ما اری لاحد ان ینظر فی رأی الشافعی، ینظر فی رأی ابی حنیفة احب الیّ۔

قلت: قد کان ابوزکریا رحمه الله حنفیا فی الفروع، فلهذا قال هذا، وفیه انحراف یسیر عن الشافعی۔[1]

میں نے امام یحییٰ بن معینؒ سے پوچھا کہ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر کوئی آدمی امام شافعیؒ اور امام ابو حنیفہؒ کی رائے (فقہ) دیکھے؟ انہوں نے فرمایا، میں کسی کے لیے یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ وہ امام شافعیؒ کی فقہ کو دیکھے، البتہ مجھے امام ابو حنیفہؒ کی فقہ دیکھنا بہت زیادہ پسند ہے۔

میں (حافظ ذہبیؒ) کہتا ہوں کہ امام ابوزکریا رحمہ اللہ (یہ امام ابن معینؒ کی کنیت ہے) فروعی مسائل میں حنفی تھے، اس لیے انہوں نے یہ بات فرمائی ہے، اور ان میں قدرے امام شافعیؒ کی مخالفت پائی جاتی تھی۔

(۱۴) امام ابو یعلیٰ احمد بن علی موصلیؒ (م ۳۰۷ھ)

یہ صاحب التصانیف محدث اور پختہ کار وثقہ محدث ہیں۔ ان کا مجموعہ حدیث، جو "مسند ابی یعلیٰ" کے نام سے مشہور ہے، اب طبع ہو چکا ہے، جو کہ حدیث کی ایک ضخیم کتاب ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے ان کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے اور ان کا تعارف کراتے ہوئے لکھا ہے:

ابو یعلی الموصلی الحافظ، الثقة، محدث الجزیرة... صاحب المسند الکبیر۔[2]

موصوف بھی حنفی مسلک سے تعلق رکھتے تھے یا نہیں؟ اس کی تصریح تو نہیں ملی، البتہ امام ابو یوسفؒ کے شاگرد امام بشر بن ولیدؒ (م ۲۳۸ھ) سے حدیث کے بارے میں علامہ خطیبؒ لکھتے ہیں کہ ...

[1] سیر اعلام النبلاء (ج ۱۱ ص ۸۸) [2] تذکرة الحفاظ (۲/۷۰۷)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

أخذ اصحاب ابی یوسف، اخذ عنه الفقه، [1] کہ امام بشرؒ امام ابو یوسفؒ کے اصحاب میں سے ہیں، اور انہوں نے آپ سے فقاہت سیکھی) سے حاصل کی تھی۔ چنانچہ امام حاکم نیشاپوریؒ (م ۴۰۵ھ) اور حافظ ذہبیؒ امام ابو یعلیٰؒ کے شاگرد امام ابو علی الحافظؒ (م ۳۴۹ھ)) کے حوالے سے لکھتے ہیں:

لولم یشتغل ابو یعلی بکتب ابی یوسف علی بشر بن الولید لادرک بالبصرة سلیمان بن حرب وابا الولید الطیالسی. [2]

اگر ابو یعلیؒ بشر بن ولیدؒ سے امام ابو یوسفؒ کی کتابیں پڑھنے میں مشغول نہ ہوتے تو بصرہ میں سلیمان بن حربؒ اور ابو ولید طیالسیؒ کو پا لیتے۔

اس حوالے سے اندازہ لگائیں کہ امام موصوف کے دل میں امام ابو حنیفہؒ کی فقہ کی کتنی محبت تھی کہ اس کے حصول میں انہوں نے امام ابن حربؒ اور امام طیالسیؒ جیسے عالی السند محدثین سے شرفِ تلمذ کو بھی قربان کر دیا۔

نیز حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں:

وقال الحافظ عبدالغنی الازدی: ابو یعلی احد الثقات الاثبات، کان علی رای ابی حنیفة. قلت: نعم، لانه اخذ الفقه عن اصحاب ابی یوسف. [3]

حافظ عبدالغنی الازدیؒ نے فرمایا ہے کہ امام ابو یعلیٰؒ ثقہ اور پختہ کار محدثین میں سے ایک تھے، اور وہ امام ابو حنیفہؒ کی رائے (فقہ) پر کاربند تھے۔ میں (حافظ ذہبیؒ) کہتا ہوں، جی ہاں! اس لیے کہ انہوں نے فقہ امام ابو یوسفؒ کے تلامذہ (بشر بن ولیدؒ وغیرہ) سے حاصل کیا تھا۔

(۶۲) امام ابو بشر محمد بن احمد بن حماد الدولابیؒ (م ۳۱۰ھ)

امام دولابیؒ مشہور محدث اور جرح و تعدیل کے امام ہیں۔ انہوں نے علومِ حدیث کی تحصیل امام بخاریؒ، امام نسائیؒ وغیرہ ائمہ حدیث سے کی، جبکہ خود ان سے شرفِ تلمذ رکھنے والوں میں امام [illegible]

---

[1] تاریخ بغداد (۷/ ۸۶)

[2] تاریخ نیسابور (طبقۂ شیوخ ابی الحاکم ص ۶۹۵) [illegible]

[3] تذکرة الحفاظ (۳/ ۲۹۵۱) [illegible]

www.besturdubooks.wordpress.com

ابن ابی حاتمؒ، امام طبرانیؒ اور امام ابن حبانؒ وغیرہ جیسے اساطین علم حدیث بھی شامل ہیں۔ امام موصوف نے علم حدیث اور فن جرح و تعدیل کے متعلق کئی شاہکار کتابیں لکھی ہیں، جن میں سے ان کی ایک کتاب "الکنی والاسماء" بھی ہے جو اپنے موضوع پر ایک سند کا درجہ رکھتی ہے۔ متعدد جلیل القدر محدثین نے ان کی بڑے عمدہ الفاظ میں توثیق و تعریف کی ہے۔ چنانچہ حافظ ذہبیؒ ان کو حفاظ میں شمار کرتے ہوئے ان کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کرتے ہیں:

الدولابی الحافظ العالم۔[1]

نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

الدولابی الامام الحافظ البارع۔[2]

اسی طرح ذہبیؒ نے ان کو محمد بن احمد بن حماد بن سفیان کوفی کے ترجمہ میں "الحافظ الکبیر" قرار دیا ہے۔[3]

امام ابن یونس مصریؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

کان الدولابی من اهل الصنعة، حسن التصنیف۔[4]

امام دولابیؒ اہل فن حدیث میں سے تعلق رکھنے والے ایک اچھے مصنف تھے۔

حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبیؒ فرماتے ہیں:

وکان مقدما فی العلم والروایة ومعرفة الاخبار۔[5]

امام دولابیؒ کو علم روایت حدیث اور معرفت تاریخ میں فوقیت حاصل تھی۔

حافظ ابونصر ابن ماکولاؒ (م ۴۷۵ھ) رقم فرماتے ہیں:

والدولابی واحد من المتقنین الحفاظ۔[6]

امام دولابیؒ پختہ کار اور حفاظ محدثین میں سے ایک ہیں۔

مؤرخ اسلام علامہ ابن خلکانؒ نے امام دولابیؒ کے ترجمہ میں تصریح کی ہے:

کان عالما بالحدیث والاخبار والتواریخ، سمع الاحادیث بالعراق

١۔ تذکرۃ الحفاظ (۲/ [illegible])
۲۔ ایضاً (ج ۲، ص [illegible])
۳۔ ایضاً
۴۔ مختصر اعلام النبلاء (ج ۲، ص [illegible])
۵۔ لسان المیزان (۵/ [illegible])
۶۔ الاکمال (۳/ [illegible])

www.besturdubooks.wordpress.com

والشام۔[1]

آپ حدیث، اخبار اور تاریخ کے عالم تھے۔ آپ نے عراق اور شام میں احادیث کا سماع کیا تھا۔

نیز لکھتے ہیں:

ولہ تصانیف مفیدۃ فی التاریخ و موالید العلماء و وفیاتہم، واعتمد علیہ ارباب ہذا الفن فی النقل واخبروا عنہ فی کتبہم و مصنفاتہم المشہورۃ، وبالجملۃ فقد کان من الاعلام فی ہذا الشان وممن یرجع الیہ، وکان حسن التصنیف۔[2]

امام دولابیؒ کی تاریخ، اور نامور کی موالید اور وفیات میں مفید کتب ہیں۔ ارباب فن نے آپ کی نقل پر اعتماد کیا ہے، اور اپنی کتب اور مشہور تصانیف میں آپ سے روایات نقل کی ہیں۔ غرض آپ اس فن کی شخصیتوں میں سے تھے اور ان لوگوں میں سے تھے کہ جن کی طرف اس فن میں رجوع کیا جاتا ہے، اور آپ ایک اچھے مصنف تھے۔

بعض محدثین (امام ابن عدیؒ وغیرہ)، جو احناف کے بارے میں سخت متعصب ہیں، انہوں نے امام دولابیؒ پر مخالفت مذہب کی وجہ سے کلام کیا ہے، لیکن خود ان ہی محدثین میں سے امام [illegible] نے ان لوگوں کی تردید کردی ہے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

یتکلمون فیہ، وما تبین من امرہ الا خیر۔[3]

لوگوں نے ان کے بارے میں (بے جا) کلام کیا ہے، مگر ان سے سوائے خیر کے [illegible] ظاہر نہیں ہوا۔

[illegible] امام محمدؒ حنفی المذہب ہیں۔ چنانچہ حافظ مسلمہ بن قاسم قرطبیؒ ان کے بارے میں [illegible]

[illegible] کان ابوہ من اہل العلم، وکان متحققہ بالعلم [illegible] من الارض بعد ذلک۔

[illegible] وفیات الاعیان (۱/۳۵۲)

[illegible]

ثم خرج ابنه محمد عنها طالبا للحديث، فاكثر الرواية، وجالس العلماء. وتفقه لابي حنيفة رحمه الله تعالى.[1]

ان کے والد اہل علم میں سے تھے، اور ان کا مسکن دولاب واقع بغداد تھا، پھر ان کے بیٹے محمد (امام دولابیؒ) یہاں سے روایت حدیث کے لیے نکل گئے اور بکثرت احادیث کی روایت کی، علماء کی مجالس میں بیٹھے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر تفقہ حاصل کیا۔

(۱۴) امام عبدالباقی بن قانع بغدادیؒ (م ۳۵۱ھ)

یہ بھی ائمہ احناف میں سے ثقہ حافظ الحدیث اور پختہ کار محدث ہیں۔ ان کے تلامذہ حدیث میں امام دارقطنی، امام ابوبکر رازی وغیرہ محدثین بھی شامل ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کے ترجمہ کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

الامام الحافظ البارع الصدوق... صاحب كتاب "معجم الصحابة" الذي سمعناه.[2]

یہ امام، حافظ الحدیث، بارع، راست گو اور "معجم الصحابہ" کہ جس کی ہم نے بھی سماعت کی ہے، کے مصنف ہیں۔

نیز فرماتے ہیں:

وكان واسع الرحلة كثير الحديث بصيرا به.[3]

یہ طلب حدیث میں بہت زیادہ سفر کرنے والے اور حدیث کو کثرت سے روایت کرنے اور اس میں بصیرت رکھنے والے تھے۔

حافظ برقانیؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

اما البغداديون فيوثقونه.[4]

بغداد کے محدثین ان کی توثیق کرتے ہیں۔

علامہ خطیب بغدادیؒ ارقام فرماتے ہیں:

۱۔ لسان المیزان (ج۵/ص۴۲)
۲۔ سیر اعلام النبلاء (ج۱۵ ص۵۲۶)
۳۔ ایضاً
۴۔ تاریخ بغداد (ج۱۱/ص۸۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

وقد كان عبد الباقي من اهل العلم، والدراية والفهم، ورأيت عامة شيوخنا يوثقونه.[1]

امام عبد الباقیؒ اہلِ علم میں سے تھے، اور درایت اور فہم کے جامع تھے، میں نے اپنے اکثر شیوخ کو دیکھا ہے کہ وہ ان کی توثیق کرتے تھے۔

امام عبد الباقیؒ نے "معجم الصحابہؓ" کے علاوہ بھی کئی کتابیں تصنیف کی ہیں جن میں سے ایک ان کی کتاب "وفیات" پر بھی ہے، جیسا کہ حافظ سخاویؒ نے تصریح کی ہے۔[2]

حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے ان کو ائمہ احناف میں شمار کیا ہے اور ان کے بارے میں تصریح کی ہے:

واكثر ابوبكر في الرواية عنه في احكام القرآن.[3]

امام ابوبکر رازیؒ نے احکام القرآن میں ان سے بکثرت احادیث روایت کی ہیں۔

(۱۵) امام جعفر بن محمد مستغفری نسفیؒ (م ۴۳۲ھ)

موصوف ایک بلند پایہ اور قابلِ فخر حنفی محدث ہیں۔ حافظ ذہبیؒ نے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز انہوں نے ان کے بارے میں یہ القاب کہہ کر کیا ہے:

الامام، الحافظ، المجوّد، المصنف...[4]

امام ابو سعد سمعانیؒ نے بھی ان کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں ماوراء النہر کے علاقوں میں کوئی بھی شخص حدیث کو جمع و تصنیف کرنے اور اس کو سمجھنے میں ان کا ہم پلہ نہیں تھا۔[5]

حافظ سخاویؒ (م ۹۰۲ھ) ان کا تعارف "المجلی الحافظ" کے الفاظ سے کراتے ہیں۔[6] حافظ عبد القادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) اور حافظ قاسم بن قطلوبغاؒ (م ۸۷۹ھ) نے بھی ان کو

[1] ایضاً

[2] الاعلان بالتوبیخ (ص ۱۲۰)

[3] الجواہر المضیۃ (ج ۱ ص ۲۹۶)

[4] تذکرۃ الحفاظ (ج ۳ ص ۱۱۰۲)

[5] کتاب الانساب (ج ۱ ص ۲۹۴)

[6] الاعلان بالتوبیخ (ص ۱۳۲)

طبقات حنفیہ میں ذکر کیا ہے۔[1]

موصوف نے علوم حدیث میں کئی لاجواب کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے چند بتصریح حافظ ذہبیؒ یہ ہیں:

معرفة الصحابة، كتاب الدعوات، دلائل النبوة، فضائل القرآن، الشمائل، خطب النبي صلى الله عليه وسلم، كتاب الطب، تاريخ نسف، تاريخ كش۔[2]

(۱۴) امام حسن بن محمد صاغانی لاہوریؒ (م ۶۵۰ھ)

یہ برصغیر (موجودہ پاکستان) کے مایہ ناز اور قابل فخر حنفی محدث ہیں۔ علامہ تقی الدین فاسی مالکیؒ (م ۸۳۲ھ) اور حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) وغیرہ محدثین کی تصریح کے مطابق یہ دس صفر ۵۷۷ھ میں پاکستان کے تاریخی و علمی شہر لاہور میں پیدا ہوئے اور شہر غزنہ میں ان کی نشوونما ہوئی۔ پھر یہ بغداد تشریف لے گئے اور خلیفہ بغداد کے مقربین میں شامل ہو گئے۔ ۶۱۷ھ میں خلیفہ نے ان کو سلطان ہند کے دربار میں اپنا سفیر بنا کر بھیجا، اور یہ سات سال ہندوستان میں رہنے کے بعد ۶۲۴ھ میں واپس بغداد چلے گئے۔ پھر اسی سال یہ دوبارہ بطور سفیر ہندوستان تشریف لائے اور ۶۳۷ھ تک یہیں مقیم رہے۔ اس کے بعد یہ مستقل طور پر بغداد منتقل ہو گئے اور وہیں ۶۵۰ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اور پھر ان کی وصیت کے مطابق ان کے تابوت کو مکہ مکرمہ لے جا کر ان کو وہاں دفن کر دیا گیا۔

انہوں نے ہندوستان اور بغداد کے مشائخ سے تحصیل علم کرنے کے علاوہ مکہ مکرمہ، یمن اور عدن وغیرہ جا کر وہاں کے اکابر اہل علم سے بھی استفادہ کیا۔ ان کے اساتذہ میں نظام الدین ابو اشرف المرغینانی، ابن محمد حصری حنفی، عبد العزیز بن النامنۃ، ابراہیم القرشی العدنی اور سعید الدین خلف بن محمد حنفی وغیرہ تقریباً پچاس اکابر ہیں۔ جبکہ خود ان سے شرف تلمذ رکھنے والوں میں حافظ دمیاطی اور حافظ عبد المؤمن بن خلف وغیرہ جیسے نامور حفاظ حدیث بھی ہیں۔

حافظ دمیاطی ان کا اپنی معجم الشیوخ میں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱: الجواہر المضیہ (۱۸۰/۱)، ج ۱، الفوائد البہیہ (ص ۶۰)۔

۲: سیر اعلام النبلاء (۵۲۳/۱۶)۔

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں، جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ مشارق الانوار فی الجمع بین الصحیحین۔ یہ کتاب مطبوعہ اور متداول ہے۔

۲۔ کتاب فی علم الحدیث

۳۔ کتاب فی الضعفاء

۴۔ مجمع البحرین فی الفقہ۔ حافظ ذہبیؒ کی تصریح کے مطابق یہ بارہ جلدوں میں ہے۔

۵۔ العباب الزاخر فی اللغۃ۔ بقول ذہبیؒ یہ کتاب بیس جلدوں میں ہے۔

(۱۷) امام عمر بن احمد حلبی معروف بہ "ابن العدیم" (م ۶۶۰ھ)

امام ابن العدیمؒ شام کے ایک بلند پایہ مؤرخ، محدث، فقیہ اور "مُشَارِكٌ فِي عُلُوْمٍ كَثِيْرَة" تھے۔ حافظ ذہبیؒ (م ۷۴۸ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

> العلامة، المفتي، رئيس الشام، كمال الدين ... الحنفي، الكاتب، المؤرخ.[1]

نیز ذہبیؒ لکھتے ہیں کہ:

> ابن العدیمؒ علم، عزت، ذکاوت، رائے، شکل وصورت، مرتبت، فقاہت، کتابت اور انشاء پردازی کے لحاظ سے نادر روزگار تھے۔[2]

حافظ قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) ان کو رئیس اصحاب ابی حنیفہؒ، محدث، مؤرخ، ادیب اور کاتب قرار دیتے ہیں، اور لکھتے ہیں کہ ابن العدیمؒ کے آباء و اجداد، اولاد اور گھر والے سب کے سب حنفی علماء، فضلاء اور ادباء ہیں۔[3]

حافظ قرشیؒ کی تصریح کے مطابق امام ابن العدیمؒ نے تاریخ، فقہ، حدیث اور ادب میں کئی کتب تصنیف کی ہیں۔[4]

حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ان کے ترجمے کا آغاز ان القاب سے کیا ہے:

> رئيس الأصحاب، الإمام العالم، المحدث، المؤرخ، الأديب، الكاتب البليغ.[5]

۱۔ سیر اعلام النبلاء (۲۳/۱۰۳) [illegible]

۲۔ [illegible]

۳۔ الجواہر المضیہ (۱/۳۸۶) [illegible]

میزان کے بارے میں لکھا ہے:

وبرع وساد وصار اوحد عصره فضلا و نبلا و رياسة، الف في الفقه والحديث والادب وله تاريخ حلب.[۱]

آپ علم وفضل میں یکتا وسرخیل اور فضیلت، عزت وریاست ہر لحاظ سے یگانۂ روزگار ہوئے ہیں۔ آپ نے فقہ، حدیث اور ادب میں کتب بھی تصنیف کی ہیں، نیز آپ نے حلب کی تاریخ بھی لکھی ہے۔

امام موصوف کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور ان کی تاریخ "بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب" ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے اس تاریخ کے بارے میں لکھا ہے کہ:

من نظر في تاريخ المذكور علم حالة الرجل و رتبته في العلم.[۲]

جو شخص ان کی مذکورہ تاریخ میں نظر کرے گا، وہ اس شخص کی علمی قدر ومنزلت کو پہچان لے گا۔

(۱۸) امام احمد بن محمد بن عبد اللہ الحلبیؒ معروف بہ "ابن الظاہریؒ" (م ۶۹۶ھ)

امام ابن الظاہریؒ ایک مایہ ناز محدث اور بلند پایہ حافظ الحدیث ہیں۔ ان کے مناقب کے لیے یہی کافی ہے کہ حافظ ابوالحجاج مزیؒ صاحب "تہذیب الکمال" اور محدث ناقد حافظ ذہبیؒ وغیرہ جیسے بڑے حفاظ حدیث کو ان سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

حافظ ذہبیؒ نے اپنے استاذ مکرم کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہوئے ان کا شاندار ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز ان الفاظ سے کیا ہے:

ابن الظاهري شيخنا الامام، المحدث، الحافظ، الزاهد، مفيد الجماعة.[۳]

نیز ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

وكان ذا وقار وسكينة، وشكل تام ونفس زكية وكرم وحياء وتعفف وانقطاع قل من رأيت مثله، ما انفصل بغير الحديث الى

---

[۱] [illegible] (۱/۲۲۹)
[۲] [illegible] (۲/۳۰۹)
[۳] تذکرۃ الحفاظ (۴/۱۴۹۰)

www.besturdubooks.wordpress.com

ان مات و شیوخه یبلغون سبع مائة شیخ.[۱]

یہ عزت دار، سنجیدہ، خوبصورت، زیرک، صاحب کرم، حیادار، پاکباز اور فضول کاموں سے پرہیز کرنے والے تھے۔ ان کی طرح کے لوگ میں نے کم دیکھے ہیں، اور اپنی وفات تک یہ سوائے حدیث کے کسی کام میں مشغول نہیں ہوئے، اور ان کے شیوخ کی تعداد سات سو تک پہنچ جاتی ہے۔

حافظ ذہبیؒ کے بعد حافظ سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) بھی ان کو حفاظ حدیث میں شمار کرتے ہیں اور الامام، المحدث، الزاہد اور مفید الجماعۃ کے القاب سے ان کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔[۲]

امام موصوف بھی حنفی المسلک ہیں، چنانچہ حافظ ذہبیؒ اور حافظ سیوطیؒ ان کے متعلق تصریح کرتے ہیں:

وقد تفقه لابی حنیفة.[۳]

انہوں نے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ حاصل کی تھی۔

حافظ عبدالقادر قرشیؒ (م ۷۷۵ھ) نے بھی ان کو طبقات حنفیہ میں شمار کیا ہے۔[۴]

(۱۹) امام علاء الدین مُغلطائی بن عبداللہؒ (م ۷۶۲ھ)

یہ حنفی محدث بھی حدیث، اسماء الرجال، نسب اور فقہ وغیرہ علوم میں انتہائی بلند مرتبت اور نکتہ رس تھے۔ حافظ جلال الدین سیوطیؒ (م ۹۱۱ھ) نے ان کا تعارف: "الحنفی، الامام، الحافظ، علاء الدین" کے القاب سے کرایا ہے۔[۵]

امام موصوف کو علوم حدیث میں بکثرت کتب تصنیف کرنے کا شرف حاصل ہے، چنانچہ علامہ محمد شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے ان کے ترجمہ میں لکھا ہے کہ:

وتصانیفه کثیرة جداً.[۶]

امام مغلطائیؒ کی بہت زیادہ تصنیفات ہیں۔

۱۔ ایضاً ۲۔ طبقات الحفاظ (ص [illegible])

۳۔ تذکرۃ الحفاظ (۴/ ۱۸۰)، طبقات الحفاظ (ص ۵۱۲)

۴۔ الجواہر المضیۃ (۱/ ۱۰۱)

۵۔ طبقات الحفاظ (ص ۵۳۸) ۶۔ البدر الطالع (۲/ ۳۱۲)

www.besturdubooks.wordpress.com

حافظ سیوطیؒ نے بحوالہ حافظ زین الدین عراقیؒ لکھا ہے کہ امام مغلطائی کی سو سے زائد تصانیف ہیں۔ پھر سیوطیؒ نے ان کی بعض تصانیف کے نام گنائے ہیں جو ان کی تصریح کے مطابق یہ ہیں:

شرح صحیح البخاری، شرح سنن ابن ماجه، شرح سنن ابی داؤد، اوهام التهذیب، اوهام الاطراف، ذیل علی تهذیب الکمال (اکمال تهذیب الکمال)، ذیل علی المؤتلف والمختلف لابن نقطه، الزهر الباسم فی سیرة ابی القاسم، ترتیب المبهمات علی الابواب، ترتیب بیان الوهم لابن القطان، زوائد ابن حبان علی الصحیحین۔[۱]

(۴) امام علی متقی بن حسام الدین ہندیؒ (م ۹۷۵ھ)

برصغیر کے یہ وہ متبحر حنفی محدث ہیں کہ جن پر پورے مسلمانانِ برصغیر کو بجا فخر ہے۔ امام نجم الدین غزی شافعیؒ (م ۱۰۶۱ھ) نے ان کا بہت اچھا ترجمہ لکھا ہے جس کا آغاز انہوں نے الشیخ، العلامۃ اور الزاھد کے القاب سے کیا ہے۔[۲]

علامہ ابن العماد حنبلیؒ (م ۱۰۸۹ھ) نے بھی ان کا بڑا مبسوط اور شاندار ترجمہ لکھا ہے۔[۳]

امام موصوف نے حدیث میں بکثرت کتب تصنیف کی ہیں جن میں سے حدیث کی مشہور اور عظیم کتاب "کنز العمال" بھی ہے، چنانچہ مولانا محمد ابراہیم میالکوٹی غیر مقلد ان کے تعارف میں لکھتے ہیں: آپ کی تصانیف ایک سو سے زائد ہیں اور سب نافع ومفید ہیں، ان میں سے علم حدیث کی ایک جلیل القدر خدمت یہ ہے کہ امام سیوطیؒ کی کتاب "جمع الجوامع" کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا۔ آپ کے استاد ابو الحسن بکری مکیؒ اس کتاب کی نسبت فرماتے ہیں کہ امام سیوطیؒ کا احسان تمام عالم پر ہے اور شیخ علی متقی کا احسان امام سیوطیؒ پر ہے۔

[illegible] نواب (صدیق حسن غیر مقلد) صاحب مرحوم "ابجد العلوم" میں فرماتے ہیں:

[illegible] وقفت علی بعض مؤلفاته فوجدتها نافعة مفيدة ممتعة فائقة۔

(ص ۸۹۵)

---

۱ حسن المحاضرہ (۱/۳۵۸)

۲ الکواکب السائرہ (۳/۱۰۴)

۳ شذرات الذهب (۸/۳۷۹)

www.besturdubooks.wordpress.com

ہیں آپ کی بعض تصانیف سے واقف ہوا تو ان کو نفع مند، مفید اور کامل کار آمد پایا۔[1]

امام موصوف کی چند دیگر تصانیف یہ بھی ہیں:

شرح مشکل الآثار للطحاوی، تلخیص البیان فی علامات مہدی آخر الزمان (حضرت مہدیؓ کے ظہور کی علامات)، منتخب العمال فی سنن الاقوال والافعال، تلخیص النھایہ فی غریب الحدیث للجزری۔[2]

خاتمۃ البحث

یہاں ہمیں حفاظ حدیث کا تذکرہ پیش کیا گیا ہے جو نامور حدیث کے میںوت ہیں، اور جن پہ علوم حدیث کی بنیاد کھڑی ہے۔ الحمدللہ! یہ سب کے سب حنفی ہیں۔ اور ان کے علاوہ بھی بیشمار ایسے مایہ ناز محدثین ہیں جو حنفی المذہب اور امام اعظم کی فقہ کے خوشہ چین ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا علم حدیث میں مقام کم ہوتا، یا آپ کی فقہ حدیث کے مطابق نہ ہوتی تو علم حدیث کے یہ پہاڑ آپ کی فقہ کو کیسے قبول کر سکتے تھے؟

مشہور محقق حافظ محمد بن ابراہیم الوزیرؒ (م ۸۴۰ھ) نے بڑے پتے کی بات کہی ہے۔ فرماتے ہیں:

ولو كان الامام ابو حنيفة جاهلاً، ومن حلية العلم عاطلاً ما تطابقت جبال العلم من الحنفية على الاشتغال بمذاهبه، كالقاضي ابي يوسف، ومحمد بن الحسن الشيباني، والطحاوي، وابي الحسن الكرخي، وامثالهم واضعافهم، فعلماء الطائفة الحنفية في الهند والشام، ومصر، واليمن، والجزيرة، والحرمين، والعراقين منذ مئة وخمسين من الهجرة الى هذا التاريخ يزيد على خمسمائة سنة، فهم الوف لا يحصرون، وعوالم لا يحصون من اهل العلم والتقوى والورع واليقين۔[3]

امام ابوحنیفہؒ اگر (قرآن و حدیث کے علم سے) جاہل ہوتے اور زیور علم سے

---

[1] تاریخ الحدیث (ص ۲۳۳)

[2] [illegible]

نا آراستہ ہوتے تو حنفیہ کے جبالِ علم (علم کے پہاڑ) جیسے امام ابو یوسفؒ، امام محمد بن حسن شیبانیؒ، امام طحاویؒ، امام کرخیؒ، اور ان جیسی صفات والے دیگر علماء، جو تعداد میں ان سے کئی گنا زیادہ ہیں، ہرگز امام ابو حنیفہؒ کے مذہب پہ جمے نہ رہتے۔ چنانچہ ہندوستان (پاکستان، بنگلہ دیش، انڈیا)، شام (فلسطین، سوریا، بیروت وغیرہ)، مصر، یمن، جزیرہ، حرمین (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) اور عراق کے شہروں میں ۱۵۰ ہجری (امام ابو حنیفہؒ کی وفات) سے اب تک، جو کہ چھ سو سے زیادہ سال بنتے ہیں، علمائے حنفیہ پائے جاتے ہیں، یہ ہزاروں کی تعداد میں ہیں اور شمار سے باہر ہیں۔ اور علاقوں کے ملک ہیں کہ ان کو گنا نہیں جا سکتا۔ یہ سب اہلِ علم، صاحبِ فتویٰ، پرہیزگار اور متقی لوگ ہیں۔

علامہ ابن الوزیرؒ نویں صدی کے ہیں۔ اب بارہویں صدی کے محدث مسند الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ (م ۱۱۷۶ھ) کی شہادت ملاحظہ کریں۔ فرماتے ہیں:

> خدا تعالیٰ علم فقہ را بر دست وے شائع ساخت و جمعے از اہلِ اسلام را بآں فقہ مہذب گردانید و خصوصاً در عصر متاخر کہ دولت ہمیں مذہب است بس در جمیع بلدان و جمیع اقالیم بادشاہ حنفی اند و قضاۃ و اکثر مدرساں و اکثر عوام حنفی۔

خدا تعالیٰ نے علم فقہ کو آپ کے ہاتھوں سے پھیلایا ہے اور اہلِ اسلام کی ایک بڑی جماعت کو آپ کی فقہ سے فائدہ پہنچایا ہے۔ خصوصاً اس آخری دور میں کہ حکومت اسی مذہب کی ہے، تمام شہروں اور تمام ریاستوں میں بادشاہ حنفی ہیں اور قاضی صاحبان، اکثر اساتذہ اور اکثر عوام حنفی ہیں۔

خود غیر مقلدین کے ایک بہت بڑے عالم مولانا ابراہیم سیالکوٹیؒ (م ۱۹۵۶ء)، جو اپنے "العلامۃ تقی الدین" "امام المسلمین" کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں، اپنی کتاب "علمائے اسلام" میں امام صاحبؒ کے تذکرہ میں اس حقیقت کا اقرار کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں:

> اسلامی دنیا کے اکثر حصے بلکہ آپ ہی کے مقلد و معتقد ہیں۔ اور ان ہی ممالک یعنی ... آپ کا مذہب صدیوں سے رائج ہے۔ برِّ عظیم ایشیا کے اکثر ملکوں میں ...

الرد علی البکری (۱/ ...)

کلماتِ طیبات (ص ۱۶۸) بحوالہ مقام ابی حنیفہؒ (ص ...)

ہی کے مقلد ہیں، اور ان میں اکثر آپ ہی کے فقہ کے مطابق امور شرعیہ فیصلہ پاتے ہیں۔ دیگر مذاہب کے مقلد ان کے مقابلے میں بالکل بہت تھوڑے ہیں۔[1]
غرض ہر دور میں دنیا کے اکثر ممالک میں آپ کی فقہ کا رواج پانا، آپ کی عنداللہ مقبولیت کی واضح دلیل ہے۔

علامہ مجدالدین ابن الاثیر الجزریؒ (م ۶۰۶ھ) نے اپنی کتاب "جامع الاصول" میں اسی مناسبت سے لکھا ہے:

لو لم یکن للّٰہ فی ذلک سر خفی، لما کان شطر هذه الامة من اقدم عهد الی یومنا هذا، یعبدون اللّٰه سبحانه علی مذهب هذا الامام الجلیل.[2]

اگر اللہ تعالیٰ کے ہاں اس (امام ابوحنیفہؒ کی فقہ کی مقبولیت) میں کوئی خاص راز نہ ہوتا تو شروع سے اب تک اس امت کا ایک بہت بڑا حصہ اللہ سبحانہٗ کی عبادت اس امام جلیل کے مذہب پر ہرگز بجا نہ لاتا۔

غرضیکہ محدثین، دیگر اہل علم اور عامۃ المسلمین کا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی فقہ پر یہ اعتماد عنداللہ آپ کی مقبولیت اور آپ کی فقہ قرآن و حدیث کے عین مطابق ہونے کی بیّن دلیل ہے۔
اللہ تعالیٰ جملہ اہل اسلام کو آپ کی محبت اور اتباع نصیب فرمائے اور آپ کی گستاخی اور توہین سے سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ،
وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ،
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

ظہور احمد الحسینی

۱۵ / جمادی الثانی ۱۴۲۸ھ بمطابق یکم / جولائی ۲۰۰۷ء بروز اتوار
بمقام جامعہ حلیمیہ کیمبل پور اٹک

---

[1] بحوالہ ماہنامہ "مجلہ" ... ، جمادی الاولیٰ ، جمادی الاخریٰ ۱۴۰۹ھ ...
[2] بحوالہ ابن العراقی ... ص ۲۵

www.besturdubooks.wordpress.com

اشاریہ

اشخاص

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

کتب، رسائل

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

اماکن

www.besturdubooks.wordpress.com

www.besturdubooks.wordpress.com

ابوالحسن معاویہ سلفی

www.besturdubooks.wordpress.com

اماکن